

آئی کابینا

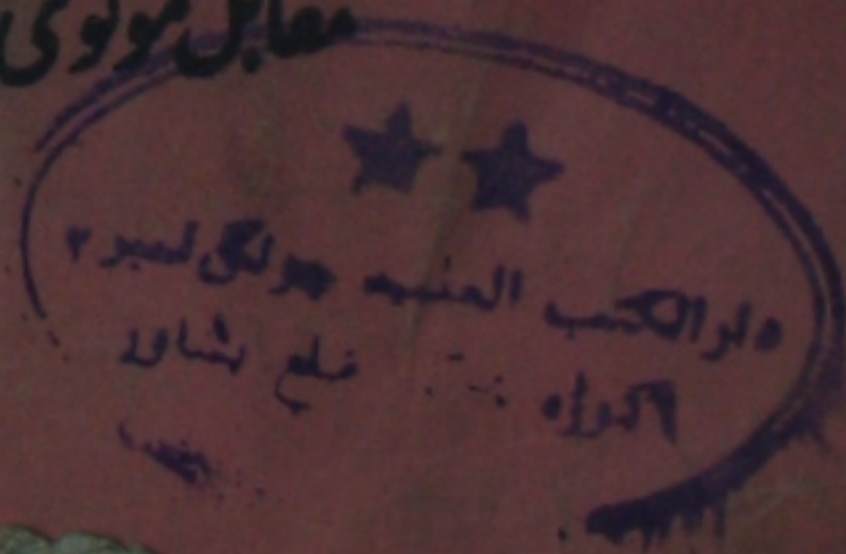
تردید شیعہ میں وہ مشہور اور عظیم کتاب جس کا صحیح جواب آج تک علمائے شیعہ
دے سکے جن میں خود شیعہ مذہب کی کتب اور ان کے علماء کے اقوال سے صحابہ کرام
اور خلفائے راشدہ کو ثابت کیا اور مسلمانوں کو کلمہ اور باغ فدک سے حاصل بخت کی گئی ہے

تالیف محسن الملک

سید محمد مہدی علی حسان

دارالاشاعت

مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی



آیاتِ نبیات

حصہ اول و دوم

شیعہ عقائد کے بطلان میں وہ عظیم الشان اور مشہور کتاب جس کا صحیح جواب آج تک علمائے شیعہ نہ دے سکے اور جس نے ہزار ہا انسانوں کے شکوک و شبہات کو ختم کر دیا۔ جس میں خود شیعہ مذہب کی کتب اور ان کے علماء کے حوالوں سے صحابہ کے فضائل اور خلافتِ راشدہ کو ثابت کیا گیا ہے اور مسئلہ نکاحِ ام کلثوم پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے، اندازہ بیان نہایت متین اور نامہمانہ اختیار کیا گیا ہے۔ صرف یہ ہے کہ ہر شخص خصوصاً شیعہ حضرات تعصب سے بھر اس کتاب کا مطالعہ فرمائیں۔

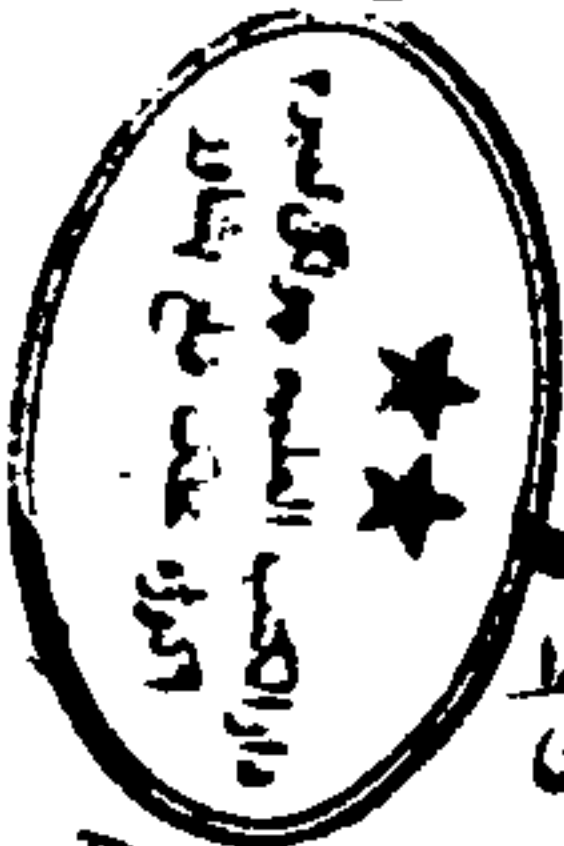
تالیف

نواب محسن الملک سید محمد مہدی علی خان صاحب

ناشر

دارالاشاعت

مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی



ملکہ حقوق طباعت و اشاعت ترجمہ و حواشی محفوظ ہیں

اصلاح و اضافہ شدہ، جدید عکسی ایڈیشن۔

باہتمام محمد رضی عثمانی، مدیر دارالاشاعت کراچی

تعداد طبع ایک ہزار، مطبوعہ مشہور پریس کراچی

اشاعت فروری ۱۹۶۹ء

اشاعت جولائی ۱۹۸۲ء

باضافہ حالات مصنف

ملنے کے پتے

دارالاشاعت مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی

ادارۃ المعارف ڈاک خانہ دارالعلوم کراچی

مکتبہ دارالعلوم ڈاک خانہ دارالعلوم کراچی

ادارۃ اسلامیات ۱۹۰ — انارکلی لاہور

عرضِ ناشر

زیر نظر کتاب آیات بینات جناب نواب محسن الدردار محسن الملک مولوی سید محمد مہدی علی خاں صاحب بہادر منیر نواز جنگ و معتمد پولٹیکل و فنانس سرکار عالی ریاست حیدر آباد و کن کی وہ عظیم اور مشہور کتاب ہے جس نے ایک انقلاب پیدا کر دیا۔ یہ کتاب اہل شیعہ کے عقائد کے بظلال میں ایسی متین اور سنجیدہ کتاب ہے جس کا صحیح جواب آج تک علمائے شیعہ نہ دے سکے اور جس نے ہزار ہا انسانوں کے شکوک و شبہات کو ختم کر دیا۔ اہل علم خوب جانتے ہیں کہ یہ کتاب اس موضوع پر کس درجہ کی ہوگی کیونکہ اس کے مصنف نواب صاحب موصوف ایک زمانہ تک خود شیعہ مذہب کے بڑے عالم اور مجتہد امام تھے بعد میں اللہ تعالیٰ نے ہدایت فرمائی۔ اور آپ کے دل میں سُنی مذہب کی حقانیت جاگزیں ہو گئی۔ اور آپ راہ حق میں کنبہ برادری عویزہ رشتہ داروں کی پروا کئے بغیر شیعہ مذہب سے تائب ہوئے اور اپنے سُنی ہونے کا اعلان فرما دیا۔

ظاہر ہے کہ جب ایک ایسا عالم ترویجِ شیعیت میں قلم اٹھائے جو خود پہلے شیعہ عالم رہا ہو تو اس نے اس کتاب میں کس قدر صریح اور سچی باتیں لکھی ہوں گی۔ لیکن اس کے باوجود اندازِ تحریر عام مناظرانہ نہیں بلکہ نہایت متین اور سنجیدہ اور نامحانہ اختیار کیا گیا ہے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ ہر شخص خصوصاً شیعہ حضرات تعقب سے بہت کر اس کتاب کا مطالعہ فرمائیں۔ ابتداء میں یہ کتاب دو جلدوں میں ۱۳۱۵ھ میں مطبع مصطفائی سے شائع ہوئی تھی۔ اور پھر بعد سے یہ کتاب تکیاب تھی ۱۹۶۶ء میں دارالانشاعت کراچی کو اس کی جلد اول کے دونوں حصے دستیاب ہوئے تھے جو بعینہ شائع کر دینے گئے تھے لیکن اس وقت خاطر خواہ اس کی طباعت کا انتظام نہ ہو سکا تھا۔ اب یہ عظیم کتاب عکسی طباعت کے ذریعہ شائع ہوئی ہے۔

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس کی جلد دوم بھی بڑی تلاش و جستجو کے بعد دستیاب ہو گئی ہے جو فک و غیرہ اہم مباحث پر مشتمل ہے۔

حصہ اول و دوم آپ کے پیش نظر ہیں جس میں سب سے پہلے صحابہ کرام کے فضائل بیان کئے گئے ہیں اور پھر خلافت راشدہ کو ثابت کیا گیا ہے۔ نکاح ام کلثوم پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے اور پھر ان مطامع اور اعتراضات کے مدلل جوابات دیئے گئے ہیں جو صحابہ کی نسبت شیعہ حضرت کرتے ہیں۔

جلد دوم بحثِ فدک وغیرہ اہم مباحث پر مشتمل علیحدہ شائع کی جا رہی ہے۔

اس اشاعت کی خصوصیت

اصل کتاب میں جاہجاہی اور فارسی کی عباراتیں بطور حوالہ اور سند کے درج تھیں لیکن ان کا اردو ترجمہ نہ تھا جس کی وجہ سے اردو خواں حضرات کو مطالعہ میں دشواری ہوتی تھی ہم نے ایسی عبارتوں پر نمبر ڈال کر حاشیہ میں اردو ترجمہ درج کر دیا ہے اب انشاء اللہ تعالیٰ یہ کتاب ہر خاص و عام کے لئے مفید ہو گئی ہے ہمیں امید ہے کہ اہل علم حضرات ان میں بہا خرمینہ ہائے علم سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائیں گے۔

و ما توفیقی الا باللہ۔

پندرہ محرم ۱۴۲۲ھ
محمد رضی عثمانی

۲۲ جمادی الاول مطابق ۲۱ ستمبر ۱۹۴۳ء

مصنف کتاب یعنی محسن الملک کے حالات زندگی

ہم جناب شہداء الحق صدیقی صاحب ایم اے کے بچہ منوں ہیں
کہ انہوں نے نواب محسن الملک کے حالات زندگی مرتب فرما کر آیات چٹا
کے ساتھ اشاعت کے لئے ہمیں مرحمت فرمائے چنانچہ اس اشاعت
میں ملے کے بعد یہ حالات درج ہیں۔ (محمد رضی عثمانی ۲۱ نومبر ۱۹۴۳ء)

فہرست مضامین حصہ اول و دوم

۲۲	پہلی آیت	۷	دیباجہ
۲۶	دوسری آیت	۹	تمہید
۲۶	تیسری آیت	۱۰	دلائل عقلی صحابہؓ کی فضیلت میں
۳۱	چوتھی آیت	۱۰	پہلی دلیل
۳۰	پانچویں آیت	۱۰	دوسری دلیل
۳۳	چھٹی آیت	۱۱	تیسری دلیل
۳۶	ساتویں آیت	۱۲	چوتھی دلیل
۳۹	صدیق اکبرؓ کے فضائل	۱۴	پانچویں دلیل
۵۱	شیعان عبداللہ ابن سبا کے اعتراض کا بیان	۱۶	شواہد نقلی صحابہؓ کی فضیلت میں
۵۲	پہلا اعتراض پہلی فضیلت پر	۱۸	توریت انجیل کی شہادتیں اور صحابہؓ کی فضیلت میں
۵۹	دوسرا اعتراض دوسری فضیلت پر	۱۹	پہلی شہادت توریت کی
۶۰	تیسرا اعتراض تیسری فضیلت پر	۱۹	پہلی روایت کہ صدیق اکبرؓ نے اپنے باپ کے قتل کا ارادہ کیا۔
۶۲	امر چہارم کے ثبوت میں	۲۰	دوسری روایت کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے رشتہ داروں کے قتل کا مشورہ دیا
۶۲	امر پنجم کے ثبوت میں	۲۰	دوسری شہادت انجیل کی۔
۶۲	امر ششم کے ثبوت میں	۲۰	قرآن مجید کی شہادتیں صحابہؓ کی فضیلت میں
۶۳	ساتواں اعتراض ساتویں فضیلت میں	۲۲	کی فضیلت میں
۶۴	آٹھواں اعتراض آٹھویں فضیلت میں		
۷۹	نواں اعتراض نویں فضیلت میں		

ائمہ کرام کی شہادتیں صحابہ کی فضیلت میں

۸۳	حضرت عمرؓ کے نکاح کا بیان
۸۴	حضرت عمر فاروقؓ کے حضرت ام کلثومؓ کے ساتھ نکاح کا ثبوت خاتمہ حصہ اول
۸۶	حصہ دوم
۸۸	وہا ان شرع فی بیان کتب صدوہ شیعوں
۸۹	کا جواب فضیلت صحابہ کی آیات کے بارے میں۔
۹۹	صحابہ کرام کے منافق نہ ہونے کا ثبوت
۱۰۲	دلیل اول
۱۰۹	دلیل دوم و سوم
۱۱۸	دلیل چہارم
۱۲۳	صحابہ کے منافق نہ ہونے کی پانچویں دلیل
۱۳۲	پہلی آیت
۱۳۲	دوسری آیت
۱۳۸	تیسری آیت
۱۳۸	چوتھی آیت
۱۴۳	شیعوں کا دوسرا جواب آیات فضیلت صحابہ سے
۱۴۳	شیعوں کا تیسرا جواب آیات فضیلت صحابہ سے
۱۴۸	خاتمہ کتاب
۱۵۲	تقریظ جناب محمد رفیق بیگ عرف پھوہیگ
۱۵۸	
۱۶۴	

پہلی حدیث

دلیل اول

دوسری دلیل

تیسری دلیل

دوسری شہادت

امرا اول امام کا اصحاب کے حق میں عملے خیر کرنا
امروم پیغمبر خدا کے یاروں کا ایمان کے سبب
سے مصیبت و ایذا پانا۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ایمان لانے کا اصل
بیان حضرت عمر فاروقؓ کے ایمان لانے کا
اشعار از کتاب حمله حیدری در کیفیت ایمان
آوردن عمر بن الخطابؓ

صحابہ کے تابعین کی فضیلتیں اور ان کی نشانیاں

تیسری شہادت

چوتھی شہادت

پانچویں شہادت

چھٹی شہادت

ساتویں شہادت

آٹھویں شہادت

نویں شہادت

دیباچہ و حالاتِ مصنف

از محترم شاعر ا لحق صدیقی صاحب ایم اے

نواب محسن الملک کو سرسید کے رفقاء کار میں ایک امتیازی درجہ حاصل ہے، سرسید کے انتقال کے بعد وہی ان کے جانشین ہوئے اور انہوں نے ہی اس تحریک کو پروان چڑھایا جسکی ابتدا سرسید کے ہاتھوں ہوئی۔ ان کا اصلی نام مہدی علی تھا، سلسلہ نسب سادات بارہہ کے مشہور خاندان سے ملتا ہے اس خاندان سے کی ایک شاخ اٹارہ میں جا کر مقیم ہو گئی تھی، مہدی علی کے والد میرزا من علی سیدوں کے اسی خاندان کے ایک فرد تھے، اگرچہ وہ دولت دنیا سے محروم تھے تاہم ان کا شمار شہر کے ذی عزت لوگوں میں ہوتا تھا، مہدی علی کی والدہ کا تعلق بھی سادات کے ایک ایسے خاندان سے تھا جس میں علم کی دولت کی پشتوں سے بطور میراث چلی آتی تھی، چنانچہ محسن الملک کے نانا مولوی محمود علی ایک تبحر عالم تھے، پہلے وہ صدر الصدوری کے عہدہ پر فائز رہے پھر ریاست ٹونک میں منصب منہجت عطا ہوئے۔

اسی غریب مگر علمی خاندان میں نواب محسن الملک، سید مہدی علی پیدا ہوئے ان کے بچپن میں ہی ان کی تعلیم حاصل کی لیکن اپنی غیر معمولی ذہانت، محنت اور توجہ سے بہت جلد اس قدر استعداد بہم پہنچائی کہ بڑے بڑے علماء و فضلاء کے حلقہ درس میں شریک ہونے لگے اور سترہ اٹھارہ سال کی عمر میں علوم متداولہ کی تکمیل کر لی، ایک طرف فارسی زبان و ادب میں درجہ امتیاز حاصل کیا دوسری جانب عربی ادب، حدیث اور تفسیر میں سند فراغ حاصل کر لی، انگریزی کی تعلیم باقاعدہ نہیں ہوئی لیکن اپنی توجہ اور مشق و مواولت سے اتنی سیکرل کہ پانیر اخبار خود سمجھنے لگے۔

ابھی ان کی عمر مشکل اٹھارہ سال کی ہوگی کہ حصولِ معاش میں باپ کا ہاتھ بٹانے کے لئے سرکاری ملازمت اختیار کر لی، دس روپے ماہوار پر ایک دفتر میں کلرک ہو گئے لیکن اپنی محنت، قابلیت اور سوجھ بوجھ کی بنا پر تھوڑے ہی عرصہ میں اہلمدی، سرشتہ داری اور تحصیلداروں کے مدارج طے کرتے ہوئے ڈپٹی کلکٹری کے معزز عہدے پر فائز ہو گئے اور اپنے فرانس کراس خوبی و خوش اسلوبی سے انجام دیا کہ حکومت کے اعلیٰ عہدے داران اور افسران بھی عزت کی نظر سے دیکھنے لگے، یہ نہیں

بلکہ حکومت کی جانب سے غفلت عطا ہوئی اور کلکٹر نے ان کی تعریف میں یہ الفاظ لکھے :-

”میں دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ مہدی علی سے زیادہ ذہین، مستعد اور ایثار مند صوبہ

ممالک مغربی و شمالی (یورپی) میں کوئی نہیں ہے۔“

اُن کی اعلیٰ کارکردگی اور تابلیت کی شہرت اس قدر ہوئی کہ سرسالا جنگ نے اُن کو اپنے یہاں

ایک اعلیٰ عہدہ پیش کیا چنانچہ وہ ۱۸۶۴ء میں بارہ سو روپے ماہانہ کے مشاہرہ پر حیدرآباد دکن چلے گئے

وہاں انہوں نے مال و محاسبی میں نمایاں کامیابی حاصل کی، بندوبست مالگذاری کے متعلق مشہور ہے کہ

”مہدی علی نے دکن میں وہ کام کیا جو شہنشاہِ اکبر کے عہد میں بندرستان کے اندر

نوڈرمل نے اور ممالک مغربی و شمالی میں لیفٹیننٹ گورنر ٹامسن نے کیا تھا، اُن کے

حُسن انتظام سے ایک طرف حکومت مالامال ہو گئی دوسری طرف رعایا خوشحال اور

مطمئن دکھائی دینے لگی۔“

اُنہی خدمات کا اعتراف اس طرح کیا گیا کہ ۱۸۶۶ء میں وہ ریونیو سیکرٹری اور ۱۸۸۲ء میں فنانشل

سیکریٹری بنا دیئے گئے اور سرکار نظام سے انہیں محسن الدولہ محسن الملک وغیر نواز جنگ کے

خطابات عطا ہوئے، تین ہزار روپے ماہانہ تنخواہ مقرر ہوئی، اسی زمانہ میں انگلستان کا سفر کیا اور

وزیر اعظم گلڈسٹن سے ملاقات کی، ۱۸۹۳ء میں اُن کے خلاف سازشیں ہوئیں جس کی وجہ سے

کبیدہ خاطر ہو کر وہ اپنے عہدے سے علیحدہ ہو گئے اور آٹھ سو روپے ماہوار پنشن لے کر علیگڑھ

چلے آئے وہاں سرسید مرحوم سے مل کر قومی خدمت اور کالج کے انتظام میں لگ گئے، ۱۸۹۵ء

میں سرسید کا انتقال ہو گیا اور کالج کے سیکرٹری بنا دیئے گئے، اس منصب پر رہ کر انہوں

نے نہایت تندہی اور جانفشانی سے کام کیا اور مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لئے برابر

کوشاں رہے، اُن کے دور میں اردو ہندی کے جھگڑے نے بھی شدت اختیار کر لی، انہوں نے

کھل کر اردو کی حمایت کی، ان ہی کے زمانہ میں ہرنیمبھی لیر جیب اشد ۱۹۰۶ء میں ہندوستان آئے،

علیگڑھ کالج میں اُن کا شاندار استقبال ہوا، امیر یہاں کے انتظامات سے بے حد متاثر ہوئے، بیس ہزار

کا عطیہ کالج کو مرحمت فرمایا اور کچھ سالانہ امداد بھی مقرر کر دی۔

غرض محسن الملک مرحوم کے زمانہ میں ایم اے او کالج کو مالی استحکام نصیب ہوا اور اس کی

مرکزیت اور وقعت و عظمت قائم ہو گئی، مسلمانوں کو سیاسی حقوق ملے اور اسی پوینٹیکل حثیت کو تسلیم کر لیا گیا۔

لیکن قوم کو ان منزل تک پہنچانے میں محسن الملک کو جو محنت اور جہد کرنا پڑی اُس نے اُن کی صحت کو بُری طرح متاثر اور کھوکھلا کر دیا وہ مختلف امراض میں مبتلا ہو گئے، دوا بیس کی شکایت بہت بڑھ گئی، اسی حالت میں شملہ گئے اور وہاں مسلمانوں کے حقوق کی توسیع کے لئے کوششیں کرنے لگے، وائسرائے اور دیگر اعلیٰ حکام سے ملاقاتیں کیں، ستمبر ۱۹۰۶ء میں شملہ گئے تھے اکتوبر میں مرض کا شدید حملہ ہوا وائسرائے نے اپنے خاص معالج کو علاج کے لئے مامور کیا، لیکن مرض الموت کا علاج کس سے ہوا، آخر ساعت موعوداً پہنچی اور ۸ رمضان المبارک ۱۳۲۵ھ مطابق ۱۴ اکتوبر ۱۹۰۶ء کو مالکِ حقیقی سے جاملے کئی لوگوں نے تاریخ وفات کے بارے نکلے یہ قطعاً تاریخ بہت پسند کیا گیا۔

محسن الملک آہ زدنیا برفت خلق شدار حلتش اندوہ گیس

سالی و فانش شدہ ملہم ز غیب انجمن آرا سئے بہشت بریں

محسن الملک مرحوم نے ایک غریب گھرانے میں آنکھ کھولی تھی اسی لئے نہایت کم عمری میں ملازمت کرنے پر مجبور ہو گئے لیکن قدرت نے ان کو ذہانت و فطانت کی جو دولت عطا فرمائی تھی اس کی بدولت انہوں نے بہت جلد ایک بلند مقام حاصل کر لیا، اللہ تعالیٰ نے انہیں توقع سے زیادہ دولت دی، مسندِ عزت پر بٹھایا، خطابات سے نوازا اور لوگوں کے دلوں میں اُن کی محبت جاگزیں کی۔ وہ نبی، محبت اور انسانی ہمدردی کا ایک پیکر تھے قوی خدمت کو انہوں نے اپنی زندگی کا نصب العین قرار دے لیا تھا، اُن میں غرور اور برائی نام کی کوئی چیز عملاً پیدا نہیں ہوئی، ویسے تو ہر شخص سے ہی اُن کا سلوک ہمدردانہ اور مخلصانہ تھا لیکن اپنے ہم وطنوں کے ساتھ وہ خصوصیت سے نہایت بے تکلفی اخلاص اور محبت کا برتاؤ کرتے تھے اور اُن کی مدد کرنا وہ اپنا فرض سمجھتے تھے اُن کی آمدنی کا بیشتر حصہ غریبوں، مسکینوں، یتیموں اور بیواؤں کی امداد میں صرف ہوتا تھا، انہوں نے بہت سے لوگوں کے وظیفے مقرر کر رکھے تھے لیکن یہ وظیفے اس طرح دیئے جاتے تھے کہ دینے اور لینے والے کے سوا کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوتی تھی۔ چنانچہ جب تک اُن کا قیام حیدرآباد میں رہا اُس وقت تک کسی کو بھی معلوم نہ ہو سکا کہ اُن کے یہاں مستحقین کی امداد کی بھی کوئی مد ہے لیکن جب ملازمت سے سکدوش ہو کر وہاں سے رخصت ہونے لگے اور امداد پانے والوں میں شور مچا ہوا تو پتہ چلا کہ اُن کے خزانہ کرم سے کتنے لوگ فیضیاب ہو رہے تھے۔

جب انہوں نے مستقلاً علی گڑھ میں سکونت اختیار کر لی تو اُن کی آمدنی بہت تھوڑی رہ گئی لیکن

اس کے باوجود انہوں نے اپنے ہاتھ کو سیکڑا نہیں بلکہ دادوں میں اس سلسلہ اس وقت بھی جاری رہا اور ان کے انتقال کے بعد ہی منقطع ہوا۔

جن لوگوں سے ان کا واسطہ رہا وہ سب ہی ان کے اوصافِ حمیدہ اور خصائلِ پسندیدہ کے مدافع و مددگار تھے، جو ان سے جتنا زیادہ قریب تھا اتنا ہی زیادہ اس کو ان کی خوبیوں کا اعتراف تھا، ان کے شمائل و خصائل کا آئینہ اس قدر شفاف کہ اس پر ان کے مخالفین تک کو بھی کوئی دلخیز و مزین نظر نہ آتا تھا، چنانچہ حیدرآباد کے قیام کے دوران نواب سرور جنگ نے ان کی کھل کر مخالفت کی اور انہوں نے بھی اپنی تصنیف "مائی لائلت" میں ان کے لئے یہ الفاظ تحریر کئے۔

"وہ مہربان تھے ان میں خود اعتمادی تھی، ان کی زبان شیریں اور بات تھی، وہ ہر ایک کے ساتھ نیکی کرنے کو آمادہ تھے، ان کے ماتحت ان کی وفات تک ان کے وفادار رہے"

اردو شاعروں کے متعلق مشہور ہے اور اس بات میں بڑی حد تک صداقت ہے کہ وہ صرف انعام و اکرام کے لالچ میں اُمراء اور فرمانرواؤں کی تعریف کرتے ہیں لیکن اس میں کہیں کہیں استثناء بھی ہے۔ داغ دہلوی کو حیدرآباد میں ہر طرح کا اعزاز نصیب تھا اور نواب محسن الملک مرحوم سے ان کی کوئی غرض وابستہ نہیں تھی لیکن ان کے اوصافِ مہینوہ ان کو یہ کہنے پر مجبور کیا ہے کہ وہی کو اگر خیر زمان کہتے ہیں یا محسن الملک ان کو یہاں کہتے ہیں زیبا ہے کہیں محسن عالم اسے داغ جو چاہئے کہتا وہ کہاں کہتے ہیں ایک اور قطعہ کا مضمون ہے یہ

اس خیر کا انسان کوئی ہو تو کسی ذی مرتبہ زیشان کوئی ہو تو بھی

ہر شخص کی ملحوظ ہے خاطر داری یوں دل کا نگہبان کوئی ہو تو بھی

اس تعریف کو بے یوٹھی کہا جائیگا اور ان الفاظ کو خاطر کے دل جنابت کا اظہار ہی خیال کریں گے۔

محسن الملک کی قوی خدمات بھی بے غرض و بے ریائیس وہ قوی ترقی کے لئے بے چین رہتے

تھے اور انہوں نے اپنی حیاتِ مستعار کا بیشتر حصہ قوم کو ترقی دینے میں صرف کیا، چنانچہ شملہ میں جب آپ مرض الموت میں مبتلا ہوئے اس وقت بھی وہ قوم کی صلاح و نفع ہی کے کام میں لگے ہوئے تھے

وہ مسلمانوں کے حقوق کی توسیع کی کوششیں کر رہے تھے اس سلسلہ میں وائسرائے اور دیگر اعلیٰ حکام سے ملاقاتیں کیں لکھے دل میں قوم کے سوز و بہبود کی جو لگن تھی وہ دوسروں کو بھی متاثر کرنے بغیر نہ رہی۔

تعلیم علی کا بھی انہیں پورا خیال تھا خود انہوں نے بیادری طور پر قدیم تعلیم حاصل کی تھی، دینی اور مذہبی تعلیم سے ان کی تعلیمی زندگی کا آغاز ہوا تھا۔ لہذا وہ قوم کے تمام فونہالوں کے لئے بھی ضروری سمجھتے تھے کہ ان کو دینی تعلیم پہنچیں، ہی میں دی جانی چاہیے کیونکہ اُس وقت دل و دماغ پر جو اثرات مرتب ہو جاتے ہیں وہ پوری زندگی قائم رہتے ہیں، وہ آج کل کے روشن خیالوں کی طرح اس کو تفسیح اوقات نہیں سمجھتے تھے بلکہ ان کا خیال تھا کہ زندگی کو صحیح خطوط پر چلانے اور اس میں توازن قائم رکھنے کے لئے یہی بہترین طریقہ کار ہے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ جدید علوم کو بیکار اور غیر ضروری سمجھتے تھے، ان کی زندگی کا بیشتر حصہ ایم اے اور کالج کے انتظامات میں صرف ہوا جہاں بیادری طور پر جدید علوم ہی کی تعلیم ہوتی تھی اور جس سے فارغ ہونے کے بعد مسلمان نوجوان کارزار حیات میں داخل ہوتے تھے۔

اگرچہ نواب حسن الہک نے علوم متداولہ کی تکمیل کے فوراً بعد ہی ایک دفتر میں ملازمت کر لی اور نو عمری ہی میں فکر معاش میں لگ گئے لیکن علم سے انہوں نے خود کو اُس وقت بھی وابستہ رکھا۔ کتب بینی کا جو چسکا انہیں اوائل عمر میں پڑ گیا تھا وہ مرتے دم تک قائم رہا، انہوں نے اس قدر مطالعہ کیا کہ اپنے معاصرین میں ان کا علمی تفوق تسلیم کر لیا گیا، ان کی تحریریں ان کی وسیع معلومات پر دلالت کرتی ہیں، انہوں نے تہذیب الاخلاق کے لئے جو مضامین لکھے ان کے مواد اور طرز استدلال سے ان کے علمی تبحر کا اندازہ ہوتا ہے، انہیں دینی علوم سے خاص شغف رہا اور اس دائرہ میں بھی انہوں نے اپنے آپ کو محدود نہیں رکھا بلکہ اپنے مذہب کے ساتھ ساتھ دیگر مذاہب کا بھی نہایت گہرا مطالعہ کیا، چنانچہ شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ نے ان کے بارے میں لکھا تھا۔

..... یہ صفت مولوی مہدی علی میں تھی کہ وہ حقیقت میں مذہبی عالم تھا، وہ فقط

مسلمانوں کے شیعہ اور سنی وغیرہ فرقوں کے مذہب ہی سے خوب واقف نہ تھا بلکہ

وہ دنیا کے تمام مذاہب کے حقائق سے آگاہ تھا، اُس نے دنیا کے مذاہب

کا علم حاصل کرنے کے لئے اپنا بہت سا وقت انگریزی کتابوں کے مطالعہ میں

خرچ کیا تھا اور بعض کتابوں کے ترجمے کرانے میں اپنا روپیہ بھی صرف کیا تھا، دنیا

کے تمام مذاہب کی تاریخ اُس کے ذہن میں ایسی موجود تھی جیسی کہ اپنے مذہب

کی، وہ اور مذاہب کو جان کر اسلام کی بزرگی ان پر ثابت کرتا تھا وہ مسلمانوں

کے تمام تعصبات اور تعصبات کو قرآن اور حدیث اور علماء کے اقوال سے استدلال کر کے دور کرنے کی کوشش کرتا تھا،

مختلف مذاہب کے اسی گہرے مطالعہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے بائیس سال کی عمر میں شیعوہ مذہب ترک کر دیا اور ایک راسخ العقیدہ سنی مسلمان بن گئے آیاتِ بینات کے اجتہاد میں لکھتے ہیں:۔۔۔۔۔

”میں اپنے خدا سے بزرگ و بزرگوار ہزار ہزار شکر کرتا ہوں کہ میں ان چند آدمیوں میں سے ہوں جنہوں نے اپنی نجات کی امید پر دونوں مذاہب کے اصول پر انصاف سے غور کیا اور مذہبِ اہل سنت کو مطابق کلامِ الہی کے پا کر اور مذہبِ امامیہ کو اُس کے مخالف دیکھ کر اپنے آبائی دین کو چھوڑنے اور تمام کتبِ قبلہ سے جدا ہونے میں کچھ کسی کا لحاظ و خیال نہیں کیا اور امامیہ مذہب کو جو مصرعِ برعکس ہنر نام زنگی کا نور کے مخالف عقائد کا کلام ہے چھوڑ کر جانِ نبی، سنت و الہامتِ حقیقیہ کی نوابِ محسن الملک نے تصنیفی کام کی ابتداء یعنی شروع ملازمت کے وقت ہی کر دی تھی، آپ کی پہلی تصنیف رسالہ ”میلادِ شریف“ ہے جو ۱۸۶۶ء میں چھپا تھا، تحصیلداری کے زمانہ میں قانون سے متعلق دو کتابیں لکھیں، ایک ”قانونِ مال“ اور دوسری ”قانونِ نو جداری“۔

حیدرآباد کی ملازمت سے سبکدوشی کے بعد انہوں نے سرسید کے رسالہ ”تہذیبِ الاخلاق“ میں مستقل مضمون نگاری کی حیثیت سے لکھنا شروع کیا، اس رسالہ میں ان کے جو مضامین شائع ہوئے وہ مذہبی اور تاریخی حیثیت کے حامل ہونے کے ساتھ ساتھ ان کی وسیع النظری اور تبحرِ علمی بد دلالت کرتے ہیں۔ رام بابو سکینہ ان مضامین کے بارے میں رقمطراز ہیں،

”۔۔۔۔۔ ”تہذیبِ الاخلاق“ میں اکثر بیش بہا مضامین انہیں کے قلم سے ہیں جو ایک مذہبی اور تاریخی حیثیت رکھتے ہیں اور جن کی غرض اصلی صرف یہ ہے کہ زمانہ حال کے مسلمان جو نکت و ہلاکت کے گڑھے میں پڑے ہوئے ہیں اپنے بزرگانِ سلف کے قدم اور اپنے آپ کو ہر حیثیت میں یعنی تعلیم و اخلاق و سیاست کے اعتبار سے کامیاب بنائیں، اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ تمام مضامین ان کے تبحرِ علمی، وسیع النظری اور انصاف پسندی کے شاہدِ عادل ہیں“

ان مضامین کے علاوہ ان کی مستقل تصانیف آیاتِ بینات، کتابُ المیط و الاستوق،

تقلید اور عمل بالحدیث اور مجموعہ تقاریر شائع ہوئیں، ان سب میں آیات بینات کو فوقیت حاصل ہے، بلکہ سچ پوچھتے تو مصنف کی حیثیت سے وہ اسی کی وجہ سے زیادہ مشہور ہوئے، آیات بینات کی تصنیف کی ضرورت کیوں پیش آئی اس کی داستان خود مصنف کی زبانِ قلم سے سنئے وہ لکھتے ہیں:-

”چونکہ میرے عزیز و قریب اور بھائی بھتیجے اکثر اپنے قدیم مذہب (شیعہ) پر ہیں اور مجھے گمراہ جانتے ہیں اس لئے میں ان پر ان دلائل عقلی کو ظاہر کرتا ہوں جنہوں نے میرے دل کو ان کے مذہب سے متنفر کیا اور ان شواہد نقل کو بیان کرتا ہوں جن کے سبب سے میں نے مذہب اہلسنت والجماعت کو اچھا جان کر اختیار کیا، اسی واسطے میں یہ رسالہ اہلسنت والجماعت کے مذہب کی خوبیوں میں لکھتا ہوں، خدا کرے کہ میرے اور بھائی اس کو نظر انصاف سے دیکھیں اور اپنے باطل عقیدوں کو چھوڑیں۔ آمین“

سنائے کہ نواب محسن الملک مرحوم نے جب اپنا آبائی مذہب چھوڑ کر مذہب اہل سنت والجماعت اختیار کر لیا تو لوگوں میں بڑی چہ میگوئیاں ہوئیں، بعض حضرات نے ان کے اعزاز سے تبدیلی عقائد کا سبب دریافت کیا جس کے جواب میں ان کو بتایا گیا کہ:-

”خود بھدی علی کی مذہبی معلومات محدود اور ناقص تھیں اس لئے ان کے بعض طے والوں نے بہکا سکا کر انہیں اپنی راہ پر لگا لیا“

یہ بات نواب محسن الملک مرحوم کو بھی معلوم ہوئی، انہیں اپنی صفائی پیش کرنے کے لئے یہ کتاب لکھنی پڑی، اس میں انہوں نے پوری طرح بتا دیا کہ میں نے ناقص معلومات کی بناء پر مذہب تبدیل نہیں کیا بلکہ مذہب کے گہرے مطالعہ نے مجھے اس اقدام پر مجبور کیا ہے، آیات بینات کا منظر عام پر آنا تھا کہ ایک شورش برپا ہوگئی، چونکہ اس میں انہوں نے بہت سے شکوک و شبہات کا اظہار کیا تھا اور شیعہ مذہب پر بہت سے اعتراضات کئے تھے اس لئے فریق مخالف کی جانب سے جواب دیا جانا ضروری سمجھا گیا، ان کے ایک عزیز نے جواب میں ایک کتاب لکھی جو دو ضخیم جلدوں پر مشتمل تھی، آیات بینات کے وزن پر اس کا نام آیات محکمات رکھا گیا، لیکن سچ پوچھتے تو اس کتاب کی ضخامت کو غیر ضروری تفصیلات اور ضرورت سے زیادہ جلی خط سے بڑھایا گیا تھا، ایک صفحہ پر قال کے عنوان سے اعتراض ہے اور دوسرے صفحہ پر اس کا جواب، پھر جواب کے طور پر وہی گھسی پٹی روایات دہرا دی گئی ہیں جن کو رد کیا جا چکا تھا، دونوں کتابوں کے طرز بیان اور طریقہ استدلال کو ملاحظہ کر دیکھ لیا جائے ایسا معلوم ہو

گا کہ آیاتِ محکّمات کو لکھ کر اُس کے مصنف نے گویا منہ پڑایا ہے۔

جہاں تک آیاتِ بینات کا تعلق ہے تحفہ اثناعشریہ کے بعد اپنی نوعیت اور شان کی یہ ایک منفرد تصنیف ہے، تحفہ میں فرقہ اثناعشریہ اور دیگر شیعہ فرقوں کے بارے میں کثیر معلومات یکجا کر دی گئی ہیں، جو یقیناً قیمتی ہیں لیکن اس کتاب کا اندازِ میانہ ہے، اس کے مقابلہ میں آیاتِ بینات کا اندازِ منظرانہ ہے، یہ نقشِ ایک ایسی کٹی کے موقلم نے تیار کیا ہے جو تمام جزئیات و تفصیلات اور باریکوں کے واقف تھی اور جس نے دونوں مذاہب کا عمیق مطالعہ کر کے شیعہ مذہب کی خامیوں اور کوتاہیوں کو اچھی طرح بھر پورا کیا۔ اس کتاب میں بعض وہ معلومات فراہم کی گئی ہیں جن سے عام طور پر لوگوں کو واقفیت نہیں تھی، مثلاً طینت کا مسئلہ کافی پڑھے لکھے لوگ بھی اُس عقیدہ کا تصور نہیں کر سکتے تھے جو اس مسئلہ سے وابستہ ہے، بحسن اللکھنے عام آدمیوں کو نہ صرف اس سے روشناس کرایا بلکہ اس کے علاوہ اور بھی متعدد عجائبات و ظلمات ہیں جن کو اس کتاب نے بے نقاب کیا ہے۔

کتاب کا اندازِ بیان نہایت دلکش ہے، اس میں سنجیدگی، وقار اور اثر و تاثیر بر جگہ دکھائی دیتی ہے ہر بات کی تائید یا تردید میں کئی کئی دلیلیں پیش کی گئی ہیں اور وہ سب ہی قوی ہیں، کتاب کا موضوع اگرچہ مذہبی مسائل ہے لیکن لہجہ یا عبارت میں کہیں بھی بیہوشی کی جھلک دکھائی نہیں دیتی بلکہ بعض جگہ تو مصنف نے مزاجیہ اور نظریگانہ انداز اختیار کر کے زبان کے حُسن کو اور بھی نکھار دیا ہے۔

یہ کتاب مناظرہ کرنے والوں کے لئے تو ایک قیمتی تحفہ ہے ہی ان کے علاوہ دوسرے لوگوں کے لئے بھی ایک قابلِ مطالعہ کتاب ہے ہر شخص کے واسطے ضروری ہے کہ وہ اپنے ایمان کو تازہ اور عقائد کو مضبوط کرنے کے لئے یہ کتاب نہایت لوجہ سے پڑھے، اگر ایسا کیا تو یقین ہے کہ راہِ راست سے بھٹکنے کے امکانات بہت کم ہو جائیں گے۔

پہلا مرتبہ یہ کتاب ۱۹۸۸ء میں شائع کی گئی تھی جب مصنفِ عظام کی عمر محض ۳۳ سال کی تھی پاکستان بننے کے بعد یہاں کے کئی اداروں نے اس کو مختلف انداز سے شائع کیا، وقت کی ضرورت کا احسا کرتے ہوئے یہ جدید ایڈیشن دارالاشاعت کوآچی سے کافی صحت کے ساتھ شائع کیا جا رہا ہے۔ امید ہے کہ راہِ حق کے متلاشی اس کتاب کو اپنے لئے ایک اچھا تحفہ خیال کریں گے، ویسے ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہے اُس کا خود ارشاد ہے یہ ہدیٰ من یشاء الی صراطِ مستقیم، اس لئے اس سے اچھے نتائج اور ثمرات کی امید رکھنی چاہئے۔ فہو الموفق رفقط شہاد الحق ایم لے

دیباچہ از مصنف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالْقَلُوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی نَبِیِّهِ وَحَبِیْبِهِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ
مُحَمَّدًا وَاٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ وَاَزْوَاجِهِ وَاُمَّتِهِ اَجْمَعِیْنَ :-

بعد حمد و صلوة کے جانا چاہیے کہ خدائے عزوجل نے ہماری ہدایت کے واسطے
اپنا محبوب پیغمبر بھیجا اور اپنا خاص کلام اس پر نازل کیا اور چراغ رہنمائی کا اس کے ہاتھ میں
دیا اور اپنی کمال مہربانی سے شرک اور کفر کی تاریخی سے نکال کر ہمارے دلوں کو نور ایمان سے
روشن کیا۔ پس ایمان اور اسلام ایک ایسی اس کی نعمت ہے کہ ہم اس کا شکر یہ ادا نہیں کر
سکتے لیکن شیطان نے بعد ایمان کے اکثر مسلمانوں کو بہکایا اور ان کے دلوں کو باطل عقیدوں
سے پھر تارک کر دیا اور مسلمانوں میں ایسا تفرقہ ڈال دیا کہ بہتر فرقے گمراہ ہو گئے۔ جنگی نسبت
ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی سے خبر دی تھی پس ہم لوگوں کو فقط اسلام
کے نام پر خوش ہونا اور صرف توحید اور نبوت کے اقرار پر اپنے آپ کو ناجی سمجھنا چاہیے
بلکہ ہر عقیدے کی تحقیق کرنا اور ہر اعتقادی مسئلے کی تطبیق کتاب اللہ اور کتاب الرسول سے
دینا ضرور ہے اور یہ ممکن نہیں ہے کہ جو شخص اپنے سچے اور صاف دل سے صرف اپنی نجات
کی امید پر خدا کی کتاب کو دیکھے اور تعصب اور عناد کو دخل نہ دے وہ حق اور باطل میں تمیز
نہ کر سکے اور ایسے حق کے طالب کو خدا گمراہی میں پڑا نہ رکھے ہاں جو کوئی پہلے ہی سے سچائی
کا طالب ہو اور مذہبی تعصب میں گرفتار ہو اور سوائے مجادلے اور مکارے کے اُسے اور
کچھ منظور نہ ہو اور اپنے آبائی دین و مذہب کو تقلیداً سچ جانتا اور اِنَّا وَجَدْنَا اٰلِیْنَا
عَلٰی اُمَّةٍ وَاَنَا عَلٰی اٰنَاہِمُمْ مُقْتَدُوْنَ :- کہتا ہو بیشک اپنی گمراہی میں پڑا رہے گا اور
اپنے دل کو باطل عقیدوں سے کبھی پاک صاف نہ کر سکے گا، بعد اس تمہید کے بندہ گنہگار
محدی علی ابن سید رضا من علی غفر اللہ ذنوبہ اپنے بھائیوں کی خدمت میں
التماس کرتا ہے کہ منجملہ مذہب مختلفہ مسلمانوں کے دو مذہب زیادہ ہماری ہیں۔ ایک اہل سنت

و جماعت دوسرا امامیہ دونوں اپنے مذہب کو حق اور دوسرے کے مذہب کو باطل کہتے ہیں اور اپنے آپ کو ناجی اور دوسرے کو ناری سمجھتے ہیں ہزاروں کتابیں تالیف ہو گئیں۔ اور صد ہا رسالے تحریر ہوئے مگر یہ جھگڑا اب تک طے نہ ہوا جس کا جو عقیدہ تھا وہ اس پر قائم رہا۔ بہت کم ایسے ہیں جنہوں نے حق پر نظر کر کے اپنے آبائی دین کو چھوڑا ہو اور دوسرے مذہب کو صرف اپنی نجات کے لئے اختیار کیا ہو لیکن میں اپنے خدائی عزوجل کا ہزار ہزار شکر کرتا ہوں کہ میں ان چند آدمیوں میں سے ہوں جنہوں نے اپنی نجات کی امید پر دوسرے مذہب کے اصول پر انصاف سے غور کیا اور مذہب اہل سنت کو مطابق کلام الہی کے پا کر اور مذہب امامیہ کو اس کے مخالف دیکھ کر اپنے آبائی دین کے چھوڑنے میں تمام کنبے قبیلے سے جدا ہونے میں کچھ کسی کا لحاظ و خیال نہیں کیا اور امامیہ مذہب کو جو بھولے مصرع

ع برعکس نہند نام ز نیکی کا نور

کے مخالف عقائد ائمہ کرام علیہم السلام کے بے چھوڑ کر سچا مذہب اہل سنت و جماعت کا اختیار کیا چونکہ میرے عزیز و اقارب اور بھائی بھتیجے اکثر اپنے قدیم مذہب پر ہیں اور مجھے گمراہ جانتے ہیں۔ اس لئے میں ان پر ان دلائل عقلی کو ظاہر کرتا ہوں جنہوں نے میرے دل کو ان کے مذہب سے متفرک کیا اور ان شواہد نقلی کو بیان کرتا ہوں جن کے سبب سے میں نے مذہب اہل سنت و جماعت کو اچھا جان کر اختیار کیا اسی واسطے میں یہ رسالہ اہل سنت و جماعت کے مذہب کی خوبیوں میں لکھتا ہوں خدا کرے کہ میرے اور بھائی اس کو نظر انصاف سے دیکھیں اور اپنے باطل عقیدوں کو چھوڑیں۔ **اللہم آمین**



تہذیب

یہ سب پر ظاہر ہے کہ دونوں مذہب کا اصل اختلافی مسئلہ معاملہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ہے اہل سنت ان کو اچھا جانتے ہیں اور شیعہ ان کو برا سمجھتے ہیں بلکہ جس طرح پر اہل سنت ان تمام امت سے مرتبہ میں اعلیٰ و افضل اور ایمان اور اسلام میں سب سے بہتر اور کامل جانتے ہیں اسی طرح پر شیعہ ان کو سب سے زیادہ تر برا اور خراب حتیٰ کہ کافر اور مرتد کہتے ہیں پس درحقیقت یہی ایک مسئلہ ایسا ہے جس پر دونوں مذہب کی حقیقت اور بطلان کا مدار ہے یعنی اگر موافق اصول مذہب اہل سنت کے صحابہ کا ایمان اور اسلام میں کامل ہونا اور مرتے دم تک ان کا اس پر ثابت قدم رہنا ثابت ہو گیا تو بلاشبہ سنیوں کا مذہب حق اور شیعہوں کا مذہب باطل اور اگر برخلاف اس کے ان کا کافر اور مرتد ہونا (نعوذ باللہ من ذالک) معلوم ہوا تو شیعہوں کا مذہب سچا اور سنیوں کا مذہب جھوٹا ہے اس واسطے ہم اول صحابہ کے فضائل بیان کرتے ہیں پھر خلافت راشدہ کو ثابت کریں گے پھر جواب مطاعن کا جو صحابہ کی نسبت امامیہ کرتے ہیں دیں گے۔



دلائل عقلی صحابہ کی فضیلت میں

پہلی دلیل ۱۔ یہ بات سب جانتے ہیں کہ جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا نے عرب میں مبعوث کیا اور مکہ معظمہ میں اول اول حضرت کو اظہار نبوت کا حکم دیا تو اس وقت میں سب لوگ کافر اور مشرک تھے اور آپ کے عزیز و اقارب اور رشتہ دار اور بھائی بند اس خبر کو سنتے ہی آپ کے دشمن ہو گئے تھے اور آپ کی تکذیب کرتے تھے کوئی مجنون کہتا تھا کوئی دیوانہ بتلاتا تھا (و نعوذ باللہ من ذالک) اور چھ برس تک باوجود دعوت اور اظہار معجزات کے صرف چند آدمی جو چالیس سے کم تھے مسلمان ہوئے مگر چھ برس کے بعد کسی قدر جماعت مسلمانوں کی ہو گئی اور دعوت عام اسلام کی علانیہ ہونے لگی اور ارکان دین کو حضرت نے علی رؤس الاشہاد ظاہر کرنا شروع کیا تب اہل مکہ نے یہاں تک تکلیف اور ایذا دینی شروع کی کہ آخر کار مکہ چھوڑنا اور مدینہ کو ہجرت کرنا پڑا اور بعد آہستہ آہستہ دین اسلام کی ترقی شروع ہوئی اور پھر اس قدر جلد اسلام پھیلا کہ چند سال کے عرصے میں سینکڑوں سے ہزاروں کی اور ہزاروں سے لاکھوں کی نوبت آگئی اور جماعت کی جماعت اور فوج کی فوج خدا کے دین میں داخل ہو گئی ہیں غور کرنے کا مقام ہے کہ جن لوگوں نے ابتدائے دعوت میں اسلام قبول کیا اور سب سے پہلے پیغمبر صاحب کے کہنے کو سچ جانا اور اول ہی اول آپ کی نبوت کو تصدیق کیا اور بلا توقف بلا تامل کلمہ شہادت پڑھا اور بغیر صلاح اور مشورے اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کے اپنے قدیمی دین کو چھوڑ دیا اور اپنے بھائی بندوں سے علیحدہ ہو کر اول ہی اول آپ کا دامن رحمت پکڑا اور اپنے دوست آشناؤں سے مخالفت کر کے غاشیہ اطاعت نبوی اپنے دوش پر رکھا تو ایسے لوگوں کے اسلام کا جو ایسے نازک وقت میں اپنے باپ و اوا کے دین کو چھوڑ کر نئے دین میں آئے کوئی نہایت قوی سبب ہو گا اور نہ یہ بات سب جانتے ہیں کہ اپنے قدیمی دین کا چھوڑنا اور نیا دین اختیار کرنا نہایت ہی مشکل ہوتا ہے اور اپنے عیش و آرام کا ترک کرنا اور مصیبت اور ایذا میں پڑنا اور تکلیفیں اٹھانا بلا کسی خاص سبب کے کسی کو گوارا نہیں ہوتا پس اگر ہم ان اسباب کو سوچیں جن سے اول اول صحابہ نے ایمان قبول کیا تو صرف دو سبب معلوم ہوتے ہیں یا دین کی خواہش اور نجات کی امید یا دنیا کی

طمع اور مال و دولت کا لالچ اگر پہلے سبب کو ہم تسلیم کر میں اور اس امر کو مانیں کہ صحابہ نے اپنی نجات کی اُمید پر دین اسلام قبول کیا تھا اور صرف خدا کی رضامندی کے لئے اپنے گھر بار کو چھوڑا تھا تو ہمارے وہم میں بھی یہ بات نہیں آتی کہ پھر ایسے لوگ کسی وقت میں اس دین سے پھر گئے ہوں اور کبھی انہوں نے اس محبت کو جو ان کو ایمان اور اسلام کے ساتھ تھی دل سے نکال دیا ہو بلکہ ہم یقین کر سکتے ہیں کہ جن لوگوں نے صرف خدا کی رضا حاصل کرنے کے لئے اسلام کو مصیبت اور تکلیف کے وقت میں اختیار کیا ہوگا اور برسوں اس کے پیچھے رنج اور دکھ اٹھائے ہونگے وہ کبھی اس دین سے نہ پھرے ہوں گے بلکہ مرتے دم تک اس پر ویسے ہی ثابت قدم رہے ہوں گے اور اگر ہم دوسرے سبب پر نظر کریں کہ وہ لوگ دنیا کی طمع اور مال و دولت کے لالچ سے مسلمان ہوئے ہوں تو ایسی بات ہے کہ جس کی نسبت ہم فرضی خیال بھی نہیں کر سکتے اور نہ کوئی شخص جس کو ذرا ایمان اور عقل اور شرم کا پاس ہوگا اس امر کو خیال کر سکتا ہے اس لئے کہ ابتدائے اسلام میں جو کچھ دنیا کی طمع تھی وہ ظاہر جو کچھ مال اور دولت کی حرص تھی وہ معلوم۔ پس ثابت ہوا کہ صحابہ کا ایمان لانا اور مسلمان ہونا صرف نجاتِ آخرت کی اُمید پر تھا اور جب اس اُمید پر ایمان لانا ان کا ثابت ہوا تو پھر اُس سے پھرنا ان کا غیر ممکن تھا۔

دوسری دلیل: جب ہم خلفائے راشدین اور مہاجرین و انصار کی حالت پر نظر کرتے ہیں اور ان کے پچال چلن پر خیال کرتے ہیں تو اس سے ہم کو یقین کامل ہوتا ہے کہ وہ قدم بقدم اپنے پیغمبر کے چلتے تھے اور حرص و ہوا کو کسی کام میں دخل نہ دیتے تھے اور شب روز خدا اور اس کے رسول کی رضا کے طالب بنا کرتے تھے ان کے دشمن بھی اس سے انکار نہیں کر سکتے کہ انہوں نے حضرت کی رفاقت کا حق نہایت خوبی سے ادا کیا اور اپنی جانوں اور مالوں کو نہایت خوشی سے حضرت پر فدا کیا کون سی مصیبت رہ گئی کہ جو کفار نے ان کو نہیں دی کون سی تکلیف باقی رہ گئی کہ مشرکین نے ان کو نہیں پہنچائی جب کفار نے پیغمبر خدا کو ستانا اور ایذا دینا شروع کیا اس وقت اصحاب نبی نے کیسی حمایت اور رفاقت کی اور دعوتِ اسلام میں کیسی سعی بلیغ فرمائی جب عرب عامۃ اور قریش خاصۃ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا دہی پر مستعد ہوئے اس وقت پڑیا ران سے خود را سپر سے ساختہ از مشرب عشق چہ بادہ با کہ نہ خود بدو چہ مستیہا کہ نہ کردند و ہر گاہ کہ آنجناب بہرت و جہاد و امور شد اصحاب سے

در مقابلہ کفار چہ رنجہا کہ نہ کشیدند و چہ غمہا کہ نہ چسیدند : پس اگر خدا اور اس کے رسول کی محبت ان لوگوں کو نہ تھی تو کیوں اپنی جانوں اور مالوں کو تلف کرتے تھے اور کیوں سختیاں اور مصیبتیں اپنے اوپر اٹھاتے تھے سو چنانچہ بیٹے کہ مہاجرین کو کس کے عشق نے گھروں سے نکالا اور انصار کو کس کی محبت نے دیوانہ کیا آخرتے شعر

رنگین کہ کرو پنجہ مرہ گانم این چنین لعل و گہر کہ ریخت بدام نام این چنین

میں حضرت شیعہ سے پوچھتا ہوں کہ صحابہ کبار اور مہاجرین و انصار مصیبت اور رنج کے وقت میں حضرت کے شریک ہوئے یا نہیں اور مال اور جان اور عورت اور آبرو کو آپ پر نثار کیا یا نہیں حضرت کے پیچھے انہوں نے اپنے عزیزوں اور قریبوں کو چھوڑا یا نہیں۔ اسلام کے پھیلانے میں انہوں نے تکلیف اور ایذا پائی یا نہیں پس ایسی بدیہیات سے انکار کیجئے یا اقرار چونکہ انکار ہی نہیں کر سکتے اس لئے لازم آیا کہ اقرار کریں اور اگر ان کی محنتوں اور کوششوں کا انکار کریں تو پھر ذرا انصاف بھی کریں کہ جبکہ پیچھے انہوں نے یہ تکلیفیں گوارا کی ہوں گی اس کی نگاہ میں کیا کچھ بھی قدر و منزلت ان کی نہ ہوگی اور جس کی خاطر انہوں نے اپنے گھر بار کو چھوڑا ہوگا اس کے دل میں کیا کچھ بھی محبت ان کی نہ ہوگی۔ اے یارو تم کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قسم ہے کہ اگر مصیبت کے وقت میں کوئی تمہارا شریک ہو اور دکھ درد کی حالت میں کوئی تمہارا ساتھ دے اور اپنے بھائی بندوں کو چھوڑ کر تمہارے ہمراہ ہوئے اور اپنی جان و مال کو تمہارے پیچھے ضائع کرے تو تمہاری نگاہ میں اس کی کچھ عورت اور تمہارے دل میں اس کی کچھ محبت ہوگی یا نہیں اگر ہوئے تو وہی مہاجرین و انصار کی نسبت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے سمجھو اور انصاف کرو کہ جو وقت لوگ چاروں طرف سے یا ساحر یا مجنون کہہ کر آپ کا دل دکھاتے ہوں گے اس وقت جو لوگ یا رسول اللہ اور یا حبیب اللہ کہہ کر آپ کو پکارتے ہوں گے اور جب کے خولش و اقارب آپ کے آپ کو ستاتے اور تکلیفیں دیتے ہوں گے اس وقت جو لوگ اپنا سینہ سپر کر دیتے اور حضرت کو بچاتے ہوں گے ان کی اس اعانت کی کیا کیا کچھ قدر و منزلت آپ کے نزدیک ہوتی ہوگی اے یارو اگر انصاف کی آنکھ بند نہ کرو تو صحابہ کرام کے مرتبوں کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ کون شخص اس دنیا میں ایسا ہے کہ اب ان کے مرتبے پر پہنچے اور ان کا سادہ جہ پاسکے کہاں ہیں اب رسول خدا کہ وہ دعوت کریں اور ان کے کنبے قبیلے کے لوگ ان کو جھٹلا دیں اور ہم میں سے کوئی سامنے آکر

صدقہت یا رسول اللہ کہہ کر آپ کے دل کو خوش کرے کہاں ہے وہ وقت کہ پیغمبر خدا ہجرت کریں اور غار میں جا کر چھپیں اور کوئی ہم میں سے اس وقت ساتھ ہوئے اور یا غار کہلائے کہاں ہے وہ زمانہ کہ فقرا مہاجرین کو لے کر حضرت مدینے میں پہنچیں اور مدینے والے اپنے اوپر مصیبت گوارا کر کے ان کو اپنے گھروں میں ٹھہرا دیں اور انصار کہلا دیں کیا اب پھر وہ دن مل سکتے ہیں کہ پیغمبر خدا بدر کی لڑائی پر جاویں اور ہم لوگ حضرت کے ساتھ ہوں اور ہمارا مدد کے لئے خدا ملائکہ کو بھیجے اور لَقَدْ رَفَعْنَا اللَّهُ عَنْهُمْ كِبْرًا بِآيَاتِنَا لِيُخْرِجَهُمْ مِنْ مَدِينِهِمْ بِإِذْنِنَا وَأَنْ يُخْرِجَهُمُ اللَّهُ مِنْهَا وَمِنْ حَيْثُ يَشَاءُ اللَّهُ لَمْ يَكُنْ لِمَنْ يَمْلِكُ مِنْهَا سَبِيلًا

بجایو وہ زمانہ گذر گیا وہ وقت باقی نہیں رہا جن کو یہ نعمت ملنے والی تھی ان کو مل گئی جن کو یہ دولت حاصل ہو نیوالی تھی ان کو حاصل ہو چکی جو لوگ مہاجرین میں داخل ہونے والے تھے وہ مہاجرین میں شامل ہو گئے اور جو انصار میں داخل ہونے والے تھے وہ انصار میں شامل ہو چکے اب ہزار جان و مال کو کوئی نسا کرے مگر دَالِّسَاتِيقُونَ الْأَوْلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ كِي فَضِيلَتِ بَانِهِي سَكْتَا تَمَامِ جِهَانِ كِي دَوْلَتِ كُوْنِي لَمَّا وَاوَسِي مَكْرَامِصَابِ بَدْرٍ يَا يَارَانِ بَيْعَتِ الرِّضْوَانِ فِي وَاعِلِ نَهِي سَكْتَا اِن دَوْلَتُو كُوْلِيْنِي وَاوَلِي لِي كُنِي اِن نَعْمَتُو كُوْلِيْنِي وَاوَلِي لِي كُنِي شَعْر

حریفان باو ہا خور وند و رفتند تہی خم خانہا کروند و رفتند

اسے یارو جن لوگوں نے بلا واسطہ پیغمبر خدا سے تعلیم پائی اور جن شخصوں نے خود صاحب شریعت سے ہدایت حاصل کی کیونکہ تمہارے دل میں ان کی محبت اور تمہاری نظر میں ان کی قدر منزلت نہیں ہے کیا تمہاری عقل اس کو قبول کرتی ہے کہ ان ہزاروں لاکھوں آدمیوں میں جو برسوں پیغمبر صاحب کی صحبت اور رفاقت میں رہے کسی کے دل پر ایمان کا کل اثر نہ ہو اور ان بے شمار آدمیوں میں جو نمازوں اور جہادوں میں حضرت کے شریک رہے کوئی اسلام پر ثابت قدم نہ رہا باوجودیکہ حضور اور سفر میں آپ کے ہمراہ رہے شب روز اپنے کانوں سے وعظ و نصیحت سنتے رہے اپنی آنکھوں سے جبرئیل کا آنا وحی کا لانا دیکھتے رہے لیکن اپنے نفاق اور کفر سے (والعیاذ باللہ منہ) باز نہ آئے گو کہ حضرت نے طرح طرح کے معجزے انکو دکھائے انواع انواع کی دعائیں ان کے حق میں فرمائیں لیکن نہ کسی معجزے کا ان پر اثر ہوا نہ کوئی دعا ان کے حق میں مقبول ہوئی بھلا انصاف کرو کہ کوئی مسلمان ایسا عقیدہ رکھے گا اور اپنے پیغمبر کی شان کو داغ لگائے گا اور اس کے تمام شاگردوں اور کل مریدوں کو کافر اور مرتد

کہے گا ذرا تو سوچو کہ اگر کسی عالم کے تمام شاگرد جاہل رہیں اور کسی امیر کے مصاحب سب کے سب بدچلین ہوں اور کسی ولی کے مرید کلمہ اجمعین فاسق فاجر ہوں تو کیا اس سے کچھ بظنی اس عالم اور اس امیر اور اس ولی کی نسبت لوگوں کو نہ ہوگی بیشک ضرور ہوگی۔ پس اسی طرح پر تمام صحابہ کے کفر اور ارتداد پر اعتقاد رکھنا اور پردہ حضرت کی نبوت میں داغ لگانا ہے۔ (دفعہ ذبا اللہ من ذالک)

تیسری دلیل :- اس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایسے وقت میں مبعوث ہوئے کہ لوگ توحید سے منکر ہو گئے تھے دین ابراہیمی میں تحریفیں کرنے لگے تھے جانوروں کی طرح آپس میں لڑتے اور وحشیوں کے مانند باہم جھگڑتے تھے علم اور حکمت سے بے بہرہ ہو گئے تھے اخلاقِ حسنہ کو چھوڑ کر جاہلانہ رسموں کے پابند ہو گئے تھے چنانچہ اللہ جل شانہ نے توحید کے بتلانے شرک کے چھڑانے عبادت کے طریقے سکھانے دین ابراہیمی کے جاری کرنے اخلاقِ حسنہ کی تعلیم دینے کے لئے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت اور رسالت کا مرتبہ دیا اور تمام بنی آدم کی ہدایت کا بار آپ کے اوپر رکھا اور چونکہ بعد حضرت خدا کو دوسرا نبی بھیجنا منظور نہ تھا اور سلسلہ نبوت کا آپ کی ذات پر ختم کرنا منظور تھا اس لئے جو فضائل اور کمالات اور معجزات جدا جدا اور انبیاء علیہم السلام کو دیئے گئے اور طریقے ہدایت اور تعلیم کے علیحدہ علیحدہ اور پیغمبروں کو سکھانے گئے تھے وہ سب حضرت کو سکھائے گئے بلکہ اس نظر سے کہ کوئی فرقہ کوئی گروہ آپ کے فیضانِ نبوت سے محروم رہے اور آپ کی ہدایت اور تعلیم مثل بعض اور جمیوں کے بے اثر نہ ہو جائے اور کسی کو کوئی عذر ایمان اور اسلام لانے پر باقی نہ رہے اور کسی کو موقع آپ کی نبوت کے انکار کرنے کا نہ ملے وہ معجزات حضرت کو دیئے گئے جو کسی نبی کو نہیں دیئے گئے اور ان ان باتوں کی اجازت آپ کو دی گئی کہ اور کسی پیغمبر کو نہیں دی گئی اسی واسطے آپ کی ہدایت کا اثر جلد اور کاہل ہوا اور کچھ ایک ہی ذریعے سے نہیں بلکہ مختلف ذریعوں سے لوگوں نے ایسا تکویناً کیا جو لوگ فصحاء اور بلغا مشہور تھے وہ قرآن مجید کی فصاحت دیکھ کر قائل ہو گئے اور جو لوگ علم اور حکمت کا دعویٰ کرتے تھے وہ آپ کی تعلیمِ حکیمانہ دیکھ کر معتقد ہو گئے جو اشخاص معجزے کے طالب تھے وہ معجزات دیکھ کر ایمان لائے جو لوگ شجاعت اور مردانگی میں مشہور تھے وہ میدانِ جنگ میں مقابلہ کی تاب نہ لائے آخر مغلوب ہو کر مطیع بن گئے۔ اور جو غرض

اللہ جل شانہ کی آپ کی نبوت سے تھی کہ دین اسلام تمام دنیا میں پھیل جائے اور باطل دینوں پر غالب ہو جائے وہ حاصل ہو گئی لیکن یہ فائدہ جو بعثت نبوی سے ہوا صرف اہل سنت کے اصول کے مطابق ثابت ہوتا ہے اور موافق اصول مذہب شیعہ کے ہرگز ثابت نہیں ہوتا اس لئے کہ جو لوگ حضرت کے سامنے ایمان لائے جب ان کی نسبت یہ اعتقاد کیا جائے کہ وہ ایمان اور اسلام میں کامل تھے اوروں سے حضرت کی نبوت کے معتقد تھے اور مرتے دم تک اس پر ثابت قدم رہے تو یہ امر البتہ تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ حضرت کی ہدایت سے جو غرض تھی وہ حاصل ہو گئی مگر جب ان لوگوں کی نسبت یہ گمان کیا جائے کہ وہ ظاہر میں مسلمان تھے اور باطن میں (عیاذ باللہ) کافر یا حضرت کی وفات کے بعد ہی مرتد ہو گئے تو کس کے منہ سے یہ بات نکل سکتی ہے کہ حضرت کی ہدایت سے کچھ فائدہ ہوا۔ حقیقت یہ ہے کہ جو اعتقاد شیعوں کا نسبت صحابہ کے ہے اس سے الزام آپ کی نبوت پر آتا ہے اور سنے ولے کو مذہب اسلام پر شبہ ہوتا ہے اس لئے کہ جب کوئی اس امر پر یقین کرے کہ جو لوگ حضرت پر ایمان لائے ان کے دلوں پر کچھ اثر ایمان اور اسلام کا نہ تھا اور وہ صرف ظاہر میں مسلمان اور (عیاذ باللہ) باطن میں کافر تھے یا حضرت کے انتقال کرتے ہی وہ اس سے پھر گئے وہ حضرت کی نبوت کی تصدیق کر نہیں سکتا اور کہہ سکتا ہے کہ اگر حضرت سچے نبی ہوتے تو کچھ نہ کچھ انکی ہدایت میں تاثیر ہوتی اور کوئی نہ کوئی دل سے ان پر ایمان لایا ہوتا اور منجملہ ہزاروں لاکھوں آدمیوں کے جو ان پر ایمان لائے۔ سو دو سو آدمی تو ایمان پر ثابت قدم رہتے اگر صحابہ کرام تمہارے عقائد باطلہ کے موافق اسلام اور ایمان میں کامل نہ تھے تو پھر وہ لوگ کون سے ہیں جن پر حضرت کی نبوت سے فائدہ ہوا اگر اصحاب رسول سوائے معدومے چند کے بقول تمہارے سب کے سب (عیاذ باللہ) منافق اور مرتد تھے تو دین اسلام کو کس نے قبول کیا اور پیغمبر صاحب کی تعلیم اور تلقین سے کس کو نفع پہنچا کن لوگوں نے حضرت کے کہنے سے شرک چھوڑ کر توحید پر اعتقاد کیا کن شخصوں نے عبادت کے طریقوں کو سیکھا کس گروہ نے دین محمدی کو جاری کیا کس فرقے نے ایمان کو پھیلا یا اسے یار و تم کو تو اس کا نام لینا اور پیغمبر صاحب کی نبوت کا اقرار ظاہری بھی کرنا نہ چاہیے اگر پیغمبر صاحب پر ایمان لانیوالوں میں سو دو سو ہزار دو ہزار کو تم کافر کہتے یا ان لوگوں کو جو بعد غلبہ اسلام کے مسلمان ہوئے تم منافق جانتے تو صبر آتا مگر افسوس تو اسی بات پر آتا ہے کہ تم انہیں لوگوں پر اعتراض کرتے ہو

جو سب سے پہلے ایمان لائے اور انہیں کو منافق بتلاتے ہو جنہوں نے خدا کے دین کو جا کر کیا اور ان ہزاروں لاکھوں آدمیوں میں سے جو حضرت پر ایمان لائے تھے سوائے چار چھ شخصوں کے کسی کو اچھا نہیں کہتے ہو بھلا کیونکر ایسے عقیدت پر تعجب نہ آئے اور کیونکر تمہاری اس گمراہی پر افسوس نہ ہوئے۔

چوتھی دلیل :- ہم لوگ کیا شیعہ اور کیا سنی پیغمبر صاحب کی زیارت کو افضل ترین سعادت اور بہترین قربات سے سمجھتے ہیں۔ اور چونکہ اب زمانہ آپ کی حیات کا نہیں ہے اس لئے آپ کی قبر مبارک کے دیکھ لینے کو اور آپ کے روضہ انور کی خاک آنکھوں میں لگانے کو غنیمت جانتے ہیں اور اسی کو بہترین سعادت سمجھتے ہیں اور اگر کوئی شخص خواب میں آپ کی زیارت سے مشرف ہو جاتا ہے تو وہ بڑے بزرگوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ اور حقیقت میں جب تک کوئی شخص نہایت ہی نیک اور مخلص اور پرہیزگار نہیں ہوتا وہ خواب میں بھی سعادت زیارت سے مشرف نہیں ہو سکتا پس نہایت افسوس کا مقام ہے کہ ہم ان لوگوں کی بزرگی اور فضیلت کا کچھ بھی اعتقاد نہ کریں جو برسوں حضرت کی زیارت کرتے رہے اور رات دن آپ کی صحبت میں حاضر رہے اور ہر لحظہ اور ہر ساعت آپ کے دیدار سے مشرف ہوئے اور ہمیشہ آپ سے ہم کلام رہے اور نہ صرف زیارت اور صحبت کی سعادت پائی بلکہ حضرت کے غم اور خوشی میں شریک رہے اور آپ کی یاری اور مددگاری اعلیٰ کلمۃ اللہ میں کرتے رہے۔

ابیات

از وطنہا مہاجر ت کردند	برالم ہامصا برت کردند
در سفر ہم رکاب او بودند	در حضر ہم خطاب او بودند
ہمہ آثار دے دیدہ ازو	ہمہ اسرار دین شنیدہ ازو
باینی در شدائد و احوال	بذل ارواح کردہ اموال
پایہ دین بلند از ایشان شد	کار شرع از جنبہ ایشان شد
رضی اللہ عنہم از سوی حق	بہر ایشان بشارت مطلق

غرض کہ صرف زیارت اور صحبت ہی حضرت سید الانبیاء علیہ التحیۃ والسلام کی ایسی فضیلت ہے کہ کوئی بزرگی اس کو نہیں پاتی نہ کہ جب اس کے ساتھ اور فضائل ذاتی بھی صحابہ میں موجود ہوں تو پھر ان کے مراتب اور مدارج کی کیا انتہا ہے۔

پانچویں دلیل: اس امر کو سب مسلمان تسلیم کرتے ہیں کہ مکہ اور مدینہ اسلام کی ابتدائی اور ترقی کے مقام ہیں اور انہیں دو جگہوں کو سب دنیا سے بڑھ کر عزت ہے۔ ایک خدا کا گھر اور رسول کا مولد ہے دوسرا حضرت کا شہر اور آپ کا مدفن ہے مکہ معظمہ میں بنیاد اسلام کی قائم ہوئی اور مدینہ منورہ میں اس کی ترقی ہوئی اور ان دونوں جگہوں کی بزرگی، ایسی ہے کہ کبھی کوئی مذہب باطل ان میں پھر جاری نہ ہوگا اور وہ جلال ملعون کا بھی گذر ان میں نہ ہوگا پس ہم کو غور کرنا چاہیے کہ ان دونوں شہروں کے رہنے والے اب تک صحابہ کی نسبت کیا اعتقاد رکھتے ہیں جو کچھ ان کا اعتقاد ہو اسی کو اصل ایمان سمجھنا چاہیے۔ پس خدا کے فضل سے ان دونوں شہروں کے رہنے والے بلکہ تمام عرب کے باشندوں کا جو اعتقاد صحابہ کی نسبت ہے وہ ظاہر ہے اگر ہم موافق شیعوں کے یہ کہیں کہ وہ سب کے سب گمراہ ہیں اور باطل اعتقاد پر اب تک قائم ہیں تو اس سے اصل مذہب اسلام پر بڑا الزام آتا ہے۔ کیونکہ خداوند عالم نے جہاں اپنے نبی کو پیدا کیا اور جہاں اپنے پیغمبر کا مدفن بنایا اور جن جگہوں کو عرش و کرسی کے برابر تہ دیا اور جہاں سے اسلام اور ایمان جاری کیا انہیں جگہوں کے رہنے والوں کو خدا نے اب تک باطل اعتقاد پر قائم رکھا اور ان لاکھوں کروڑوں آدمیوں کو جو تیرہ سو برس کے عرصے میں وہاں پیدا ہوئے اور وہاں رہے گمراہ اور گمراہی پر ان کا خاتمہ کیا اور ایک مومن کا گذر بھی وہاں نہ ہونے دیا اور اب تک خدائے عزوجل کو وہی اصرار ہے کہ انہیں بد اعتقادوں سے مکہ اور مدینہ بھرا ہوا ہے اور وہی گمراہی اور ضلالت اب تک تمام عرب میں پھیلی ہوئی ہے اور باوجود گذر جانے اس قدر عرصہ دراز کے اب بھی کوئی مومن پاک بغیر تقیہ کے وہاں جانے نہیں پاتا اور اپنے ایمان اور اعتقاد کو بخوف اپنی عزت اور جان کے ظاہر نہیں کر سکتا قیامت تو قریب آگئی اس دنیا کے ختم ہونے کے دن نزدیک ہو گئے لیکن خدا ان ظالموں اور بد اعتقادوں سے اپنے گھر اور اپنے رسول کے گھر کو پاک نہیں کرتا اور مومنین سے ان شہروں کو آباد نہیں فرماتا اور گمراہوں کو ایسی پاک جگہوں سے نہیں نکالتا اگرچہ جس قدر زیادہ نبوت کا دور ہوتا گیا اور اسلام میں ضعف آتا گیا مذہب شیعوں کا ترقی پاتا گیا اور ان کے عقائد باطلہ کو رواج ہوتا گیا اور اکثر شہروں اور ملکوں میں ان کی حکومت بھی ہو گئی اور بادشاہت اور سلطنت بھی نصیب ہوئی لیکن بائیمہ مکہ اور مدینہ اور عرب میں جو دین پیغمبر خدا کے وقت میں تھا، وہی جاری ہے اور مذہب رسول مقبول کے سامنے تھا وہی اب بھی ہے: شعر

ہست محفل بران قسار کہ بود ہست مطرب بران ترانہ ہنوتہ

ہم حیران ہیں کہ جب مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں اس تیرہ سو برس کے عرصے میں ایک مسلمان پاک اعتقاد نہ ہو اور ایسی پاک اور ایسی پاک جگہ میں کسی مومن پاک کا گذر نہ ہو تو پھر کونسا مقام ہو گا جہاں کے رہنے والے مومن اور مسلمان ہوں گے اور خدا کے گھر اور رسول کے گھر کو چھوڑ کر کس کے گھر میں ایمان والے رہتے ہوں گے اے بھائیو بغیر اس کے کہ یہ امر قبول کیا جائے کہ اصل دین اور مذہب وہی ہے جو مکہ اور مدینہ کے رہنے والوں کا ہے کوئی دوسرا علاج نہیں ہے۔

شواہد نقلی صحابہ کی فضیلت میں

ہم صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے فضائل کے ثبوت میں تین قسم کی نقلی شہادتیں بیان کرتے ہیں۔ اول وہ شہادتیں جو توریت و انجیل میں مذکور ہیں۔ دوم وہ شہادتیں جو قرآن مجید میں مذکور ہیں۔ سوم وہ شہادتیں جو اسمہ کرام علیہم السلام سے کتب امامیہ میں منقول ہیں۔

توریت و انجیل کی شہادتیں صحابہ کی فضیلت میں

انہی بات تو امامیہ مذہب والے بھی جانتے ہیں کہ جس طرح اللہ جل شانہ نے کتب سماوی میں ذکر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بطور پیشین گوئی کے کیا ہے اور اس سے انکار اس لئے نہیں کرتے کہ خدا نے خود فرمایا ہے کہ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهُ اَشِدُّ اَوْ عَلٰى الْكُفٰرِ اِحْسٰنًا بَيْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُكْعًا سٰجِدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا مِّنْهُمْ فِيْ دُوْجُوْهِمْ مِّنْ اَثْرِ السُّجُوْدِ يَذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰتِ ۗ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۗ كَذٰلِكَ اَخْرَجَ شَطَاكُ فَاَنْذَرْتَهُ فَاَسْتَعْلَفَ فَاَسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهِ يُعْجِبُ الزَّرْعَ لِيَغِيْظَ جِيْهَمَ الْكُفٰرِ (معنی) محمد رسول اللہ کا ہے اور جو لوگ ساتھ ان کے ہیں، سخت ہیں اور کفار کے رجم دل ہیں درمیان اپنے دیکھتا ہے تو ان کو رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے چاہتے ہیں فضل خدا کا اور رضامندی اس کی نشانی ان کی ان کے چہرے پر ہے، اثر سے سچے کے یہ ہے صفت ان کی بیچ توریت کے اور صفت ان کی بیچ انجیل کے جیسے کھیتی

سلسلہ پارہ ۲۶ رکوع ۴ سورۃ نوح

نکالے اکھوا اپنا پس قوی کرے اس کو پس موٹے ہو جاویں پس کھڑے ہو جائیں اور پھر چڑھی
اپنی کے خوش لگتی ہے کھیتی کرنے والے کو تاکہ غصے میں لاوے اللہ بسبب ان مسلمانوں
کے کافروں کو اب ہم ان مثالوں کو جو تورات و انجیل میں مذکور ہیں اور جن کی خبر خدا نے
جل شانہ نے اس آیت میں دی ہے بیان کرتے ہیں۔

پہلی شہادت تورات کی

توریت کی کتاب استثنا کے تیرھویں باب کے چھٹے درس میں لکھا ہے کہ (اگر تیرا
بھائی یا بیٹا یا جو ر و یا دوست کوئی تجھے پھسلا دے اور کہے کہ آؤ مغیر معبودوں کی بندگی کرو
تو اس کے موافق نہ ہونا اور اس کی بات نہ سننا اور اس پر رحم کی نگاہ نہ رکھنا اور اس کی رعایت
نہ کرنا اور اسے پوشیدہ نہ رکھنا بلکہ اس کو ضرور قتل کر ڈالنا اس کے قتل پر پہلے تیرا ہاتھ
پڑے) پس خور کرنا چاہیے کہ جو کچھ حضرت موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا صحابہ کرام نے اس کو
کر دکھایا اور جیسی کچھ شدت اور سختی کافروں پر چاہیے اس کا ظہور صرف مغیر صاحب کے
یاروں کے ہاتھ سے ہوا اسی واسطے خدا نے ان کی شان اشد علی الکفار فرمایا
اگرچہ صحابہ کرام کی شدت اور صلاحیت کا جو دین میں تھی امامیہ انکار نہیں کر سکتے مگر ہم
ان کے اطمینان کے لئے حضرات شیخین کے حالات کو جو بڑے دشمن شیعوں کے ہیں اور
صنی قریش کر کے ان میں مشہور ہیں بیان کرتے ہیں اور زیادہ تو نہیں کہہ سکتے اتنا عرض کرتے
ہیں کہ اپنی ہی کتابوں کی روایتوں کو سنیں اور پھر اس کو تورات کے مضمون سے اور قرآن
شریف کی آیت سے ملاویں اور خود ہی انصاف کریں اور اگر جیاد شرم مانع نہ ہووے تو
تعصب اور عناد کو چھوڑ کر ان کی فضیلت کا اقرار کریں اور اپنے باطل عقیدوں کو چھوڑ
کر جماعت میں داخل ہو جاویں۔

پہلی روایت کہ حضرت صدیق اکبر نے اپنے باپ کے قتل کا قصہ کیا

امام اعظم شیعوں کے حضرت شیخ علی تزکوۃ الفقہاء کی چھٹی فصل میں لکھتے ہیں کہ
حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دن اپنے باپ کے قتل کرنے ارادہ کیا مگر حضرت صلی اللہ

لہ دلائل ابابکر ا قتل ابیہ یوم احد فنهاذ النبی صلی اللہ علیہ وسلم من ذلک وقال وعلی قتلہ عزیزک۔

علیہ وآلہ وسلم نے منع کر دیا اور فرمایا کہ تو جانے دے اور کوئی یہ کام کرنے کا پس اسے مجھائیو
خدا کے واسطے ذرا اپنے امام اعظم کی تصدیق کو دیکھو کہ وہ صدیقیت صدیق اکبر کی کیسی تصدیق
کرتے ہیں اور جو کچھ توریت میں کفار پر شدت کرنے کا ذکر ہے اس کو نشان میں حضرت ابو بکر صدیق
کی کیسا تسلیم کرتے ہیں کیوں یا رواشدا علی الکفار کا مصداق کیا سوائے اس کے کوئی دوسرا ہو
گا جو اپنے باپ کے قتل پر آمادہ ہو اور توریت کے اس مضمون کا کہ (عزیز معبودوں کی بندگی
پر پھسلانے والے کو اگرچہ مجھائی یا بیٹیا یا جو رو یا دوست ہو تو قتل کر ڈالنا اور پہلے اپنا ہاتھ
اس کے قتل پر اٹھانا) اطلاق کسی اور پر ہوگا تعجب ہے شیعوں سے اور ان کے امام اعظم
سے کہ ایسی روایت کو تصدیق بھی کریں اور صدیق اکبر کی مستعدی کو باپ کے قتل پر قبول بھی
کریں اور پھر ان کی صدیقیت سے انکار فرمادیں۔

دوسری روایت کہ حضرت عمر فاروقؓ نے سترہ واروں کے قتل کا مشورہ کیا

تفسیر مجمع البیان اور منہج الصادقین اور خلاصہ تفسیر جرجانی میں امامیہ مذہب کے
مفسرین نے لکھا ہے کہ جب بدر کی لڑائی فتح ہوئی اور بہت سے لوگ مکے کے قید ہوئے
جن میں اکثر مہاجرین کے عزیز اور قریب تھے اور حضرت نے ان کے معاملے میں صحابہ سے،
مشورہ کیا تب حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ (جو کوئی مجس کا رشتہ دار ہے وہ اسکے حوالے کیا جائے
تاکہ وہ اپنے ہاتھ سے اپنے کافر رشتہ دار کو قتل کرے اور خدا کی محبت کے سامنے رشتے
اور قرابت کا خیال نہ کرے اس لئے عقیل علی کو اور نوفل مجھے اور فلاں فلاں کے حوالے
کیا جائے واسطے قتل کے) اے شیعیان پاک ذرا اس روایت کو اپنی تفسیروں میں دیکھو اور
انصاف کرو کہ ایشدا علی الکفار کا مضمون حضرت عمرؓ پر صادق ہے یا نہیں اور
اگر اس پر بھی نہ سمجھو تو خدا تم سے سمجھے۔

دوسری شہادت انجیل کی

متی کی انجیل کے باب ۱۳ کے ورس ۳۱ و ۳۲ میں لکھا ہے کہ آسمان کی بلاؤں
رائی کے دانے کے مانند ہے جسے ایک شخص نے لے کے اپنے کھیت میں بویا اور وہ سب بیجوں
سے چھوٹا ہے پر جب اگتا ہے سب ترکاریوں سے بڑا ہوتا ہے۔ یہاں درخت ہوتا ہے کہ

ہوا کے پرندے اس کی ڈالیوں پر پیرا کرتے ہیں اس پیشین گوئی کو اس آیت سے ملا یا چاہئے
 جو ابھی مذکور ہوئی ہے کہ مَثَلُهُمْ فِي الْآخِرِ كَذَرْتِجِ اسْحَرَجِ شَيْطَانًا فَاسْتَقْلَطَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ
 سُوقِهِ يُعْجِبُ الزَّكَاءَ۔ یعنی خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ پیغمبروں کے یاروں کی مثال انجیل
 میں اس طرح لکھی ہے جس طرح ایک چھوٹا سا دانہ کہ اس میں اول تپتی نکلتی ہے پھر وہ بڑھتا
 جاتا ہے یہاں تک کہ بڑا درخت ہوتا ہے اور دیکھنے والے کو تعجب آتا ہے۔ پس اس آیت کے
 مضمون کی اس عبارت سے انجیل کی جو ہم نے اوپر بیان کی کیسی تصدیق ہوتی ہے اور اس
 سے بشہادت انجیل صحابہ کی فضیلت بخوبی ثابت ہوتی ہے اور درحقیقت یہ مثال بالکل
 صحابہ کے حال کے مطابق ہے اس لئے کہ وہ اول تھوڑے تھے پھر آہستہ آہستہ بڑھ گئے
 اور ایک بڑا لشکر ان کا ہو گیا جس کی جماعت اور کثرت کو دیکھ کر کفار تعجب کرتے تھے اور
 ان کی قوت کو دیکھ کر جلمے مرتے تھے پس جو کوئی ان کی بزرگی کا قائل اور ان کی فضیلت
 کا معتقد نہ ہو درحقیقت قرآن اور انجیل اور تمام کتب سماوی کا منکر ہے اسے صاحبو
 اگر صحابہ رسول کے ایمان اور اسلام کے تم قائل نہیں ہو تو مہربانی کر کے ذرا ارشاد فرماؤ
 کہ ذَاتِ ذِيئِ مَعَهُ سے کیا مراد ہے یعنی وہ کون لوگ حضرت کے ساتھ تھے جنکی
 صفت اللہ جل شانہ اس آیت میں فرماتا ہے اور اَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ کا مصداق،
 بتلاؤ کہ وہ کون حضرات تھے جو کفار پر سختیاں کرتے تھے اگر صحابہ کبار سوائے چارچھ کے
 سب کے سب منافق اور کافر تھے (وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ ذَلِكَ) تو وہ کون لوگ تھے جن کے
 سبب سے اسلام ایک دانے سے بڑا درخت ہو گیا اور وہ کتنے شخص تھے جن کو کفار
 دیکھ کر غیظ میں آتے تھے کیا کسی کے قیاس میں آسکتا ہے کہ چارچھ شخصوں کو دیکھ کر کافر
 جلتے ہوں اور معدودے چند کے ایمان لانے پر تعجب کرتے ہوں اگر ہزاروں آدمی مسلمان
 نہیں ہو گئے تھے اور وہ سب کے سب ایمان میں کامل نہ تھے تو اللہ جل شانہ فَاسْتَقْلَطَ
 فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ کیوں فرماتا اور اگر ہزاروں شخص اسلام نہیں لائے تھے تو
 کن کو دیکھ کر کفار کو غصہ آتا پس جب تک کوئی صحابہ کی فضیلت اور ان کی کثرت کو،
 تصدیق نہ کرے وہ ان آیتوں کو بھی تصدیق نہیں کر سکتا۔ اسے یارو خدا کی قسم سچ جاننا
 اور یقین کر کے ماننا کہ ہم کو نہایت ہی تعجب آتا ہے کہ جو لوگ ایسی آیتوں کو تصدیق کرتے
 ہیں اور یہ مثال انجیل میں مذکور ہے اس کو پیغمبر خدا کی نبوت کی نسبت پیشین گوئی پر محمول

کرتے ہیں اور پھر صحابہ کبار کی فضیلت اور کثرت سے انکار کرتے ہیں اور ایسی آیتوں اور پیشین گوئیوں کو صرف چارچہ شخصوں پر ختم کرتے ہیں اور صحابہ سے عداوت رکھ کر لَغِيظًا بِعَدُوِّ الْكُفَّارِ کی تہدید سے ذرا بھی نہیں ڈرتے۔

قرآن مجید کی شہادتیں صحابہ کی فضیلت میں

پہلی آیت :- كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ بِاللَّهِ وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ۔ (معنی) تم بہترین امت ہو جن نے کئے ہو آدمیوں کے لئے حکم کرتے ہو نیک باتوں کا اور روکتے ہو بری باتوں سے اور ایمان رکھتے ہو خدا پر اور اگر ایمان لاتے اہل کتاب تو بہتر ہوتا ان کے حق میں بعض ان میں سے مومن ہیں اور اکثر فاسق اس آیت میں جلتانہ صحابہ کی فضیلتوں کو اور ان کی بزرگیوں کو خود ان سے بیان فرماتا ہے اور ان سے مخاطب ہو کر ارشاد کرتا ہے کہ تم بہترین امت سے ہو اور تم کو میں نے اور مخلوق سے منتخب کر لیا ہے ہدایت کرو چنانچہ تم جس کام کے لئے مقرر ہوئے وہ کرتے ہو اور جو خدمت تمہارے سپرد ہوئی اس کو ادا کر رہے ہو تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ کہ لوگوں کو نیک کام سکھلاتے ہو اور بری باتوں سے بچاتے ہو جو شخص ذمہ خور اور انصاف سے دیکھے تو یہی ایک آیت عقائد شیعہ ان عبد اللہ بن سبا کے بطلان پر کافی ہے کہ خداوند کریم جبکہ اصحاب رسول کی نسبت فرماوے کہ وہ بہترین امت سے ہیں اور واسطے ہدایت نبی آدم کے پیدا کئے گئے ہیں اور ان کے افعال حسنہ کی تصدیق کرے کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہیں اور باوجود اس کے حضرات شیعہ ان کو بدترین امت سے جانتیں اور ان کی بزرگی اور فضیلت سے انکار کریں ہم نہایت تعجب کرتے ہیں کہ ایسی صریح آیتوں اور ایسی صاف شہادتوں پر بھی وہ اپنے عقیدوں کے فساد پر خیال نہیں کرتے اور خدا بھی قرآن مجید کی لفظوں کو نہیں دیکھتے اگر صحابہ کبار بہترین امت سے نہیں تھے تو خدا کا یہ خطاب کہ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ یعنی بہترین امت سے ہو کس سے ہے اور اگر ان کے اعمال نیک نہ تھے تو اللہ جل شانہ کا یہ ارشاد کہ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

۱۔ پارہ ۲، کوع ۱۲۔ سورہ آل عمران ۱۲

تم نیک کام اور بن کو تبتلاتے ہو اور برے کاموں سے منع کرتے ہو کس کی طرف سے
 اگر وہ سچے دل سے ایمان نہیں لاتے تھے تو خدا کی اس تصدیق کے کہ تُوْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ تُمْ
 خدا پر سچے دل سے ایمان رکھتے ہو کیا معنی ہیں۔ آیتیں تو ایسی صاف ہیں کہ ان میں کوئی،
 تاویل اور کوئی بناوٹ ہو ہی نہیں سکتی سیدھی سیدھی لفظوں میں اللہ جل شانہ صحابہ
 کے ایمان اور اعمال کو بیان کر رہا ہے اور کمال عنایت سے انہیں سے مخاطب ہو کر
 خود ان کی تعریفیں کر رہا ہے لیکن ہم کو سخت حیرت ہے کہ شیعیان پاک کے نزدیک
 اس آیت کے الفاظ کیا مہمل ہیں جن کے کچھ معنی نہ ہوں یا یہ کوئی لغز اور پہلی ہے جو اس
 کا مطلب ان کی سمجھ میں نہ آئے یا کوئی دقیق معما ہے کہ وہ ان سے حل نہ ہو سکے یا ان کے
 عقیدے میں یہ الفاظ قرآن کے نہیں ہیں اور جامع قرآن نے اپنی اور اپنے بھائیوں کی
 بزدگی ظاہر کرنے کے لئے بڑا دیشے ہیں کہ اس پر ایمان نہ ہو آخر ان باتوں میں سے اگر،
 کوئی بات نہیں ہے تو یہ کیا بات ہے کہ اس کا اقرار کرتے جاتے ہیں یہ آیتیں خدا کی
 کتاب کی ہیں اس کو تصدیق کرتے جاتے ہیں کہ صحابہ کی شان میں نازل ہوئی ہیں اور
 پھر صحابہ کی فضیلت پر اعتقاد رکھنے کا کیا ذکر ان کے ایمان اور اسلام کی بھی تصدیق
 نہیں کرتے اور جن کو خداوند کریم خَيْرَ اُمَّةٍ فَرَاوَسَ (شترامتہ) سمجھتے ہیں اور جن کی
 نسبت خدا تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ کہے ان کے حق میں دیا مرون بالمنکر
 ونبہون عن المعروف، کا اعتقاد رکھتے ہیں اگرچہ یہ آیات بیانات قرآن مجید کی ایسی صریح
 اور صاف ہیں کہ تفسیر و لکھنے کی حاجت نہیں ہے لیکن ہم حضرات شیعہ کے اطمینان
 خاطر کیلئے انہیں کی معتبر تفسیر و لکھی سن دلاتے ہیں اسے بجا شیخ سنو تفسیر مجمع البیان طبری میں جو
 کہ تمہاری تفسیر دل میں سے بہترین تفسیر ہے اور ۱۲۷۷ھ ہجری میں بنام تہران دارالسلطنت
 ایران چھپی ہے، اس کے صفحہ ۲۰۰ میں لکھا ہے کہ پہلے خداوند تعالیٰ نے امر وہی کا ذکر
 کیا چھپے اس کے ان لوگوں کا بیان کیا جو کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہیں اور
 ان کے واسطے ان لوگوں کی تعریف کی تاکہ اور لوگ ان کی پیروی کریں اور اس واسطے انہیں
 سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم بہترین امت سے ہو اور اس واسطے کہ کسی کو شہدہ نہ رہے کہ

۱۲۷۷ھ اتقدم ذکر الامروہی عقبہ تعالیٰ بذكر من تصدی للقيام بذلك مجہم ترفیبا فی الاقتدار ہم فقال کفتم خیر امتہ
 اخرجت الناس قبل فبما قوال احدہا ان معناه اتم خیر امتہ ۱۲ مجمع البیان -

فتہا بر شام تبس شو و مانند پارہ می شب تدر پس رجوع آرید بقبر آن کہ شفاعت کنندہ و مقبول
 الشفاعت است بہر کسی کہ آنرا پیش نہد اللہ اور ابراہہ جنت می برد) اور یہ کہتا کہ قبلہ و کعبہ
 سنیے آج کل کوئی فتنہ اس سے بڑھ کر نہیں ہے کہ ہم صحابہ کو بہترین امت سے جانتے ہیں
 اور آپ بدترین امت سے اور نہ آپ ہماری مانتے ہیں نہ ہم آپ کی اب آپ آئیے امام باقر
 علیہ السلام کے قول پر عمل کیجئے اور قرآن سے رجوع کیجئے اگر اس میں کنتم خیر امتہ صحابہ کی
 نسبت لکھا ہو تو ہم کو اپنے مذہب میں کیجئے اور تاریکی سے نکالنے معلوم نہیں کہ اگر حضرات
 مؤمنان زندہ ہوتے تو کیا جواب دیتے اور خیر نہیں کہ اب ان کے جانشین کیا جواب
 دیں گے۔

دوسری آیت :- فَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَآخَرُوا مِن دِيَارِهِمْ وَأُوذُوا فِي سَبِيلِي وَقَاتَلُوا

لَا كُفْرَانَ عَنْهُمْ سِيئَاتِهِمْ وَلَا إِدْخُلَتْهُمْ جَهَنَّمَ جَزَاءً مِّنْ حَبِّهَا الْأَخْفَاءُ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ
 وَاللَّهُ عِنْدَ حَسَنِ الثَّوَابِ اس آیت میں اللہ جل شانہ مہاجرین کی تعریف کرتا ہے اور ان کی
 جنتی ہونے کی بشارت دیتا ہے اور فرماتا ہے کہ جن لوگوں نے میرے پیچھے اپنے وطن
 اور گھر اور کنبے قبیلے کو چھوڑا اور جن پر میرے اوپر ایمان لانے سے تکلیفیں پہنچیں اور جن کو
 میری راہ میں ایذا نہیں دی گئیں تو میں بھی اپنے ایسے سچے ایمان لانے والوں اور یکے
 مسلمانوں سے بڑی مہربانی سے پیش آؤں گا اور ان کی محنتوں اور جانفشانیوں کا ان کو
 اچھا بدلہ دوں گا ان کی بھول چوک کو نہ دیکھوں گا بلکہ ان کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل
 دوں گا اور بے پوچھے بتلائے ان کو ایسی جنتوں میں جگہ دوں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں
 جہاں ان کو نہ کچھ غم رہے گا نہ رنج نہ کوئی فکر ان کو رہے گی نہ کھٹکا اور یہ ثواب ان کو اپنی
 طرف سے دوں گا اور اپنے فضل اور بزرگی پر خیال کرنا چاہیے کہ کس محبت اور پیار سے
 خدائے عزوجل انکا ذکر کرتا ہے اور ان کے مدارج اور مراتب کا کس خوبی سے اظہار
 فرماتا ہے اور ان کے قطعی جنتی ہونے کا اقرار کرتا ہے اور ان کے گناہوں اور سیئات
 سے درگزر کرنے کا اور نیکیوں سے بدل دینے کا وعدہ کرتا ہے اور ان کے اعمال کی ہزا
 میں جو کچھ دیکھا وہ تو ایک طرف اپنی طرف سے براہ تفضلات ثواب دینے کا بیان کس مہربانی
 سے فرماتا ہے پس اب ان آیتوں کے دیکھنے والوں سے ہم عرض کرتے ہیں کہ جن مہاجرین

کی نسبت خدا نے یہ وعدے کئے ہیں اور جن کے بہشتی ہونے کا ذکر فرمایا ہے وہ کون تھے کیا وہ لوگ مہاجرین نہ تھے جن کا نام ابو بکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ ہے اور کیا گھربار پھوڑ والوں میں وہ اشخاص لاکفرن عنہم سینا تہم کے وعدے سے خارج کر دیئے گئے ہیں اسے بھائیوں اس آیت کو پڑھ کر اب تم مہاجرین کے گناہوں کے ڈھونڈنے میں اوقات ضائع نہ کرو اور ان کی برائیوں کی تلاش میں اپنی عمر نہ گنواؤ اگر دو چار عیب انکے تم نے ڈھونڈ بھی لئے تو جب تک تم مہاجرین میں ہونے سے انکا انکار نہ کرو گے اور جب تک تم ان کی ہجرت کا اقرار کرتے رہو گے تمہاری عیب جوئی اور نکتہ چینی کچھ کام نہ آویگی اور اس سے انکے یقینی جنتی اور قطعی بہشتی ہونے میں کچھ ضرر نہ ہوگا اس لئے کہ وہ خود فرما چکا ہے کہ لاکفرن عنہم سینا تہم کہ میں ان کے گناہوں سے درگزر کروں گا اور ضرور ضرور ان کو جنت میں داخل کروں گا۔ اس لئے کہ وہ میرے پیچھے گھروں سے نکالے گئے میری بدولت رنجون اور مصیبتوں میں گرفتار ہوئے اپنے دوستوں کو پھوڑ کر میرے دوست کے ساتھ ہوئے اپنے محبوبوں سے جدا ہو کر میرے محبوب کے شریک ہوئے پس ان کا ہجرت ہی کرنا ایک ایسا عمل ہے کہ ہزار اعمال اور لاکھ عبادت اور کروڑ نیکیوں سے بہتر ہے۔

تیسری آیت: وَالتَّائِقُونَ الْأُولَىٰ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ تَبِعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا
 ابداً اس آیت میں اللہ جل شانہ مہاجرین اور انصار کی نسبت اپنی رضا مندی ظاہر فرماتا ہے اور ان کو اور ان کی پیروی کرنے والوں کو جنت کی خوشخبری پہنچاتا ہے ہمارے نزدیک اگر کوئی شخص اس آیت پر ذرا بھی غور کرے اور اس کے مطلب کو سوچے تو وہ ہرگز صحابہ کبار اور مہاجرین اور انصار کی نسبت سوائے فضیلت اور بزرگی کے دوبرا اعتقاد نہ رکھے اس لئے کہ جب ان کی شان میں خدائے جل شانہ فرماوے کہ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ کہ میں ان سے راضی اور وہ مجھ سے راضی اور ان کے حق میں اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد کرے کہ أَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ کہ تیار کر رکھی گئی ہیں ان کے لئے جنتیں اور اور راستہ کر دی گئیں ہیں ان کے واسطے بہشتیں تو پھر کون ہے کہ ان کی فضیلت کا قائل نہ ہو پس شیعیان پاک کو صرف اس قدر غور کرنا چاہیے کہ مہاجرین اور انصار میں صحابہ

کیا کہ جن سے وہ عداوت رکھتے ہیں داخل ہیں یا نہیں اگر ہیں تو پھر ان کے جنتی ہونے میں کیا شک ہے اور اگر نہیں تو یہ خطاب خدا کا کس سے ہے اسے بجا ٹیوڈیا سوچو کہ قرآن مجید پر ایمان اسی کا نام ہے کہ جن کے حق میں اللہ اپنی رضا مندی ظاہر کرے ان سے تم ناراض ہو اور جن کے جنتی ہونے کی خدا خبر دے ان کو تم مسلمان بھی نہ سمجھو اور اگر اس آیت پر بھی کوئی ایمان نہ لاوے اور یہ شبہہ کرے کہ اس میں خلفائے ثلاثہ کے نام تو مذکور ہی نہیں ہیں اس لئے ان کی فضیلت کا انکار مستلزم انکار آیت نہیں تو اس کے شبہہ دور کرنے کے لئے ہم امام باقر علیہ السلام کی شہادت پیش کرتے ہیں اور جس طرح پرانہوں نے خلفائے ثلاثہ کو داخل حکم اس آیت کے بیان کیا ہے اس کو ہم بیان کرتے ہیں اس کو ذرا اول سے سنو اور اپنے ہی مذہب کی کتاب سے اس کی سند لو (مہذبہ) صاحب الفصول نے امام باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ (ایک روز حضرت امام باقر علیہ السلام کا گزر ایک جماعت پر ہوا جو کہ خلفائے ثلاثہ کی عیب جوئی کر رہے تھے آپ نے پوچھا کہ مجھے بتلاؤ کہ تم ان مہاجرین میں سے ہو کہ جو خدا کے لئے گھر سے نکالے گئے اور خدا کے لئے انکا مال لوٹا گیا اور جنہوں نے خدا اور رسول کی مدد کی انہوں نے کہا کہ نہیں ہم ان میں سے نہیں ہیں تب آپ نے پوچھا کہ پھر کیا تم ان لوگوں میں سے ہو کہ جنہوں نے دار ہجرت میں اور دار ایمان میں گھر بنایا تھا اور مہاجرین کو آرام دیا تھا انہوں نے کہا کہ نہیں تب آپ نے کہا کہ خود تم بیزار ہوئے اور نہیں چاہتے کہ دونوں فریق میں سے ہو اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ تم ان میں سے بھی نہیں ہو جن کی نسبت خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو لوگ بعد ان مہاجرین اور انصار کے آویں گے وہ ایسے مومن ہونگے کہ یہ دعا کیا کریں گے کہ اگہی ہماری اور ہمارے اگلے بھائیوں کی جو ہم سے ایمان میں سبقت لے گئے ہیں مغفرت کر اور ہمارے دلوں میں مسلمانوں کی طرف سے کینہ مت رکھ بے شک تو نرمی کرنے والا مہربان ہے) اسے بجا ٹیوڈیا نے اپنے آپ کو امامیہ کہتے ہو اور انہ

لہ اذ قال لجماعۃ خاضوا فی ابی بکر و عثمان، لا تجزونی انتم من المهاجرین الذین اخرجوا من دیارہم و اموالہم یتبعون
فضلاً من اللہ و رضوانا و ینصرون اللہ و رسولہ قالوا لا قال فانتم من المنین بئروا لدار و الایمان من قبلہم یحبون من ہاجر
الیہم قالوا لا قال اما تم فقد برہم ان تکونوا احد بنی الغریقین وانا اشہد انکم لستم من الذین قال اللہ تعالیٰ و الذین جاؤ
اسن بعدہم یتقولون ربنا اغفر لنا و لالاخوانا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین آمنوا انک رؤوف رحیم ۱۲۔

کرام کے اقوال کو کم از آیات نہیں سمجھتے مگر نہیں معلوم کہ ان اقوال کو جو صحابہ کے فضائل بیان کرنے میں سبھوتا جانتے ہو عرض کر اس حدیث سے امام باقر علیہ السلام کی ثابت ہوا کہ ان کے نزدیک خلفائے ثلاثہ اس آیت کے حکم میں داخل ہیں اور جو عدسے جنت وغیرہ کے خدا نے مہاجرین اور انصار سے کئے ان میں وہ شریک ہیں اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ جو لوگ ان کی عیب جوئی کرتے تھے ان سے حضرت امام موصوف بیزار تھے اور ان کو اسلگیا اور ایمان سے خارج سمجھتے تھے پس سوائے تفتیہ کو ڈھال بنائے رہیں گے افسوس ہے کہ جب خدا صاف صاف مہاجرین اور انصار کی تعریف کرے اور ائمہ علیہم السلام خلفائے ثلاثہ کی صاف فضیلت بیان کریں اور پھر بھی حضرات شیعہ قائل نہ ہوں اب معلوم نہیں کہ مہاجرین اور انصار کی فضیلت کے لئے کیسی دلیل چاہتے ہیں حضرات شیعہ بعض مرتبہ یہ شبہہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ جل شانہ نے ان مہاجرین اور انصار کی تعریف کی ہے جنہوں نے خاص خدا کے لئے ہجرت اور نصرت کی تھی نہ کہ ان کی جنہوں نے دنیا کی طمع سے ہجرت اور نصرت کی تھی اس شبہہ کو ہم تین طرح سے رد کرتے ہیں۔ اول یہ کہ جب مہاجرین نے ہجرت کی اور انصار نے نصرت اس وقت دنیا اور دولت کہاں تھی جس کی طمع ہوئی ہو جب مہاجرین نے مکے سے ہجرت کی تب کیا مدینے میں کسی خزانے کے نکلنے کی خبر ان کو ملی تھی جس کے لوٹنے کے لئے گئے ہوں یا جب انصار نے مہاجرین کی خاطر کی اور ان کو اپنے گھر ٹھہرایا تو کیا مہاجرین کچھ بہت سال اپنے ہمراہ لے کر گئے تھے جس کے چھین لینے اور لوٹ لینے کی نیت سے انہوں نے ان کی مدد کی ہو اگر مہاجرین کے لئے ہجرت اور انصار نے اللہ کے واسطے نصرت نہیں کی تو پھر ان کی ہجرت اور نصرت کا کیا سبب تھا۔ دوسرے اگر تمام مہاجرین اور انصار نے ہجرت اور نصرت دنیا کی طمع پر کی تھی تو خدا کا مہاجرین اور انصار کی تعریف کرنا دعاؤ اللہ فضول اور مہمل ہوا جاتا ہے اس لئے کہ جب کسی نے خدا کے لئے ہجرت اور نصرت نہیں کی تو خدا کس کی شان میں والسا بقون الاولون من المہاجرین والانصار فرماتا ہے اور جب سب کے سب منافق تھے تو کون کی نسبت لقد رضی اللہ عنہم ورضوا عنہم اذ اذکرتا ہے اور اگر بعضوں کی ہجرت اور نصرت خدا کے لئے اور بعضوں کی دنیا کے لئے تھی ان کا نشان دینا شروع کر دو گے تو سوائے تین چار کے اور کوئی نہ نکلے گا اور تین چار کی ہجرت اور نصرت کے ثبوت سے کچھ فائدہ حاصل نہ ہو گا تیسرے

کرام کے اقوال کو کم از آیات نہیں سمجھتے مگر نہیں معلوم کہ ان اقوال کو جو صحابہ کے فضائل بیان کرنے میں سبھوتا جانتے ہو عرض کہ اس حدیث سے امام باقر علیہ السلام کی ثابت ہوا کہ ان کے نزدیک خلفائے ثلاثہ اس آیت کے حکم میں داخل ہیں اور جو وعدے جنت وغیرہ کے خدا نے مہاجرین اور انصار سے کئے ان میں وہ شریک ہیں اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ جو لوگ ان کی عیب جوئی کرتے تھے ان سے حضرت امام موصوف بیزار تھے اور ان کو اسلگا اور ایمان سے خارج سمجھتے تھے پس سوائے تفتیہ کو ڈھال بنائے رہیں گے افسوس ہے کہ جب خدا صاف صاف مہاجرین اور انصار کی تعریف کرے اور ائمہ علیہم السلام خلفائے ثلاثہ کی صاف فضیلت بیان کریں اور پھر بھی حضرات شیعہ قائل نہ ہوں اب معلوم نہیں کہ مہاجرین اور انصار کی فضیلت کے لئے کیسی دلیل چاہتے ہیں حضرات شیعہ بعض مرتبہ یہ شبہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ جل شانہ نے ان مہاجرین اور انصار کی تعریف کی ہے جنہوں نے خاص خدا کے لئے ہجرت اور نصرت کی تھی نہ کہ ان کی جنہوں نے دنیا کی طمع سے ہجرت اور نصرت کی تھی اس شبہ کو ہم تین طرح سے رد کرتے ہیں۔ اول یہ کہ جب مہاجرین نے ہجرت کی اور انصار نے نصرت اس وقت دنیا اور دولت کہاں تھی جس کی طمع ہوئی ہو جب مہاجرین نے مکے سے ہجرت کی تب کیا مدینے میں کسی خزانے کے نکلنے کی خبر ان کو ملی تھی جس کے لوٹنے کے لئے گئے ہوں یا جب انصار نے مہاجرین کی خاطر کی اور ان کو اپنے گھر ٹھہرایا تو کیا مہاجرین کچھ بہت سال اپنے ہمراہ لے کر گئے تھے جس کے چھین لینے اور لوٹ لینے کی نیت سے انہوں نے ان کی مدد کی ہو اگر مہاجرین کے لئے ہجرت اور انصار نے اللہ کے واسطے نصرت نہیں کی تو پھر ان کی ہجرت اور نصرت کا کیا سبب تھا۔ دوسرے اگر تمام مہاجرین اور انصار نے ہجرت اور نصرت دنیا کی طمع پر کی تھی تو خدا کا مہاجرین اور انصار کی تعریف کرنا معاذا اللہ فضول اور مہمل ہوا جاتا ہے اس لئے کہ جب کسی نے خدا کے لئے ہجرت اور نصرت نہیں کی تو خدا کس کی شان میں والسا بقون الاولون من المہاجرین والانصار فرماتا ہے اور جب سب کے سب منافق تھے تو کن کی نسبت لقد رضی اللہ عنہم ورضو عنہم اذ اذ اللہ فضول اور بعضوں کی ہجرت اور نصرت خدا کے لئے اور بعضوں کی دنیا کے لئے تھی ان کا نشان دینا شروع کر دے تو سوائے تین چار کے اور کوئی نہ نکلے گا اور تین چار کی ہجرت اور نصرت کے ثبوت سے کچھ فائدہ حاصل نہ ہو گا تیسرے

اللہ جل شانہ نے خود اپنی کتاب پاک میں اس شبہ کو دور کر دیا اور اپنے مہاجرین اور انصار کی طرف سے جواب دیدیا چنانچہ اور دو آیتوں میں اللہ جل شانہ نے اس امر کو تصدیق کر دیا کہ مہاجرین اور انصار کے جو کچھ کیا وہ میرے ہی واسطے کیا ہے چنانچہ ہم دو آیتوں کو ایک مہاجرین کی نسبت دوسری انصار کی نسبت بیان کرتے ہیں۔

پہلی آیت اللہ جل شانہ مہاجرین کی نسبت فرماتا ہے کہ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَنْ يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ کہ جو لوگ نکالے گئے اپنے گھروں سے ان سے کوئی قصور نہیں ہوا تھا سوائے اس کے کہ وہ اللہ کو اپنا پروردگار کہتے تھے اور گھر کو چھوڑ کر مسلمان ہو گئے پس اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مہاجرین کی ہجرت کا باعث سوائے اس کے دوسرے تھا کہ کفار ان کے اسلام لانے سے خفا ہو گئے تھے اور ان کے خدا کو رب کہنے سے ناراض ہو گئے تھے کہ اس قصور میں انہوں نے ایذا دینی شروع کی اور یہ مجبوری ان کو گھر بار چھوڑنا پڑا اب اس آیت کو بھی سن کر اگر حضرات شیعہ یہ کہیں کہ مہاجرین نے بطمع دنیا کے ہجرت کی تو ان کو زیبا ہے ہمارے تو منہ سے ایسی بات نکل بھی نہیں سکتی۔

دوسری آیت اللہ جل شانہ انصار کی شان میں فرماتا ہے۔ وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُوقِ شَخِيقًا فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ کہ جو لوگ مہاجرین سے پہلے مدینے میں رہتے تھے وہ چاہتے ہیں ان لوگوں کو جو ہجرت کر کے آویں انکے پاس اور جو کچھ مہاجرین کو دیا جاتا ہے اس کا کچھ خیال نہیں کرتے اور اس سے رنجیدہ نہیں ہوتے اگرچہ وہ خود بھی محتاج ہیں اور اپنی جانوں سے زیادہ مہاجرین کو چاہتے ہیں اور کچھ بھی حرص و طمع نہیں رکھتے اور جواب سے ہیں وہ صلاح پاویں گے پس دیکھنا چاہیے کہ خدا انصار کی نصرت کی کیسی تعریف کرتا ہے اور اس امر کی کہ ان کی نصرت صرف واسطے خدا کے ہے کیسی تصدیق فرماتا ہے پس اب ہم حیران ہیں کہ جب اللہ جل شانہ مہاجرین کی ہجرت کو صرف اپنے واسطے فرماوے اور انصار کی نصرت کو فقط اپنے لئے تصدیق کرے اور پھر شیعوں کے منہ سے یہ بات نکلے کہ ان کی ہجرت اور نصرت دنیا کے واسطے تھی اسے بار و ذرا تو سوچو کہ تم خدا کے کلام کی تصدیق کرتے ہو یا تکذیب اللہ کے

لہ پارہ ۷ - رکوع ۴ - سورہ حج ۱۲ - ۱۳ پارہ ۲۸ - رکوع ۱ - سورہ حشر ۱۲ -

حکم کو مانتے ہو یا اس سے مقابلہ کرتے ہو خدا تو فرماوے کہ مہاجرین اور انصار اچھے تم کہو کہ نہیں وہ بُرے وہ کہے کہ میں ان سے راضی وہ مجھ سے راضی تم کہو کہ نہیں بالکل غلط نہ خدا ان سے راضی نہ وہ خدا سے راضی اللہ فرماوے کہ انہوں نے ہجرت میرے لئے اور نصرت میرے واسطے کی اور تم کہو کہ نہیں وہ دنیا کی طمع سے نکلے حوص دولت کے پیچھے پیچھے کی نصرت میں شریک ہوئے آخر ذرا تو غور کرو کہ کیا کہتے ہو اور کیا کرتے ہو اسے بھائیو، ایک آیت ہو دو آیت ہوں اس کی تاویل ہو سکتی ہے اس کے معنی بن سکتے ہیں جب سارا قرآن مجید، مہاجرین اور انصار کے ذکر سے بھرا ہوا ہے تو کہاں کہاں تاویل کرو گے کس کس آیت کی تشریح معنوی فرماؤ گے۔ (۳) تنہم ذاعواغواغ تشدیبہ کجا کجا نہی، حقیقت یہ ہے کہ مذہب تو عبداللہ بن سبا کا اختیار کر لیا مگر بات بن نہیں پڑتی نہ قرآن مجید سے انکار ہو سکتا ہے نہ اس کی تصدیق کی جاتی ہے۔ شعر

عشق چہ آسان نمود آہ و شوار بود
ہجر چہ دشوار بود یا چہ آسان گرفت
چوتھی آیت: وَلَقَدْ رَفَعْنَا اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِدْيَا يُعِونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَنَابَهُمْ فَتَحَا قُرَيْبًا وَمِنَالِمْ كَثِيرًا يَأْخُذُ وَنَهَادُ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا وَعَدَّ كَمَا اللَّهُ مَعَالِمَ كَثِيرَةً تَأْخُذُ وَنَهَادُ فَعَلِمَ كَمَا اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا وَلِتَكُونَ آيَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ وَيَهْدِيكُمْ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا ۝ فَآخِرَتِي لَمْ تَقْدِرُوا عَلَيْهَا قَدْ أَحَاطَ اللَّهُ بِهَا وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَلْبًا سَبَبِ نَزُولِ اس آیت کا یہ ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارادہ کیا کہ عمرہ ادا کریں پس اعراب اور باد یہ نشینوں کی اس سفر میں ہمراہی کے لئے دعوت فرمائی اس لئے کہ اندیشہ تھا کہ کفار مکے میں لڑائی کریں اور اندر مکے کے نہ جانے دیں لیکن اکثر اعراب نے حضرت کی دعوت کو نہ سنا اور اس سفر میں آپ کے ہمراہ نہ ہو سکے مگر وہی خالص مخلص کہ جو سراپا ایمان سے بھرے ہوئے تھے حضور ہی میں چلے جب مکے کے نزدیک پہنچے قریش مانع ہوئے تب حضرت نے حراش کو اہل مکہ کے پاس بھیجا مگر لوگ اس کے قتل کے درپے ہوئے وہ لوٹ آیا تب حضرت نے عثمانؓ کو بھیجا کہ اہل مکہ نے حضرت عثمانؓ کو قید کر لیا اور ان کے قتل کی خبر مشہور ہوئی تب حضرت نے اپنے یاروں کو جو آپ کے ساتھ تھے جمع کیا جن کی تعداد باختلاف روایات چار سو سے لے کر دو ہزار تین سو تک تھی اور حضرت نے ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر ان سب سے بیعت

لی کہ قریش سے لڑیں اور کسی طرح پر منہ نہ پھیریں چنانچہ ان سب نے خوشی سے بیعت کی اور سوائے قیدین قبیلہ منافق کے کسی نے مخالف اس بیعت سے نہیں کیا چونکہ اس سفر میں منافقوں کا لفاق اور مخلصوں کا اخلاص ظاہر ہوا اور بیعت میں صحابہ کی مضبوطی اور ایمان کا حال کھل گیا اس لئے اس بیعت کا نام بیعت الرضوان ہوا اور انہیں بیعت کرنے والوں کی شان میں خدا نے فرمایا کہ لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَدَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَالرَّاضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ اور ان کے دلوں کو طمانیت اور تسکین دے دی تاکہ بلا خوف و خطر لڑائی پر مستعد ہونے اور مرے اور مارنے پر تیرے ہاتھ پر بیعت کی وَأَنَا بَهُمْ فَتْحًا مُبِينًا اور ان کی شکستگی دور کرنے کے لئے ان کو بہت ہی جلد بہت سی غنیمتیں دیں اور آئندہ بڑے بڑے فتوحات اور غنائم کا مثل روم اور پارس کے وعدہ کیا پس ان آیتوں سے ان سب اصحاب کی جنہوں نے حضرت کے ساتھ درخت کے نیچے بیعت کی بزرگی ثابت ہوتی ہے اور ان کا اخلاص اور ایمان میں کامل ہونا ظاہر ہوتا ہے کوئی لفظ کوئی حرف بھی خدا نے ان آیتوں میں ایسا ذکر نہ کیا جس سے کوئی موقع کوئی محل انکار کا ہو بلکہ اپنی رضامندی کا اظہار اس طور سے کیا کہ جس کا کبھی زوال نہ ہوا اور ان فتوحات کا وعدہ کیا جن کا ظہور انہیں صحابہ کے ہاتھ سے ہوا اب ہم شیعیان علی سے پوچھتے ہیں کہ اول یہ فرمادیں کہ یہ آیت قرآن مجید کی ہے یا نہیں اگر ہے تو یہ انہیں لوگوں کی شان میں ہے جنہوں نے پیغمبر خدا کی بیعت درخت کے نیچے کی تھی یا نہیں اگر انہیں کی شان میں ہے تو ان میں حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر و غیرہ صحابہ کرام داخل تھے یا نہیں اگر تھے تو جو کچھ خدا ان بیعت کرنے والوں کے حق میں فرماتا ہے کہ لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَدَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَالرَّاضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ان سے راضی ہوا تو اس رضائے میں وہ لوگ بھی آگے یا نہیں اگر نہیں آئے تو ان کے مستثنیٰ ہونے پر کیا دلیل ہے اور اگر وہ بھی آگے تو جن سے خدا راضی ہوا اور جن کی شان میں خود لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ ان سے ناراض ہونا اور ان کو برا جاننا انکار آیات قرآنی سے ہے یا نہیں اگر یہ کہو کہ وہ منافق تھے

۱۳ - روایت موافق روایت شیعوں کے ہے جسکا ثبوت آئندہ ہم نے کیا ہے اور ترجمہ کشف الغمہ سے اسی راویہ کو نقل کیا ہے

تو اس کا رد بھی خدا نے خود کر دیا کہ فرمایا ہے **فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ** کہ میں نے ان کے دلوں کا امتحان کر لیا اور سمجھ لیا کہ یہ بڑے پکے مسلمان اور سچے ایمان والے ہیں اسی لئے میں نے نازل کی ان پر تسلی اور وہی ان کو فتح اور اگر وہ لوگ منافق ہوتے تو کیوں خدا ان کے ایمان پر شہادت دیتا اور کیوں ان کو فتح اور غلبہ عنایت کرتا۔ ان آیتوں کو دیکھ کر اگر کسی شیعوہ کو یہ خطرہ پیدا ہو کہ جب ایسی آیت صریح صحابہ کی فضیلت میں خدا کی کتاب میں موجود ہے تو پھر کیا سبب ہے کہ ہمارے مذہب کے علمائے صحابہ کی فضیلت سے انکار کیا ضرور کوئی نہ کوئی سبب ہو گا ورنہ کیا سب عالم سب مولوی سب فاضل سب مجتہد ہمارے مذہب کے نادان تھے کہ ایسی آیت سے ایسا صریح انکار کیا اور باوجود اس کے بھی صحابہ کو برا جانا اس لئے ہم انہیں کے مذہب کی معتبر تفسیروں سے اپنے دعوے کو ثابت کرتے ہیں اور یہ امر کہ ان کے عالم اور مولوی نادان تھے یادانا ایمان والے تھے یا بے ایمان منصف تھے یا متعصب انہیں کی عقل پر چھوڑتے ہیں ان کی تفسیروں کو دیکھ کر جو کچھ وہ انصاف سے مناسب سمجھیں ویسا سمجھیں اسے مجاہدوں سنو کہ تمہارے یہاں کے مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں کیا لکھا ہے (کاشانی) اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ **أَخْضَرَتْ فَرْمُودٌ بَدْرًا نَرُودِيكُ كَسِ اِذَا مَوْنَا كَهْ دَرِزِيرِ شَجْرَهْ** بیعت الرضوان نام نہادہ اند بجمت آنکہ حق تعالیٰ در حق ایشان فرمودہ کہ **لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يَبَايَعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ** اگر اس روایت پر اطمینان نہ ہو اور حضرات شیعوہ کو اپنے متکلمین اور متعصبین کے جواب سننے کا اشتیاق ہو تو اس کو بھی سنیں کہ ان کے علمائے اس آیت کو دو طرح پر رد کیا ہے بعضوں نے یہ فرمایا ہے کہ اس آیت سے یہ لازم نہیں آتا کہ خدا ان کے سب کاموں سے راضی ہوا ہو اور ائیدہ بھی راضی رہے

لے ترجمہ آنحضرت نے فرمایا ہے جن مسلمانوں نے درخت کے نیچے بیعت کی ہے ان میں سے کوئی دوزخ میں نہیں جائے گا اور اس بیعت کا نام بیعت رضوان اس لئے رکھا ہے کہ اللہ نے ان بیعت والوں کی شان میں فرمایا ہے اللہ ان مسلمانوں سے راضی ہوا جنہوں نے آپ سے درخت کے نیچے بیعت کی ہے **سَهْ قَاضِي نُوْرَاللّٰہِ شُوْسْتَرِي** نے مجالس المؤمنین میں لکھا ہے کہ مدلول آیت عند التحقيق رضا حق تعالیٰ است ازاں فعل خاص کہ بیعت است و کسے منکر این نیست کہ بعضی از افعال حسنہ رضیہ از ایشان واقعست سخن درین است کہ بعضی افعال قبیہ از ایشان بوجود آمدہ کہ مخالف آن عہد و بیعت است چنانچہ در امر خلافت ۱۲۔

اور بعض کا یہ قول ہے کہ بعد اس بیعت کے صحابہ کبار نے وہ کام کئے جو مخالف اس بیعت کے تھے یعنی لڑائیوں میں بھاگ گئے مخالفت خلیفہ برحق کی غضب کر گئے پس وہ اس آیت کے وعدے سے خارج ہو گئے پس یہ نسبت امر اول کے ہم یہ جواب دیتے ہیں کہ خدا کی نسبت یہ گمان کرنا کہ وہ صحابہ کے اور کاموں سے راضی نہ تھا صرف ایک فعل خاص بیعت سے راضی ہوا اس لئے لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ فرمایا ایسی تہمت ہے کہ کوئی مسلمان اپنے دل میں اس کا خیال بھی نہیں کر سکتا کیا یہ ممکن ہے کہ اگر خدائے عزوجل ان بیعت کرنے والوں سے ہر طرح پر راضی نہ ہوتا تو وہ لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ صرف ان کے دل خوش کرنے کو براۃ تالیس فرماتا اور جن باتوں سے ان کی ناراض تھا ان کو تقیہ ظاہر نہ کرتا اور یہ امر بھی غور کرنے کے لائق ہے کہ حضرات شیعہ کو کس طرح معلوم ہوا کہ صحابہ کے اور کاموں سے خدا ناراض تھا آخر کیونکر ان کو اس کی ناراض مندی کا حال معلوم ہوا نہایت تعجب کا مقام ہے کہ خدا ان کے اس فعل کو جس سے راضی ہو اور لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ کے اور ان کے ان افعالوں کو جن سے ناراض ہو سوائے شیعیان عبد اللہ بن سبا کے کسی پر نہ فرماوے شاید شیعیان پاک یہ جواب دیں کہ اس کو اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لیں اور امام صاحب سے اس کی تصدیق نہ کر لیں اس کو قبول نہیں کر سکتے لیکن افسوس تو یہی ہے کہ نہ امام صاحب کا کچھ نشان ملتا ہے نہ اس قرآن کا کچھ پتہ چلتا ہے ہزار برس تو گزرے اور ہنوز معلوم نہیں کہ ابھی اور کتنے دن امام کے ظہور میں باقی ہیں بشر

صد شب ہجر گزشت و مہین پیدائیت طرفہ عمری کہ بعد سال ندیم یک ماہ

اور یہ نسبت امر دوم کے کہ صحابہ کبار اس آیت کے وعدے سے سبب نکلت بیعت کے خارج ہیں اس کا جواب ہم اس طرح دیتے ہیں کہ اس اعتراض سے بھی اثبات ہوتا ہے کہ بیعت رضوان کے وقت تک صحابہ کبار اور مہاجرین انصار سچے مسلمان اور بچے مومن نہ تھے صاحب تکلیب المکاید نے جواب کید نو دو حکیم تحفہ اثنا عشریہ کے لکھا ہے کہ اما بون ابو بکر عمر و اہل بیت رضوان پس فائدہ بحال شان نمیرساند زید کہ حق سبحانہ و تعالیٰ میفرماید ان الذین یبايعونک الخائیں کلام معجز نظام ولایت کی کندہ ہوں کہ بعننا اہل بیعت رضوان نکلت بیعت خواہند کرد چنانچہ از ابو بکر و عمر و دیگران بظہور رسید بیان نش آنکہ بیعت باین شرط بودہ است کہ فرار و ہزیمت نہ کند و در حرب ثابت بماند یا کشتہ شوند بعد از بیعت در ہماں سال جنگ خیبر پیش آمد ابو بکر فرار کرد و ہزیمت خورد و در ۱۲

تھے نہ منافق تھے نہ کافر اور ان کی بیعت صادق تھی نہ منافقانہ چنانچہ یہ فقرہ صاحب تفسیر المکاید کا کہ (ایں کلام معجزہ نظام ولالت می کند بر سیکہ بعضے از اہل بیعت رضوان، نکث بیعت خواہند کرد) دلیل اس پر ہے کہ جب بیعت کی تھی اس وقت تک نہ منافق تھے نہ کافر بلکہ لفظ رضی اللہ عن المؤمنین میں داخل تھے اور شہید ثالث نور اللہ شہسوری کا یہ کلمہ کہ مدلول آیت عند التحقیق رضا حق تعالیٰ ست ازاں فعل خاص کہ بیعت ست کسی منکر ایں، نیست کہ بعضے از افعال حسنہ مرصیہ ازیشاں واقع است، شاہد اس پر ہے کہ از کا بیعت کرنا فعل حسنہ تھا پس اسی سے یہ اعتقاد کہ صحابہ کبار اول ہی سے منافق تھے باطل ہوا اور جب تک یہ آیت جس میں خدا نے اپنی رضامندی ظاہر کی نازل ہوئی ان کا مسلمان اور با ایمان ہونا ثابت ہوا خیر اب آگے چلئے اور بعد اس بیعت کے ان کے حال پر نظر کیجئے کیا کام ان سے ایسے ہوئے جن سے ان کا نکث بیعت کرنا ثابت ہوا اور وہ کام کس وقت ہوئے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد چنانچہ اس کی نسبت شہید ثالث اور صاحب تفسیر المکاید نے جو کچھ لکھا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بعد اس بیعت کے پیغمبر صاحب کے سامنے ان سے نکث بیعت ہوا یعنی وہ جنگ خیبر پر ثابت قدم نہ رہے بلکہ بھاگ گئے اس کی نسبت ہم یہ جواب دیتے ہیں کہ اگر یہ قلعہ خیبر حضرت صدیق اکبر یا حضرت عمرؓ کے ہاتھ سے فتح نہیں ہوا لیکن فتح نہ ہونا مستلزم فرار نہیں ہے بھاگنا جنگ خیبر سے حضرات شیوعہ نے کہاں سے ثابت کیا اور بالفرض اگر وہ جنگ خیبر سے بھاگے اور انہوں نے نکث بیعت کیا تو حسب طرح پر ہم نے ان کی بیعت کو خدا کے کلام سے ثابت کیا اور خدا کی رضامندی کا لفظ رضی اللہ عن المؤمنین کی آیت پیش کر کے ثبوت دیا اسی طرح پر حضرات شیوعہ کے ذمے ہے کہ مقابلے اس آیت کے ان کا بھاگنا جنگ خیبر سے اور نکث بیعت کرنا اور خدا کا ان سے ناراض ہونا کسی آیت سے ثابت کر دیں (روافلیس فلیس، اور ہم خوب یقین کرتے ہیں کہ اگر صحابہ کبار سے کوئی فعل بعد اس بیعت کے موجب نارضامندی خدا کا ہوتا تو ضرور وہ اس سے بھی خبر دیتا اور جس طرح پر ان کی بیعت سے راضی ہو کر لفظ رضی اللہ عنہ یہ معجزہ ناکلام اس امر کا ثبوت ہے کہ بیعت رضوان کرنے والوں میں سے بعض لوگ بیعت ترک کر دیں گے کہ اہل تحقیق کے نزدیک آیت کا مدلول خوشنودی پروردگار ہے اور وہ اس فعل سے مخصوص ہے جس کا نام بیعت ہے ہر شخص اس کا اقرار کرتا ہے کہ صحابہ کے افعال حسنہ دراصل مرضی الہی تھے۔

فرما دیا اسی طرح پیران کے فرار اور نکلت بیعت سے ناراض ہو کر لَقَدْ غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ
 ارشاد کرتا اس لئے کہ لڑائی سے بھاگنا اور بیعت کا توڑنا آخر پیغمبر صاحب کے سامنے
 ہوا اس وقت تک سلسلہ وحی جاری تھا جبرائیل کا آنا بند نہ ہوا تھا پھر کیا سبب ہے
 کہ خدا ان کے اچھے کاموں کو ظاہر کرے اور برے کاموں کی خبر تک نہ دے ان کے
 افعال حسنہ کی تو شہرت دے دے اور ان کے افعال بد کی پردہ پوشی کرے پس یا تو خدا
 ان سے ڈرتا تھا کہ ان کی برائیوں سے نہ کہہ سکتا تھا یا درحقیقت ان سے کوئی برائی نہ ہوئی تھی
 جس کو ظاہر کرتا اگر کوئی لغزش ہو جاتی تھی تو اس کو عفو کر دیتا تھا اور ان کے اور نیک کاموں
 پر خیال کر کے اس کو براہ ستاری چھپا دیتا تھا اور اگر یہ کہا جائے کہ بعد وفات پیغمبر خدا
 صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کبار نے ایسے کام کئے کہ جن سے خدا ناراض ہوا مثل خلافت
 غضب کرنے وغیرہ کے اس کی نسبت ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر ان سے بعد وفات پیغمبر خدا کے
 کوئی کام ایسا ہونے والا تھا کہ جس سے خدا ناراض ہوتا تو ضرور اس کی خبر دیتا اور کہیں
 ان کے حق میں لَقَدْ ضَلَّ اللَّهُ رُجُلًا فَمَا تَأْمُرُ بِهِمْ لَبِيسًا اور جب کہ خدا نے اس آیت میں یہ فرما دیا کہ فَعَلِمَ مَا فِي
 قُلُوبِهِمْ كَمَا فِي قُلُوبِكُمْ ان کے دلوں کی بات جانتا ہوں اور فرمایا فَاَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ كَمَا نَزَلَتْ
 ان پر تسلی تو کیونکر قیاس میں آسکتا ہے کہ ایسے لوگ کبھی جاہل حق سے منحرف ہوئے ہوں،
 لیکن ہم حضرات شیعہ سے عرض کرتے ہیں کہ وہ کیوں سوال و جواب میں اسے اوقات ضائع
 کرتے ہیں اور کیوں علامہ کاشانی کی تفسیر کی ان لفظوں کو نہیں دیکھتے کہ اَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ
 بدو زخ نرو دیک کس ازاں مومنان کہ در زبیر شجرہ بیعت کر وند اس مفسر نے کچھ قسط
 جھگڑا باقی نہیں رکھا عام بشارت جنت کی ان لوگوں کے حق میں جو اس بیعت میں شریک
 تھے پیغمبر صاحب کی زبان سے تصدیق کر دی لیکن اگر اس ایک روایت پر اطمینان نہیں ہوتا
 تو اس کی تائید میں دوسری روایت سنیں کہ ترجمہ کشف الغمہ میں لکھا کہ از جابر بن عبد اللہ
 انصاری روایت ست کہ ما در ان روز ہزار و چہار صد کس بودیم در ان روز من از حضرت
 لے آنحضرت نے فرمایا جن مسلمانوں نے بیعت رضوان زبیر شجرہ کی ہے ان میں سے کوئی بھی دوزخ میں نہیں جائیگا
 سکہ جابر بن عبد اللہ انصاری کا بیان ہے کہ بیعت رضوان کے دن ہم چار سو افراد حاضر تھے چنانچہ میں خود رسول اکرم
 کی زبان لوگوں کو فرماتے سنا تم لوگ روئے زمین کے بہترین اشخاص ہو ہم سب نے اسی دن بیعت کی اہل بیعت میں
 اسے کسی نے بیعت نہیں تو اسی البتہ قید بن فیس منافق نے بیعت توڑ دی۔

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم شنیدم کہ آنحضرت خطاب بجا ضران نمود و فرمود کہ شما بہترین اہل رومی زمینید و ما ہمہ دران روز بیعت کریم و کسی از اہل بیعت نکث نہ نمود مگر قید بن قیس کہ ان منافق بیعت خود را شکست، اس روایت سے چند فائدے حاصل ہوئے اول یہ ثابت ہوا کہ بیعت کے وقت چودہ سو صحابی موجود تھے جن کے ایمان اور اسلام کی خبر خدا دیتا ہے کہ *فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ*۔ اور ان کی شان میں فرماتا ہے *لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ مِنَ الْمُوْمِنِينَ* دوسرے حضرت پیغمبر خدا نے ان کی نسبت فرمایا کہ تم بہترین اہل زمین سے ہو تیسرے ثابت ہوا کہ سوائے ایک منافق کے اور کسی نے بیعت کو نہیں توڑا پس اے شیعیان پاک اب تم انصاف سے ان روایتوں کو دیکھو اور اپنے شہید ثالث اور صاحب تعلیب الکاید کے ایمان اور انصاف پر خیال کرو کہ وہ محبت اہل بیعت کے پردے میں کیسی خدا کی آیتوں کی تکذیب کرتے ہیں اور کس طرح ایسے صریح نصوص سے انکار فرماتے ہیں۔ لیکن اگر ہم صحابہ کی برائیوں کو تسلیم بھی کر لیں تب بھی کچھ فائدہ شہید ثالث کی تقریر کا نظر نہیں آتا اس لئے کہ جو علامہ کاشانی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ آنحضرت فرمود بدو زخ نرو و دیک کس ازاں مومتاں کہ در زیر شجرہ بیعت کر وند، اس کا کیا جواب ہے بغیر اس کے کہ یہ کہا جا سکے کہ حضرت نے تقیہ سے کہہ دیا ہوگا۔ اس مقام پر یہ امر بھی لائق لکھنے کے ہے اگر کوئی شبہہ کرے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس بیعت میں شریک نہ تھے اس لئے وہ بیعت الرضوان سے خارج ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ پیغمبر خدا کو حضرت عثمان سے ایسی محبت تھی کہ باوجود موجود ہونے انکے وقت بیعت کے ان کو شریک کر لیا اور کیسا شریک کیا کہ جن سے انکو اپنا ہاتھ بنا دیا چنانچہ اس مقام پر جو کچھ مولانا دبا الفضل اولانا مولوی علی بخش خاں صاحب نے اپنے ایک رسالے میں لکھا ہے اسی کو ہم بجنسہ نقل کرتے ہیں وہ ہونڈہ را اور واسطے حصول شرف بیعت الرضوان کے رسول اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے عثمان غنی کی طرف سے بھی اپنے دونوں ہاتھ سے وہ معاملہ فرمایا کہ دست حق پرست اپنے کو عثمان کا ہاتھ قرار دیا و وضع کلینی میں حدیث وارد ہے کہ بیعت لی پیغمبر خدا نے مسلمانوں

لہ فلما انطلق عثمان تقي ابان بن سعيد قاتر من السرج فدخل عثمان تبين يدیه و دخل عثمان فاعلمهم وكان من الاشارة فجلس سهل بن عمر و عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و جلس عثمان فی عسکر الشترکین و بايع رسول اللہ ﷺ و ضرب صلعم باحدی يدیه علی الاخری العثمان تدطاف بالبيت و معی بین الصفاد المروة و اصل فقال رسول اللہ ﷺ ائمتی

سے اور ایک ہاتھ کو اپنے دوسرے ہاتھ پر مارا واسطے عثمانؓ کے کہ وہ لشکر میں مشرکوں کے تھے، اس حدیث سے علاوہ قطعیت مغفرت و رضوان الہی کے ایک لطیف عمدہ ہاتھ آیا کہ دست نبی دست عثمان قرار پایا اور دست نبی وہ ہے کہ مجازاً دست خدا ہے ید اللہ فوق ایدہم اب دیکھئے عثمانؓ کو ید اللہ ید النبی کا خطاب منصف مزاج عنایت کرتے ہیں یا اس لقب کو پھر بھی مخصوص واسطے علی مرتضیٰ کے کہے جاتے ہیں انتہی بلفظہ روا اللہ درہ و علی اللہ اجرہ) اور اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے یاروں کی یاری پر نہایت ہی بھروسہ تھا اور ان کے استقلال پر یقین کامل تھا اس لئے کہ جب لوگوں نے کہا کہ خوشحال عثمانؓ کا کہ ان کو خانہ کعبہ کا طواف نصیب ہوا تو حضرت نے فرمایا یہ ممکن نہیں ہے کہ عثمانؓ بغیر ہمارے طواف کرے آخر ویسا ہی ہوا کہ بغیر حضرت کے عثمانؓ نے طواف نہ کیا چنانچہ اسی حدیث کے مضمون کو حملہ حیدری کے مولف نے بھی نظم کیا ہے کما قالہ نظم

طلب کرد پس اشرف انبیاء	ز اصحاب عثمانؓ صاحب حیا
باد ہم ہماں گفت خیر البشر	کراں پیشتر گفتہ بد یا عمرؓ
بوسید عثمانؓ زمین در زمان	بمقصد رواں شد چو تیر از کمان
چو اورفت از اصحاب روز و گم	بگفتند چندی بہ خیر البشر
خوشحال عثمانؓ با احترام	کہ شد قسمتش حج بیت الحرم
رسول خدا چوں شنید این سخن	بپاسخ چنین گفت با انجمن
بہ عثمانؓ نذریم ما این گمان	کہ تنہا کند طواف آن آستان

اور بعد اس کے ہی مؤلف لکھتا ہے کہ جب حضرت عثمانؓ کے میں پہنچے اور ابوسفیان سے کہا کہ پیغمبر خدا طواف کے لئے آنا چاہتے ہیں اس نے کہا کہ یہ ممکن نہیں ہے مگر تمہارا دل چاہے تو طواف کرو تب حضرت عثمانؓ نے انکار کیا اور اس پر ابوسفیان نے ان کو قید کر لیا کما قالہ

نظم

بہ عثمانؓ چنین گفت آن سرنگوں	بجو شنیدش آنگہ بدل مہر خون
بکن مانعت نیست کس زین حشم	کہ کہ میل داری تو طواف حرم

بقیہ ماجزہ مشاہدہ کما قالہ بعض علماء عثمانؓ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لطف بالبیئہ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لطف بہ ثم ذکر بعضہ
و ما کان یسأل الحدیث ۱۲

ولیکن محالست آن بی گزاف
چو بشنید عثمان از و این سخن،
کہ طوف حرم بے رسول خدا
ازیں گفتہ سفیان بر آشفقت بیش
بہ فرمود پس بادگر مشرکان
نیابند رفتن بہ نزور رسول،
چو عثمان از و این حکایت شنید
مقید نمودنش اعدائے دین

کہ آید محمد برای طواف
چنین داد پا سخ باں اہرمن
نباشد بر پیر وانش روا
بگرہ فاند از سومی اوروی خویش
کہ عثمان از آن وہ کس از پیرواں
اگر شاد باشند ازیں گر ملول
علاجی بجز صبر کردن ندید
بیان نجاتش کنم بعد ازیں

عرض کہ ہم حضرات شیعہ سے التماس کرتے ہیں وہ ذرا انصاف فرماویں کہ ان کے مفسرین اور محدثین اور مورخین صحابہ کی نسبت کیا لکھتے ہیں اور ان کے استقلال اور صبر اور ایمان اور اسلام کو کیسا تسلیم کرتے اور پھر بایں ہمہ ان سے عداوت رکھتے ہیں اور ایسے لوگوں کو جن کے ایمان اور اسلام پر پیغمبر صاحب کو اطمینان ہووے اور جن کی لغزش کرنے کا شبہہ تک حضرت کے دل پر نہ گزرے اور جو باوجود مصیبتوں اور محنتوں کے بر مواطا عت نبوی سے باہر نہ ہوں اور جن کے استقلال اور صبر کی خدا تعالیٰ تعریفیں کرے منافق اور مرتد کہتے ہیں اور نعوذ باللہ من ذالک، ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ حضرات شیعہ کس طرح ایسے سچے مسلمانوں اور پکے ایمان والوں کو منافق کہتے ہیں۔ اور کیونکہ ایسی صریح آیات اور سچی روایات سے انکار کرتے ہیں اس لئے کہ جب کوئی شخص ان آیتوں اور حدیثوں اور روایتوں کو دیکھے تو بھلا ممکن ہے کہ وہ صحابہ کرام کے فضائل میں شبہہ کر سکے یا ان کی نسبت نفاق اور ارتداد کا خطرہ بھی اس کے دل میں گزر سکے خود کرنے کا مقام ہے کہ خدا نے ان کے حالات بیان کرنے میں فقط کناٹے اور اشارے پر قناعت نہ فرمائی بلکہ صاف صاف تصریح کر دی اور ٹھیک ٹھیک پتہ اور نشان انکا بتلا دیا۔ اور ایسی صریح آیتوں کو نازل کر کے منکرین کے شبہات کو دور کر دیا اگر پیغمبر صاحب کے اوپر ایمان لانیوالوں کی فقط خدا تعالیٰ اجمالی کرتا تو منکرین کو تاویل اور شبہے کا موقع تھا مگر جب صاف کہہ دیا کہ میں ان مسلمانوں سے راضی ہوں جنہوں نے پیغمبر صلعم کے ہاتھ پر بیعت کی

۱۰۱۱۱ سنہ ۱۲۱۵ھ ہذا اول حملہ حیدر سے صفحہ ۲۰۷ - مطبع سلطان مطبوعہ ۱۲۱۵ھ ہجری - ۲۰۷ - منہ جلد اول حملہ حیدری

صفحہ ۲۰۷ - مطبع ۱۲۱۵ھ ہجری - مطبع سلطان مطبوعہ ۱۲۱۵ھ ہجری - ۲۰۷ - منہ

اور جگہ بھی بیعت کرنے کی بتلا دی کہ درخت کے نیچے اور یہ بھی کہہ دیا کہ یہ لوگ پیغمبر کے ہاتھ پر بیعت نہیں کرتے بلکہ میرے ہاتھ پر تو اب کون شخص ہے کہ ایسی بیعت کر نیوالوں کے ایمان اور اخلاق پر شبہہ کر سکے ہاں یہ شبہہ ہو سکتا تھا کہ شاید بیعت کر نیوالے وہی معدودے ہیں جو موافق اعتقاد و شیعوں کے مرتد نہیں ہوئے لیکن جب کہ علما شیعہ نے اس امر کو تسلیم کر لیا کہ صحابہ کبار چودہ سو اس بیعت میں شریک تھے اور یہ بھی قبول فرمایا کہ انہیں کی نشان میں اس آیت کو خدا نے نازل کیا اور اس کا بھی اقرار کیا کہ سوائے ایک منافق کے اور کسی نے بیعت کو نہیں توڑا تو ہم کو نہایت ہی تعجب آتا ہے کہ کیونکر ایسی بیعت کرنے والوں کے حق میں ایسا قاسد اعتقاد رکھتے ہیں لیکن یہ خیال کر کے کہ حضرت شیعوں کو نہ خدا کے کلام پر یقین ہے نہ پیغمبر صاحب کی حدیثوں پر نہ اماموں کے قول پر تو کچھ تعجب نہیں ہوتا اگر ان میں سے کسی پر عمل ہوتا تو کبھی ایسا عقیدہ نہ رکھتے اسے بھائیوں تمہارے حق میں ہم خدا سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ جل شانہ تم کو ایک ذرہ بھرا ایمان عطا کر دے تاکہ تم لوگ اپنے عقیدوں کی برائیوں پر خود ہی اقرار کرنے لگو اور جو ہم تم کو سمجھاتے ہیں وہ تم خود ہی سمجھنے لگو اسے یاد دہرا ایسے عقیدوں پر غور کرو اور سوچو کہ ان میں کچھ بھی اثر ایمان اور اسلام کا ہے اگر ہے تو دکھاؤ۔ شعر۔

نالہ حزینت کو آہ آتسینت کو
لاف عشق بازی چند عشق انشانہا

پانچویں آیت :- وَلَا تَكُتُّبْنِ مِنَ اللَّهِ سَبِقًا لِّسُكْرٍ فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابًا عَظِيمًا
شان نزول اس آیت کا یہ ہے کہ جب لڑائی بدر کی فتح ہوئی اور مشرکین قید میں آئے تب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے مشورہ کیا کہ ان قیدیوں کو کیا کرنا چاہیے حضرت ابو بکر نے کہا کہ قیدیوں کو چھوڑ دینا چاہیے حضرت عمر نے کہا کہ ان کی گردنیں مار دینا چاہیے بلکہ جو جس کا رشتہ دار ہو وہی اپنے ہاتھ سے اس کو قتل کرے اور خدا کی محبت کے سامنے دوسرے کی محبت کا خیال نہ کرے لیکن حضرت نے موافق مشورے ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور صحابہ کے قیدیوں کو چھوڑ دیا اور یہ آیت نازل ہوئی اور اس روایت کو علما اور مفسرین امامیہ بھی تصدیق کرتے ہیں چنانچہ تفسیر خلاصۃ المسنح کا شافی میں لکھا ہے کہ بدر کی لڑائی

صفحہ پارہ ۱۰ - رکوع ۹ - سورہ انفال ۲ - ۳۵ روز بدر ہفتاد تن اسیر شدند ہذا جملہ ایشاں عباس و عقیل بودند حضرت دبابہ ایشاں باصحاب مشاورہ کرد ابو بکر کماذ ما جریں بود گفتند یا رسول اللہ! کاہوا اصابا عزایں قوم اقبال و مشائیر تو اندر اگر برآید بقدر طاقت و استطاعت فدای بدہر باشد کہ غنمی بدولت اسلام برسد الخ ۱۲ -

میں سزاؤمی قید ہوئے منجملہ ان کے عباس اور عقیل بھی تھے حضرت نے ان کے باب میں اپنے یاروں سے مشورہ لیا ابو بکر نے کہ وہ بھی مہاجرین میں سے تھے کہا یا رسول اللہ یہ سب چھوٹے بڑے آپ کی قوم اور قبیلے کے ہیں اگر ہر ایک بقدر طاقت اور استطاعت اپنی کے کچھ فدیہ دے تو امید ہے کہ ایک دن دولت اسلام پر پہنچیں اور مجمع البیان طبری میں لکھا ہے کہ پیغمبر خدا نے بدر کے دن قیدیوں کے باب میں اپنے یاروں سے کہا کہ اگر تم چاہو ان کو مار ڈالو اور چاہو جانے دو تب حضرت عمر نے کہا کہ یا رسول اللہ انہوں نے آپ کو جھٹلایا اور آپ کو نکالا اس لئے ان کی گردنیں مارنا چاہیے عقیل کو علی کے سپرد فرمائیے کہ وہ انکو ماریں اور فلاں شخص میرے سپرد کیجئے کہ میں اس کو قتل کر دوں اور یہ سب سرداران کفار سے ہیں اور حضرت ابو بکر نے کہا کہ یا رسول اللہ یہ آپ کی قوم اور رشتے کے لوگ ہیں فدیہ لے کر چھوڑ دینا چاہیے چنانچہ اسی طرح پر حضرت نے کیا تب یہ آیت نازل ہوئی اور پیغمبر خدا نے فرمایا کہ اگر عذاب نازل ہوتا آسمان سے تو سوائے عمر اور سعد بن معاذ کے کوئی نجات نہ پاتا ان روایتوں سے باقرار علمائے امامیہ چند فائدے حاصل ہوئے۔ اول ابو بکر صدیق اور حضرت عمر کا مہاجرین اور اہل بدر میں سے ہونا، دوسرے پیغمبر خدا کا ان سے مشورہ کرنا تیسرے حضرت عمر کا کافروں پر سخت ہونا اور خدا کی راہ میں قربت اور برادری کا کچھ خیال نہ کرنا اور جو کچھ ان فائدوں سے فائدے حاصل ہوتے ہیں ان کو ہم بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر کو مہاجرین میں سے ہونا ثابت ہوا تو جو فضیلتیں اللہ جل شانہ نے مہاجرین کی بیان کی ہیں اور جن کو اوپر ہم نقل کر چکے ہیں وہ سب انکے حق میں ثابت ہوئیں۔ دوسرے جو بعض علماء امامیہ نے انکار کیا ہے کہ اصحاب ثلاثہ مہاجرین میں سے نہ تھے وہ قول باطل ہوا چنانچہ تظہیر المکاید کے مولف نے مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب قدس اللہ سرہ کے تحفہ کے باب مکاید شیعیان کے کبیدہ نو و یکم کے جواب میں صاف لکھا ہے کہ اصحاب ثلاثہ مہاجرین اولین نبوند تیسرے امامیہ کا بیگمان کہ معاذ اللہ حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر ابتدا ہی سے منافق تھے اور کبھی دل سے ایمان نہ لائے تھے اول ان کی نیت نیک نہ تھی فاسد ضمیر جیسا کہ جناب میرزا صاحب قبلہ حدیقہ سلطانیہ کے باب سوم میں لکھے ہیں کہ دسیرت شیخین دلالت پر حدیث سیرت آنہا دار دک در وقت

فقال رسول اللہ و ما یریک یا عمر لعل اللہ طمع علی اہل بدر فغفر لہم فقالوا حملوا ما شتم فقد عفتکم بلظا قدر الفروۃ ۱۲۔
 کہ تینوں پہلے اصحاب مہاجرین اولین میں نہ تھے کہ شیخین کی سیرت انکے اس صحبت باطن سے ظاہر ہے (بقیہ حاشیہ آئینہ سوزیر)

گمان از حضرت نبوی در خواست اظہار دعوت نمودہ و در فکر اضلاع حضرت برمی آمدند و در وقت اعلان از نصرت دست می کشیدند تا بجز وایا اولی الابصار، انتہی بلغظہ اگر میر نصاحب قبلہ زندہ ہوتے تو میں پوچھتا کہ حضرت اگر شیخین کی نیت نیک نہ ہوتی اور وہ وقت اعلان کے نصرت سے ہاتھ کھینچتے ہوتے تو بدر کی لڑائی میں کیوں آپ کے بعد مجد کاشانی اور طبری مہاجرین اور اہل شوری میں ہونا ان کا قبول کرتے اتنی مسلمانو شیعوں کے ایمان اور عقل اور حیا پر غور کرو کہ وہ شیخین کی نسبت جو کہ تمام جان سے اپنی عاشق پیغمبر کے تھے اور تمام اپنا حضرت پر فدا کر چکے تھے اور جو شب روز اظہار دعوت کے لئے اصرار کیا کرتے تھے یہ گمان کرتے ہیں کہ ان کی نیت اس اصرار سے یہ تھی کہ پیغمبر خدا اظہار دعوت کریں اور لوگ انکو ستاویں اور ہلاک کر ڈالیں افسوس ایسے عقیدے پر شیر بہر حال میر نصاحب قبلہ جو چاہیں فرمادیں اور ان کے پدر بزرگوار جدول میں آوے ارشاد کریں لیکن اس امر کو کہ شیخین مہاجرین اور اصحاب بد میں سے تھے جھٹھلا نہیں سکتے اور ہمارا مطلب اتنی ہی بات سے حاصل ہوا جاتا ہے اس لئے کہ جب وہ مہاجرین میں سے تھے تو ان فضیلتوں کے مستحق ہیں جو خدا نے بجا قرآن مجید میں ہجرت کرنے والوں کی بیان کی ہیں اور جب کہ وہ اہل بد سے تھے تو وہ اس مغفرت کے وعدے میں شریک ہیں جو اللہ جل شانہ نے اہل بد سے کیا ہے کہ میں نے ان کو مرفوع العلم کر دیا ہے چنانچہ اس امر کو علمائے امامیہ بھی قبول کرتے ہیں علامہ کاشانی خلاصۃ المنہج میں تفسیر کریمہ ما کان لنبی ان ینکون لہ اسویٰ کی باین الفاظ کرتے ہیں کہ اگر نہ حمی و فرمانی می بود از خدائے تعالیٰ کہ پیشی گرفتہ شدہ اثبات آن در لوح محفوظ کہ بے نہی صریح عقوبت نہ فرماید یا اصحاب بدر را عذاب نکند اور اسی طرح پر تفسیر مجمع البیان طبری میں لکھا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے (لعل اللہ اطلع علی اہل بدر فقہرہم فقال اطرو ما شقتم فقد عفرت لکم) کہ خدا نے اہل بدر کی شان میں فرمادیا ہے کہ جو چاہو سو کرو میں تم کو بخش چکا ہوں اور تفسیر خلاصۃ المنہج میں لکھا ہے کہ (خدا نے تعالیٰ بد بیان را وعدہ مغفرت دادہ و اینہاں را بخطاب مستطاب اعملوا ما قلتم فقد عفرت لکم نوازش فرمودہ) پس جب پیغمبر خدا بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۰ کے چھپانے کے وقت میں رسول اکرم سے تبلیغ اسلام کی خواہش کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکلیف رسالت کی دھن میں تھے کہ آپ اسلام کا اعلان فرمائیں۔ اور یہ لوگ آپ کی امداد سے ہاتھ اٹھالیں۔ لہ اگر ائمہ کا حکم کو فرمان نہ ہوتا جو لوح محفوظ میں ہے کہ بغیر ممانعت کے نہ اذیہ جائے تو اصحاب بدر کو نواز دیتا لہ اللہ نے اہل بدر سے مغفرت کا وعدہ کرنے ان سے خطاب فرمایا ہے تم جو چاہو ہم نے تمہاری مغفرت کر دی ہے۔

کی زبان مبارک سے تمام اہل ہدر کا قطعی جنتی ہونا اور خدا کا ان کی نسبت اعملو انما شانتم فند
 غفرت لکم کہنا ثبوت ہونا تو پھر اب صحابہ کبار علی الخصوص صحابہ ثلاثہ کے قطعی جنتی ہونے میں کون
 سا شبہ رہا ہے یا روہم اب تک نہیں سمجھے کہ حضرات شیعہ کے مذہب کا مدار کس پر ہے اگر
 خدا کے کلام پر ہے تو وہ صحابہ کی فضیلتوں سے بھرا ہوا ہے اگر پیغمبر خدا کی حدیثوں پر ہے تو ان
 میں بھی انہیں کے صفات کا تذکرہ ہے اگر ائمہ کرام علیہ السلام کی روایتوں پر ہے تو ان میں بھی
 انکی خوبیوں کا بیان ہے اگر اپنی ہی تفسیروں اور کتابوں پر ہے تو ان سے بھی انکے فضائل کا
 ثبوت ہوتا ہے پس اب اور کسی سند حضرات چاہتے ہیں جو صحابہ کے فضائل پر ہم پیش کریں
 اور کسی دلیل چاہتے ہیں جو ان کی بزرگیوں کے ثبوت میں بیان کریں اصل یہ ہے کہ اگر ایمان اور
 انصاف ہو تو خدا کے کلام اور رسول کی احادیث اور ائمہ کے اقوال کو مانیں جب ایمان اور انصاف
 ہی نہیں ہے اور پیروی عبد اللہ بن سبا کی کوئی منظور ہے تو پھر کوئی نکر اپنے پیرو مشد کے سکھائے ہوئے عقیدہ کو چھوڑیں
 انہوں نے ہزار ہا نفوس کجاہر گئے اہل طعون کی بیانیہ ناکستریں ہو گئیں کہ وہ تو کچھ وہ اپنے شیعوں کو سکھایا اس کو وہ نہیں
 بھولتے اور جس راہ پر وہ اپنے یاروں کو چلا گیا اس سے نہیں ہٹتے ہزار ہا ہزار کوئی سمجھا دے لاکھ
 آیتیں اور حدیثیں دکھلا دے مگر اپنے پیرو مشد کے قول کے رو برو ایک پر بھی نظر نہیں
 کرتے کلام اللہ کی تائید کر دیں حدیثوں کو بنا ڈالیں اماموں کے قولوں کو رد کر دیں مگر اپنے جد
 امجد کی بات کو نہیں بھولتے جس عقیدے کو خیال کیجئے اس میں اسی طعون کی تعلیم کا اب تک
 اثر ہے جس مسئلے پر غور کیجئے اب تک اسی کجبت کے قول پر عمل ہے و نعم ما قیل شعر۔

بلب زور دل آہی کہ داشتہ دم تشتی سراہی نہ داشتہ دم

چھٹی آیت :- وَالَّذِينَ آمَنُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آذَوْا
 نَعُودًا وَلِيكَ وَهُمْ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ۔ اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ جو
 لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور خدا کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے جگہ
 دی اور مدد کی وہی سچے ایمان والے ہیں ان کے لئے مغفرت اور رزق با کھامت ہے۔

اس آیت پر ایمان لانے والے مہاجرین اور انصار کے ایمان اور اسلام پر کچھ شبہ نہیں کر سکتے
 اور ان کی مغفرت اور جنتی ہونے میں کچھ شک نہیں لاسکتے ہیں اس لئے کہ جب اللہ جل شانہ
 خود تصدیق فرماتا ہے جن لوگوں نے ہجرت کی اور اپنے گھر بار کو چھوڑا اور جنہوں نے پیغمبر صاحب
 کو اور ہجرت کرنے والوں کو اپنے گھروں میں جگہ دی اور ان کی مدد کی وہ سچے مسلمان اور سچے ایمان

لانے والے ہیں اور مغفرت اور رزق کریم ان کے حصہ میں ہے پس خدا کی ایسی شہادت کو سن کر کون سا شخص ہو گا کہ مہاجرین اور انصار کے ایمان میں شبہہ کرے اور ان کی مغفرت میں کلام کرے شیعیان عبد اللہ بن سبا کو ذرا سوچنا چاہیے کہ جب اللہ جل شانہ مہاجرین اور انصار کے ایمان کی تصدیق کرتا ہے اور ان کے حق میں شہادت اولیٰک ہم المؤمنون حقا کی دیتا ہے اور ان کی شان میں ہم مغفرت و رزق کریم فرماتا ہے پھر کیونکر ان کے دل میں ایسے پاک لوگوں کی طرف شبہہ ہوتا ہے اور کس طرح ان کی زبان سے ایسے شخصوں کی نسبت کفر و نفاق کا کلمہ نکلتا ہے کبریت کلمہ تخرج من افواہہم اگر کسی کو شک ہو کہ یہ آیت ان مہاجرین اور انصار کی شان میں نہیں ہے جن کی نسبت حضرت شیعیان ایک اعتقاد نہیں رکھتے اس لیے ہم تفسیر مجمع البیان سے جو معتبر تفسیر امامیہ سے ہے تفسیر اس آیت کی لکھتے ہیں جس کو شک ہو وہ صفحہ ۲۵۲ تفسیر مذکور مطبوعہ تہران ۱۳۵۵ ہجری کو دیکھ لے مفسر مسنون لکھتا ہے کہ خدا نے پھر آیتوں میں مہاجرین اور انصار کا ذکر کیا اور ان کی ثنا اور صفت بیان کی پس خدا کے اس قول کا کہ والذین آمنوا بآجر و جاہدوا فی سبیل اللہ یہ مطلب ہے کہ تصدیق کی انہوں نے خدا کی اور اس کے رسول کی اور ہجرت کی اپنے گھروں اور وطن سے یعنی مکے سے مدینے کو اور جہاد کیا انہوں نے خدا کے دین کی ترقی کے لئے اور والذین آؤوا و انعموا کے یہ معنی ہیں کہ جبکہ وہی مہاجرین کو اپنے گھروں میں اور مدد کی پیغمبر کی اور اولیٰک ہم المؤمنون حقا کا یہ مطلب کہ وہی لوگ سے مسلمان ہیں اس لئے کہ انہوں نے اپنے ایمان کو ہجرت کر کے اور مدد سے کر ثابت کر دیا اس تفسیر کو دیکھ کر اگر حضرات شیعیہ بمقابلے ایسی صریح آیتوں اور ایسی صاف بشارتوں کے ایک دو آیت بھی قرآن سے نکال کر ہم کو دکھلاتے اور جس طرح پریم نے ان کے فضائل اور درجات کو کلام اللہ سے ثابت کیا وہ قرآنی ہی کی سند سے ان کی ایک بھی برائی کا ثبوت پہنچاتے تو ہم ان کو کسی قدر معذور بھی جانتے لیکن افسوس تو ہم کو اس بات کا ہے کہ ہم تو مہاجرین اور انصار کے فضائل میں قرآن کی آیتوں کو پیش کرتے ہیں رسول کی احادیث کو بیان کرتے ہیں اماموں کے قولوں کو انہیں کی کتابوں سے تم عادیما ان الذکر لہما جرین والانصار و رحمہم والفقار علیہم فقال الذین آمنوا بآجر و جاہدوا فی سبیل اللہ اے ص تو اللہ و رسولہ و جہاد من دیا رہم و اولیٰ ہم یعنی من مکتہ اے المدینہ و جاہد و مع ذلک فی اعلاء دین اللہ والذین آؤوا و انعموا ہم المؤمنون حقا اولیٰک الذین اتوا بالہجرۃ و انفقوا ۱۲ مجمع البیان

تسے نکال کر دکھاتے ہیں اور وہ ان سب کو پھوڑ کر چند مفتری کذابوں کی جھوٹی یا تو لکھو پیش کرتے ہیں اور ان لوگوں کے قولوں پر عمل کرتے ہیں جن کو اماموں نے نکال دیا اور جن پر اپنی زبان سے لعنت کی اور جن کو جھوٹا اور فریبی خطاب دیا جس کا ثبوت ہم آئینہ لکریں گے انشاء اللہ تعالیٰ پس انصاف کرنے والے انصاف کر سکتے ہیں کہ خدا کے کلام پر ہم ایمان رکھتے ہیں یا حضرت شیعہ اور قرآن کی آیات کی ہم تصدیق کرتے ہیں یا شیعہ ایمان عبد اللہ بن سبائے یار و اگر فرض کیا جائے کہ جو ہمارا اعتقاد بہ نسبت مسیحیہ کے ہے وہ معاذ اللہ باطل ہوے اور جو عقیدہ شیعوں کا بہ نسبت ان کے ہے وہی صحیح ہوے اور قیامت کے دن اللہ جل شانہ عدالت کی کرسی پر بیٹھ کر ہمارے اعتقاد باطل پر ہم سے جواب چاہے تو ہم اسی کی کتاب کو اس کے سامنے کر دیں گے اور نہایت ہی ادب سے عرض کریں گے کہ اے العالمین تو عادل ہے اور موافق مذہب شیعوں کے تیرا عدل اصول ایمان میں سے ہے تو اب تو ہی انصاف کر کہ یہ کتاب تیری ہے جس کو تو نے ہماری ہدایت کے واسطے اپنے پیغمبر کی معرفت نازل کیا اور اس کا نام کتاب مبین رکھا اور اس کی عبارت اور مضمون میں اخلاق اور تصنع کو دخل نہ دیا ہر چیز کو صاف صاف بیان کر دیا اور خود اس کا حافظہ رکھا اس کو تحریف سے محفوظ رکھا پس خداوند نے ہم نے تیری ہی کتاب کو اپنی آنکھوں کے سامنے رکھ لیا اور جو کچھ اس میں کہہ دیا اور فرما دیا اسی پر ہم نے یقین کیا مہاجرین اور انصار کی اس قدر بزرگیاں اور فضیلتیں تو نے بیان کیں کہ ہم ان کی نسبت نیک اعتقاد رکھنے پر مجبور ہو گئے اور تیری ہی شہادت سے ان کے حق میں فرمایا الذین آمنوا و باجروا جادوا و فی سبیل اللہ یا موالہم و النفسہم ذریرۃ مین اللہ و اولئک ہم الفانز و ان کسی مقام پر تو نے ان کی نسبت ارشاد کیا والذین آمنوا و باجروا جادوا و فی سبیل اللہ و الذین اذوا و نصرؤا و اولئک ہم المؤمنون حقا کسی جگہ ان کی شان میں تو نے فرمایا لہم منفرة و ذوق کریم کسی مقام پر ان کی صفت میں تو نے کہا لیرزقنہم اللہ ذریرۃ فاحشا غرض کہ خدا واجب ہم نے تیری کتاب کو کھولا تو کوئی فرق اور کوئی صفحہ اسکا مہاجرین اور انصار کے ذکر سے خالی نہ پایا کسی کایت سے ان کی برائی کا ثبوت کیسا ان کی فضیلت پر شبہہ تک نہ ہو واجب تیری کتاب سے ان کی نسبت شہادت چاہی تو یہی معلوم ہوا کہ اولئک ہم المؤمنون جب قرآن سے ان کے واسطے قال کھولی تو یہی نکلا کہ اولئک ہم الفانز و ان پس جب تو نے بائیں بے نیازی ان کی صفات اور فضائل سے اپنی کتاب کو بھر دیا اور ان کی شان میں بار بار

رضی اللہ عنہم در ضوعتہ فرمایا اور ہم کو ان کے اقتدا اور پیروی کی تاکید کی اور ان سے محبت رکھنے کی تحریریں اور عداوت اور کینہ رکھنے پر تہدید فرمائی تو ہم اگر ان سے محبت نہ رکھتے اور ان کو اچھا نہ جانتے اور ان کی اقتدا نہ کرتے تو کیا کرتے الہ العالمین تو نے ہم کو ان لوگوں میں تو پیدا نہیں کیا تھا جن کی نسبت تو نے فرمایا الذین اخرجوا من دیارہم واموالہم یتبعون فضلا من اللہ ورضوانا اس گروہ میں تو نے ہم کو شامل ہی نہ کیا تھا جس کی صفت میں تو نے ارشاد کیا ہے والذین تبوء الذار والایمان من قبلہم یحبون من باجر الیمیم ہم کو تو ان سب کے مجھے مخلوق کیا اور ہم لوگوں کی نسبت پہلے ہی سے تو نے یہ لکھ دیا کہ وَالَّذِينَ جَاءُوا مِن بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا تُوَكِّدُكُمْ ہم ان پیشواؤں سے محبت نہ رکھتے اور کس طرح ان سے کینہ اور عداوت رکھتے یہ کتاب تیری موجود ہے جس کی نسبت تو نے فرمایا تھا کہ غَنُّ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَمَافِقُونَ اور اسی وعدے پر ہم اس کو برابر غیر محرف سمجھتے رہے اور اس پر ایمان رکھتے آئے اگر یہ آیتیں جو ہمارے اور انصار کی نسبت ہم نے بیان کیں تیری کتاب میں موجود ہیں تو پھر خدا یا ہمارا کیا قصور اور کیا گناہ ہے جن کو تو نے اچھا کہا ہم نے اچھا جانا جن کی تو نے تعریفیں کیں ان سے ہم نے محبت رکھی ہاں اگر ان لفظوں کے تو نے اور کچھ معنی رکھے ہوں اور اس عبارت کا مطلب اور کچھ ہو تو ہم نہیں جانتے موافق تیرے ارشاد کے تیری کتاب کو کھلی اور روشن کتاب سمجھتے تھے اور اس کو معا اور پہلیوں کا مجموعہ نہ جانتے تھے عرض کہ ہم نہیں جانتے کہ جب ہم یہ جواب دیں گے تو خداوند عادل کس جرم میں ہم کو سزا دیگا اور کس طرح ہم کو اپنی کتاب کا تصدیق کرنے والا نہ سمجھے گا ہم کو تو یقین ہے کہ ضرور ایسے عقیدے سے خدا ہماری نجات کریگا اور ہم کو ان کے مغفرت اور رزق کریم میں سے حصہ عطا کریگا۔ اے یارو ہمارا جواب تو سن لیا اب کچھ اپنی جوابدہی کی فکر کر دکھ اگر تمہارا عقیدہ جو بہ نسبت صحابہ کے ہے باطل ٹھہرا اور قیامت کے دن خدا نے تم سے مواخذہ کیا تو تم کیا جواب دو گے ہمارے نزدیک تو سوائے اس کے دوسرا جواب نہیں ہو سکتا کہ خداوند ہم نے تیری کتاب کو اس لئے پس پشت ڈال دیا تھا کہ اس میں اصحاب رسول نے تحریف کر دی تھی اور اس کو کم و بیش کر دیا تھا جیسا تو نے نازل کیا تھا ویسا نہ رکھا تھا اور اصلی مصحف امام صاحب کے پاس تھا وہاں اپنا گز بھی نہ ہو سکتا تھا کچھ نشان از ریتہ بھی اما صاحب کا نہ ملتا تھا پس ہم کیونکر مصحف عثمانی پر عمل کرتے اور

محرف قرآن کی تصدیق کرتے ہم تو اس کو کبھی دیکھنے بھی نہ تھے حفظ یا دکر نے کا ذکر کیا ہے کبھی اس کو پڑھتے بھی نہ تھے بلکہ ہمیشہ امام صاحب کے خروج کی دعا کرتے تھے اور ان کے ساتھ جو اصلی قرآن تھا اس کے دیکھنے پر جان دیتے تھے مگر خداوند ہمارا کیا قصور ہے اس لئے کہ تو نے ایسا ان کو چھپایا کہ کہیں ان کا سایہ بھی نہ دکھلائی دیا ہزاروں عرضیاں بھیجیں ایک کا بھی امام نے جواب نہ دیا صد ہا درخواستیں خضر والیا اس کے ذریعہ سے براہ صد یا ازسل کیس کسی پر کچھ حکم نہ آیا بڑے بڑے مجتہدوں سے پوچھا انہوں نے یہ فرمایا کہ ابھی انتظار میں رہو اور خروج اور ظہور کی دعا کیا کرو ہنوز وقت نہیں آیا۔ لیکن ہم نے بہت انتظار کیا مگر ہمارے جیتے جی ظہور کس کا خروج کیسا کچھ خبر تک امام کی نہ آئی شعر

شام تک تو آمد جانان کا کھینچا انتظار وہ نہ آیا وعدہ پناہیں برابر ہو گیا

ہند سے امام کی غیبت سراتک ہم نے ہجرت کی لیکن دیکھنا کس کا ملنا کیسا صورت تو امام کی نظر ہی نہ پڑی پس بغیر امام کے ہم کیا کرتے اور کیوں کر راہ حق پر چلتے ہاں امام کے دیکھنے والوں نے جو کچھ ہم سے کہہ دیا اس پر ہم ایمان لے آئے اداسی کو حق جانتے رہے اور کبھی اس سے نہیں پھرے پس اگر خدا یہ جواب سن کر فرماوے کہ اے کبختو جب کہ میں اپنے کلام کا حافظ تھا کہ نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَأَنبَأْنَا لِمَا قَلْبُونَ تو کس کی مجال تھی کہ وہ تحریف کرتا اور کون تھا اس کو بدل دیتا کس نے تم سے کہا کہ میری کتاب میں تحریف ہوئی تھی تب تم شاید یہی جواب دو گے ہم نے زرارہ سے سنا تھا ہم سے شیطان الطاق نے کہہ دیا تھا تب اس وقت اگر خدا یہ فرماوے کہ اے بدبختو میں سچا تھا یا زرارہ میرا رسول صادق تھا یا شیطان الطاق تو معلوم نہیں کہ کیا جواب دو گے ہمارے نزدیک تو سوائے اقرار جرم کے اور کچھ جواب نہ دے سکو گے اور اس وقت سوائے اسکے فاعل فریبہم فسحقا الاصحاب السعیرہ اور کچھ حکم نہ ہو گا۔

سَاتُوا آيَاتِ رَبِّهِمُ الْبُحْرَانِ اذْ قِيلَ لَكُمْ اَنْفِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ اِنَّا قُلْتُمْ
 رَافِ الْاَرْضِ وَارْضَيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيلٌ
 الْاَتَمُّنْ وَايَعِيْبِكُمْ عَدَا اٰبَائِنَا وَيَسْبُدُّنْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَصْرُوْهُ سَيِّئًا وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ
 قَدِيْرٌ اِلَّا تَصْرُوْهُ فَقَدْ تَصْرُوْهُ اللَّهُ اِذَا خَرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا تَا فِيْ ثَمٰنِيْنَ اِذَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ
 بِعَاجِبٍ لَا يَخُوْنَ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَاَنْزِلْ اللّٰهُ سَلٰتًا عَلَيْهِ وَاَيُّدَاهُ يَجُوْدُ لَكُمْ تَرَدُّهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ
 الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَفٰلًا وَّصَلٰتُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا وَاللَّهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ جَوَابِ تِسْعِيْنَ اب

تک ہم نے لکھیں ان سے عام مہاجرین اور انصار کی فضیلتیں ثابت ہوئیں اب ہم اس آیت کو لکھ کر خاص حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت ثابت کرتے ہیں بیاننا چاہیے کہ جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف اور حنین سے مراجعت فرمائی اور تھوڑے دن مدینے میں قیام فرما کر قصد جہاد ورم کا کیا تو بعض لوگوں پر نہایت گراں گزرا اس لئے کہ گرمی کے دن تھے سفر و دروازہ تھا خرموں کے پکنے کی فصل تھی اور ورم کا خوف بھی غالب تھا تب اللہ جل شانہ نے واسطے ترغیب جہاد کے ان آیتوں کو نازل کیا اور کسی طرح سے لوگوں کو سمجھایا چنانچہ اول آیت میں فرماتا ہے کہ ایا ایہا الذین امنوا لکم اذا قبل لکم القرونی سبیل اللہ اثنا قلم الی الارض ط کہ اے مومنین تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ جب تم سے جہاد کے لئے کہا جاوے تب تم اپنے گھروں سے نکلنا نہیں چاہتے کیا تم دنیا کی زندگی کو بمقابلے آخرت کے اچھا سمجھ کر اس پر راضی ہو حالانکہ دنیا کا فائدہ آخرت میں بہت ہی تھوڑا ہے۔ اس آیت میں اللہ جل شانہ نے دنیا کی حقارت بیان کر کے جہاد پر ترغیب دی بعد دوسری آیت الا تنفرو لیعذبکم عذابا الیما ولیتبدل قوما غیرکم ولا تنفروہ شیئا واللہ علی کل شیء قدير میں فرمایا کہ اگر تم سستی کرو گے اور جہاد پر مستعد نہ ہو گے تو خدا تم کو دنیا اور آخرت میں عذاب دے گا اور تمہارے بدلے اور غیر قوم کو پیدا کرے گا اور تمہارے مدد نہ کرنے سے خدا یا اسکے رسول کا کچھ نقصان نہیں ہے اس لئے کہ خدا کو کچھ پروا نہیں ہے اور رسول کا وہ خود حافظ ہے چنانچہ اپنی لے نیازی اور اپنے رسول کی بے پروائی کو ان نفلوں سے بیان کیا الا تنفروہ فقد نصرہ اللہ اگر تم لوگ پیغمبر کی مدد نہ کرو گے تو اس کو تمہاری مدد کی حاجت نہیں ہے اس لئے کہ خدا اس کا مدد گاہ ہے اور اپنی مدد گاری کو اللہ جل شانہ اس طرح سے ثابت کرتا ہے کہ اذا نزلہ الذین کفروا فی تنہین اذہما فی الغار کہ جب کفار نے پیغمبر کو مکے سے نکالا اس وقت کس نے اسکی مدد کی اور اس وقت کونسا لشکر اور گروہ اسکا مددگار ہوا اور سوائے ایک یار کے دوسرا کون اس کے ساتھ غار میں گیا اور جب کفار در غار پر آ پہنچے اور درمیان پیغمبر کے اور ان کے کچھ فاصلہ نہ رہا اس وقت اس کا یار غار بھی گھبرا گیا اور بیخیال کر کے کہ ایسا نہ ہو کہ کفار غار میں چھپے ہونے سے آگاہ ہو جائیں اور مبادا پیغمبر پر کچھ صدمہ پہنچاویں وہ غم کرنے لگا اس اضطراب اضطراب کے حال طہ یہ خطاب انہیں بعض سے ہے جو کہ جہاد پر جانے سے تامل کرتے تھے مکمل مہاجرین اور انصار سے اور خطاب کل سکتا اور بعض مراد ہونا کلام عرب میں جاری ہے اور نہ حضرت علی اور بنی ہاشم بھی اس خطاب میں شامل ہو جائیں گے اور نہ

میں بھی کہ بڑے بڑے شجاع اور جوانمرد گھبرا جاتے ہیں میرے پیغمبر کو کچھ اضطراب نہ ہوا اور اپنے یار کو لاتحزن ان اللہ معاکہہ کر مطمئن کیا اور میں نے اپنے پیغمبر کے کہنے سے اس یار پر تسلی نازل کی کہ اس کا خوف اور اضطراب جو پیغمبر پر صدمہ پہنچنے کے خیال سے تھا جاتا رہا فانزل اللہ السکینۃ علیہ اور بعد گزر جانے اس مصیبت کے وقت کے جب بدر کی لڑائی ہوئی تب میں نے ایسے لشکر سے مدد کی کہ جس کو تم دیکھ نہیں سکتے تھے وائیدہ بجنود لم تر وہا آخر کار کفار کی بات کو پست کر کے اپنی بات کو بلند کیا وجعل کلمۃ الذین کفروا السفلی وکلمۃ اللہ ہی العلیا تمام مفسرین کیا شیعوں اور کیاسنی اس پر متفق ہیں کہ اذا خرجہ الذین کفروا میں جس زمانے کا ذکر ہے اس سے ہجرت کا وقت مراد ہے اور اذ یقول لصاحبہ میں جو لفظ صاحب کا مذکور ہے اس سے حضرت ابو بکر صدیق مراد ہیں اور اس کے بھی سب قائل ہیں کہ ہجرت کا وقت بڑا نازک اور نہایت مصیبت آور نہائی اور رنج کا تھا جو اس وقت صدق دل سے شریک ہو اس کا رتبہ بھی سب سے بڑا ہے اور اس سے بھی کسی کو انکار نہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق اس وقت سے کہ جب سے پیغمبر صاحب اپنے گھر سے برآمد ہوئے اور جب تک غار میں رہے اور جب تک مدینے میں پہنچے برابر ہمراہ رہے لیکن باہم ہمارے اور شیعوں کے یہ اختلاف ہے کہ ہم حضرت ابو بکر کی رفاقت کو ان کے اخلاص اور نیک نیتی پر محمول کر کے ان کو افضل مہاجرین جانتے ہیں اور حضرات شیعہ ان کی ہمراہی کو بد نیتی پر نعوذ باللہ من ذلک محمول کر کے ان کو منافقین میں سے سمجھتے ہیں اس لئے ہم اسی آیت سے حضرت صدیق اکبر کے فضائل ثابت کرتے ہیں اور حضرات شیعوں کے شبہات بیان کر کے ان کو رد کرتے ہیں۔

بیان صدیق اکبر کے فضائل کا جو اس آیت سے ثابت ہو رہا ہے

اس آیت سے بہت سی فضیلتیں حضرت ابو بکر صدیق کی ثابت ہوتی ہیں (اول) یہ کہ جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل پر کفار مکہ نے اتفاق کیا اور اللہ جل شانہ نے ان کے ارادے سے آگاہ فرمایا اور اجانت ہجرت کی دی تب پیغمبر خدا نے حکم الہی حضرت ابو بکر صدیق کو اپنے ہمراہ لیا پس اگر خدائے جل شانہ کے نزدیک ابو بکر صدیق ایمان میں سچے اور اسلام میں یکے نہ ہوتے تو ہرگز وہ ایسے وقت میں ان کو ساتھ لینے کی اجازت نہ دیتا اور خود پیغمبر صاحب کو اگر ان کی محبت اور عشق پر یقین کامل نہ ہوتا تو کبھی ابو بکر صدیق کو اس سفر میں اپنے ہمراہ

نہ لیتے (دوسرے) اگر ابو بکر صدیقؓ اپنی جان و مال کو حضرت پریشاں کرنے سے راضی نہ ہوتے تو وہ ایسی مصیبت کے وقت میں خود شریک نہ ہوتے اور اپنے آپ کو معرض ہلاکت میں نہ ڈالتے بلکہ جیلہ حوالہ کر کے اپنے آپ کو ایسی مصیبت کے وقت میں شریک ہونے سے بچا لیتے (دوسرے) گھر میں سے نکلنے کے وقت سے مدینے منورہ میں پہنچے تک جو باتیں صدیق اکبر نے کیں اور جس طرح پر پیغمبر خدا کی حفاظت کی اور جس طور پر حق رفاقت کا ادا کیا ان سب باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابو بکر صدیقؓ کو پیغمبر خدا کے ساتھ عشق کا مرتبہ تھا اور پیغمبر صاحب کے بیان کیلئے اپنی جان اور آبرو کا کچھ خیال نہ تھا چونکہ جتنے ادا صاحب پیغمبر خدا کے تھے انہیں سے کوئی اس مرتبے کا نہ تھا کہ جس کو پیغمبر خدا اپنے ہمراہ لیتے اور جس کو اپنا پیار غار بناتے سوائے ابو بکر صدیق کے کہ انہیں کو ایسے وقت میں اپنا رفیق بنایا اس سے ابو بکر صدیق کی افضلیت اور اصحابوں پر ثابت ہوتی ہے (پانچویں) اللہ جل شانہ کو یہ خدمت صدیق اکبر کی ایسی پسند آئی کہ ان کی صدیقیت اور رفاقت کو اور لوگوں کی تمہیں اور ترغیب کے واسطے اس آیت میں بیان کیا تاکہ اس کو سن کر لوگوں کو عنایت آئے اور پیغمبر صاحب کی رفاقت پر مستعد ہو جاویں پس اگر ابو بکر صدیقؓ کی صدیقیت خدا کے نزدیک مقبول نہ ہوتی اور انکی خدمت اور رفاقت اعلیٰ درجے کی نہ ہوتی تو ان کی مثال کیوں دیجاتی اور انکی یاری اور مدد گاری اوروں کے دل بڑھانے کے لئے کس لئے بیان کی جاتی (چھٹے) اللہ جل شانہ نے ثانی اثنین کا لفظ فرمایا کہ بعد پیغمبر خدا کے دوسرا شخص ادا سے مناصب دینی کے واسطے ابو بکرؓ ہے۔ (ساتویں) اللہ جل شانہ نے صاحبہ کا لفظ ابو بکر صدیق کی نسبت فرمایا کہ ان کی صحابیت کو ثابت کیا کہ یہ ترتیب کسی دوسرے کو نصیب نہیں ہوا اس لئے ابو بکر صدیق کی صحابیت کا انکار و حقیقت نص قرآنی کا انکار ہے (آٹھویں) اس آیت میں الفاظ لا تحزن ان اللہ معنا سے ثابت ہوتا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر صدیق کو تسلی دی اور خدا کی حفاظت اور نصرت میں ان کو اپنا ساتھی فرمایا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ جس طرح پر حافظ اور ناصر اپنے پیغمبر کا تھا اسی طرح پر اپنے پیغمبر یا غار کا حامی اور مددگار تھا اور جب کہ اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ اللہ جل شانہ نے فرمایا کہ ان اللہ مع الذین اتقوا الذین ہم محسنون کہ خدا انہیں لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے جو متقی اور نیک ہوتے ہیں (نویں) اللہ جل شانہ نے اپنی تسلی ابو بکر صدیق پر نازل نہیں کرتا مگر انہیں لوگوں پر جو کہ ایمان میں پکے اور اسلام میں مضبوط ہوتے ہیں اور جن پر خدا اپنا افضل کرتا ہے اور تسلی نازل کرنے کا

ثبوت فائز لالسکینۃ علیہ سے ہوتا ہے۔ بسوسوں ان آیتوں پر غور کرنے سے بڑی فضیلت صدیق اکبر کی ثابت ہوتی ہے اس لئے کہ یہ آیتیں وہ واسطے ترخیص و تہدید ان لوگوں کے نازل ہوئی ہیں جو کہ جہاد پر جانے سے سستی کرتے تھے اور ان آیتوں میں خدا نے ان سستی کرنے والوں کو سمجھایا اور ڈرایا اور اپنی بے نیازی کو ظاہر کیا چنانچہ اول دنیا کی حقارت کر کے انکو سمجھایا پھر انکو عذاب نازل کرنے سے اور انکے بدلے دوسری قوم کو پیدا کرنے سے ڈرایا آخر کار اپنی بے نیازی اور اپنے رسول کی بے پرواہی کو بیان فرمایا اور پھر اس بے نیازی اور بے پرواہی کے بیان میں صدیق اکبر کی تمثیل دی اور انکی رفاقت اور محبت کا تذکرہ کیا پس اسی سے ابوبکر صدیق کی صدیقیت اور ان کی صاحبیت کے مرتبہ کو قیاس کرنا چاہئے کہ اللہ اور اللہ کے رسول کے نزدیک انکی نصرت و یاری کی کیسی کچھ وقعت تھی کہ منجملہ اور امور ترخیص و تہدید کے ان کی نصرت اور رفاقت کو بھی بیان کیا غرض کہ فضائل ابوبکر صدیق کے جو ان آیتوں سے ثابت ہوتے ہیں اور چونکہ شہادت ان کے ایسے پوچ اور ٹیک ہیں کہ ان کی تردید کرنا ایسا ہے جیسا کہ روز روشن میں آفتاب کے طلوع سے انکار کرنے والے کے مقابلے میں دلائل اور براہین بیان کرنا لیکن مجبوری موافق قول خاتم المحدثین کے (چون بناء کلام بر اصول گروہی نہادہ است تاچار زمام اختیار بدست آہادادہ ہر جا کہ کشیدہ بر مذمی دود و بہر رنگ کہ رنگمن گفتندی شود) مگر نصف مزاجوں سے امید ہے کہ ان اعتراضوں کو ذرا انصاف سے دیکھیں اور علماء و مجتہدین امامیہ کے تعصب اور عناد پر خیال کریں کہ عداوت نے ان کے دلوں پر کیسا پردہ اور دشمنی نے ان کی عقلوں پر کیسا حجاب ڈال دیا ہے کہ ایسی نص صریح سے انکار کرتے ہیں اور افضل الصحابہ کی فضیلت کے انکار کے لئے کیسی پوچ تاویلیں بیان کرتے ہیں (وہانا انا شرع فی بیان ہفوا ہم)

بیان شیعہ بیان عبد اللہ بن سبک کے اعتراض کا اس آیت پر

ہم اعتراضوں کو اسی ترتیب سے بیان کرتے ہیں جس ترتیب سے ہم نے فضیلتیں بیان کی ہیں تاکہ دیکھنے والوں کو ہر فضیلت کے مقابلے میں اعتراضات اور شہادت شیعہ کے معلوم ہو جائیں۔

لے چونکہ کلام کی بنیاد ایک گروہ کے اصول پر رکھی گئی ہے۔ اسی لئے تمام اختیارات کے ہاتھ ہے کہ بد صراحت میں کھینچیں اور جس رنگ میں چاہیں رنگ دیں۔

پہلا اعتراض پہلی فضیلت پر

جو کہ ہم نے پہلی فضیلت میں بیان کیا ہے کہ اللہ جل شانہ کے حکم سے پیغمبر خدا نے صدیق اکبرؐ کو اپنے ہمراہ لیا اسکو امامیہ اس طرح پر دیکھتے ہیں کہ خدا نے پیغمبر خدا کو ابوبکر کے ہمراہ لینے کی اجازت دی نہ پیغمبر صاحب نے اپنی خوشی سے انکو اپنے ساتھ لیا بلکہ بلا مرضی اور بغیر اجازت حضرت کے ابوبکر ہمراہ ہو گئے چنانچہ اس باب میں جو کچھ شیعوہ علمائے لکھا ہے اس کو ہم بیان کرتے ہیں بڑے مجتہد صاحب یعنی شیعوں کے قبلہ و کعبہ ذوالفقار میں لکھتے ہیں کہ (احتجاج باین آیت موقوف است کہ بہ ثبوت رسید کہ ہجرت ابوبکر باجالت حضرت نبوی واقع شدہ و شیعوہ این را قبول ندارند) اور قاضی نور اللہ شوستری نے مجالس المؤمنین میں اور اپنے اور رسالوں میں بھی یہی لکھا ہے کہ مذکورہ فی منہی فی الکلام کہ وقاضی نور اللہ شوستری در مجالس المؤمنین و بعضے از رسائل دیگر ذکر می کنند کہ ابوبکر از منافقین بود و برخلاف اوراق قدس نبوی در اشارہ الیہ و حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعد از ہجرت پیدا و را ہمراہ گرفت تا کفار را دلالت نہ کند) اور ایک رسالے میں جو منسوب بہ حسینہ ہے ایک بڑے میر صاحب اس طرح پر لکھتے ہیں کہ چون پاره را برفت دید کہ شخصے در برابر آنحضرت می آید حضرت توقف نمودہ چون نزدیک رسید شناخت کہ ابوبکر است فرمود کہ اے ابوبکر نہ من امر خدا بشمار سازم و گفتم کہ از خانہ خود با بروں می آید تو چرا مخالفت امر الہی کردی گفت یا رسول اللہ دل از بہر تو خائف بود و ہر سال بودم نخواستم کہ در خانہ مقرر گیرم پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم متحیر ماند بواسطہ آنکہ حکم الہی نہ بود کہ کسے در ہمراہی خود برد و ساعت حضرت جبرئیل باز رسید و گفت یا رسول اللہ بخدا سوگند کہ گماں نامی گزار می و ہمراہ نہ گیر کفار را گرفت از عقب تو بیاید و تر ابقل رساند پیغمبر صلی اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ ثبوت ہے کہ رسول اللہ کی اجازت سے ابوبکر نے ہجرت کی لیکن شیعوہ اسے قبول نہیں کرتے نور اللہ شوستری نے مجالس المؤمنین اور دیگر رسائل میں لکھا ہے کہ ابوبکر منافقین میں سے تھے۔ رسول اللہ کے احکام کے خلاف راستہ میں گھڑے ہو گئے رسول اللہ نے سخت تہدید کے بعد ان کو اپنے ساتھ لیا تا کہ کاملاً خطر پریش نہ ہو۔ جب حضور اسارا منتظر کیا تو رسول اللہ نے محسوس کیا کہ کوئی آگے برابر آ رہا ہے رسول اللہ ٹھہرے اور جب آنے والا قریب آیا تو آپ نے شناخت فرمایا کہ وہ ابوبکر ہیں جن سے آپ سے فرمایا۔ اے ابوبکر میں نے حکم خدا تم کو نہیں پہنچا دیا تھا اور یہ سب کہا تھا کہ تم اپنے گھر سے باہر نہ آنا تا اتم نے احکام الہی کی مخالفت کیوں کی؟ ابوبکر نے جواباً کہا اے رسول اللہ میں آپ کیلئے منصف اور پریشان تھا میں نے گھر میں ٹھہرنا مناسب نہیں سمجھا یہ سکر رسول اللہ متحیر و ششدر ہوئے اسلئے کہ یہ حکم الہی نہ تھا کہ وہ اپنے ساتھ کسی کے جائیں اس وقت جبریل نے کہا کہ اے رسول اللہ قسم بخدا اگر ابوبکر چھوڑ دین اور ساتھ نہ لے جائیں تو یہ عقب سے کفار کے ساتھ آکر آپ کو قتل کر دیں گے اس لیے رسول اللہ بہ ضرورت انکو اپنے ساتھ لے کر غار میں چلے گئے۔

علیہ وسلم آن وقت بالضرورت اور باخود برد و در غار داخل شد غرض کہ اس اعتراض سے ثابت ہوا کہ ابوبکر صدیق بقصد گرفتار کرانے پیغمبر صاحب کے گھر سے نکلے اور راہ روک کر کھڑے ہو گئے اور باوجودیکہ حضرت نے گھر میں سے نکلنے کو منع کر دیا تھا وہ عدول حکمی کر کے بہ ارادہ ایذا رسانی پیغمبر صاحب کے بند راہ ہوئے آخر کار پیغمبر صاحب مجبور ہوئے اور بصلاح جبرائیل علیہ السلام کے انکو اپنے ساتھ لے لیا اگر ہمراہ نہ لیتے تو ضرور ابوبکر گرفتار کو لے آتے اور پیغمبر کو گرفتار کراتے اگرچہ اہل انصاف غور کر سکتے ہیں تو بہ تو بہ ایسے بدیہی امر میں غور کی کیا حاجت ہے ویسے ہی سمجھ سکتے ہیں کہ یہ اعتراض بالکل پوچ اور وہی ہے اور اس کی رکاکت اسکے الفاظ و معنی سے ظاہر ہے لیکن ہم چند باتیں اس اعتراض کے بطلان پر لکھتے ہیں اور سفاہت اس دعوے کی ابوبکر صدیق بقصد گرفتاری دایا پیغمبر صاحب کے نکلے مجھے ثابت کرتے ہیں۔ (اول سوچنا ہے کہ ابوبکر صدیق اس وقت پیغمبر صاحب کے دوست تھے یا دشمن اگر دوست تھے تو قصد گرفتاری اور نیت ایذا دہی کے کیا معنی اگر دشمن تھے تو جس طرح پر ابوجہل وغیرہ اور دشمن حضرات کے حضرت کے قتل کی نیت سے آپ کے گھر پر گئے تھے اسی طرح پر ابوبکر ان کے ساتھ کیوں نہ گئے ان سے علیحدہ کیوں ہوئے (دوسرے) ابوبکر کو حال ہجرت کا اور وقت دولت سرا سے برآمد ہونیکا اور غار میں تشریف لے جانیکا پیغمبر صاحب نے بتلایا تھا تو حضرت کو ابوبکر کا ہمراہ لے جانا منظور تھا یا نہیں اگر منظور نہ تھا تو راز فاش کرنے سے کیا حاصل تھا اور ایسی پوشیدہ بات کو دشمن پر ظاہر کرنے سے سوائے اندیشہ ضرر کے کیا فائدہ تھا اور اگر ساتھ لے جانا منظور تھا تو پھر اعتراض بھی باطل ہوا۔ (تیسرے) اگر فرض بھی کیا جائے کہ ابوبکر صدیق بنیت قتل پیغمبر خدا کے راہ روک کر کھڑے ہو گئے اور اپنی بد نیتی میں ایسے مضبوط تھے کہ حضرت جبرائیل ان کی نیت سے خوف کر کے فوراً ہی سدرہ سے اترے اور پیغمبر صاحب سے کہنے لگے کہ اگر اس راہی گزار سی و ہمراہ نکیری گرفتار اور عقب تو گرفتہ بیاید و ترقتل رساند) لیکن یہ بات معلوم نہیں ہوتی کہ اس وقت ابوبکر تنہا تھے یا اور کوئی؟ فرجی ان کے ساتھ تھا اور ہتھیار بند تھے یا خالی ہاتھ اگر یہ کہا جاوے کہ اور کافر بھی موجود تھے تو کوئی شیعہ بھی اس کا قائل نہیں اور اگر کوئی اور کافر ہمراہ ابوبکر کے نہ تھا تو تعجب آتا ہے کہ ابوبکر باوجود جاننے شجاعت اور قوت پیغمبر صاحب کے تنہا حضرت کی گرفتاری اور قتل کو بغیر ہتھیار کے چل دیئے اور دو چار رفیقوں کو بھی اپنے ہمراہ نہ لیا اور اگر یہ کہا جاوے کہ وہ فقط خبر لینے کے لئے کھڑے ہو گئے تھے چنانچہ جبرائیل علیہ السلام

کے اس ارشاد سے کہ کفار اعقب تو گرفت بیا بید ثابت ہوتا ہے تو یہ امر معلوم نہیں ہوتا کہ کفار اس جگہ سے جہاں حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوبکر کو لے ایسے نزدیک تھے کہ آواز پہنچ سکتی تھی یا اتنے دور تھے کہ ان کے بلانے کیے جانا پڑتا مگر نزدیک تھے تو تعجب ہے کہ ابوبکر نے ان کو آواز دے کر کیوں نہ بلالیا اور چپ چاپ کیوں کھڑے رہے اور اگر دور تھے تو معلوم نہیں کہ کیوں پیغمبر خدا کو دیکھتے ہی ابو جہل وغیرہ سے خبر کرنے کو نہ دوڑے کس امر کے انتظار میں کھڑے رہے اور تعجب تو اس امر پر ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے یہ صلاح تو پیغمبر صاحب کو دی کہ اس دشمن کو اپنے ساتھ لے لو اور یہ مشورہ نہ دیا کہ ذرا ٹھہر جب یہ تمہارے دشمن کو خبر کرنے اور بلانے کو جاوے تب چل دینا اور یہ بات وہ لوٹے تب تک جائے مقصود پر پہنچ جانا خدا جانے جبرئیل کو معاذ اللہ کیا ہو گیا تھا کہ ایسے اضطراب کے وقت میں پیغمبر صاحب کو ایسے دشمن کے ہمراہ لینے کی صلاح تو دی اور جو حکمت اس سے بچنے کی تھی وہ نہ بتلائی (چوتھے) تعجب ہے کہ ابوبکر کو پیغمبر صاحب کا گرفتار کرانا ہی منظور تھا تو وہ پیغمبر صاحب کے ساتھ کیوں چل دیئے اور کیوں غار میں جا کر حضرت کے ساتھ چپ چاپ بیٹھ رہے اور کس لئے کوئی تدبیر گرفتار کرنے کی نہ کی اہل انصاف غور کریں کہ جس طرح پر ابو جہل یا اور کوئی کافر قریشی حضرت کو دیکھ لیتا تو وہ کیا کرتا اور حضرت اس سے کیا کرتے اگر کسی کے ذہن میں یہ بات آوے کہ وہ حضرت کو چھوڑ دیتا یا حضرت اس کو اپنے ہمراہ لیتے تو ہم ابوبکر کی نسبت بھی شیعوں کے خیال کو درست کر سکتے یہ ہم نہایت تعجب کرتے ہیں کہ شیعوں کی عقل پر کیسا پردہ پڑ گیا ہے کہ اتنا نہیں سمجھتے کہ ہجرت کا وقت وہ تھا کہ تمام کفار کے پیغمبر صاحب کے قتل کے درپے تھے اور دروہن پر جمع کر کے اپنے ارادے کے پورا ہونے کے لئے پہنچ گئے تھے اور کسی کو خبر تک نہ تھی کہ پیغمبر صاحب اس گھر سے نکل گئے ہیں بلکہ سب جانتے تھے کہ اپنی جگہ پر آرام کر رہے ہیں اس وقت میں جو رفیق حضرت کا ہوا اس کی نسبت دشمنی کا گمان کرتے ہیں اگر وہ رفیق حکم اور برضی پیغمبر کی رفاقت کیلئے آمادہ نہ ہوتا تو وہ اس گروہ میں شامل ہوتا جو وہ دولت پر واسطے قتل کے گیا تھا یا بلا اطلاع بلا خبر راہ روک کر کھڑا ہو جاتا جو کچھ اب تک ہم نے لکھا یہ بہ تسلیم روایات شیعوں کے لکھا اور اس سے بھی صدیق اکبر کی صدیقیت کو ثابت کیا لیکن اب ہم اپنے دعوے کو عقلی دلائل سے قطع نظر کر کے نقلی دلائل سے ثابت کرتے ہیں اور خود حضرات امامیہ کی معتبر کتابوں سے ان کے اعتراض کو رد کرتے ہیں اور بوجہ

آہی اور برضی رسالت پناہی ابو بکر صدیقؓ کا ساتھ ہونا ثابت کرتے ہیں مفسر کاشانی جو علمائے
اعلام شیعہ سے ہیں تفسیر خلاصۃ المنہج میں تحریر فرماتے ہیں کہ امام ابو یوسفؒ نے خود
خدا بندہ خود از خانہ ابو بکر بر فاقہ اور در ہماں شب بیرون آمدہ بایں غار متوجہ شدہ پس حضرات
امامیہ اس مفسر کی تفسیر کے لفظوں کو کہ (خود از: نہ ابو بکر بر فاقہ اور در ہماں شب بیرون
آمدہ) ملا نور اللہ شوستری کے اس مضمون سے کہ (ابو بکر از منافقین بود و بر خلاف امر مقدس
نبوی در اثنائے رام ایستاد و حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بعد از ہر شہید اور ہمراہ گرفتہ
ملا دیں اور خود ہی تصفیہ کریں کہ ان میں کون سچا ہے اگر ایک روایت پر حضرت امامیہ کی خاطر
جمع نہ ہو اور اس کو قبول نہ کریں تو دوسری روایت سنیں اور کسی عالم اور مجتہد کی بھی نہ سنیں
بلکہ خاص امام کی وہ ہذہ تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام میں سورہ بقرہ میں لکھا ہے کہ جو جہل
علیہ السلام نے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے آکر کہا کہ اللہ جل شانہ آپ کو سلام کہتا ہے اور یہ
فرماتا ہے کہ قریش خصوصاً ابو جہل نے آپ کے قتل کی تدبیر مصمم کی ہے اس لئے آپ کو
چاہئے کہ علی کو اپنی جگہ پر چھوڑیے کہ وہ مثل اسماعیل کے جاشار کرے گا اور ابو بکر کو اپنا رفیق
کیجئے کہ اگر وہ موافقت کرے اور اپنے عہد پر قائم رہے تو جنت میں بلکہ اعلیٰ علیین میں آپ

سے امیر المؤمنین کو اپنے بستر پر لٹا کر خود ابو بکر کے ہمراہ اسی شب غار کی جانب روانہ ہوئے۔ سہ ترجمہ۔ خود اپنے گھر سے
نکل کے ابو بکر کے ساتھ اسی شب روانہ ہوئے۔ سہ ابو بکر منافق تھے جو رسول اللہ کے حکم کے خلاف دوران سفر میں کھڑے
ہو گئے اور رسول اللہ نے سخت تہدید کے بعد ان کو ہرا لیا۔ سہ اگر ہم اصل عبارت اس تفسیر کی نہ لکھیں تو کبھی کسی کو یقین
نہ ہووے کہ امام حسن عسکری علیہ السلام کی تفسیر میں جو موافق روایات شیعہ کے ہے ایسی روایت لکھی ہوگی اس لئے بجنسہ اس
کی عبارت کو مستی الکلام سے نقل کرتے ہیں ان اللہ تعالیٰ اوحی الیریا محمد ان العلی الاعلیٰ یقراء علیک السلام یقول
لک علیا جہل واللا من قرش قد و ہر و علیک تکلم الی ان قال و امرک ان تستصب بالکفر فاند ان انک و ساعدک و وازرک
و تبین علی تعادک و تعافک کان فی البیت من رفقائک و فی عرفاتہا من رفقائک الی ان قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
ابی بکر رضیت ان تکون معی یا ابابکر تطلب کما اطلب و تعریف بانک انت الذی تکلم علی ما اوحیہ فتحمل علی انواع العذاب قال
ابو بکر یا رسول اللہ انا انا و حشت عمر الدنیا و عذب جمیعاً اللہ عذاب لائیز علی موت مریح و لا فرح و کان ذلک علی جہک الی ان
اشتمم فیہا و انا مالک لم یجمع مما لیک ملکہا فی فخالک و ہل انا و مالی و ولدی الافداری فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لا یجوز
ان اطلع اللہ علی قلبک و وجد ما فیہ موافقا لما جری علی لسانک جعلک منی بمنزلة الشیح و البصر و اللباس من الجود و بمنزلة الروح
من البدن کلے الذی ہو منی کذلک و علی فوق ذلک لریاۃ فضا لہ و شرف عصالہ یا ابابکر ان من عابد اللہ ثم لم ینکث ولم
یغیر بیدہ لم یسجد من ذاب اللہ بالتفصیل و ہو معانی الرفیق الی علی ۱۲۔

کار فریق ہو گا تب پیغمبر خدا نے حضرت علی سے یہ حال کہا حضرت علی اپنے مارے جہاں نے یہ راضی ہوئے بعدہ حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ابو بکر کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اے ابو بکر تو راضی ہے کہ اس سفر میں میرے ہمراہ ہو اور کفار قریش جس طرح پر مجھے قتل کے لئے تلاش کریں اسی طرح تیرے قتل کے لئے درپے ہوں اور یہ بھی مشہور ہووے کہ تو نے مجھے اس کام پر آمادہ کیا اور میری رفاقت کے سبب سے تجھ پر طرح طرح کے عذاب پہنچیں ابو بکر نے عرض کی کہ یا رسول اللہ میں تو وہ شخص ہوں کہ اگر تیری محبت میں سخت ترین بلاؤں میں گرفتار ہوں اور قیامت تک ان میں پڑا رہوں تو بھی میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ تجھ کو چھوڑ کر دنیا کی سلطنت قبول کروں میری جان میرا مال میرے اہل و عیال لڑکے باپ سب آپ پر قربان ہیں آپ کو چھوڑ کر کہاں رہوں گا۔ شعر۔

کف پاہر زینے کر رسد تو نازنین را بلب خیال بوم ہمہ عمر آں زمین را

یہ سن کر پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تیری زبان موافق تیرے دل کے ہے تو بالیقین خدائے تعالیٰ تجھ کو بمنزلہ میرے سمع و بصر کے کرے گا اور تجھ کو میرے ساتھ وہ نسبت ہوگی جو کہ سر کو جسم سے اور روح کو بدن سے ہے۔ انہی اس روایت کو دیکھ کر ہم نہیں جانتے کہ پھر کونکر شیعوں کی زبان سے یہ بات نکلے گی کہ بلا اجازت پیغمبر خدا کے ابو بکر صدیقؓ گراہ روک کر کھڑے ہو گئے تھے اس لئے کہ خود امام حسن عسکری علیہ السلام تصدیق کرتے ہیں کہ پیغمبر خدا نے بحکم وحی الہی ابو بکر کو اپنے ساتھ لیا تھا اور جو کچھ ابو بکر نے پیغمبر خدا سے کہا اور جو کچھ حضرت نے ان کی نسبت فرمایا اس پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ابو بکر صدیقؓ پیغمبر خدا کو بھی ان پر کیسی شفقت تھی کہ ان کو اپنی سمع و بصر اور جان اور دل سے تشبیہ دیتے تھے جاننا چاہیے کہ اس حدیث کو جب تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام سے نکال کر مولوی حیدر علی صاحب نے جواب میں سبحان علی خاں کے لکھا تھا تو خاں صاحب کے ہوش و حواس جاتے رہے اور مضطر ہو گئے اور حقیقت میں ہوش و حواس جانیکا مقام تھا اس لئے کہ جب امام کے قول سے حضرت ابو بکر صدیقؓ کا بوحی الہی حضرت کے ساتھ ہجرت کرنا اور پیغمبر خدا کا ابو بکر صدیقؓ کو سمع و بصر سے تشبیہ دینا ثابت ہوا تو پھر سلطان عثمان امامیہ میں کون سا شبہ باقی رہا اور فحشی سبحان علی خاں صاحب نے اس روایت کو دیکھ کر جو خط مولوی نور الدین صاحب شہید ثالث کے نور العین کے نام لکھا ہے اور رسالہ المکاتبت نے روایت الثعالیب والغرابیب مطبوعہ

۳۶۸ سہجری کے صفحہ ۱۸۹-۱۹۰ میں بلفظہ نقل ہے قابل ملاحظہ کے ہے ہم بھی شایقین کے دیکھنے کے لئے اس عبارت کو بلفظہ نقل کرتے ہیں (دو ٹہونڈہ) لکن اشکال ہمیں یاسست کہ ناصب احادیث طریقیہ امامیہ را التقاط کرده بالفعل پنج جزو بلفظہ از کتاب ابرام بصارت العین باچہ نام دارد فرستادہ دوران حدیثیہ مبسوط از تفسیر منسوب بہ حضرت امام عسکری علیہ السلام بقصہ ہجرت و مدح ابوبکر نقل کردہ پس اگر تالیفش و تالیف بندہ بدست کسی از متذہبین ہند ہی غیر اسلام اقتویا مستند و واسفاه یعنی معاذ اللہ بتعارض و تساوقاً کند مدبر عالم جلالت قدرہ زماں ظہور صاحب الامر و الزماں زود برساند تا این اختلاف از میان بر خیزد و مضر ضکہ نشی صاحب ہزارہ صاحب سترتہ اور وادیلہ مچاویں اور بہ چند امام صاحب الامر کے ظہور کی دعا کریں مگر امام حسن عسکری علیہ السلام کی تکذیب نہیں کر سکتے اور جو فضائل ابوبکر صدیق کے امام کے قول سے ثابت ہوئے اس کو باطل نہیں کر سکتے۔ اسے بجائیو ذرا سوچو کہ جب امام صاحب یہ فرماویں کہ بوحی الہی ابوبکر کو پیغمبر خدا نے اپنے ہمراہ لیا اور پھر ملا نور اللہ شوستری وغیرہ معاندین یہ کہیں کہ ابوبکر راہ روک کر کھڑے ہو گئے تو اب ہم امام کے قول کی تصدیق کریں یا ملا نور اللہ شوستری کی بات سنیں حقیقت تو یہ ہے کہ ملا نور اللہ شوستری نے ظاہر میں تو دعویٰ محبت اٹھیہ کا کیا لیکن باطن میں ان کو جھوٹا بنایا اور تشیع کے پروے میں ایمان اور اسلام کو داغ لگایا۔

دامن فشائ گزشتہ دارا بہانہ سناخت
خاکم بیادو ادو صبارا بہانہ سناخت

اس تفسیر کی روایت سے بھی اگر سیری نہ ہووے اور فارسی اردو پڑھنے والے کو اس تفسیر کا ملنا دشوار ہو تو ایسی کتاب کی روایت سنیں جو ہر جگہ مل سکتی ہے اور جس کا مؤلف عالیٰ شیعہ مشہور ہے اسی کو دیکھ کر ذرا غیرت سے پکڑیں اور تعجب کریں کہ پیغمبر کے غاریار کی صدیقیت باوجود ایسے تعصب و عناد کے انہیں کے مجتہدین و علما کے اقرار سے ثابت ہوتی ہے اور ان کے بعض کی بیماری کی دوا انہیں کے نسخوں سے نکل آتی ہے اس پر بھی اگر دوا نہ کریں اور ہلاک ہونا چاہیں تو اختیار ہے اب اس روایت کو سننا چاہیے جو حملہ حیدریہ میں مذکور ہے۔

لہ مگر مشکل یہ ہے کہ ناصبیوں نے طریقیہ امامیہ کی احادیث بغیر آگاہی اٹھا کر ان میں سے پانچ جزو کی ایک کتاب مؤومہ ابرام بصارت العین مرتب کر کے ہمیں روانہ کی ہے جنہیں مبسوط احادیث میں جو حضرت امام حسن عسکری سے منسوب کی ہیں کہ انہیں ہجرت ابوبکر کی تعریف ہے اگر انکی یا بندہ کی کوئی کتاب کہ غیر مسلم کے ہاتھ پڑ جائے تو حیرت و افسوس ہے یعنی احکام باہم متعارضہ ہو کر ساقط ہو جائیں گے اللہ تعالیٰ امام ظاہر کو جلد ہو دیکر سے تاکہ یہ باہمی اختلاف رفع ہو جائے ۱۱

نظم

چو سالم بحفظِ جہاں آفرین
بسوی سرای ابو بکر
کہ سابق رسوخش خبر داده بود
بگوشش ندای سفور کشید
زخانہ برون رفت و ہمراہ شد
نبی کند نعلین از پامی خویش
پسے خود ز دشمن نہفتن گرفت
قدم فلک ساسی مجروح گشت
ولی زین حدیث ست جای شکفت
کہ بار نبوت تو آمد کشید
چو گردید پیدا نشان سحر
و چشم کسان دور کیسوز راه
کہ خواندی یوب غار ثورش لقب
ولی پیش بہاد بو بکر پائے
قبار ابد رید و آں را بچید
یکی رخنہ نگرفتہ ماند از قضا
کف پای خود را نمود استوار
کہ دور از غرومی نماید بے
چساں دید سورا خہارا تمام
یکی کا مد افزون برو پافشرود
بد نیساں چو پرواخت از رفت ورد
نشستند یکجا بہم ہر دو یار

چنین گفت راوی کہ سالار دین
ز نزدیک آن قوم پر مکر رفت
پسے ہجرت اونیز آمادہ بود!
نبی آمد در خانہ اش چوں رسید
چو بو بکر زان حال آگاہ شد
گر فتن پس راہ میثرب بہ پیش
بسرنجہ آل راہ رفتن گرفت
چو رفتند چندی ز دامان دشت
ابو بکر انگ بدوشش گرفت
کہ در کس چنان قوت آید پدید
رفتند چندی ز دامان دشت
بجستند جائیکہ باشد پناہ
دیدند غار و ران تیرہ شب
گرفتند در جوف آن غار جائے
پہر جا کہ سوراخ یار خنہ دید
بد نیکیوز تا شد تمام آن قبا
بران رخنہ گویند آن یار غار
نیامد جز او این شگرف از کسی
بغار اندون در شب تیرہ قام
وران تیرہ شب یک بیک چوں شرو
نیامد چنین کاری از غیر او
درآمد رسول خدا ہم بغار

اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم خود حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہما کے ساتھ غار ثور میں پناہ لیا۔

لے علیہ جیری مہد اول مطبوعہ مطبع سلطان شاہ صفحہ ۲۴۹ از سطر ۱۶ تا سطر ۲ صفحہ ۲۸ ۱۲

کے گھر گئے اور ان کو ہمراہ لیا اور جو کچھ ابو بکر صدیق نے خدمت میں کہیں یعنی پیغمبر خدا کو دوش پر چڑھانا اور غار میں اقل جانا اور اس کو صاف کرنا اور قبا کو چاک کر کے سوراخوں کو بند کرنا اور باقی ماندہ سوراخ کو اپنے کف پا سے مسدود کرنا وہ عشق و محبت پر دلالت کرتی ہیں نہ کہ نفاق و عداوت پر اگر یہ خدمتیں جو حضرت ابو بکر صدیق نے شب ہجرت میں کہیں نفاق کی نشانیوں میں تو معلوم نہیں کہ محبت اور عشق کی علامتیں کیا ہیں۔ بات بھی لائق لکھنے کے ہے کہ جو بعض شیعوں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ پیغمبر خدا نے سب صحابہ کو منع کیا تھا کہ اپنے گھروں سے نہ نکلنا اور ابو بکر نے خلاف حکم پیغمبر کے کیا وہ بالکل غلط ہے اس لئے کہ خود بخود نہیں ان کے اقرار کرتے ہیں کہ پیغمبر خدا نے سب اصحاب کو اول سے روانہ کر دیا تھا اور صرف دو شخصوں کو رکھ لیا تھا، یعنی حضرت علیؓ کو کہ ان کو اپنی جگہ پر سولایا اور ابو بکر صدیق کو کہ ان کو اپنے ساتھ لیا پس کونسا اصحاب میں سے باقی رہ گیا تھا جس کو پیغمبر خدا نے شب ہجرت میں باہر نکلنے سے منع کیا ہو اور جن کی نسبت یہ ارشاد کیا ہو نہ من امر خدا بہ شمار سازندم کہ از خانہ خود با بروں می آید تو چرا مخالفت امر الہی کردی) اور یہ امر کہ سب اصحاب پہلے سے ہجرت کر گئے تھے اور صرف حضرت علیؓ اور ابو بکر صدیق رہ گئے تھے باقرار مورخین شیعوں ثابت ہے چنانچہ حملہ حیدری میں لکھا ہے۔

حبیب خدا چوں بدید آں ستم ، چنیں داد فرمان ز لطف و کرم
کہ اصحاب ہجرت بہ پیش کفند نہاں یکیک از چشم اعدا روند
نہادند یاراں بفرمان قدم ، بر نقد نہاں بد نہال ہم
بذنیگونہ رفتند یاراں تمام ، علیؓ ماند بو بکر و خیر الانام
غرضیکہ کہ باقرار علمائے شیعہ ثابت ہوا کہ پیغمبر خدا نے باجارت اور بحکم آہی ابو بکر کو ہمراہ لیا اور ابو بکر نے حق رفاقت اچھی طرح پرادا کیا۔

دوسرا اعتراض دوسری فضیلت پر

دوسری فضیلت میں ہم نے بیان کیا ہے کہ اگر ابو بکر صدیق پیغمبر خدا پر عاشق نہ ہوتے اور اپنی جان و مال کو حضرت پر نثار کرنے کو راضی نہ ہوتے تو ایسی مصیبت کے سفر میں کبھی

۱۲۶۶ ہجری صفحہ ۲۳ بطنہ ۲۲ - منہ ۱۲

نہریک نہ ہوتے اس پر علماء شیعہ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ ابو بکر کی نیت ہجرت میں اچھی نہ تھی چنانچہ مجتہد صاحب ذوالفقار میں لکھتے ہیں کہ درہم چنانچہ بہ اتفاق فریقین شرط ترتیب ثواب ہجرت صحت نیت است الی قولہ پس ما دیکھ مارا علم بہ صحت نیت ابی بکر بہ ثبوت نہر سند و دخول ادور مدلول این آیت متیقن نہی شود و تا متیقن نہ شود احتجاج باین آیت بر علوم مرتبت ادنیٰ توابع شد اور قاضی صاحب احقاق الحق میں فرماتے ہیں (و قد ظہر من جزعہ و یگانہ ما یکون من مثلہ فساد الحال فی الاختفاء الی قولہ فافضلیتہ فی الغار یفتخر بہا لابی بکر لولا الکابرة واللداو) یعنی ابو بکر صدیق کی جزع اور بکا سے ثابت ہوا کہ انکا حال اچھا نہ تھا اور نیت ان کی درست نہ تھی اس اعتراض کا جواب خود امام حسن عسکری علیہ السلام کی تفسیر سے اور پندرہ کور ہو چکا کہ جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ (ارضیت ان تکون معی یا ابابکر تطلب کما اطلب الی قولہ قال ابو بکر یا رسول اللہ اما انالو عشت عمر الدنیا غدا بجمیعا اشد عذاب الخ) اسے ابو بکر تو میرے ساتھ چلنے سے اس شرط پر راضی ہے کہ تلک عذاب اور تکلیف میں گرفتار ہووے تو انہوں نے ہی جواب دیا کہ آپ کی رفاقت میں اگر قیامت تک مجھے عذاب ہووے تو منظور ہے لیکن دامن چھوڑنا منظور نہیں ہے۔ پس اس جواب سے کیا ثابت ہوتا ہے نیک نیت ہونا ابو بکر کا یا بد نیت ہونا اور چونکہ نیت کا حال افعال اور اعمال سے ظاہر ہوتا ہے اور حرکات جوارح سے دل کی کیفیت معلوم ہوتی ہے پس جو کام ابو بکر صدیق نے شب ہجرت کو کئے وہ انکی نیک نیتی پر شاہد ہیں یا ان کی بد نیتی پر۔

تیسرا اعتراض تیسری فضیلت پر

تیسری فضیلت میں ہم نے بیان کیا ہے کہ گھر سے نکلنے کے وقت سے دینے میں پہنچے تک جو باتیں صدیق اکبر نے کیں وہ ان کے عشق اور محبت پر شاہد رسول خدا کے دلالت کرتی ہیں عزرات شیعہ اس سے انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ابو بکر صدیق کی حرکتیں ان کی نفاق اور عداوت پر دلالت کرتی ہیں اس لئے ہم ان کی ان خدمتوں کو جو شب ہجرت میں انہوں نے کیں بیان کرتے ہیں تاکہ معلوم ہو جاوے کہ جو کام ابو بکر صدیق نے کئے وہ سوائے عاشق صادق کے

۱۔ ذوالفقار مطبوعہ لدھیانہ ۱۳۸۱ھ مجری صفحہ ۵۷۔ سطر ۳ منہ ۱۲۔ ۵۷ اس طرح فریقین کا اتفاق ہے کہ بشرط ترتیب ثواب ہجرت کے لئے صحت نیت لازمی ہے تا ختم کلام پس جب تک ابو بکر کی صحت نیت کا میں جلیں علم یا ثبوت نہ ہو جائے اس وقت تک وہ اس آیت کے تحت یقیناً نہیں آتے اور ان کی فضیلت کا یقین نہیں ہوتا۔

کسی دوسرے سے ہونے نہیں سکتے (اول) جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابو بکر صدیق چلتے تب راہ میں ادھر ادھر نظر کرتے جاتے تھے حضرت نے پوچھا اے ابو بکر یہ کیا تیرا حال ہے تب ابو بکر صدیق نے عرض کی کہ یا رسول اللہ میرا مطلب صرف آپ کی حفاظت ہے چنانچہ صاحب مشہی الکلام ریاض النضرۃ سے اس کا خلاصہ ان لفظوں سے لکھتے ہیں کہ (چوں صدیق ہمراہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بارشاد شریف متوجہ غار شد گاہی پیش میرفت و گاہی در عقب و زمانے بجانب راست توجہ می کرد و ساعتی بطرف چپ قطع راہ می نمود حضرت پرسید گفت کہ اے ابو بکر گاہی تیرا چہن ندیدہ بودم چہ افتاد کہ در رفتن راہ اختلاف می کنی عرض کرد کہ مقصود من نگاہ بانی حضرت از شر دشمنان است مبا واکلازیں جہات در رسند حضرت را از راہ تا غار بردوش برد (دوسری) جب پیغمبر خدا کے پائے مبارک کے کسل پر ابو بکر صدیق کو اطلاع ہوئی تو بغیر اسکے کہ حضرت نے کچھ کہا ہوا ابو بکر صدیق نے حضرت کو اپنے دوش پر چڑھایا اور غارتک پہنچایا پس زہے نصیب ابو بکر صدیق کے کہ جن کے دوش پر شاہ نبوت نے قدم رکھا چنانچہ اس امر کو ہم ادھر حملہ حیدری سے ثابت کر آئے ہیں (تیسری) جب غار کے کنارے پر پہنچے تب اول ابو بکر صدیق غار میں گئے اور اس کو صاف کیا اور سوراخوں کو بند کیا تب پیغمبر خدا کو بلایا اور اپنے نالوں پر سولایا اس کو بھی ادھر ثابت کر آئے ہیں اور قاضی نور اللہ شوستری بھی ابو بکر صدیق کے اول غار میں جانے کو تصدیق کرتے ہیں (چوتھی) ابو بکر صدیق کے اس پانوں میں جو بند کرنے کے لئے سوراخ پر رکھا تھا سانپ نے کاٹا اور حضرت نے ان کو تسلی دی۔

(پانچویں) جب تک غار میں رہے تب تک ابو بکر صدیق کے گھر سے ان کا لڑکا کھانا پہنچاتا رہا اور پیغمبر صاحب کو کھلاتا رہا۔ (چھٹی) دو اونٹنیاں پیغمبر خدا نے ابو بکر صدیق کے بیٹے سے منگائیں اور اس نے حاضر کر دیں ایک پر آپ سوار ہوئے اور اپنے ساتھ ابو بکر کو سوار کیا اور دوسرے پر

۱۔ جب رسول کریم کے ارشاد کے موافق ابو بکر صدیق غار کی جانب متوجہ ہوئے تو کبھی آگے چلتے اور کبھی پیچھے

تھوڑی دیر داخل جانب چلتے اور پھر راستہ کاٹ کر بائیں ہو جاتے حضرت نے پوچھا اے ابو بکر میں نے تمہاری یہ

یہ حالت کبھی نہیں دیکھی تمہیں کیا ہو گیا ہے جو متفرق راہ چل رہے ہو؟ انہوں نے جواب دیا دشمنوں کے شر سے آپ کی

نگہبانی میرا مقصود ہے خدا نخواستہ ایسا نہ ہو کہ ادھر ادھر سے نکل آئیں اس کے بعد وہ رسول اللہ کو یہاں سے غار

تک اپنے کندھوں پر اٹھا کر لے گئے ۱۲۔ کا قال ان تروا تعالیٰ ثانی ثلثین بیان حال رسول صلی اللہ علیہ وسلم باعتبار

دخولہ فی الغار ثانیاً ودخول ابو بکر اولاً کا نقل فی البیروت ۱۲۔ اخلاق الحق۔

نہ جو کہ شبان بیت الحرم تھا اور شتران سوار ہوا چنانچہ ان سب باتوں کو جس طرح پر صاحب حملہ حیدریہ نے بیان کیا ہے اس کو ہم لکھتے ہیں۔

ثبوت میں امر چہارم کے

چو شد کار پر داختہ آن چناں
رسیدند کفار با پیے بران
در اندم کف پای آن یار غار
کہ بر روی سوراخ بود استوار
رسیدش ز دندان مارے گزند
وزاں درد افغان او شد بلند
پیمبر باد گفت آہستہ باش
رسیدند اعدا مکن از فاش
مخور غم مگردان صدرا بلند
کہ از زخم افغے نیا بے گزند

ثبوت میں امر پنجم کے

بغار اندرون تاسہ روز و شب
بسر برد آن شہ بفسرمان رب
شدی پور بو بکر بہنگام شام
بہ برومی در آن غار آب و طعام
نمودی از حال اصحاب شہ
حبیب خدای جہاں را خیر

ثبوت میں امر ششم کے

نبی گفت پس پور بو بکر را
کہ ائی چوں پدر اہل صدق و صفا
دو جہازہ باید کنون راہ دار
کہ مارا رساند بہ میثرب و یار
برفت از برش پور بو بکر زود
بہ بنیال کاری کہ فرمودہ بود
ہم از اہل دین بدیگی جملہ دار
برو کرد را بنے آشکار
بگفتش فلاں روز وقت سحر
دو جہازہ بہر پیمبر بہر
ازو جملہ دار این سخن چوں شنود
دو جہازہ در دم حبیب نمود

۱۔ حضرت شیعہ کو اس مصرع پر غور کرنا چاہیے کہ پیغمبر خدا نے ابو بکر صدیق کی صداقت اور صفائی کو کس صفائی سے بیان فرمایا ہے ۲۔ منہ لے چوتھی اور پانچویں اور چھٹی فضیلت کے اعتراضوں کو ہم اور فضیلتوں کے اعتراضات کے ضمن میں بیان کریں گے ۳۔ منہ لے حملہ حیدری حیدرآدل صفحہ ۴۸ ۵۔

تہی شد از ان قوم آن کوہ و دشت رسول خدا عازم راہ گشت
 بصبح چہارم بر آمد ز عمار دو جازہ آوردہ بڈہ جملہ وار
 بہرہ او گشت عامر سوار

پس نہایت تعجب کی بات ہے کہ باوجودیکہ مورخین شیعوں کے ان خدمتوں باقرار کرتے ہیں اور پھر بھی ابو بکر صدیق کی صدیقیت کا انکار نہیں کرتے یہ

ساتواں اعتراض ساتویں فضیلت پر

ہم نے اوپر بیان کیا ہے کہ صاحبہ کی لفظ سے صاحبیت ابو بکر صدیق کی ثابت ہوتی ہے اور یہ رتبہ کسی دوسرے کو نصیب نہیں ہوا خدا نے کسی کی صاحبیت کو تخصیص کر کے بیان فرمایا ہو اس پر علمائے شیعہ چند طرح سے اعتراض کرتے ہیں (اول) اس طرح پر کہ لفظ صاحب سے مراد ہمراہ کی ہے اس سے کوئی فضیلت ثابت نہیں ہوتی بلکہ اللہ جل شانہ نے اپنے کلام میں کافر کو مومن کا صاحب بیان کیا ہے چنانچہ فرماتا ہے فقال لصاحبہ وہو یجاورہ اکفرت بالذی خلقک من تراب اور دوسری جگہ فرماتا ہے کہ حضرت یوسف نے اپنے رفیقوں سے جو قید میں تھے اور کافر تھے فرمایا یا صاحبی السجن پس اس صاحب کے لفظ سے فضیلت بیک طرف اسلام کا ثبوت بھی نہیں ہو سکتا اور صاحبیت اصطلاحی کے لئے ایمان کا ہونا ضرور ہے کہ وہ ابو بکر صدیق کو حاصل ہی نہ تھا پس وہ فضیلت جو اس لفظ سے ظاہر ہوتی ہے نسبت ان کے ثابت نہیں ہو سکتی چنانچہ آیت اول کا جواب یہ ہے کہ بے شک آیت فقال لصاحبہ وہو یجاورہ میں اللہ جل شانہ نے کافر کو صاحب مومن کا فرمایا مگر اسی وقت اس کی اہانت بھی بیان کر دی اور اس کا کفر ظاہر کر دیا اور کہہ دیا کہ اکفرت بالذی خلقک من تراب اور یہاں جو صدیق اکبر کو صاحب بیان کیا تو اس کے ساتھ ہی یہ کلمہ جو محبت اور تسلی پر دلالت کرتا بیان کر دیا کہ پیغمبر کی طرف سے فرمایا کہ لا تحزن ان اللہ معنا کہ نہ تمہیں ہو خدا ہمارے ساتھ ہے پس دونوں میں کیا مناسبت ہے اور دوسری آیت کا یہ جواب ہے کہ صاحبی السجن میں صاحب کا لفظ مضاف سجن کی طرف ہے نہ حضرت یوسف کی طرف اور اس آیت میں لفظ صاحب کا مضاف نہیں کی طرف رہا ایمان لانا ابو بکر صدیق کا وہ بروایت معتبرہ امامیہ کے ثابت ہے چنانچہ مجالس المؤمنین میں قاضی نور اللہ شوستری نے لکھا ہے کہ دخالد بن سعید از سالتین ابی بن

سایتیہ سوز علیہ السلام

بودہ اسلام اور مقدم بر اسلام ابو بکر بودہ بلکہ ابو بکر بہ برکت خوابی کہ او دیدہ مسلمان شدہ بود
 بالجملہ سبب اسلام خالد ان بود کہ در خواب دیدہ کہ بر کنار آتشی افر و نختہ ایستادہ است و پیر
 ادنی خواهد کہ اور اور آتش انداز کہ ناگاہ رسالت پناہ گریبان او گرفتہ بجانب خود کشید و با او
 گفت کہ بجانب من بیات آتش نیفتہ خالد ازین خواب ہولناک بیدار شد قسم یاد کرد کہ این خواب
 من صحیح است و آنگاہ وجہ خدمت حضرت رسالت کرد و دید در راہ ابو بکر با او ملاقات نمود و از
 حال او پرسید خالد صورت واقعہ را یاد بیان نمود ابو بکر نیز با او موافقت کرد و خدمت آنحضرت
 صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم آمدند بشرف اسلام فاترہ گردیدند اس روایت کے دیکھنے والے انصاف
 کر سکتے ہیں کہ جو شخص اسلام کی سچائی پر بالہام غیبی یقین لایا ہوا اور جس کو خدا نے رویا صادقہ
 کے ذریعہ سے ایمان پر راضی کیا ہو اس کی نسبت کس کی زبان سے نکل سکتا ہے کہ وہ ایمان
 سے بہرہ تھا برائے خدا کوئی قاضی نور اللہ شوستری کے اس فقرے کو کہ ابو بکر بہ برکت خوابی
 کے او دید بود مسلمان شدہ بود) مجتہد صاحب کے اس فقرے سے کہ (خليفة اول از اول امر
 از ایمان بہرہ نداشت با اتفاق من علماء الامامیہ) مطابق کرے اور انصاف سے نہ گزرے کہ
 کہ ان لوگوں کی دشمنی اور عداوت نے کیسا اندھا کر دیا ہے کہ ایسے کے ایمان سے انکار کرتے
 ہیں جس کو خدا نے بذریعہ رویا صادقہ کے حقیقت اسلام پر ناگاہ کر دیا ہو اگر کوئی کہے کہ قاضی
 نور اللہ شوستری نے اسلام کا اقرار کیا ہے اور مجتہد صاحب نے ایمان سے انکار فرمایا اس
 کا جواب ہم چند طرح سے دیتے ہیں۔ اول یہ کہ ہم کو یہ امر ثابت کرتا ہے کہ ابو بکر صدیق نے
 پیغمبر صاحب کی نبوت کو دل سے سچ جانا اور حضرت کی دعوت کو دل سے قبول کیا اس کا

بقیہ حاشیہ ص ۳۱۸ خالد بن سعید سابقین الاولین میں سے ہیں اور ابو بکر سے پہلے اسلام لائے ہیں بلکہ واقعہ یہ ہے کہ خالد کے
 خواب دیکھنے کی برکت کی وجہ ابو بکر داخل اسلام ہوئے خالد بن سعید کے اسلام آوری کا یہ واقعہ ہے کہ انہوں نے خواب میں
 خود کو آتش سوزاں کے کنارے کھڑا دیکھا اور ان کے والد ان کو اس آگ میں ڈال دینا چاہتے تھے کہ رسول اللہ نے اچانک
 ان کا گریبان پکڑ کر اپنی جانب کھینچ لیا اور فرمایا میری طرف آ جاؤ تاکہ آگ میں نہ گرے پھر خالد اس خوف ناک خواب سے بیدار
 ہوئے اور تسمیہ کہا کہ میرا خواب سچا ہے چنانچہ رسول اللہ کے پاس جانے گئے۔ برسر راہ ابو بکر نے مل کر حالات پوچھے خالد
 نے ماجرے خواب بیان کیا اس پر ابو بکر بھی ان کے ساتھ ہوئے اور پھر رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر دونوں اسلام
 کو دولت سے سرفراز ہوئے لے خالد بن سعید کے خواب کی برکت سے ابو بکر مسلمان ہوئے تھے کہ علمائے شیعہ کا اتفاق
 ہے کہ خلیفہ اول سید حکم پر ہیں اسلام نہیں لائے۔

نام مجتہد صاحب اسلام رکھیں یا ایمان سو بفضلہ تعالیٰ قاضی نور اللہ شوستری کے اقرار سے ثابت ہو گیا اور اگر مجتہد صاحب نے ایمان اور اسلام کی لفظوں میں اس نظر سے فرق کیا ہو کہ ایمان سے مراد تصدیق بالجمہان ہے اور اسلام سے فقط اقرار باللسان اور ایمان سے ابو بکر صدیق کے لئے انکار کیا کہ ان کو پیغمبر صاحب کی نبوت پر تصدیق قلبی کا مرتبہ نہ تھا تو ان کے تکذیب کے لئے انہیں کے شہید ثالث کا اقرار کافی ہے یعنی (ابو بکر بہ برکت خواری کراو دیدہ بود مسلمان شدہ بود) ہوم نے مانا کہ ایمان اور اسلام میں فرق ہے اور اس روایت سے شہید ثالث کی اسلام ابو بکر کا ثابت ہوتا ہے نہ ایمان لیکن ہم ابو بکر صدیق کا ایمان بھی امیر المومنین علی مرتضیٰ کے اقرار سے ثابت کرتے ہیں اور مجتہد صاحب کے تار و پود کو درہم برہم کئے دیتے ہیں مومنین کو چاہیے کہ اس کو ذرا اول سے سنیں اور اپنے بزرگوں کی بخبری پر افسوس کریں کہ علامہ حلی نے شرح تجریدی میں لکھا ہے کہ (قال علیہ السلام یوما علی المنبر انما الصدیق الاکبر انما الفاروق الاعظم اسلمت قبل ان اسلم ابو بکر و امنت قبل ان آمن) کہ حضرت علی علیہ السلام نے ایک دن منبر پر یہ فرمایا میں ہوں صدیق اکبر میں ہوں فاروق اعظم اسلام لایا قبل اسلام ابو بکر کے اور ایمان لایا قبل ایمان لانے ابو بکر کے پس علامہ حلی نے حضرت علی کی زبان سے اسلام بھی ابو بکر کا اور ایمان بھی انکا ثابت کر دیا اگر تو نور اللہ شوستری کے قول سے مجتہد صاحب کا قول باطل نہ ہوا تھا تو اب علی مرتضیٰ کے قول سے انکا یہ قول کہ خلیفہ اول از ایمان بہرہ نہداشت، باطل ہو گیا و الحمد للہ علی ذالک، بلکہ اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اسلام اور ایمان کو ابو بکر کے ایسی وقعت اور عزت اور شہرت تھی کہ حضرت علی نے فخر یہ بیان کیا کہ میں ان سے بھی پہلے ایمان اور اسلام لایا اگر موافق قول شیعوں کے ابو بکر صدیق ایمان اور اسلام میں کامل نہ ہوتے یا معاذ اللہ منافق ہوتے یا طمع دنیا سے ایمان لاتے ہوتے تو حضرت علی ان سے پیشتر ایمان لانے پر افتخار کیوں کرتے (سوم) اس روایت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ ابو بکر صدیق کے اسلام اور ایمان کی نسبت جو علمائے امامیہ کا قول ہے کہ وہ صرف ظاہر میں اسلام لاتے تھے اور کابہنوں کے کہنے سے یہ طمع خلافت مسلمان ہو گئے تھے وہ بالکل غلط ہے لیکن قاضی صاحب کی شہادت سے جس میں انہوں نے ابو بکر صدیق کو سابقین اولین میں بیان کیا ان کے اگلے پچھلے جھوٹے ہو گئے اور یہ کوئی خیال ملے خلیفہ اول کو ایمان نصیب نہیں ہوا۔

نہ کہہ کے کہ قاضی صاحب کے اس فقرے نے فقط اپنے علما اور مجتہدین کے قول کو باطل کیا بلکہ اپنے حضرت صاحب الامر کے قول کو بھی رد کر دیا یعنی شیعوں کے امام مہدی صاحب کا بھی یہی قول ہے کہ ابو بکر صدیق دنیا کی طمع سے ایمان لائے تھے اور یہودیوں سے پیغمبر صاحب کی پادشاہت اور غلبے کا حال بنا کرتے تھے پس موافق ان کے کہنے کے ظاہر میں کلمہ گو ہو گئے تھے چنانچہ اس کو بلا باقر محلے نے بحار الانوار سے رسالہ جمعیتہ میں بروایت شیخ صدوق محمد بن بابویہ قمی کے لکھا ہے کہ اسلام ابو بکر طوعاً بوجہ ایمان طمع دنیا زیرا کہ ایشان با کفرہ یہود مخلوط بودند الی قول چون حضرت دعوی رسالت فرمود ایشان از روی گفتہ یہود بہ ظاہر کلماتین گفتند و در باطن کافر بودند الغرض ان روایتوں سے اسلام اور ایمان ابو بکر صدیق کا بخوبی ثابت ہوا اور جب ایمان انکا بخوبی ثابت ہوا تو صاحبہ کے لفظ سے بھی یہ نص قرآنی ثابت ہوا کہ وہ پیغمبر صاحب تھے اور پیغمبر صاحب صحابوں کے جو فضائل اور درجات ہیں اور جن کو علمائے امامیہ بھی تسلیم کرتے ہیں ان کے مصداق بھی ٹھہرے پس باوجود اس کے جو کوئی صحابیت سے انکار کرے اور ان کے فضائل کو نہ مانے وہ منکر نص قرآنی ہے۔

آٹھواں اعتراض آٹھویں فضیلت پر

ہم نے اوپر بیان کیا ہے کہ لا تحزن ان اللہ معنا سے ثابت ہوتا ہے کہ جب ابو بکر صدیق نے کفار کو در غار پر آپہنچا ہوا دیکھا تو وہ بنیال اسکے حضرت کو صدمہ نہ پہنچے اندر وہ گھین ہوئے تب حضرت نے فرمایا لا تحزن ان اللہ معنا کہ کچھ علم کہ خدا ہمارے ساتھ ہے اور معنا جس میں ضمیر جمع مشکلم کی ہے اس لئے فرمایا کہ اس بیعت میں خدا کی ابو بکر بھی شریک ہو دیں پس پیغمبر صاحب نے ابو بکر کو بھی اس بیعت میں اپنے ساتھ شامل کیا اس پر چند طرح سے امامیہ اعتراض کرتے ہیں داؤل اس طرح پر کہتے ہیں کہ حزن ابو بکر کا طاعت تھا یا معصیت اگر

ابو بکر مجبوراً سلام لائے تھے جس میں دنیاوی لالچ شامل تھا کیونکہ وہ کافروں و یہودیوں سے ملے ہوئے تھے تاہم کلام جب رسول اللہ نے اعلان رسالت فرمایا تو انہوں نے یہودیوں کے کہنے کے موافق ظاہری طور پر وہ کلمہ کہہ دیا اور یہ باطنی طور پر کافر تھے لہذا یہ روایت بھی منجھد ان روایتوں کے ہے جسے اکثر کاتبین شیعوں کی بھری ہوئی ہیں اور جنکی بے بودگی و رکالت پر نفسی آگ ہے ہم آئندہ جہاں حضرات شیعیں کے ایمان لائیکا تفصیلی حال لکھیں گے انشاء اللہ تعالیٰ اس

طاعت تھا تو پیغمبر خدا کا طاعت سے منع کرنا ثابت ہوتا ہے اور اگر معصیت تھا تو عصیان
 ابوبکر ثابت ہوا دوسرے ابوبکر کو خدا اور اس کے رسول کے قول پر یقین نہ تھا اور بآنکھ اپنی آنکھوں
 سے فار میں بہت سی نشانیاں حفاظت کی دیکھیں مثل کہوتیروں اور عنکبوت وغیرہ کے مگر تب
 بھی ان کو یقین حفاظت نہ ہوا اور خوف کے مارے زور زور سے رونا شروع کیا اور ہر چند پیغمبر
 نے جھپکرا اور بجزرتو بیخ باز رکھنا چاہا مگر وہ رونے اور چلانے سے باز نہ رہے (تیسرے)
 ابوبکر کا رونے اور چلانے سے یہ مقصد تھا کہ کفار آواز سن لیں اور پیغمبر صاحب کو گرفتار کر لیں
 اور اسی واسطے حضرت ان کو سمجھاتے اور رونے سے باز رکھتے تھے لیکن وہ باز نہ رہتے تھے
 اور اپنی بدعتی اور فساد باطنی کو رونے کے پیرائے میں ظاہر کرنا چاہتے تھے بلکہ بعض دانشمندیوں
 نے اس قدر اور بڑھا دیا ہے کہ جب ابوبکر کا رونے سے کام نہ نکلا اور کافروں نے انکی آواز نہ سنی
 تب انہوں نے اپنا پاؤں غار سے باہر کر دیا کہ کفار دیکھ لیں اور غار کے اندر گھس آویں کہ اسی
 وقت خدا کے حکم سے سانپ نے ان کے پاؤں میں کاٹا اور مجبوری انہوں نے اپنا پاؤں اندر کھینچ
 لیا چوتھے جب ابوبکر کا مطلب پاؤں کے باہر کرنے سے بھی حاصل نہ ہوا یعنی کافروں نے اگر
 حضرت کو غار میں سے نہ پکڑا تب اور طرح سے پیغمبر خدا کو تکلیف دینا شروع کیا یعنی حضرت علی
 کی یاد کرنے لگے اور ان کی تنہائی پر اپنا رنج ظاہر کرنے لگے تب پیغمبر خدا نے فرمایا کہ لا تخزن
 کہ اے ابوبکر اپنا رنج علی کی تنہائی پر ظاہر نہ کر ان اللہ معنا خدا ہمارے اور علی کے ساتھ ہے
 (پانچویں) ان اللہ معنا سے دو معنی مراد لیتے ہیں ایک یہ کہ خدا ہمارے اور علی کے ساتھ ہے
 دوسرے یہ کہ ابوبکر سے پیغمبر خدا نے کہا خدا ہمارے ساتھ ہے یعنی ہماری نیکی پر اور تمہاری
 بدی پر مطلع ہے ہم کو نیکی کا صلہ اور تم کو بدی کا بدلہ دے گا ان تقریروں کو سن کر ہر شخص محو حیرت ہو
 گا اور زانوئے تہجد سے سر نہ اٹھاے گا اور تعجب کریگا کہ یہ اعتراض ہے یا مجنونوں کی بڑے جواب
 ہے یا دیوانگی جھک ہے بلکہ جو لوگ عقل و دانش رکھتے ہیں انکو تو یقین ہی اس پر ہوگا کہ یہ
 تقریریں کسی عالم یا مجتہد کی زبان سے نکلی ہوں گی مگر جس کسی کو شک ہو وہ اسحق الحق
 اور محاسن المؤمنین وغیرہ کو کھول کر دیکھے کہ انھیں تقریروں کو شہید ثالت نے کس آب و
 تاب سے لکھا ہے اور ملا حضرت مشہدی نے ان تقریروں پر کیا فقر کیا ہے اور صاحب
 تفسیر المکائید نے بجواب تقریرہ خانم المحدثین کے اسی پر کیا کچھ ناد کیا ہے بلکہ مولانا صاحب
 پر بڑا طعنہ کیا ہے کہ انہوں نے قاضی نور اللہ شوستری کی تقریروں کو بعینہ نقل نہیں کیا اور ان

مغفلوں سے اپنا غصہ ظاہر کیا ہے کہ نہ دناصبی رافی بایست کہ اس عبارت جناب قاضی رانقل می کرد
 وبران آنچه می توانست وارومی کرد و تشریح تقریر سے از طرف خود نسبت دادن بہ طرف شیعیان
 و بعد ازاں بجواب آن مشغول شدن از اعظم مکائد این ناصبی ست (اب ہم ان تقریروں کا خلاصہ
 تو لکھ چکے اصل عبارت کو بھی لکھتے ہیں اور نہایت ہی ادب سے خدمت میں حضرات شیعوہ کے
 عرض کرتے ہیں کہ وہ ذرا انصاف فرماویں کہ یہ تقریریں ایسی ہیں کہ ان پر کوئی ناز کرے یا ایسی
 ہیں کہ ان سے شرادے ہمارے نزدیک اگر کسی دانشمند یا صاحب جیاد و شرم کی طرف ایسی
 تقریروں کو کوئی منسوب کرے تو ضرور وہ اس نسبت کو اپنا عار و ذلت سمجھے گا اور ایسی پونج
 اور بے ہودہ باتوں کے انتساب سے شرمائیکہ معلوم نہیں کہ قاضی صاحب اور ملا صاحب نے
 ان تقریروں میں کون سے مضامین حکیمانہ درج کئے ہیں اور کیسے جواہر بیش بہا ان میں رکھے ہیں جن
 پر ان کو اور ان کے مقلدین کو اس قدر ناز و افتخار ہے ہم تو ان میں ایک بات بھی ایسی نہیں پاتے
 جو بے ہودگی سے خالی ہو اور ایک لفظ بھی ایسا نہیں دیکھتے جو سفاہت اور لجاجت سے محفوظ ہو بشر
 زبانی تالیس رش ہر کجا کہ مے نگرم کر شرم و امن دل می کشد کہ جا اینجاست

ہمارے نزدیک تو شاہ صاحب قدس اللہ سرہ نے بڑا احسان قاضی صاحب اور ملا
 صاحب پر کیا تھا کہ ان کی تقریروں کو بلفظ نقل کیا اور فصاحت اور سوائی سے انکو بچا یا لیکن
 چونکہ حضرات امامیہ کو ان کی تشہیر ہی منظور ہے اس لئے ہم نے بجمہوری انکو نقل کر دیا اگرچہ
 ہم کو ایسی بے ہودہ تقریروں کے جواب میں لکھنا اوقات کو ضائع کرنے ہے مگر تنبیہ السفاہت کہہ سکتے
 ہیں بہ نسبت پہلے اعتراض کے کہ حزن ابو بکر کا طاعت تھا یا معصیت اگر طاعت تھا تو پیغمبر
 نے ناصبی دینی کو پاپیتے تھے کہ قاضی کی پوری عبارت نقل کرتے اور پھر اس پر اپنے اعتراضات کر سکتے تھے۔ آپنا جواب ایسا کہ

گھڑ لینا اور اسکو شیعوں کی جانب منسوب کرنا اور پھر خود ہی اس کا جواب دینا اس سنی کا سب سے بڑا گروہ فریب ہے علم جو نہ
 کیف تیوم حصول منقبتہ فی حضور الغار قد ظہر فی النار خطاہ ذاک لا حلاۃ فی الخیر المذموم المکان المعروف بحیث یامن اللہ تعالیٰ
 علی نبیہ مع ما ینظر من الآت من تعشیش الطائر و تسبیح النکرت علی انہ لم یظن سلامۃ ولا صدق بالآیۃ و اظہر الخیر و الخیرۃ علی
 غلبہ بکار و تزیانہ حقہ و انشراحہ دینی النبی فی ملک الحال الی مقاساتہ و رقع الی دارتہ و نہا عن الزوف و زحیرہ و نہی العینی لا یتوجہ فی
 الحقیقۃ الا الی الزجر عن البغی و لا سبیل الی صرفہ الی المہاز تجیرہ لیس لا سیما قد ظہر من جزعہ و بکاہ ما یکن من مشہ فساد الحال فی
 الاغضاد فہر انانہی من ارتد نام دفع منہ و لا سکی نفسہ الی ما وعد اللہ تعالیٰ نبیہ و صدقہ فیہا اجر بہ من نجاتہ لم یحزن حیث ان
 یکن امنہ نائز حج قلبہ فی الموضع الذی یقتضی سکونہ فانضیت فی الغار لیسر بہا لابی بکر لولا الکابرة اللہ فی ہذا الشہی۔

صاحب نے کیوں منع کیا اور معصیت تھا تو ابو بکر کا گنہگار ہونا خدا کی کتاب سے ثابت ہوا جو اب الزامی یہ ہے کہ اللہ جل شانہ نے جو خطاب حضرت موسیٰ سے کیا ہے کہ لا تخف انک انت الاعلیٰ اور حضرت لوط سے فرمایا ہے کہ لا تحزن انا منجوك واملک اور پیغمبر خدا نے فرمایا ہے کہ لا یحزنک تو اہم اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ اور لوط کو خوف تھا اور پیغمبر خدا کو کافروں کی باتوں سے رنج ہوتا تھا خدا نے ان کے اطمینان اور تسلی کے لئے لا تخف ولا تحزن فرمایا پس ہم شیعیان پاک سے پوچھتے ہیں کہ ان پیغمبروں کا خوف طاعت تھا یا معصیت اگر طاعت تھا تو خدا کا طاعت سے منع کرنا ثابت ہوتا ہے اگر معصیت تھا تو انبیاء معصومین کا گنہگار ہونا ثابت ہوتا ہے پس جو کچھ وہ اس کا جواب دیں گے وہی ہماری طرف سے سمجھیں اس کے جواب میں قاضی نور اللہ شوسنزی نے مجالس المؤمنین میں بہ ضمن حکایات مفیدہ شیخ مفید کے بجواب تقریر ابو الحسن خباطر میں معتزلہ کے لکھا ہے کہ انبیاء کی عصمت بدلیل عقلی ثابت ہے اسلئے جو نہی ان کی نسبت ہے اس سے ظاہری معنی مراد نہیں ہو سکتے اور ابو بکر کی عصمت ثابت نہیں اس لئے جو نہی ان کی شان میں ہے اس کے ظاہری معنی مراد ہیں و ہذہ عبارۃ مضمون آں آیات نہی است لیکن انبیاء لا اتار کتاب تبیی کہ قائل آن مستحق ذم میشود بواسطہ دلیل عقلی کہ بر عصمت انبیاء واجتناب ایشان از گناہاں قائم گشت موجب عدول از ظاہر شدہ از ظواہر اں آیات عدول می گنم و ہر گاہ اتفاق حاصل باشد در آنکہ ابو بکر معصوم نہ بود واجب است کہ اجرائی نہی کہ در شان آں واقع شدہ بر ظاہر آں کہ فتح حال ابو بکر است بہمانہ بجواب اس کے ہم یہ کہتے ہیں کہ خوف کو معصیت میں شمار کرنا ہی غلط اور انبیاء نے جو خوف کیا اور خدا نے انکو اس سے مطمئن کیا اس نہی کو بلا ضرورت ظاہر سے عدول کرنا ہی لغو ہے بلکہ خوف کو معصیت قرار دے کر عہد انبیاء پر تہمت کرنا ہے اور جو فرقہ انبیاء کی عصمت کا قائل نہیں ہے اس کو تقویت دینا ہے حالانکہ خوف منجداں امور بشریت کے ہے جن سے کسی بشر کو خواہ وہ بنی ہو خواہ امام ہو خواہ ولی ہو چارہ نہیں اور اس پر خدا کی طرف سے بھی مواخذہ نہیں ہے چنانچہ حضرت موسیٰ اور ہارون کو حکم ہوا کہ فرعون سے کلمات متذکرہ کے مضمون کا مقصد ممانعت ہے اور انبیاء کا کوئی امر کیج کرنا موجب عدول ظاہر کیونکہ امر کیج کا قائل مستحق بلاست ہوتا ہے انبیاء کے معصوم ہونے اور گناہوں سے اجتناب کرنے کے لئے دلیل عقلی موجود ہے کہ وہ معصوم تھے اسلئے میں بھی ان آیات کے ظاہر سے عدول انحراف کرتا ہوں اور متفق علیہ ہے کہ ابو بکر معصوم نہ تھے بلکہ ممانعت کے جو احکام جاری ہوئے وہ ابو بکر کے حالات کی وضاحت کے لئے ہیں اور اپنی جگہ باقی ہیں۔

کو بنا کر سمجھاؤ اور اس کو دعوت ایمان کی کہ دو تو انہوں نے خوف کیا اور یوں کہا کہ رہتا اننا نمانت ان یفرط علينا و ان یطغی کہ خداوند ہم کو خوف ہوتا ہے کہ کہیں ہم پر وہ زیادتی نہ کرے تب اللہ نے مطمئن کیا اور فرمایا کہ لا تخافا انی معکم کہ کچھ خوف نہ کرو میں تمہارے ساتھ ہوں پس ذرا غور کرنے کا مقام ہے کہ جب حضرت موسیٰ اور ہارون باوجود نبوت کے خوف کریں اور خدا کی طرف سے اس خوف پر ان کو عتاب نہ ہو اور ان کی نبوت میں فرق نہ آوے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جو بالاتفاق نہی تھے نہ معصوم خوف کیا تو کیا گناہ کیا بلکہ جس طرح پیغمبر نے حضرت موسیٰ اور ہارون کو انہی معکم کہہ کر مطمئن کر دیا اسی طرح پیغمبر نے ان اللہ معنا فرما کر ابوبکر کو مطمئن کر دیا ہم کو شہید ثالث کی سمجھ پر نہایت تعجب آتا ہے کہ ابوبکر صدیقؓ کے محزون اور مغموم اور خائف ہونے سے شون کو بھی گناہوں میں داخل کر دیا اور ایک ابوبکر کے ذمے گناہ ثابت کرنے کے لئے تمام پیغمبروں کی نسبت معاصی کا التزام لگایا اور بلا ضرورت الفاظ خوف کو ان کے حقیقی ظاہری معنی سے عدول کیا لیکن جب کہ جا بجا قرآن میں الفاظ خوف کے انبیاء کی نسبت وارد ہیں اور مفسرین نے اسکے ظاہری معنی مراد لئے ہیں اور کسی نے خوف کو معصیت اور گناہ اور نقص میں شمار نہیں کیا ہے تو ایک شہید ثالث کے کہنے سے کچھ نہیں ہوتا چنانچہ آیت ناد جس منہم خبیثۃ کی تفسیر میں علامہ طبرسی نے جو محققین شیعہ سے ہیں لکھا ہے کہ (قلما اقتنعوا عن الاکل نفاق منہم و ظننا ہم یبیدون سو عافا اسی قالت الملائکۃ لا تخف یا ابراہیم کہ جب فرشتوں نے حضرت ابراہیم کے ساتھ کھانا نہ کھایا تو وہ ڈرے اور گمان کیا کہ کہیں یہ لوگ کچھ بدی سے پیش نہ آویں تب ملائکہ نے کہا کہ اے ابراہیم کچھ خوف نہ کرو اور ہم سے نہ ڈرو ہم آدمی نہیں ہیں پس خوف دور کرنے کے لئے جو کلمات تشریحی اور تسلی کے بہ لفظ لا تخف یا لا تخزن کلام الہی یا احادیث نبوی میں مذکور ہیں ان کو از قبیل اس نہی کے تصور کرنا جو ارتکاب معاصی کے منع کے لئے مستعمل ہیں بڑی غلطی ہے ورنہ اگر یہ امر تسلیم کر لیا جاوے کہ جہاں لفظ لا کا جو حرف نہی کا ہے استعمال کیا جاوے وہاں مراد نہی عن المعصیت ہو یا جہاں کسی شے کی نہی بیان ہو اس سے اسکا وقوع ہونا بھی ضروری سمجھا جاوے تو ہزاروں اعتراض اٹھ کر ام پر ایسے وارد ہوں گے کہ سوائے ان کی عصمت کے دوسرے جواب حضرات امامیہ سے ہی نہ پڑے گا مثلاً علل الشرائع میں لکھا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی علیہ السلام سے فرماتے ہیں کہ یا علی لا تکلم عند الجماع ولا تنظر الی فرج امراتک ولا تنام مع امراتک بشہوة امرأة غیرک کہ اے علی نہ کلام کر وقت جماع اور نہ دیکھا اپنی عورت کی شرمگاہ کو اور نہ صحبت

کہ انبی بی بی سے اور کسی عورت کی شہوت پر پس اگر کوئی پوچھے کہ حضرت علیؑ یہ کام کرتے تھے یا نہ کرتے تھے اگر نہ کرتے تھے تو وہ قاعدہ باطل ہو جاتا ہے کہ نہی شے وقوع شے پر وال ہے اور اگر کرتے تھے تو وہ فعل طاعت تھا یا معصیت اگر طاعت تھا تو پیغمبر خدا نے کیوں منع کیا اگر معصیت تھا تو امام معصوم کا نگہ کار ہونا ثابت ہوا اگر کوئی یہ جواب دے کہ امام معصوم ہوتے ہیں اس لئے اس نہی کو اگرچہ نہی عن المعصیت ہے (ظاہر ان عدول می کنم) تو ہم بھی مجبور ہی یہ کہنے لگیں گے کہ ابو بکر صدیق بھی محفوظ تھے اس لئے ہم بھی نہی لا تحزن ان اللہ معنا کو از ظاہر ان عدول می کنم اسے یارو ایسی صریح اور صاف بات کو عناد اور عداوت سے کیوں معما اور پہلی بنائے دیتے ہو اور سیدھی سچی بات کو کس لئے مشکل کئے دیتے ہو ذرا انصاف کرو کہ اگر کوئی دوست کسی دوست پر صدمہ پہنچنے سے رنج کرے اور وہ دوست اس کو مطمئن کرے اور کہے کہ کچھ خوف نہ کر اللہ ہمارا مددگار ہے تو یہ کہنا از روئے تشفی اور تسلی کے ہے یا از قسم زجر و توبیح کے اگر تشفی اور تسلی کے قسم سے ہو تو لا تحزن ان اللہ معنا کو بھی اس قسم سے سمجھو خدا کی آیتوں کی تحریف لفظی نہ کرو اور یہ خیال نہ کرو کہ نہی کے حرف کا استعمال واسطے منع اور زجر و توبیح کے ہوتا ہے بلکہ واسطے ترجم اور شفقت کے بھی ہوتا ہے چنانچہ اگر قرآن مجید کے لفظوں پر کوئی غور کرے تو اس کو خود معلوم ہو جائے گا کہ اکثر جگہ خدا نے پیار اور محبت میں بھی حرف نہی کا استعمال کیا ہے چنانچہ خدا پیغمبر سے فرماتا ہے کہ فلا تذہب نفسک علیہم حسرت کہ لوگوں کے پیچھے تیری جان نہ جاتی رہے تو ان کے لئے اپنی جان نہ دے تو کیا ان کلمات کو بھی قاضی صاحب زجر و توبیح کے کلمے سمجھیں گے اور تحریک لسان اور ذہاب نفس کو معصیت اور ذم تصور کر کے بلحاظ عصمت حضرت کے ظاہر سے عدول کریں گے اور اگر ان کلمات کو رحمت اور شفقت پر محمول کریں گے تو اپنے دعویٰ کی سفاہت کے قائل ہوں گے۔ داعتراض و دبراء کہ ابو بکرؓ کو خدا اور رسول پر کچھ یقین نہ تھا اس لئے باوجود دیکھنے بہت سی نشانیوں حفاظت کے وہ رونے اور ہائے ہائے مچانے لگے اسکا جواب یہ ہے کہ ہائے ہائے کرنا اور نذر سے چلانا ابو بکر صدیق کا کسی طرح پر ثابت نہیں ہے اس لئے کہ قرآن مجید سے تو حزن کرنا ثابت ہوتا ہے اور حزن کے معنی نوحہ اور فریاد کے نہیں ہیں اگر کوئی خاص لغت کی کتاب حضرت امام بیہ کی ایسی ہو کہ جو الفاظ صحابہ کبار کی شان میں ہوں ان کے کچھ معنی ہی علیحدہ اس میں لکھتے ہوں تو ہم نہیں جانتے ورنہ حزن کے معنی غم کے ہیں نہ ہائے ہائے پانے اور

ذور سے چلانے کے جس کو نور اللہ شوسترسی نے احتقاق الحق میں لکھا ہے کہ (حتی غلبتہ بکاش و
 تزیید قلقتہ وانزعاجہ) علاوہ اسکے خود مفسرین امامیہ کی تفسیر پر خیال کرنا چاہیے کہ انہوں نے
 حزن کے کیا معنی لکھے ہیں پس مفسر کاشانی نے خلاصۃ المنہج میں اس کا ترجمہ کیا ہے کہ (چوں گفت
 پیغمبر یا خود را اندوہ مخور) اور علامہ مطہری نے فرمایا ہے (لا تحزن اسے لا تخف) پس ہم کو برسر
 حیرت ہے کہ قاضی صاحب نے حزن کے معنی نوحہ و فریاد کے کہاں لکھے اور یہ امر کہ خوف
 مقتضائے بشریت ہے اور انبیاء اور ائمہ کو بھی ہوا ہے اور معصیت نہیں ہے ہم اوپر ثابت کر آئے
 ہیں اور اب پھر ثابت کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ نے خود اللہ جل شانہ سے کہا کہ اخاف ان
 یقتلون کہ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں فرعون اور اس کے لشکر مجھے قتل نہ کر ڈالیں تب خدا نے فرمایا
 لا تخف انتک من الامنین کہ ہرگز اسکا خوف نہ کر تو امن و امان میں رہے گا بلکہ علمائے امامیہ
 نے حضرت موسیٰ کے خائف ہونے کا ایسے موقع پر اقرار کیا ہے کہ نہ اس سے انکار کر سکتے ہیں،
 چنانچہ جو دلیل حضرت علیؑ کی حضرت موسیٰ سے افضل ہونے پر بیان کی ہے اس میں یہی
 تقریر کی ہے کہ حضرت موسیٰ جب مصر سے مدین کو جاتے تھے تب وہ مخالف اور ہراساں
 تھے فخرج منہا خائفاً یترب اور حضرت علیؑ ہجرت کی رات کو بے خوف پیغمبر کے بستر پر
 بفرار خاطر سوتے تھے اگر کچھ بھی خوف ہوتا تو ہرگز ان کو نیند نہ آتی اور اگر اس پر بھی حضرت
 شیعہ کی خاطر جمع نہ ہوا اور ابو بکر صدیقؓ پر خوف و کس کے الزام لگانے سے باز نہ آویں تو
 ہم ان کے اقرار سے خود پیغمبر خدا کا خائف ہونا ثابت کرتے ہیں چنانچہ صاحب تعلیب
 لہ واضح ہو کہ حضرت موسیٰ نے ایک ہی مرتبہ خوف نہیں کیا بلکہ چند مرتبہ چنانچہ اول حضرت موسیٰ نے خیرتاً اذاعا انکلی
 تب خوف زور ہو گئے کہ خدا نے فرمایا لا تخف ای لا تخاف لدی المرسلون بعدہ جب ساواں فرعون سے مقابلہ ہوا اور جاو
 گروں نے اپنی رسیوں کو سانپ کی شکل پر دکھلایا تب بھی حضرت موسیٰ ڈگے کہ خدا اسکی خبر دیتا ہے کہ تاو جس فی نفسخیر
 آخر خدا نے خوف و ود کرنے کے لئے کہا کہ لا تخف انک انت الاملی حالانکہ خدا نے حضرت موسیٰ سے وعدہ کر لیا تھا کہ
 انما من تبکم الغالبون کہ تم اور تمہارے متابعین غالب ہوں گے اور جب حضرت موسیٰ نے فرعون اور اسکے لشکر سے خوف
 قتل کا کر کے خدا سے کہا تھا کہ اخاف ان یقتلون کہ میں ڈرتا ہوں کہ وہ قتل نہ کریں تب بھی خدا نے لا تخف کہہ کر مطمئن
 کر دیا تھا تو باوجود ایسے وعدہ ہائے آہی کے حضرت موسیٰ کے خوف اعلان دیشے کا کوئی عمل نہ تھا بس گورقظ خوف
 رضا وعدہ آہی پر ہودے تو ہزار درجہ صدیق اکبر سے بڑھ کر حضرت موسیٰ پر ہو سکتا ہے اور بقدر شیعان علی صدیق اکبر
 پر طعن کرتے ہیں اس سے زیادہ مکرین نبوت پیغمبروں پر طعن کر سکتے ہیں و نعوذ باللہ من ذالک ۱۲ منہ۔

المکاندکید ہشاد و ہنتم کے جواب میں فرماتے ہیں کہ (اگر خوف قتل و قتال نہ ہو پغمبر خدا چہرا
مخفی بیرون رفت وصال آنکہ سبب ہجرت فرمودن رسول خدا محض خوف قتل بود) بار خدا یا سمجھ
میں نہیں آتا کہ علمائے شیعہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے حزن و خوف کو کس طرح ان کے عدم یقین پر
عمول کرتے ہیں جبکہ انبیاء و مرسلین کے حزن و خوف کا اقرار خود کرتے ہیں اور خاص سید الانبیاء
کی ہجرت کا سبب محض خوف و قتل کہتے ہیں ہمارے عقیدے کے موافق ابو بکر صدیقؓ حضرت موسیٰ
سے افضل نہ تھے کہ مخالف نہ ہوتے پغمبر خدا سے زیادہ اطمینان ان کو نہ تھا کہ قتل و قتال سے نہ ڈرتے
یہ عقیدہ تو حضرات شیعہ کا ہے کہ حضرت موسیٰ کو مخالف بتلا دیں پغمبر خدا کی نسبت قتل و قتال کے خوف
سے نسبت دینے کو عیب نہ جانیں لیکن حضرت علیؓ کی نسبت خوف کا خیال بھی نہ کریں اور ان کے تقیے
کو ہتک آبرو کے خوف کا سبب سمجھیں جیسا کہ تغلیب المکاند کا مولف لکھتا ہے کہ (تقیہ بجهت خوف
ہلاکت جان خود نہ بود بلکہ بجهت خوف ہتک عرض و ناموس بودہ الی قولہ کہ دانستی کہ خوف حضرت
امیر المؤمنین نہ از ہلاکت جان خود نہ بود بلکہ خوف و ہتک عرض و ناموس) غرضکہ ان سبب روایتوں
کے دیکھنے سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ الزام خوف کا ابو بکر صدیقؓ پر کسی طرح عائد نہیں ہو سکتا
اس لئے کہ اگر یہ کہا جائے کہ ان کو قتل و قتال کا خوف تھا تو ایسا خوف باقرار علمائے شیعہ انبیاء کو
بھی ہوا ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ ان کو قتل و قتال کا خوف نہ تھا بلکہ ہتک آبرو کا تو اس کا خون
حضرت امیر المؤمنین علیؓ مرتضیٰ کو بھی ہوا ہے جو باعقاد شیعہ سب نبیوں سے افضل اور سب پغمبروں
سے بہتر تھے الحاصل قرآن مجید کی آیتیں اور آئمہ کی حدیثیں اور علمائے امامیہ کے اقوال اس پر
شاہد ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ سے پغمبر جو خدا کے خلیل تھے اور حضرت موسیٰؑ سے نبی جو خدا سے باتیں
کیا کرتے تھے اور حضرت سید الانبیاء علیہ التعمیۃ و الثنا سے رسول جو خدا کے خاص محبوب تھے اور حضرت
امیر المؤمنین علیؓ مرتضیٰ سے امام جو پغمبر موسیٰ اور خدا کے شیر تھے اور سب پغمبروں سے افضل اور
بہتر تھے قتل و قتال کے خوف اور عزت اور آبرو کے خوف اور ڈر سے محفوظ نہیں ہے تو، اگر
ابو بکر صدیقؓ بھی خوف و ترس سے نہ بچے ہوں تو کیا عجیب ہے لیکن ہم کو نہ ہریت تعجب آتا
نہ اگر خون ریزی کا خوف نہ ہوتا تو پغمبر خدا ہرگز خفیہ طور پر باہر نہ جاتے اور حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ کا ہجرت کا سفر
خوف و قتل کے باعث ہوا ہے حضرت علیؓ نے اپنی ہلاکت جان کے خوف سے تقیہ نہیں کیا بلکہ اس لئے تقیہ کیا تاکہ
رسول کی عزت و ناموس محفوظ رہے و تاہم کلام، جیسا کہ تمہیں معلوم ہے کہ امیر المؤمنین کو اپنی جان کے ہلاک
ہونے کا خوف نہ تھا بلکہ عزت و ناموس کا ڈر تھا۔

ہے علمائے شیعہ سے کہ انہوں نے ابو بکر صدیقؓ کے ایک شب کے خون پر استغاثہ زبان درازی کی اور ان کے خون کو ان کے کفر و نفاق کا نتیجہ سمجھا باوجود کہ ان کا عقیدہ ہے کہ تمام ائمہ کرام اول سے آخر تک پیدائش کے زمانے سے موت کے وقت تک ہر ساعت و ہر لمحہ خوف میں رہے اور امام اول سے لیکر امام آخر الزمان تک سب کے سب تقیہ کرتے رہے ایک بھی ائمہ اثنا عشریہ سے ایسا نہیں ہوا کہ جسکی عمر خوف و ترس میں نہ گزری ہو اور ایک لمحہ بھی خوف سے مہلت پائی ہو۔ آخر تقیہ جسکی بنا کر سرخون ہے ایمان کا جزو و اعظم قرار دیا گیا اور دلتیقہ دینی و دین آسانی امامت کا کلمہ مقرر کیا گیا پس جبکہ ائمہ کرام باوجودیکہ موت و حیات ان کے اختیار میں کہ جب تک چاہیں زندہ رہیں ملائکہ ان کے حکم میں کہ جو چاہیں وہ کریں نگاہ میں ان کی وہ تاثیر کہ اگر پہاڑ کی طرف دیکھیں تو وہ بھی پھٹ جائے بازو میں ان کے وہ قوت کہ اگر ایک ہاتھ اٹھائیں اتنی ہزار جن قتل ہو جاویں علم کا وہ حامل کہ جو کچھ ہوا اور ہو گا سب سے آگاہ اور جو کچھ گذرا اور گذرے گا سب سے واقف اعجاز کی یہ کیفیت کہ عصا ہاتھ سے گرا دیں اڑ رہا ہو جائے کفار اور منافقین کی طرف اشارہ کریں ایک دم میں سب کو نکل جائے اور پھر باوجود ایسی قدرت اور طاقت اور اعجاز کے تمام عمر خوف و ترس میں رہیں اور اپنی امامت کا دعویٰ نہ کریں جان و آبرو کے ڈر سے کسی سے سچ بات نہ کہیں اگر کسی خاص خواہش سے کوئی راز کی بات کہنے کو ہوں تو دروازے بند کر لیں ڈرتے ڈرتے اپنے شاگردوں کو علوم دینی کی تعلیم دیں اور اگر ایک ناصبی سامنے آجائے تو انکار کر جاویں اپنے خاص احباب پر لعنت اور تیرا کرنے لگیں اور حضرات شیعہ ان کے خوف و ترس پر کچھ بھی طعن نہ کریں اور انکی امامت اور فضیلت پر اس سے کوئی شبہ نہ لاویں بلکہ اس خوف کو بہترین عبادت سمجھیں اور تقیہ کو ائمہ کرام کا دین سمجھیں اور ابو بکر صدیق کے ایک شب کے خون پر استغاثہ زبان درازی کریں اور ان کے خون و ترس کو انکے کفر و نفاق کی دلیل سمجھیں باوجودیکہ ابو بکر صدیقؓ کے اختیار میں موت و زندگی تھی نہ ملائکہ ان کے ابع فرمان تھے نہ علم ماکان و مایکون ان کو حاصل تھا نہ اتنی ہزار جن کے قتل کرنے کی ان کو طاقت تھی معلوم نہیں کہ حضرات شیعہ نے ائمہ کرام کے خون میں اور ابو بکر صدیق کے خوف میں مابالائے آواز کیا قرار دیا ہے کہ وہی خوف ایہ کرام کے حق میں فضیلت ہو اور ابو بکر صدیق کے حق میں نقص و عیب۔ مضموع

بین تفاوت راہ از کجاست تا کجا : لیکن اگر ہم شیعوں کے عقیدے

کے موافق خوف کو انبیاء اور ائمہ کی نسبت بسبب معصوم ہونے کے ان کے ظاہر سے عدول کریں اور ان آیات کی نسبت جن سے خوف انکا ثابت ہوتا ہے (از ظواہر ان عدول میکتیم کہیں تو بھی کچھ حاصل نہیں ہوتا اس لئے کہ علاوہ انبیاء کے خدا کے کلام سے مومنین کا بھی مخالف ہونا ثابت ہوتا ہے چنانچہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے کہ **إِنَّا الَّذِیْنَ قَاوَرْنَا بِنَا اللّٰہِ لَعَا سْتَقَامُوا مَتَّزِلِیْنَ عَلَیْہِمَا الْمَلَائِکَةُ اِلَّا تَخَافُوْنَہُمْ وَلَا تَحْزَنُوْنَہُمْ وَابْتَئِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوعَدُوْنَ** کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ خدا ہمارا پروردگار ہے اور پھر مضبوط رہتے ہیں ان پر ملائکہ یہ کہتے ہوئے نازل ہوتے ہیں کہ لا تخافوا ولا تحزنوا کہ کچھ خوف نہ کرو اور کچھ حزن نہ کرو پس اس سے ان مومنین کا جو اپنے ایمان پر نہایت مضبوط ہوتے ہیں مخالف اور محزون ہونا ثابت ہوا اور پھر ایک دوسری جگہ پر اللہ شانہ مومنین سے فرماتا ہے کہ **وَلَا تَحْزَنُوا وَاَنْتُمْ اِلَّا عَلَوْنَ** کہ کچھ غم نہ کرو تمہیں کو غلبہ ہو گا پس معلوم نہیں ان آیتوں میں جو مومنین کی نسبت لفظ لا تحزنوا کا ہے یہ بھی زجر و توبیخ کے واسطے ہے یا تسلی اور تشفی کے لئے پس یہ تو ظاہر ہے کہ قاضی صاحب بھی اسکا اقرار نہ کریں گے کہ یہاں بھی زجر و توبیخ کیلئے ہے بلکہ یہی فرماؤں گے کہ تسلی اور تشفی کیلئے تو پھر ہم نہیں سمجھتے کہ ابو بکر صدیق کی شان میں جو لفظ لا تحزن کا ہے اس کو کس طرح زجر و توبیخ کے لئے بیان کرنا ہے اور ایک جگہ واسطے زجر و توبیخ کے ہاں اگر کوئی قرینہ عتاب و خفگی کا پایا جاتا تو ہم تسلیم کرتے کہ ابو بکر صدیق کی نسبت کلمہ لا تحزن واسطے زجر و توبیخ کے ہے سو وہ بھی نہیں اس لئے کہ بطور مومنین کی نسبت خطرناک قول اور آگے بیان کیا **اشروا بالجنة** کہ کچھ غم نہ کرو تمہارے واسطے بہشت موجود ہے یا **اشدوا** کہ لا تحزنوا غم نہ کرو تمہیں غلبہ ہو گا اسی طرح ابو بکر صدیق سے بھی فرماتا **لا تحزنوا** ان اللہ معنا کچھ غم نہ کرو تمہارے ساتھ ہے پس بظاہر دونوں میں کچھ فرق پایا نہیں جاتا اس لئے اگر ان آیتوں میں لا تحزنوا واسطے تسلی اور تشفی کے ہے تو اس آیت میں بھی تسلی کیلئے ہے اور اگر وہاں واسطے زجر و توبیخ کے ہے تو یہاں بھی لیکن باوجود اتحاد الفاظ اور تطابق قراین کے لا تحزنوا کو ان آیتوں میں تسلی پر اور یہاں عتاب پر موصول کرنا موجب ہزار حیرت اور باعث صد ہزار تعجب ہے لیکن ہم حضرات شیعہ کو معذور سمجھتے ہیں کہ اگر الفاظ قرآنی سے ان کے خفیہ معنی مراد لیں تو صدیق اکبر کی صدیقیت کا اقرار کرنا پڑتا ہے اور اگر اقرار کریں تو مذہب ہاتھ سے جاتا ہے پس بجز اس کے

کہ قرآن کی تحریف معنوی کریں اور کلام اللہ کی لفظوں کے نئے نئے معنی بناویں اور کچھ چارہ نہیں ہے۔ شعر

دست بیچارہ چوں بجاں نہ رسد چارہ جز پیر سن درین نیست

اگر اس پر بھی حضرات شیعہ کے دلوں میں کچھ خطرہ رہ جائے اور کوئی دانشمند یہ کہنے لگے کہ ہم نے مانا کہ خونت گناہ نہیں اور لا تحزن تہی کا کلمہ ہے لیکن اتنا تو بھی ثابت ہوا کہ ابو بکر صدیق کو کامل یقین پیغمبر صاحب کے وعدے پر اور خدا کی حفاظت پر نہ تھا ورنہ کسی طرح ان کو خونت نہ ہوتا اس کا یہ جواب ہے کہ خود حضرات شیعہ کا اقرار ہے کہ پیغمبر خدا بار بار ابو بکر صدیق پر خفا ہوتے تھے کہ چپ رہو راز فاش نہ کرو اور وہ نہ مانتے تھے پس شیعوں کی طرح ہر ایک ملحد کہہ سکتا ہے کہ پیغمبر صاحب کو بھی اپنے خدا کے وعدے پر اور حفاظت پر یقین نہ تھا ورنہ جو بات افشائے راز کی کرتے تھے اُس سے پیغمبر نہ گھبراتے اور بار بار ابو بکر پر راز کے فاش کرنے پر خفا نہ ہوتے پس جو اس ملحد کو حضرات شیعہ جواب دیں وہی ہماری طرف سے قبول فرماویں، لیکن اگر کوئی ذرا بھی غور کرے تو موافق اصول اور عقاید شیعوں کے حضرت ابو بکر صدیق کی نسبت جزیں و خونت کا اطلاق ہو ہی نہیں سکتا اس لئے کہ اگر وہ اقرار کریں کہ ابو بکر صدیق حقیقت میں خافت تھے تو ہم پوچھتے ہیں کہ ان کو اپنی جان کا اندیشہ اور اپنے اوپر تکلیف پہنچنے کا ڈر تھا یا پیغمبر صاحب کے انذار و مصیبت کا خوف اگر ان کو اپنی جان کا خوف تھا تو یہ قول باطل ہوا جاتا ہے کہ وہ دشمنوں سے ملے ہوئے تھے اور راز فاش کرنا چاہتے تھے اس لئے کہ اگر وہ کافروں سے ملے ہوئے ہوتے تو پھر ان سے ان کو کیا ڈر ہوتا اور اگر کافروں سے ملے ہوئے نہیں تھے بلکہ ان کو کافروں کی طرف سے خیال اپنے اوپر اندیشہ پہنچنے کا تھا تو اس سے وہ باتیں ثابت ہوتی ہیں ایک یہ کہ کفار بسبب ایمان اور رفاقت پیغمبر کے ابو بکر صدیق سے ایسی دشمنی رکھتے تھے کہ ان کے قتل کے درپے تھے

لے گوہر راویں جبر کا مولعت بڑا عالم شیعوں کا ہے لکھا ہے کہ پانچ کافروں نے پیغمبر صاحب سے کہا کہ تادوت ظہر ترا ملت ولیم اگر ہشتی از سمن خود و الا فانا پس آنحضرت بمنزل خود آمدہ در بست و بقایت اندوہناک نشست جبریل نازل شد اور وہ کہ نامدت با تو مروا من عن المذکرین آنحضرت گفت کہ لے جبریل چو ذباک نظام ہاتھ دیکھ مستہزین با من کردند جبریل گفت انا کفینا انک المستہزین حضرت علیؑ علیہ السلام گفت الان نزد من بودند جبریل گفت من نیز لان کفایت ایساں کروم۔ اس حدیث کو دیکھ کر حضرات شیعہ انسان فرادیں کہ پیغمبر صاحب کا جان کہ خوف سے دروازہ بند کر کے بیٹھ رہنا اور اندوہناک ہونا اور جبریل کے اطمینان دینے کا ثبوت ہونا ثابت ہوتا ہے پس ابو بکر صدیق ایسے دانتوں کے نہایت تعجب ہے کہ پیغمبر صدیق اکبر کے خوف پر طعنے کریں اور

تو اس سے وہی بات ثابت ہوتی جس کا ہم دعوای کرتے ہیں (دوسرے یہ کہ کبھی ابو بکر صدیق کا ارادہ راز فاش کرنا تھا اس لئے کہ جن لوگوں سے خود ان کو خوف تھا اور جنکے ڈر سے غار میں چھپے ہوئے تھے انہیں پر اپنا راز ظاہر کرتے اور اپنے آپ کو معرض ہلاکت میں ڈالتے اور اگر یہ کہا جائے کہ ابو بکر صدیق کو خوف پیغمبر صاحب پر صدر پہنچنے کے خیال سے تھا تو یہ خوف ہزار اطمینان سے بہتر ہے اور ایسے عیب پر ہزار سنہ قربان ہیں اور ایسے خوف کو حضرت شیعہ گناہ کیا اگر کفر بھی سمجھیں مگر ہم تو اب کیا ہزار ایمان سے بہتر سمجھیں گے اور سمجھتے ہیں اور اسی خوف سے حضرت صدیق اکبر کی صدیقیت کا اعتقاد کریں گے اور کرنے ہیں اس لئے کہ اگرچہ ابو بکر صدیق کو پیغمبر صاحب کی جان اور سلامتی پر یقین کامل تھا مگر جب انہوں نے دیکھا کہ شاہ ہرود و سر الملک شاہ دین و دنیا ایک غار میں چھپا ہوا ہے اور جس کا مقام عرش کرسی ہے وہ ایک تنگ جگہ میں قیام فرما ہے تو یہی حالت پیغمبر کی ابو بکر کے دل کو پارہ پارہ کرتی تھی اور ان کو بیمین کر رہی تھی۔ چنانچہ ابو بکر صدیق کا اول خود غار میں جانا اور اس کو صاف کرنا اور سب سوراخوں کو اپنی تباہ پاک کر کے بند کرنا اور پھر پیغمبر صاحب کو بلانا اور اپنے دانوں پر سلانا اس پر شاہد ہے اور پھر ایسی دردناک حالت میں جب انہوں نے کفار کو در غار پر دیکھا تو خیال ایذا تے پیغمبر کے جو کچھ صدر ان کے دل پر ہوا ہوگا اس کو وہی جانتے ہیں یا وہ عاشق جانے جسکا معشوق اس کے سامنے کسی تکلیف و ایذا میں مبتلا ہوا ہو اور دشمن اس کے اس پر حملہ آور ہوئے ہوں اس وقت کوئی اس عاشق مسکین کی کیفیت دیکھے کہ اس کو اضطراب ہوتا ہے یا وہ اطمینان سے بیٹھا رہتا ہے ان جس کو معشوق و محبت سے خبر ہی نہ ہو وہ عاشق صادق کے خوف اضطراب پر طعنہ نہ کرے تو کیا کرے اسے بھائی اول ذرا پیغمبر صاحب کے ساتھ محبت پیدا کرو تب جو پیغمبر صاحب کے بانٹار تھان پر الزام لگاؤ مگر جب تم کو محبت ہی نہیں ہے تو تم اسکی حقیقت کیا جانو قطعاً

تو ناز میں جہانے و ناز پروردہ تراز سوز و رن نیاز ماچہ خبر

چوں دل بہر نگارے نہ بستہ امی تراز حالت عشاق، بینوا چہ خبر

اے شیعیاں پاک ذرا مہربانی کر کے اپنے شہید ثالث کی موشگافیوں پر غور کرو کہ ابو بکر صدیق

کے حزن و غم کی نسبت کیا کچھ زبان درازی فرمائی اور (قد ظہر من جزعہ و ایکاۃ مایکون من مثله

فسد الحال) کہ کراں کی شان گھٹائی مگر وہ تیریاں کی خاک میں مل گئی اور سب تیریاں

کی سب موشگافی ہو گئی آخر انہیں باتوں پر خیال کر کے اصلی خوف اور حزن سے انکار فرمایا اور ان

کو تصنع اور بناوٹ پر محمول کیا اہل انصاف سے امید ہے کہ ذرا دل لگا کر اسکو بھی سمیں اور جو کچھ
سحر بیانی اور جاودہ زبانی اس بیان میں حضرات امامیہ نے کی ہے اس پر احسنت اور آفرین کہیں
اور اس کا کچھ خیال نہ کریں کہ ایک دعویٰ کو چھوڑ کر دوسرا دعویٰ کیوں کرتے ہیں اور ایک امر کا
اقرار کر کے اس سے منکر کیوں ہو جاتے ہیں اس لئے کہ یہ امر اسی خاص بحث کیلئے مخصوص نہیں ہے
بلکہ ہر کلیہ اور جزئیہ میں اس شان کا ظہور ہے ابھی کیا ہے جب مباحث امامت و خلافت کے اوپر گئے
تب دیکھنا کہ یہ حضرات کیسا رنگ بدلتے ہیں اور کیسے نئے نئے گل بوٹوں سے تقریریں کو زینت
دیتے ہیں۔ شعر

شاہد و لریبای ن میکند از برای من نقش وز کار و رنگ بو تازه بتازہ نوبنو

جب حضرات امامیہ نے دیکھا کہ حزین اور خوف کے اثبات سے محبت صدوق اکبر کی ساتھ
پیغمبر صاحب کے ثابت ہوتی ہے تب اس دعویٰ کو چھوڑ کر یہ دعویٰ کیا کہ ابو بکرؓ کو کچھ خوف نہ
تھا بلکہ واسطے فاش کرنے راز کے جزع فزع کرتے تھے جیسا کہ رسالہ حسنیہ میں لکھا ہے کہ (و ایضاً
اشتہر من لدغ و فریاد برای آن بود کہ مشرکان را اطلاع گرداند و آنها بدانند کہ درین غارت
اور ملاخضر شہدی نے لکھا ہے کہ (و ایضاً اشتہر من لدغ الحیۃ ایہ انما کان یتدرجلزیرید
اظہار امر) کہ جب ابو بکرؓ کا کام رونے اور پٹینے سے بھی نہ نکلا تب پاؤں بڑھا دیا کہ اسی کو دیکھ
کر کفار اندر غار کے چلے آویں تب خدا نے سانپ کو حکم دیا کہ اسے پاؤں میں اُن کے کلمات
بمجبوری پیغمبر صاحب کا راز فاش ہونے سے بچا اسکے جواب میں ہماری زبان سے تو کوئی بات
بھی نہیں نکل سکتی اور ایسی حکیمانہ تقریر کی تردید ہم سے ہو ہی نہیں سکتی اگر از شرق تا غرب
اور از جن تا انس جمع ہوں تب بھی کسی سے یہ عقده حل نہ ہو گا فی الحقیقت جو صاحب تعلیم کا
نے اپنے بزرگوں کی تقریر نقل نہ کرنے پر مولانا صاحب قدس اللہ سرہ پر غصہ کیا ہے وہ نہایت ہی بجا

لہ صاحب تعلیم کا نہ نے خاتم المحدثین رحمۃ اللہ علیہ پر یہ طعن کیا ہے کہ اپنی طرف سے تقریر بنا کر اپنے طور پر جواب دینا
انگ عادت ہے اس کا حال و شہید ثالث کی عبارت دیکھنے والوں پر کھل جائیگا لیکن ہم دعویٰ کر کے کہتے ہیں کہ اپنی طرف سے
تقریر بنا اور اسکا جواب دینا بلکہ اس جواب نامعقول کو صاحب الامر کی طرف منسوب کرنا امامیہ کے محدثین و مجتہدین کا شعا
ہے چنانچہ اسی آیت غار کی نسبت ملا باقر مجلسی نے رسالہ رجعیہ کی حدیث ششم میں جو کچھ لکھا ہے وہ ہمارے دعویٰ پر شاہد
ہے وہو ہذہ حدیث ششم شیخ صدوق محمد بن بابویہ قمی از اکابر محدثین رضوان اللہ علیہم اجمعین از سعد بن عبد اللہ قمی روایت
کردہ اند کہ او گفت زنی تبلا شدم بمباحثہ بدترین نواصب بعد از مناظرات بسیار گفت رائے بر تو و اصحاب تو شمار دیش

تھا اگر وہ ان تقریروں کو نقل کر دیتے اور بلفظ ان باتوں کو لکھ دیتے تو حقیقت میں مذہب امامیہ کی پھر کسی کو کیا کلام رہتا اور پھر ابو بکر صدیق کی فضیلت کو کوئی کس طرح ثابت کرتا ہے یا وہ انصاف کرو اور حضرات امامیہ کے مجتہدین کے عزارت علم پر لفظ فرماؤ کہ جو بات ہے وہ حکیمانہ جو قول ہے وہ محققانہ۔

نوال اعتراض نویں فضیلت پر

اوپر ہم نے بیان کیا ہے کہ جب ابو بکر صدیقؓ مخزون اور غمگین ہوئے اور انکو کسی قدر اضطراب ہوا تب اللہ جل شانہ نے اپنی تسلی ان پر نازل کی جس کا بیان خدا نے ان لفظوں سے فرمایا کہ قَازِلَ اللّٰهُ بَكِيْنَةً عَلَيَّاسِ پھر حضرت امامیہ چند طرح سے اعتراض کرتے ہیں (اول) یہ کہ علیہ کی

(بقیہ ماشیہ) مہاجرین و انصار و اطمن مکیبیر و انکار محبت پیغمبر نسبت بایشان می نماید یکجا ابو بکر بسبب زود مسلمان شدن از ہم صحابہ بہتر بود و از بسکہ پیغمبر اورادوست میداشت و شب نماز و با خود بود چونکہ میدانست کہ او بعداً حضرت خلیفہ خواہد بود کہ مبا و اوتلف شود حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب را بر جائے خود خواہد بود بر آنکہ میدانست کہ اگر کشته شود ضروری بامور مسلمانان نمیرسد ای قول کہ از جواب او ساکت شدم و دیگر گشتم و طوایمے نوشتم و این دو مسئلہ را نیز درج کردم کہ بخدمت حضرت امام حسن مگری سلوٹ اللہ علیہ بفرسیم با احمد بن اسحاق کہ وکیل آنحضرت بود در قسم چون اورا طلب کردم گفتند متوجہ سر من را می ست من از عقب اورا ن شدم و با دوسیم الی قول کہ بعد از ان صاحب الامر با عجز فرمود کہ ای سیدم تو میگفت کہ حضرت رسول ابو بکر را بری شفقت بعد از خود چونکہ میدانست کہ او خلیفہ است مبا و کشته شود چو در جواب نہ گفتی کہ شار روایت کرده اید کہ پیغمبر فرمود کہ خلافت بعد از من سی سال خواهد بود و این سی سال را عمر چہار خلیفہ قسمت کرد ایس بجای تصد شاہیں چہار خلیفہ بر حق ایس اگر ایس معنی باعث بونی عار بود مناسب کہ ہم را با خود بہار بود فقط اب کوئی شخص اس مجلسی کے متقدمین سے پوچھے کہ شیخ صدوق صاحب کی بناوٹ ہے یا ملا باقر مجلسی صاحب کی تہمت اس لئے کہ کسی اہل سنت نہ اب تک یہ دعویٰ نہیں کیا کہ پیغمبر صاحب ابو بکر کو انکے مانے جانے کے خیال سے عار میں لگئے اور حضرت علی کو سچو ٹانگے اور اگر یہ کہا جائے کہ مراد نواسب سے خارجی دشمن اہل سنت ہیں شاید انہوں نے یہ اعتراض کیا ہو تو وہ بھی بعید از قیاس ہے اسلئے کہ حضرت علی کو خلیفہ بر حق نہیں جانتے تو یہ فرمانا امام صاحب الامر کا کہ تم چاروں خلیفوں کو بر حق سمجھتے ہوئے موقع اور غلط ہوا جاتا ہے امام صاحب ما با د بود ہونے عالم ماکان اور مایکون کے خوارج کے عقیدے سے پیغمبر بنا ثابت ہوتا ہے پس کوئی مدعی تفسیر نہ فائد کی اولاد اور احفاد اور مریدین سے پوچھے کہ بناوٹ اسے کہتے ہیں جو ان کے شیخ صدوق مجلسی نے کیا اسے کہتے ہیں جو خاتم النبیین نے کیا اسے ان پیغمبروں کے کہ اپنے گھر کے شوشہ سوزی اور مغربی کے افترا سے تو پیغمبر میں اور اوروں پر طعن کرتے ہیں ۱۲ منہ مفاعلہ

ضمیر راجع طرف پیغمبر خدا کے ہے نہ ابو بکر صدیق کے اسلئے اسکے یہ معنی ہیں کہ نازل کی تسلیٰ پہنچانے اور پیغمبر کے جواب اس کا یہ ہے کہ جزا اور خوف تو ابو بکر صدیق کو تھا نہ کہ پیغمبر خدا کو پس اگر علی کی ضمیر راجع طرف پیغمبر خدا کے ہو تو آیت کے یہ معنی ہونگے کہ جب ابو بکر صدیق کو خوف اور اضطراب پہنچا تو پیغمبر نے اسے کہا کہ تم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے پس خدا نے اپنی تسلیٰ پیغمبر پر نازل کی اس عبارت بے جوڑ اور بے ربط کو دیکھ کر کون کون شخص ہجو نہ بنے گا اور کس کو ان پر تعجب نہ ہو گا کہ خوف اور اضطراب تو ابو بکر کو ہو اور پیغمبر خدا کی تسلیٰ کر میں اور خدا کی تسلیٰ پیغمبر صاحب پر نازل ہو اگر حضرات امامیہ یہ فرماویں کہ پیغمبر خدا کو بھی خوف تھا اس لئے خدا نے ان پر تسلیٰ نازل کی اسکے جواب میں ہم کہیں گے کہ حضرات امامیہ جب ابو بکر صدیق پر خوف کے سبب سے طعنہ بین و نامردی کا کرتے ہیں تو پھر اب اسی خوف کو کس منہ سے حضرت کی طرف منسوب کرتے ہیں اور اگر ہم حضرت کا مخالف ہونا تسلیم بھی کر لیں اور واسطے ازالہ خوف حضرت کے تسلیٰ کا نزول حضرت پر قبول کریں تو عبادت آیت کی لائق اصلاح معلوم ہوتی ہے یعنی بجائے ان نفلوں کے جو خدا نے فرمائے کہ اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا فانزل اللہ سکینۃ علیہ اس طرح پر الفاظ آیت کے ہونے چاہئے تھے کہ (فانزل اللہ سکینۃ علیہ فقال لصاحبہ لا تحزن) کہ پہلے خدا نے اپنی تسلیٰ حضرت پر نازل کی اور جب حضرت کو اطمینان کامل ہو گیا، تب حضرت نے ابو بکر سے کہا کہ کچھ غم نہ کرو خدا ہمارے ساتھ ہے ورنہ آیت کے لفظوں سے تو یہ معنی جو حضرات شیعہ کہتے ہیں نہیں بنتے اس لئے کہ پہلے الفاظ سے صاف یہ معنی ظاہر ہوئے ہیں کہ پیغمبر خدا نے ابو بکر کو محزون دیکھ کر فرمایا کہ لا تحزن ان اللہ معنا کہ کیوں محزون ہوتے ہو خدا ہمارے ساتھ ہے پس حضرت کے اس کہنے سے خدا نے اپنی تسلیٰ ابو بکر پر نازل کی تاکہ ان کا حزن و غم جاتا رہے پس اسے بار و سوچو کے آیت کے معنی اس طرح پر بنتے ہیں جو ہم کہتے ہیں یا اس طرح پر جو ہم کہتے ہو (دوسرا اعتراض) کہ اللہ جل شانہ کو ابو بکر صدیق پر تسلیٰ نازل کرنا مستلزم موتا تو ضرور پیغمبر خدا کا ذکر کر کے ابو بکر کا ذکر کرنا اسلئے کہ خدا نے بغیر شرکت رسول کے کبھی کسی پر تسلیٰ نازل نہیں کی چنانچہ قاضی نور اللہ شوستری نے اس تقریر کو در ضمن حکایات مفیدہ شرح مفید کے نہایت ہی آجتاب سے لکھا ہے اور اس تقریر کو حیران جواب سمجھ کر یہ فرمایا کہ (چوں میں سخن را گوش ناصبان شنید باعث حیرت ایشان گردید و در حیلہ خلاصی از ان جان ایشان بلب رسید) اور صاحب تعلیب المکائد نے اسکو اپنی کتاب میں بلفظ نقل کر کے

لجب یہ باتیں سنیدہ ان کے کان میں پڑیں تو انکی حیرانی بڑھ گئی اور اس سے نجات پانے کیلئے ان کی جان لبوں پر گئی۔ ۱۱۱

اس پر بڑا ہی ناز کیا، چنانچہ ہم اس عبارت کو بلفظ لکھتے ہیں اور اہل انصاف سے اس کرتے ہیں کہ ذرا غور کریں کہ قاضی صاحب نے اپنی صدف طبیعت سے کیسے جھوٹے موتی نکال کر اپنے مفکرین کے تدرکے ہیں اور وہ بھی ان کو گوہر گراں بہا سمجھ کر ذرۃ التاج بنائے ہوتے ہیں کوئی آنکھ کھول کر نہیں دیکھتا کہ ان کے موتی جھوٹے ہیں یا سچے وہ ہونڈہ (آنچہ کاشف صحت بیان مذکور تو ناند بود آہست کہ متدیان مشائخ بارضواں اللہ علیہم افادہ فرمودہ اند کہ خدائے تعالیٰ ہرگز دریغ جائے کہ کی از اہل ایمان با حضرت پیغمبر بودہ اند انزال سکینہ نمود والا آنکہ نزول انرا شامل جمیع ایشان داشتہ چنانچہ در بعضی آیات فرمودہ ولوم حنین اذا عجمتکم کشریح فلم تغن عنکم شیئا وقت علیکم الارض بما رحبت ثم ولتیم مدبرین ثم انزل اللہ سکینة علی رسولہ و علی المؤمنین و قرآیہ دیگرہ گفتہ فانزل اللہ سکینة علی رسولہ و علی المؤمنین و چون با حضرت غیر از ابوبکر در غار نبو ولا جرم خدائے تعالیٰ آن حضرت را در نزول سکینتہ منفرد ساخت و اورا بان مخصوص گردانید و ابوبکر را باو شرکت نہ داد و گفت فانزل اللہ سکینة علیہ و ایہ بجنود لم تر و با پس اگر ابوبکر مؤمن می بود باستی کے خدائے تعالیٰ دریں آیہ اور اجاری مجری مومنوں میں فرمود و در عموم سکینتہ داخل می فرمود و الی قولہ بنا بر این نزول سکینتہ مخصوص اوشد ہا شد و ابوبکر بواسطہ عدم ایمان از فضیلت سکینتہ محروم ملکہ باشد و ایضا بنفق قرآنی اباد اور اذان کہ در آیہ غار سکینتہ بر غیر رسول باشد خلاصہ اس ساری تقریر کا یہ ہے کہ خدائے جہاں تسلی مومنین پر نازل نہیں کی تو کیونکر ممکن ہے کہ غار میں پیغمبر صاب کو چھوڑ کر فقط ابوبکر پر تسلی نازل کی ہو پس اس آیت سے ابوبکر کا عدم ایمان ثابت ہوا اس نے ہمارے بیان کی صحت کیلئے یہاں ظہار کیا جاسکتا ہے کہ تم مشائخ نماں آیت کیلئے فرمایا ہے کہ رسول اللہ کے ساتھ جب کوئی مسلمان ہوا تو اللہ تعالیٰ پر سکینت نازل نہیں کیا۔ ہذا یہ سب لوگ نزول وحی میں شامل ہو جاتے۔ البتہ بعض آیات میں کہا ہے کہ جب غم میں جب کفار کی کثرت سے تم تعجب میں تھے تو ہم پر زمین تنگ کردی گئی تم اٹھے پاؤں لوٹ گئے۔ پھر اس کے بعد اللہ نے رسول اکرم اور مومنین پر تسلی نازل کی۔ اور دوسری آیت میں کہا ہے کہ اللہ نے رسول اکرم اور مومنین پر تسلی نازل کی اور چونکہ رسول اللہ کے ساتھ قازم ابوبکر بھی تھے اس لئے اللہ نے رسول اکرم پر انفرادی طور سے سکینتہ نازل فرمایا اور آپ کو خاص طور پر تسلی دی اور ابوبکر کو اس سکینتہ و سکون دہانی میں شریک نہیں کیا اور اللہ نے آپ پر تسلی نازل کی اور آپ کی خیر مرئی لشکر کے ذریعہ مدد کی پس اگر ابوبکر مومن ہوتے تو اللہ ان کو دوسرے مسلمان کا قائم مقام بنا کر نزول سکینتہ میں شمولیت دیتا۔ خلاصہ یہ کہ رسول اللہ کو خاص طور پر تسلی دی گئی اور ابوبکر مومن نہ ہونے کی وجہ سے فضیلت سکینتہ و تسلی سے محروم رہے اور غیر رسول پر غار میں آیت کا نازل ہوا حکما قرآنی کے بھی خلاف ہے۔

ہوں گے جن کو اتنا از لٹاؤ اور قل ہو اللہ کے سوائے کلام اللہ کے دو چار رکوع حفظ ہوں ورنہ خدا کے فضل سے سب کے سب قرآن شریف سے بجز کلام اللہ سے ناواقف اور با این ناواقفیت یہ شوخی کہ اہلسنت و جماعت کے مقابلے میں قرآن شریف کی سند پیش کرتے ہیں، ان کی زبان پر ایک ایک لفظ قرآن مجید کا اور جن کے دل میں ایک ایک حرف کلام اللہ لکھا ہے پس یہ غلطی قاصدہ حساب اور ان کے مشائخ کبار سے قرآن مجید کی ناواقفیت سے ہوئی ہے اس لئے ہم ان کو معذرت دیتے ہیں اور ان کی غلطی سے درگزر کرتے ہیں (تیسرا اعتراض) کہ اگر ضمیر علیہ کی فائزہ اللہ سکینۃ علیہ میں راجع طرف ابو بکر کے ہو تو تحمل فی الضمان لازم آتا ہے اس لئے کہ پہلے جتنی ضمیریں آخر جہ اور لصاحبہ وغیرہ میں ہیں وہ سب سؤل کی طرف راجع ہیں اور پھر آگے جو ضمیر وائیدہ میں ہے وہ بھی راجع طرف پیغمبر کے تو کیونکر ممکن ہے کہ ضمیر علیہ کے صحیح میں راجع طرف ابو بکر کے ہو جو اب اس کا یہ ہے کہ اول تو ضمیر کا عود ہا ہے کہ اقرب مذکورات کی طرف ہو سو اس مقام پر ابو بکر ہیں اس لئے کہ انہیں کی طرف لصاحبہ کا اشارہ ہے دوسرے تحمل ضمیر جب ہو کہ وائیدہ عطف ہو فائزہ اللہ پر حالاً کہ وائیدہ عطف ہے فقد نصرہ اللہ پر پس تحمل ضمیر بھی واقع نہ ہو اتیسرے تحمل فی الضمان قرآن مجید میں اکثر جگہ ہے جیسا کہ ان الانسان لربہ نكئود ؕ وائیدہ علی ذالک لشہید میں ہے پس جو اعتراض نزول سکینۃ کا ابو بکر پر تھا رد ہوا اور بفضلہ تعالیٰ نازل ہونا تثنیٰ کا ابو بکر صدیق پر ثابت ہوا اور جو کچھ قاضی صاحب اور ملا صاحب اور ان کے مشائخ اور متقدمین نے لکھا پڑھا تھا وہ سب باطل ہوا اور اسکی بیہودگی اور سفاہت کا حال بھی سب پر کھل گیا اور نہ فقط ہم اہلسنت ان اعتراضات کو بیہودہ سمجھتے ہیں بلکہ بعض حضرات امامیہ بھی کبھی شراکہ اقرار اس کے سفاہت کا کرنے لگتے ہیں جیسا کہ صاحب جمع البیان طبرسی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے (وقت ذکر الشیعۃ فی تخصیص النبی فی ہذہ الآیۃ بالسکینۃ کلاما راینا الاضراب عن ذکرہ اخری لسلا نسبتا سبالی شیء) کہ شیعوں نے اس آیت میں تسلی کو پیغمبر صاحب کیساتھ مفروض ہونے پر ایسی باتیں کہی ہیں کہ ہم ان کا لکھنا ہی نامناسب سمجھتے ہیں تاکہ کوئی کہنے والا ہم کو بھی کچھ کہنے نہ سکے پس علامہ کی ان لفظوں سے صاف ظاہر ہے کہ وہ باتیں جو شیعہ ذکر کرتے ہیں ایسی پوچھ اور بیہودہ ہیں کہ ان کو بیان کرنے سے اُسے شرم آتی ہے غرض کہ اب اچھی طرح پر معلوم ہو گیا کہ ان آیتوں سے وہ فقائل حضرت ابو بکر صدیق کے ثابت ہوتے ہیں جو اوپر ہم نے بیان کئے ہیں اور جو اعتراضات شیعوں کے ہیں وہ بالکل پوچھ اور بیہودہ ہیں اور سیاق آیت بھی اسی پر

شاید ہے اس لئے کہ اگر ان آیتوں میں ابو بکر صدیق کے ذکر کرنے سے انکی رفاقت اور نصرت کا بیان منظور نہ ہوتا تو یہ کوئی موقع ان کے اظہار کا نہ تھا کہ یہ بات خود حضرات امامیہ جانتے ہیں اور دل میں سمجھتے ہیں مگر صرف اپنے مذہب کے تعصب کے سبب سے ایسی صریح اور صاف آیت سے انکار کرتے ہیں اور باوجود کھل جانے امر حق کے فضیلت افضل الصحا بہ کا اقرار نہیں فرماتے ہیں اور اپنے آپ کو ایسی آیات کے انکار سے مستحق جہنم بناتے ہیں (نعوذ باللہ من شر انفسہم ومن سیئات اعمالہم) کہ ام کی شہادتیں صحابہ کی فضیلت پر

ائمہ کرام کی شہادتیں صحابہ کی فضیلت پر

پہلی حدیث: شیعوں کی کتابوں میں بروایت ائمہ کرام علیہم السلام منقول ہے کہ پیغمبر خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا (اصحابی کالنجوم باہیم اقتدہم تیمم اقتدہم تیمم) کہ میرے اصحاب مثل ستاروں کے ہیں ان میں سے جس کسی کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے اور نیز حضرت نے فرمایا ہے کہ (دعوالی اصحابی) کہ میرے اصحاب کو میرے لئے چھوڑو یعنی میرے حقوق صحبت کی ان کے حق میں رعایت کرو اور ان کی عیب جوئی نہ کرو ان دونوں حدیثوں میں سے پہلی حدیث کی صحت لفظاً و معنیاً علماً امامیہ کے نزدیک مسلم ہے اور صاحب استقصار الافہام نے بھی اس کو قبول کیا ہے لیکن پہلی حدیث کی نسبت کچھ کلام ہے اس لئے ہم پہلی حدیث کی نسبت صرف یہی کہتے ہیں کہ جب اس کی صحت پر اقرار ہے تو کیا وجہ ہے کہ اس پر عمل نہیں کرتے اور جو پیغمبر صاحب نے اپنے اصحاب کے حق میں فرمایا اس کو نہیں مانتے کیوں حقوق صحبت پیغمبر کی ان کے حق میں رعایت نہیں کرتے اور کس لئے انکی عیب جوئی سے باز نہیں آتے اور کس واسطے باوجود سفارش پیغمبر صاحب کے ان کی دشمنی ترک نہیں کرتے اور پہلی حدیث (اصحابی کالنجوم) کی نسبت ہم اقوال ائمہ کرام کو امامیہ کی کتابوں سے نقل کر کے اس کی صحت ثابت کرتے ہیں اور علماً امامیہ نے جو تاویلات اور تحریفات لفظی و معنوی کئے ہیں ان کو ظاہر کر کے اس کا بطلان ثابت کرتے ہیں۔ واضح ہو کہ حیون اخبار میں جو معتدین کتب امامیہ سے نقل کئے ہیں کہ حدیثنا للحاکم ابو علی الحسن بن احمد البیہقی قال حدیثنا محمد بن یحییٰ الصولی قال حدیثنا محمد بن موسیٰ بن نصر الرازی قال حدیثنا ابی قال سل الرضا علیہ السلام عن قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم اصحابی کالنجوم باہیم اقتدہم تیمم و عن قولہ دعوالی اصحابی فقال ہذا صحیح کہ ایک شخص نے امام موسیٰ رضا علیہ السلام سے پوچھا کہ پیغمبر خدا نے فرمایا ہے کہ چھوڑو میرے واسطے میرے باروں کو امام موسیٰ نے جواب دیا کہ یہ صحیح ہے اس روایت سے ثابت ہوا کہ حدیث اصحابی کالنجوم جن لفظوں سے کتب اہل سنت میں

منقول ہے انہیں لفظوں سے کتب امامیہ میں مذکور ہے اور امام موسیٰ رضا علیہ السلام کی زبان سے اس کی صحت پر علماء امامیہ کو اقرار ہے اور نہ صرف اسی ایک روایت سے اس کا ثبوت ہوتا ہے بلکہ اور بھی بہت سی روایتیں مؤید اس کی کتب امامیہ میں موجود ہیں کہ بعد ملاحظہ ان کے کسی شیعہ کی یہ مجال نہیں کہ اس حدیث کی صحت سے انکار کر سکے یا اس کو موضوع کہہ سکے یا اس کو خبر اسناد کہہ کر اپنا پیچھا پھڑا لے اس لئے کہ شیخ صدوق نے معالی الاخبار میں اور علامہ طبری نے احتجاج میں اور ملا باقر مجلسی نے بحار الانوار میں اور ملا حیدر آملی اثنا عشری نے جامع الاسرار میں اس حدیث کے مضمون کی صحت پر اقرار کیا ہے پس تعجب ہے علماء مقتدین امامیہ پر کہ جب تک علمائے اہلسنت نے اس حدیث کو خود ان کی کتابوں سے نکال کر نہ دکھلا دیا اور اسکی صحت کو امام کے قول سے ثابت نہ کر دیا تب تک انہوں نے اس حدیث کی صحت پر کیا شور و غل مچایا اور اس کی موضوعیت اور بطلان کے اثبات میں دفتر کے دفتر سیاہ کئے یہاں تک کہ قاضی نور اللہ شوشتری نے کس شہد سے احتیاطاً حق میں فرمایا ہے کہ (اما رواہ من حدیث اصحابی کالجوم ففیہ من آثار الوضیع والبطلان ممالئخی) کہ اس حدیث کی موضوعیت کا دعویٰ اس شہد کے ساتھ کرتے ہیں وہ خود ہماری حدیث کی کتابوں میں منقول ہے اور جس کے بطلان کا الزام اہل سنت پر لگاتے ہیں وہ بروایت ائمہ کرام ہمارے اصول کے موافق ثابت ہے ہاں اتنا فرق ہے کہ کسی بیچاروں کے راوی ضعیف اور مجاہل ہیں اور خود ماہلت کے یہاں راوی کرام ہیں پس اگر سنیوں کے طور پر روایت کی ہوئی حدیث کو غلط کہہ دیا یا خود سنیوں نے اپنے طور پر راویان اس حدیث کو ضعیف تصور کیا تو کچھ ہرج نہیں اگر قاضی صاحب نے یا اور کسی صاحب نے اس حدیث کو موضوع بتلایا اور باوجود تصدیق امام موسیٰ رضا علیہ السلام کے اس کو جعلی یا تو اس نے یہادین ہی غامت کیا اور امام کی تکذیب کر کے اپنے آپ کو دائرہ ایمان سے خارج کیا اب ہم ان تحریفات کو بیان کرتے ہیں جو علمائے امامیہ نے اس حدیث کی نسبت کی ہیں حیون اخیلہ میں جو حدیث ہم نے اصحابی کالجوم نقل کی ہے اس میں بعد ان الفاظ کے یہ عبارت بڑھائی ہے (یرید من لم یغیر بعدہ ولم یبدل) کہ مراد ان اصحاب سے جو حدیث میں مذکور ہیں وہ ہیں جنہوں نے کچھ تغیر و تبدیل نہیں کی پوچھنے والے نے امام سے پوچھا کہ یا حضرت ہم کیونکر جانیں گے

لہ یرید من لم یغیر بعدہ ولم یبدل کیف لعلم انہم قد غیروا ویدلوا قال لما یرود من انہ علی اللہ علیہ وسلم قل لیلادون رطل من اصحابی یوم النصار من حفصہ کما وخراب اللیل من المساقول یارب اصحابی اصحابی فیقال انکم لا تدری ما احد ثوابک فیروز ہم

فات حلال فاقول بعدہم کما وخراب اللیل من المساقول یارب اصحابی اصحابی فیقال انکم لا تدری ما احد ثوابک فیروز ہم

کہ اصحاب نے کچھ تغیر و تبدل کی ہے تب اہل بیت نے جواب دیا کہ خود پیغمبر صاحب کی حدیث موجود ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ کچھ لوگ میرے اصحاب سے قیامت کے دن حوض سے علیحدہ کر لئے جائیں گے تب میں کہوں گا کہ خدا یا یہ میرے اصحاب ہیں تب اللہ جل شانہ فرماویگا کہ تو نہیں جانتا کہ انہوں نے تیرے پیچھے کیا کیا اور وہ دوزخ کی طرف کھینچ لئے جاویں گے تب میں کہوں گا کہ دور ہو دفع ہو ان الفاظ کے بڑھانے سے غرض یہ ہے کہ بعض اصحاب بسبب ارتداد کے حدیث کے مصداق سے خارج ہوئے اور خود حضرت امامیہ کا اقرار ہے کہ اصحاب مقبولین حدیث حوض کے مصداق سے مستثنیٰ ہیں جیسا کہ صاحب استقصا الافہام نے بجز انتہی الکلام کے مسک ثانی کے ایک مقام پر اس کا اقرار کیا ہے و نیز عبارت (کہ ہرگز حدیث حوض بر آہا منطبق نمی تواند شد) اور اس لہر کو کہ ختلفاً راشدین اور انصار و مہاجرین اصحاب مقبولین تھے ہم اسی حدیث کی بحث میں فضل ارتداد صحابہ میں ثابت کریں گے ان شاء اللہ تعالیٰ و لود فرمنا کہ بعض اصحاب مقبولین مغیرین و مبدلین میں ہوں لیکن تاہم اکثر اصحاب کی نسبت اس حدیث کا مضمون صادق آتا ہے اس لئے کہ افتح المفضا ابلغ البلاغا علیہ الحجیۃ والثناء ایسا لفظ تشبیہ میں صحابہ کے بیان فرمایا ہے کہ بسطرح پر وہ فضیلت پر وال ہے اسی طرح پر کثرت پر یعنی لفظ نجوم پس حضرت کا یہ فرمنا کہ میرے اصحاب مثل ستاروں کی مثال کو مودعے چند کے حق میں وارد نہیں سمجھ سکتا و سلمنا کہ بہت ہی تھوڑے بلکہ دو تین ہی اصحاب پر جوارتداد سے بچ گئے یہ حدیث منطبق ہوتے تب بھی یہ عقیدہ امامیہ کا کہ ائمتہ اہل بیت کی واجب ہے اور دوسرے کی ناجائز باطل ہوتا ہے اور ابتداً جو کہ مخصوص اہل بیت کے لئے ہے اس میں دو چار کا شریک ہونا ثابت ہوتا ہے (لم یقل شیاً بعد منہم) ہرگز نہ جب حضرات امامیہ نے دیکھا کہ یہ عبادت بھی بیکار ہوئی اور اس نے بھی واروگیر اہل سنت سے نہ بچایا تہ اس کو چھوڑا اور دوسرے طور پر تاویل و کام فرمایا اور یہ دعویٰ کیا کہ مراد اصحاب سے اہل بیت ہیں جیسا کہ صاحب استقصا الافہام نے جواب انتہی الکلام کے فرمایا ہے (مراد اصحاب حدیث صحابی کا لہجہ باہم ائمتہ تم ائمتہ تیم اہل بیت علیہم السلام اند) لیکن ہم اس دعویٰ کو چند دلیلوں سے باطل کرتے ہیں۔

دلیل اول

اصحاب کے لفظ سے اہل بیت مراد لینا واد تحریف دینا ہے اس لئے کہ عرفاً اصحاب کا اطلاق بارہ دستوں پر اور اہل بیت کا گھر والوں پر ہوتا ہے شرعاً اصحاب سے مراد پیغمبر پر ایمان لانیوالے

لہ اور ان میں سے کوئی اس کا قائل نہیں ہے ۱۲

اور رفتا لے جاتے ہیں اور اہل بیت سے گھر والے اور نبی فاطمہ سمجھے جاتے ہیں بلکہ احادیث نبویؐ اور اقوال ائمہ اطہار سے یہ ظاہر ہے کہ دونوں لفظوں کے مصداق دو فریق علیہ و علیہہ ہیں جہاں یاران پیغمبر کی شان میں کوئی حدیث یا قول ہے وہاں لفظ اصحاب کا آیا ہے اور جہاں خاندان نبویؐ اور ائمہ اطہار کا ذکر ہے وہاں لفظ اہل بیت اور عترت کا چنانچہ پیغمبرؐ نے فرمایا ہے، کہ (انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی) یا مثل اہلبیتی کسفینۃ نوح، یا اہم زین العابدین نے اپنی دعا میں جو صحیفہ کاملہ میں مذکور ہے فرمایا ہے کہ (اللہم اصحاب محمد خاصۃ الدین احسنوا لہما) اگر لفظ اصحاب یاران پیغمبر کے لئے مخصوص نہ ہوتا اور اس کا استعمال اہل بیت اور عترت کی نسبت بھی ہوتا تو کیوں ان احادیث میں الفاظ اہل بیت اور عترت کی تخصیص کی جاتی اور کس لئے پیغمبر خدا حدیث انی تارک فیکم الثقلین میں بجائے کتاب اللہ و عترتی کے کتاب اللہ و اصحابی نہ فرماتے اور حدیث مثل اہلبیتی کسفینۃ نوح میں مثل اصحابی کسفینۃ نوح ارشاد نہ کرتے اور کس واسطے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت فاطمہ کے گھر جاتے تو (سلام علیکم اہل البیت) فرماتے اور سلام علیکم یا اصحابی نہ کہتے غرض کہ احادیث نبویؐ اور اقوال ائمہ اطہار سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اصحاب اور اہلبیت کے لفظ کو ادیسے میں دونوں ایک دوسرے سے جدا ہو گئے اور دونوں کے مصداق دو فریق ہو گئے اصحاب کا اطلاق یا اس دوستوں پر اور اہلبیت کا استعمال گھر والوں پر ہوتا رہا اور اب تک خواہیں اور علوم دونوں فریق کے ویسا ہی استعمال کرتے ہیں پس نہایت تعجب کی بات ہے کہ مصداق احادیث اور اقوال میں تو اصحاب کا لفظ یاران پیغمبر پر اور اہل بیت کا لفظ گھر والوں پر استعمال کیا جائے اور کسی حدیث کے قول میں تو اصحاب کے لفظ سے اہل بیت اور اہل بیت کے لفظ سے اصحاب مراد نہ لے اور صرف ایک حدیث اصحابی کا نجوم میں خلاف بتا در اہل بیت اور مخالف مراد سے عبادت کے اصحاب کے معنی اہل بیت کے لئے جائیں اور پھر بھی ایسے معنی بنانے والے اپنے آپ کو مصداق یحرفون الکلم عن مواضعہ کا نہ سمجھیں۔ اے حضرت ذرا تو انصاف کرو کہ اگر کوئی سنی بیچارہ اپنی زبان سے نکالے کہ اہلبیت میں ازواج مطہرات بھی داخل ہیں اور مثل اہلبیتی کسفینۃ نوح کے مصداق میں وہ بھی شامل ہیں اور آیہ تطہیر میں جو لفظ اہل بیت مذکور ہے اس سے پیغمبر کے ازواج مطہرات مراد ہیں بلکہ مراد لینا بہ یکطرف وہ بھی شامل ہیں تو دیکھو کہ تمہارے علماء کبھی شوق و غل مچاتے ہیں قیامت برپا کرتے ہیں آسمان زمین کو ملاتے ہیں نوحہ و فریاد کی آواز عرش تک پہنچاتے ہیں کہنے والے کو خارجی اور ناموسی اور دشمن اہل بیت کا بتلاتے ہیں

اور با آنکہ اہل بیت سے اندراج مراد لینا ٹھیک محاورے کے موافق ہے پھر تحریف کا الزام لگاتے ہیں اور خود جب اصحاب سے مراد اہل بیت اور یار اور رفیق کے لفظ کو بھائی اور آل و اولاد کی نسبت استعمال کرتے ہیں تو کچھ بھی نہیں شرتے، شرتا کیسا ایسی سمجھ پر ناز کرتے ہیں ایسے جوابوں پر سرفراز بلند کرتے ہیں پس ایسی سمجھ کا کیا علاج اور ایسے جواب کا کیا جواب ہے شعر

ایں سبزہ و این چشمہ و این لالہ و این گل آن شرح نثارو کہ بگفتار و راید

پس ہر شخص جو ذرا بھی انصاف اور سمجھ کو دخل دے یقین کرے گا کہ اگر پیغمبر صاحب اس حدیث کو اہل بیت کی شان میں فرماتے تو صاف لفظ اہل بیت کا ارشاد کرتے اور بجائے اصحابی کا لفظ اہل بیت کا لفظ فرماتے ہاں شاید حضرت شیعہ یہ جواب دیں کہ پیغمبر صاحب نے معاذ اللہ یقیناً کو دخل دیا اور اصحاب کے غوش کرنے کو لفظ اصحابی فرمایا اور جب گھر میں آئے اور اہل بیت نے شکایت کی تب اپنے ان سے یہ فرما دیا ہو کہ مراد اصحاب سے تم ہو۔

دوسری دلیل

اگر ہم لفظ اصحاب سے اہل بیت کے معنی مراد لینے پر کچھ دارو گیر امامیہ کی نہ کریں اور ان کی اس تحریف معنوی کو تسلیم بھی کر لیں تب بھی موافق ان کے عقیدے کے یہ حدیث شان میں اہل بیت کے صادق نہیں آتی اس لئے کہ اہل بیت کا اطلاق دو ازوہ امام پر ہوتا ہے اور اصحاب کا اطلاق صرف انہیں لوگوں پر جو حضرت کی صحبت میں رہے اور سوائے حضرت علی اور حسنین علیہم السلام کے اور نوا امام پیغمبر صاحب کے پیچھے پیدا ہوئے پس یہ ظاہر ہے کہ نوا اماموں پر لفظ اصحاب کا صادق نہ ہوگا تو حدیث اصحابی کا لفظ میں سے سوائے حضرت علی اور حسنین علیہم السلام کے اور سب ائمہ کرام خارج ہو جائیں گے اور وہ نجوم کی تشبیہ سے مستثنیٰ کرنے جائیں گے اور ان کی اقتداء باعث ہدایت نہ سمجھی جائے گی (نعوذ باللہ من ذلک) کون مسلمان ہے کہ ایسی بات زبان پر لائے گا اور ائمہ کرام کی نسبت ایسا خیال کرے گا کہ مراد اصحاب سے اہل بیت نہیں ہیں، ورنہ پیغمبر صاحب ضرور لفظ اہل بیت کا فرماتے اور بجائے اصحابی کا لفظ فرمادے اور ارشاد کرتے تاکہ کوئی امام اُس کے مصداق سے خارج نہ ہوتا ہاں ممکن ہے کہ حضرت شیعہ یہ جواب دیں کہ نو

لہ تعنی ذر اللہ شوستہ سی نے مہاس المؤمنین میں لکھا ہے کہ تعریف صحابی بنا بر اظہر اقوال آنست کہ ملاقات نمودہ باشد

با پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم و حالیکہ ایمان باد آورده باشد ۱۳

امام جو پیغمبر صاحب کے روبرو پیدا نہیں ہوئے اگرچہ باعتبار عالم اجسام لفظ اصحاب کے مصداق سے خارج ہیں مگر بلحاظ عالم ارواح کے اصحاب میں داخل ہیں ۛ

تیسری دلیل

جو عبارت (من لم یغیر بعدہ) کی اس حدیث کے آگے زیادہ لکھی ہے اس نے اس تاویل کا دروازہ بند کر دیا اور لفظ اصحاب سے اہل بیت کے معنی لینے کو منع کر دیا اسلئے کہ حضرت نے تو یہ خیال کیا کہ اگر اور کچھ الفاظ اس حدیث کے آگے نہ بڑھائے جاویں گے اور فقط ہذا صحیح کہہ کر یہ حدیث ختم کر دی جائے گی تو سنیوں کی واروگیر سے نجات نہ ملے گی اور حدیث اصحابی کا انجم کی صحت سکر وہ جان آفت میں ڈال دیں گے اس لئے یہ الفاظ امام صاحب کی طرف سے بڑھا دیئے کہ مراد اصحاب سے وہ لوگ ہیں جنہوں نے کچھ تغیر و تبدل دین میں نہیں کیا اور جو مرتد نہیں ہوئے اور جو دوزخ کی طرف نہ کھینچے جائیں گے اور جن سے پیغمبر خدا بیزاری اپنی ظاہر نہ کریں گے پس ان الفاظ سے ہمارا نقصان تو کچھ نہ ہو اس لئے کہ ہم بھی ایسے تغیر و تبدل کرنے والوں کو اور مرتد ہو جانے والوں کو اس حدیث کے مصداق سے خارج سمجھتے ہیں اور خلفائے راشدین اور ائمہ اربعہ جہین کو گو ہر طرح پر امامیہ مرتدین میں شامل کرنا چاہیں وہ شامل نہیں ہو سکتے کہ اسکا بیان تفصیلی بحث ارتداد صحابہ میں ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ لیکن ان الفاظ سے ہم کو بہت ہی فائدہ ہوا اور حضرت امامیہ کی تاویل و تخریج کا حال اس سے کھل گیا اسلئے کہ اگر یہ الفاظ نہ ہوتے تو خیر کسی نہ کسی طرح پر وہ اپنا دل خوش کر سکتے تھے اور اصحاب سے مراد اہل بیت لے سکتے تھے لیکن ان لفظوں نے مجبور کر دیا کہ وہ کسی طور سے اصحاب سے اہل بیت مراد نہیں لے سکتے اس لئے کہ اگر حدیث اصحابی کا انجم میں مراد اصحاب سے اہل بیت ہوں تو جو الفاظ (من لم یغیر بعدہ) کے آگے بیان کئے گئے ہیں وہ بھی ان کی شان میں وارد ہوں گے تو معاذ اللہ معنی اس کے مطابق قولی شیعوں کے یہ ہوں گے کہ وہی اہل بیت مثل ساروس کے ہیں جنہوں نے دین میں تغیر و تبدل نہیں کیا (و نقل کفر کفر نہ باشد) جو مرتد نہیں ہیں پس کس منہ سے اس حدیث کو شان میں اہل بیت کی کہیں گے اور کس طرح اہل بیت نبوی پر تہمت تغیر و ارتداد کی لگا دیں گے غرض ان الفاظ نے امامیہ کی تخریج کو ثابت کر دیا اور ان کی تاویل کا دروازہ بند کر دیا۔ سبحان اللہ کیا قدرت خدا کی ہے کہ جن الفاظ سے ہم پر الزم دیا پاتے تھے ان سے خود ہی ملزم ہو گئے اور جو ہر

ہمارے قائل کرنے کیلئے بڑھائی تھی اُس سے خود قائل ہو گئے بدشعر

عدو شہود سبب خیر گر خدا خواہد خمیر مایہ دوکان شیشہ گر سنگست

جب علمائے امامیہ نے دیکھا کہ یہ دعویٰ بھی ثابت نہیں ہوتا اور اس حدیث میں اصحاب کے لفظ سے اہل بیت کے معنی نہیں بنتے تب مجبور ہو کر حدیث اسماعیلی کا انجوم کی صحت سے انکار کیا اور اس کے عدم صحت کا دعویٰ کر کے اپنا پیچھا چھوڑنا چاہا مگر ہزار شکر اس پر ہے کہ الفاظ حدیث سے انکار نہیں کیا اور اُس عبارت کو جو اوپر ہم نے نقل کی ہے نہ یہ جھٹلایا بلکہ صرف تاویل اور تحریف معنوی کا کام فرمایا ہے اور فقط شبہات اور احتمالات سے اُس کی صحت سے انکار کیا ہے چنانچہ صاحب انقصار الافحام نے جواب میں مثنوی الکلام کے اکھا ہے کہ اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ دو حدیثوں کی نسبت سائل نے سوال کیا ایک حدیث اسماعیلی کا انجوم کی نسبت دوسری حدیث دعوالی اسماعیلی کی نسبت اور امام موسیٰ رضا علیہ السلام نے بذراصح اسکے جواب میں فرمایا پس یہ جواب صرف حدیث اخیر کی نسبت ہے نہ حدیث اول کی نسبت کما قال دارملاحظہ این حدیث شریف ظاہرست کہ آنچه مخاطب در ترجمہ آن گفته کہ امام رضا علیہ السلام حکم بصحت این ہر دو حدیث نمود غیر صحیحست زیرا کہ سرگز تصریح بصحت ہر دو حدیث درین روایت صراحتہ کہ دلیل کلام دست مذکور نیست بلکہ لفظ بذراصح مذکورست و جائزست کہ آن متعلق بہر دو حدیث نباشد اخیرت بیان فرمودہ) اس جواب با صواب میں تین خطائیں ہیں (اول) خود مجیب اس جواب کو یقیناً بیان نہیں فرماتا اور جائزست اور محتملست بجای واجب است یقینست کے استعمال کرتا ہے اور احتمال اور شک سے اس حدیث کے جس کی صحت میں بقول امام کچھ شک نہیں تکذیب فرماتا ہے، (دوسرے) یہ احتمال بھی فقط احتمال ہی احتمال ہے اسلئے کہ جب سائل نے دو حدیثوں کی نسبت استفتا کیا اور امام نے بذراصح کہہ کر جواب دیا تو یقیناً یہ امر ثابت ہوا کہ حضرت امام نے سائل کے قول کی تصدیق کی اور اس کا قول دو حدیثوں کی نسبت تھا اس سے دونوں کی صحت ثابت ہوئی رہا یہ احتمال کہ اگر امام دونوں حدیثوں کی صحت تسلیم کرتے تو نذران سیمان فرماتے یہ قابل لحاظ کے نہیں

۱۔ اس حدیث کے ملاحظہ سے ظاہر ہے جو مخاطب نے اپنے ترجمہ میں لکھا ہے کہ امام موسیٰ رضا علیہ السلام نے ان دونوں حدیثوں کی صحت کا حکم دیا ہے۔ یہ ترجمہ و مطلب غلط ہے۔ کیونکہ دلیل کلام سے ان دونوں حدیثوں کی ضرورت نہیں ہوتی۔ بلکہ آپ کا بذراصح کہنا تحریر ہے اور میں ممکن ہے کہ یہ لفظ دونوں حدیثوں کے لئے نہ ہو بلکہ میں ممکن ہے کہ اگرچہ سائل نے دونوں حدیثوں کے بارے میں سوال کیا مگر آپ نے اخیر سے متعلق بذراصح فرمایا۔ ۱۲

ہے اس لئے کہ مقصود سائل کا واحد تھا یعنی قول نسبت مدح صاحب کے تو حرف اشارہ واحد کا مقصود واحد کی نسبت استعمال کرنا خلاف مواورہ نہیں ہے (تیسرے) سائل نے دو حدیثوں کی نسبت استفسار کیا اور امام نے فقط بذراصح فرمایا اگر ہم تسلیم بھی کریں کہ یہ جواب دوسری ہی حدیث کی نسبت ہے تو پہلی حدیث کا جواب کیا ہے کیا یہ کسی کے خیال میں آتا ہے کہ سائل دو حدیثوں کی نسبت سوال کرے اور امام ایک ہی کی نسبت جواب دیں اور دوسری کی نسبت لاوتعم کچھ بھی نہ فرماویں اور اس کی صحت اور عدم صحت کی نسبت کچھ بھی زبان مبارک سے ارشاد نہ کریں اور ایک محل لفظ کہہ کر سائل کو حیرت میں ڈالیں شاید حضرت امامیہ یہ جواب دیں کہ ائمہ کی شان یہی ہے کبھی کسی کو جواب صاف نہ دیں اور تقیے کو کسی حالت میں چھوڑیں اور ہمیشہ گول بات کے سوا کچھ ارشاد نہ فرماویں خدا کے واسطے ذرا انصاف کرنا چاہیے کہ میں سائل نے امام سے سوال نسبت دو حدیثوں کے کیا جب اس کے جواب میں امام نے بذراصح فرمایا تو وہ کیا سمجھا ہوگا دونوں حدیث کی نسبت یا ایک ہی حدیث کی نسبت اگر وہ ایک ہی حدیث کی نسبت سمجھتا تو یا امام کی ان لفظوں کا یہی مطلب ہوگا یا معاذ اللہ امام نے اس کو جان بوجھ کر مجمل لفظ کہہ کر دھوکے میں ڈالا ہوگا لیکن اگر ہم اس روایت میں امام کی تصدیق بہ نسبت دوسری ہی حدیث کے سمجھیں تو یہی حضرت شیعہ کی جان نہیں بچتی اس لئے کہ قطع نظر اس روایت اور اس کتاب کے اور روایتوں سے بھی صحت مضمون حدیث اصحابی کا نجوم کی ہوتی ہے پس اگر علمائے امامیہ اس روایت میں اس حدیث کی تکذیب کریں تو اور احادیث کو کیا کریں گے اور کہاں تک ائمہ کرام کے قولوں کو جھٹلا دیں گے چنانچہ اب ہم اس حدیث کی صحت دوسرے طریق سے ثابت کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیے امام شری نے جامع الاستفسار میں لکھا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (انا کالشمس و علی کالقمر و اصحابی کالنجوم) باہم اقتدا تیمم استہ تیمم کہ مثل سورج کے ہوں اور علی مثل چاند کے اور میرے اصحاب مثل ستاروں کے جن کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے معلوم نہیں کہ اس حدیث کو دیکھ کر کیسا شعلہ جاں سوز علمائے امامیہ کے سینے سے لکے گا اور خبر نہیں کہ یہ شرارہ ان کے خرمین عقل و خرد کو کیسا جلا دے گا ہاں اس کی بھی تاویل کریں گے کہ مراد اصحاب سے اہل بیت ہیں اس کا جواب ہم اوپر بیان کر چکے ہیں اور اب بھی بیان کرتے ہیں لیکن قبل جواب دینے کے ہم یہ عرض کرتے ہیں کہ جب اس حدیث کی صحت ثابت ہوگئی، تو عیون اخبار میں جو امام موسیٰ رضا کے جواب سے اس کی صحت ثابت ہوتی ہے اس کا کس منہ

سے انکار کریں گے اور جو عبادت زائد (من لم یغیر بعدہ) اس روایت میں ہے کہ اس کو شان میں اہل بیت کی کیونکر صادق سمجھیں گے اب اس تاویل کو جو اس حدیث کی نسبت ہے خود سے سنئے کہ جو تقریباً اس علامہ اثنا عشری نے کی ہے وہ اس امر پر وال ہے کہ مراد اصحاب سے اہل بیت نہیں ہیں اس لئے کہ اوپر اس حدیث کے یہ بیان ہے کہ نبوت مثل نور آفتاب کے ہے، اور امامت مانند چاند کی روشنی کے اور علم علما کا مانند چمک ستاروں کے و بڑھ عبارتہ بلفظہ و ورو فی اصطلاح القوم تسمیة الولاية بالشمسیة والقمریة والمراد بہا ولاية النبی وولاية الولی ونسبة العلماء الیہا نسبة النجوم الی القمر والشمس الی قوله فکذلک لایکون للعلماء قدرة ولا ظهور مع وجود الاوصیاء والنوارم من حیث الولاية و یؤید ذلک کلام اشار الیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لقوله انا کالشمس وعلی کالقمر واصحابی کالنجوم باہم اقتدیتم استدیتم) پس ظاہر ہے کہ ائمہ کرام اوصیاء میں داخل ہیں نہ علماء میں اور تمثیل نجوم کی علماء پر صادق ہے نہ اوصیاء پر تو اس علامہ کی تقریب سے ظاہر ہوا کہ حدیث اصحابی کالنجوم میں اصحاب سے مراد اہل بیت نہیں ہیں بلکہ علماء ہیں اور اس سے ہمارے دونوں مطلب ثابت ہو گئے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور مراد لفظ اصحاب سے اہل بیت نہیں ہیں اگر اس روایت پر سیری نہ ہوئے اور حضرات امامیہ کو اپنے اور بزرگوں کی تصدیق سننے کی خواہش ہو تو اور بھی سببیں اور تفسیرے طریق سے اس حدیث کے مضمون کی صحت پر سند لیں شیخ صدوق نے معانی الاخبار میں لکھا ہے کہ (حدثنا محمد بن الحسن احمد الولید رحمہ اللہ قال حدثنا محمد بن الحسن الصفار

لے اس حدیث کے مذکور ہونے سے کتب امامیہ میں جو صدر حضرات امامیہ کو ہے اس کا بیان نہیں ہو سکتا چنانچہ جو تحریری باہم نشی بیان علی خاں صاحب اور ان کے دینی بھائی نور الدین کے ہوئی ہیں وہ اس پر شاہد ہیں ہم انتخاب اس کا یہ رسالہ المکاتیب فی ردیۃ القالیب والغرابیت مطبوعہ ۱۳۶۵ھ سے نقل کرتے ہیں وہ ہذہ۔ انتخاب خط سبحان علی خاں بنام مولوی نور الدین منقول از صفحہ ۱۶۔ رسالہ المکاتیب چنانچہ الی بے پایان از ہدن سند حدیث اصحابی کالنجوم وہ طریق شیعہ و تحریر علم دیانت برداشتہ ام پرانے خط و درتے گرد کہ چگونہ و چنان سند پیدا کردہ ہر گاہ سند چنان احادیث در طریق شیعہ یافتہ شود باز سررا بکلام تک خوان ز جواب از مولوی نور الدین منقول صفحہ ۱۲۱۔ ایضا میرتے او تشویش ماسے از بہر سانیکن سند حدیث نجوم کہ نامب را اتفاق افتادہ بجائے خود ست طراد فقیرہ بعضے از مہملات بحار ویدہ لودم کے بعضے از مسترشدین نوشتہ اند کہ حقیقت البیت کہ اس حدیث از جلد اما ثورست و تحریف لفظی دران ماہ نیافتہ آئے نواصب مخترعین معنوی مبادت کردہ اند کہ اس حدیث برابر اہل رفت فرد آورند و دردیہ منکالت حیران و سرگردان ماندند و در یافتند کہ حضرت خاتم المرسلین کسلفہ را نجوم ہایت فرمودہ اند کہ حال شان در زمان سعادت تو اماں آبنما و بعد از وفات شریف بر پنج و آمد بود کہ سانیکہ معذوق آمنتہم کفر و اثم از داود کلرا گردیدند الی قوله و بندہ را حیرتے کہ در خصوص

عن الحسن بن موسى الخشاب عن نيفث بن كلوب عن اسحق بن عمار عن جعفر بن محمد عن ابي عبد الله عليه السلام قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما وعدتم في كتاب الله عز وجل فاعملوا به ولا تتركوا ما لم يكن في كتاب الله عز وجل وكانت فيه السنة منى فلا تتركوا ما لم يكن سنته منى فما قال اصحابي فقولوا به انما مثل اصحابي فيكم كمثل النجوم اباها اخذت منى باي اقاويل اصحابي اخذتم اهدتم واختلفت اصحابي لكم رحمة (يعني امام جعفر صادق نے فرمایا کہ فرمایا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو پاؤ تم خدا کی کتاب میں اس پر عمل کرو کوئی عذر تمکو اس کے ترک پر نہیں ہو سکتا اور جو کچھ میرے اصحاب نے کہا ہو کیونکہ میرے اصحاب تمہارے بیچ میں ایسے ہیں جیسے کہ ستارے جس طرح پر جس کسی ستارے کو کوئی لے لے راہ پر پہنچ جائے گا اسی طرح پر میرے اصحاب ہیں جس کسی قول کو میرے اصحاب کے تم لے لو گے ہدایت پاؤ گے اور میرے اصحاب کا اختلاف تمہارے واسطے رحمت ہے اس حدیث کی صحت میں کسی کو کلام نہیں اس لئے کہ علامہ طبرسی نے احتجاج میں اور ملا باقر مجلسی نے بعد الانوار میں اس کی تصدیق کی ہے پس یہ حدیث معنی مطابق حدیث سابق کے ہے بلکہ اختلاف اصحابی لکم رحمة اور زیادہ ہے پس انکار حدیث سابق سے جو عیون اخبار میں مذکور ہے تکذیب امام موسیٰ رضا کی ثابت ہوتی ہے لیکن اگر ہم اس حدیث کو جو عیون اخبار میں مذکور ہے کان لم یحیٰ بجہیں اور اسی حدیث کو جو معانی الاخبار سے ہم نے نقل کی صحیح جانیں تب بھی مطلب ہمارا فوت نہیں ہوتا اس لئے کہ جو الفاظ اس حدیث کے ہیں وہ بھی وہی ہمارے قول کے ہیں، باقی رہی تاویل و تحریف علامتہ امامیہ کی اسکی نسبت بھی ہم بحث کرتے ہیں اور جو کچھ تاویلات انہوں نے کئے ہیں اس کو ظاہر کرتے ہیں۔ واضح ہو کہ شیخ صدوق نے اس حدیث کو جس طرح اُدھر ہم نے

(لغیہ حاشیہ) امرتہ از ان جہت کہ امر باقتدار فلاں و فلاں لازماً باید بلکہ حیثیت از انست کہ بعد از اتمام امرتہ بدو چیز عظیم القدر یعنی قرآن و حرمت اشارت یعنی کہ اصحاب من مثل ابوذر و سلمان و زید و مقار و ابن مسعود نجوم ہدایت اندہر کہ اقتدا کنند راہ وینا و نجات خواہد یافت و ہندی خواہد شد چہ عمل طاعتہ باشد و مزید حیثیت آنکہ بعضی از علمائے گونید کہ ملو الطبیعت ایدہ یعنی بہ بعضی از اخبار آثار کہ خلافت از شیخ ابن بابویہ غالباً در ہدیہ نقل کردہ تشبیہ و تہذیب و درندہ تیصوت جمع نظر از این تخالف مذکور حدیث اول ہم معارضے شود والا باید کہ این ہندگاہ قابل شوق مایکہ معاذ اللہ حال اہل بیت ہم مانند اطہاب بود کہ حجے براہ احداث و دردت رفتند و بعضی بر حال خویش رنج مانند و لم یقل با عدالی قولہ لہذا حیثیت بندہ در نیاب نسبت بہ حیثیت جناب مضاف خواہد بود سخت حیثیت اولیام کہ کہنے دست ۱۱ ہم میسائیم ارتقاد قلب و جسگر غلام بر جائے خودست بقفتائے بشریت نمیتوان گفت

نقل کیا لکھ کر یہ الفاظ اور بڑھا دیتے ہیں (فقہیل یا رسول اللہ من اصحابک قال اہلبیتتی) کہ جب حضرت پیغمبر خدا نے فرمایا کہ اصحاب میرے مثل ستاروں کے ہیں اور ان کا اختلاف رحمت ہے تب پوچھنے والے نے پوچھا کہ یا حضرت آپ کے اصحاب کون ہیں حضرت نے جواب دیا میرے اہل بیت انہیں الفاظ پر صاحب استقصا نے اپنے جواب کو جو حدیث سابق کی نسبت سے استدلال کیا ہے اور حدیث سابق کا ان لفظوں سے جواب دیا ہے (پس اگر وہ حدیث بیون جواب آنحضرت متعلق بہر دو حدیث باشد ومعناش ان باشد کہ ازیں حدیث نجوم ہم مراد اصحاب اند مخالفت و مناقضت با حدیث معانی اللہنا و امثال ان لازم می آید لہذا یا لبدایت قطعاً ثابت شد کہ جواب امام رضا علیہ السلام متعلق بہر دو حدیث نیست بلکہ آنحضرت فقط حال حدیث و حوالی اصحابی بیان فرمودہ و تفسیر آن باصحابیکہ متغیر و تبدیل نہ شدند نمودہ رنگ شبہہ از خاطر اہل ایمان زدودہ) لیکن اس جواب میں بھی چند نقص ہیں (اول) ہم اس عبارت تا نہ کو صحیح نہیں سمجھتے اور اس کو تحریف شیخ صدوق کی جانتے ہیں کہ حضرت نے اپنے مذہب کے موافق یہ الفاظ بڑھا دیئے ہیں اور یہ صرف ہم اپنی بدظنی سے نہیں کہتے اور ہم شیخ صدوق پر تہمت نہیں لگاتے بلکہ خود انہیں کے علماء ان کی نسبت ایسا خیال کرتے ہیں اور ان کو تحریف کے فن میں استاد جانتے ہیں اگر کسی کو ہک ہوئے تو وہ ملا باقر مجلسی کی بجا والا نثار کو دیکھے کہ ملا موصوف نے شیخ صدوق کی نسبت کیا فرمایا ہے ایک سیرت میں جو ابی بصیر سے الفاظ اشارہ اشارہ کے معنی میں منقول ہے صدوق صاحب نے تحریف کی اور الفاظ حدیث کو کم زیادہ کر دیا اور جن لفظوں سے کافی میں منقول تھے نقل نہ کیا اس پر ملا باقر مجلسی نے یہ الفاظ شان میں حضرت کے لکھے ہیں (نہ الخیر ما خوذ من الکافی و فیہ تغیرات عجیبہ لورت سور النطن بالصدق وانما فعل ذلک لیوافق مذہب اہل العدل و فی الکافی ہکذا الخ) کہ یہ غیر کافی سے لی گئی ہے اور اس میں عجیب تغیر و تبدیل اس لئے کی ہے کہ اہل عدل کے مذہب کے موافق ہو جائے اور الفاظ حدیث کافی کے اس طرح پر ہیں فقط کہ اس کو لکھ کر ملا مجلسی نے الفاظ حدیث کافی کے نقل کئے ہیں پس باقر ملا باقر مجلسی کے ثابت ہوا کہ حضرت شیخ صدوق ذرا ذرا بات پر الفاظ حدیث کے بدل دیتے تھے اور واسطے موافق کرنے ساتھ

۱۔ اگر حدیث بیون میں آنحضرت کا جواب دونوں احادیث سے متعلق ہوتا تو اس کے معنی یہ ہوتا کہ حدیث بیون نجوم سے بجا صحابہ مراد ہیں اور یہ حدیث معانی الاحباب کے مخالف و متقابل ہے۔ اس لئے یہ اتنا ثابت ہوا کہ امام موسیٰ رضا کا جواب دونوں احادیث سے متعلق نہیں ہے بلکہ آپ نے حدیث "حوالی اصحابی" بیان فرمائی اور اس سے وہ اصحاب مراد لئے جنہیں تغیر و تبدیل نہیں ہوا اور یہ بیان کر کے آپ نے مومنوں کے دل پر رنگ کے شبہات کے بجائے عقیدے فرادی ۱۲

اپنے مذہب کے اماموں کی احادیث میں تغیر و تبدل کر دیا کرتے تھے پس اگر اس حدیث میں جس سے صحابہ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے اور جسکی سمت سے کل مذہب ہی باطل ہوا جاتا ہے کچھ الفاظ لفظ کر دیئے ہوں تو کیا عجب ہے بلکہ یقین کرنا چاہیے کہ ضرور انہوں نے آخر فقرہ بڑھا دیا ہے اور کیوں نہ بڑھاتے سائے کہ اگر حدیث کو انہیں لفظوں پر ختم کر دیتے اور اصحاب کا پیغمبر صاحب کی زبان سے مثل ستاروں کے ہونا اور ان کی اقتدار کرنا تسلیم کر لیتے تو پھر اپنے مذہب کو کس طرح بچاتے اس لئے ہم بھی ملا باقر مجلسی صاحب کے ساتھ اتفاق کرتے ہیں اور حضرت شیخ صدوق کے حق میں اس حدیث میں الفاظ زائد کرنے کی نسبت وہی الفاظ کہتے ہیں کہ (انما فعل ذلک لیوافق مذہب اہل العدل) لیکن اگر کسی کو اس پر اطمینان نہ ہو اور باوجود اقرار ملا مجلسی کے صدوق کی تحریف و تغیر پر یقین نہ آئے تو ہم چند دلیلوں سے ثابت کرتے ہیں کہ الفاظ (فقیل یا رسول اللہ من اصحابک فقال اہل بیتی) بڑھا ہوئے ہیں۔

پہلی دلیل: مولوی علی بخش خاں صاحب بہادر اپنے ایک سالے میں فرماتے ہیں کہ اصحابی کا لفظ معاصرتا یا پہلی اور چستان تھی کہ جس کے پوچھنے کی ضرورت ہوتی اور سننے والا نہ سمجھتا، اول الفاظ من اصحابک استفہار کرتا پس یہ سوال خود اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ اپنی طرف سے بڑھایا، دوسری دلیل: اس حدیث سے اختلاف اصحاب کا ثابت ہوتا ہے اور موافق اصول شیعوں کے اہل بیت مولودینا جائز ہوگا اور اختلاف اصحابی لکم رحمۃ کے فقرے کے کیا معنی ہوں گے؟ چنانچہ خود اس حدیث میں بعد ان الفاظ کے جو ہم نے نقل کئے شیخ صدوق صاحب یہ فرماتے ہیں کہ (قال محمد بن علی مولف ہذا کتاب ان اہل بیت علیہم السلام لا یختلفون و لکن یفتون الشیعۃ بالحق وانما افتون بالتقیۃ فما یختلف من قولہم فہو التقیۃ والتقیۃ رحمۃ للشیعۃ) کہ مولف اس کتاب کا کہتا ہے کہ اہل بیت علیہم السلام تو کچھ اختلاف نہیں کرتے بلکہ اپنے شیعوں کو صحیح فتویٰ دیتے ہیں البتہ کبھی کبھی کوئی فتویٰ تقیہ سے بھی کر دیتے ہیں پس اختلاف سے مراد تقیہ ہے اور تقیہ شیعوں کے حق میں رحمت ہے مگر چہ صدوق اور ان کے حامیوں اس جواب پر ناز کریں مگر کوئی اہل عقل اس جواب کو پسند نہ کرے گا اس لئے کہ تقیہ کے معنی ہیں سچ بات کو بسبب خوف کے چھپانا اور جھوٹے کو ظاہر کرنا پس حضرات ماہر کے رائے دوسرا کہ ہے جو جھوٹ بولنے کو رحمت سمجھے گا اور اختلاف اصحابی لکم رحمۃ کے حدیث کو تقیہ پر محمول کرے گا۔ لیکن اگر ہم اختلاف کو تقیہ پر منحصر سمجھیں تو گویا حدیث کے معنی ہوئے کہ یہ اہل بیت کے جس قول پر کوئی عمل کریگا وہ ہدایت پائے گا اگرچہ وہ قول باہم مختلف

ہوں اور ایک دوسرے سے مخالفت ہوں اس لئے کہ اختلاف میرے اہل بیت کا رحمت ہے فقط اور یہ ظاہر ہے کہ ہزار ہا احادیث اور اقوال اماموں کے ایسے ہیں کہ جنکو اہل سنت ملتے ہیں اور حضرت امامیہ ان کو تقیہ پر محمول کرتے ہیں لیکن جب تقیہ رحمت میں شمار کیا گیا تو سنیوں کا ان اقوال پر عمل کرنا جو اماموں نے براہ تقیہ کے فرمائے عین ہدایت ٹھہرا اور نہ اگر تقیہ کے قولوں پر عمل کر نیوالے خطا پر ہوں اور گمراہ ٹھہرائے جاویں تو پھر معنی ان الفاظ کے کہ رہای اقوال اصحابی اخذتم استہدیم و اختلاف اصحابی لکم رحمت کے کیا معنی ہوں گے اور کوئی یہ نہ خیال کرے کہ ایمنہ کرام نے جو اقوال اور احکام براہ تقیہ کے فرمائے ہیں وہ مجمل اور مشترک المعنی نہیں ہیں بلکہ نہایت صاف اور صریح ہیں اور یہ بھی کوئی نہ سمجھے کہ انہوں نے وقت کہنے ان اقوال اور دینے ان احکام کے اس کا خیال نہیں کیا کہ پوچھنے والا اور سننے والا گمراہ ہوگا بلکہ جان بوجھ کر سوچ سمجھ کر ان اقوال کو فرمایا ہے کہ پوچھنے والا اس پر یقین کرے اور کسی طرح پر اس کو اس قول کی صداقت میں شبہ نہ رہے جیسا کہ علمائے امامیہ نے اس کو خود بیان کیا ہے چنانچہ میر باقر داماد نبراس الفیاض فرماتے ہیں کہ جو فتوے ایمنہ کرام نے موافق قاعدہ تقیہ کے دیئے ہیں کہ ان سے غرض تعلیم ہے تاکہ اسکا جواز بیان کیا جائے کہ وقت ضرورت کے اس پر عمل کیا جاوے اور باامید اسکے کہ مومنین کو حق بات بتلا ہی دی گئی ہے اور ان میں سے بعض ایسے ہیں کہ جو ایسے پوچھنے والے نے پوچھے کہ اپنے باطل مذہب پر فریفتہ تھا اور اپنے دین کجا پر اعلیٰ درجے کا غلور رکھتا تھا تو ایسے شخص کو امیر کرام نے اسی کے دین و مذہب کے موافق فتوے دیدیئے اسلئے کہ نہ اسکی ہدایت پانے کی امید تھی نہ براہ راست پمانے کا یقین تھا پس جب اماموں نے خود ویدہ و دانستہ پوچھنے والے کو فتویٰ اس کے دین و مذہب کے موافق بتلا دیا تو گو وہ فتویٰ مخالف اور روایتوں کے ہو لیکن بہ نسبت اختلاف اصحابی لکم رحمت کے پوچھنے والے کے حق میں رحمت ہو گیا اور بمقتضائے حدیث عبود اخبار کی تکذیب پر یہ دلیل بیان کی ہے کہ اگر وہ حدیث صحیح ہوئے تو مخالفت دوسری حدیث سے جو معانی اخبار میں مذکور ہے لازم آتی ہے یہ دلیل بالکل پوچھ ہے اس لئے کہ اگر عبارت زائد پر جو شیخ صدوق نے بڑھا دی ہے لحاظ نہ کیا جائے تو دونوں حدیثوں کا مضمون موافق ہوتا ہے نہ مخالفت اس لئے کہ عبود اخبار کی حدیث کے یہ الفاظ ہیں اصحابی کا لجم باہم اقتدیم استہدیم اور معانی اخبار کی حدیث کے یہ الفاظ ہیں ان مثل اصحابی فیکم کثل النجوم باہم اقتدیم استہدیم

لے اصل عبارت اس کتاب کی بحث تقیہ میں منقول ہوگی ۱۲

نہیں جانتے کہ دونوں حدیثیں باعتبار معنی کے کیونکر مخالف ہیں باقی رہی بحث عبارت زائد فقہیل
 یارسول اللہ من اصحابک کے اس کو ہم تحریف شیخ صدوق کی سمجھتے ہیں اور اسکے دلائل ہم اوپر
 بیان کر چکے ہیں پس اگر ہم تسلیم کریں کہ جو حدیث اصحابی کالنجوم کو امام موسیٰ رضی اللہ عنہ نے موضوع اور
 غیر صحیح فرمایا تو جب اس کی صحت امام باقر علیہ السلام کے بیان سے ہوتی ہے تو ایک امام کے قول سے
 دوسرے امام کی تکذیب لازم آتی ہے ہاں اگر معانی اخبار کی حدیث سے یہ ثابت ہوتا کہ حدیث
 اصحابی کالنجوم معنی موضوع اور غلط ہے تو ہم صاحب استقصا کے جواب کو ان کے اصول کے
 مطابق تسلیم کر لیتے لیکن جب اس سے بھی اس کی صحت ثابت ہوتی ہے تو ہم نہایت تعجب
 کرتے ہیں کہ مولف موصوف نے حدیث معانی اخبار کے بیان کرنے میں سوائے اس کے کہ حدیث
 اصحابی کالنجوم کی صحت کو ایک دوسرے امام کے قول سے ثابت کر دیا کہ کیا فائدہ اپنے واسطے
 تصور کیا تھا علاوہ بریں غور کرنے کی بات ہے کہ اگر پوچھنے والا یہ سوال نہ کرتا کہ اصحاب سے
 مراد کون لوگ ہیں تو یہ کسی کو نہ معلوم ہوتا کہ اصحاب سے مراد اہل بیت ہیں پس کیونکر قیاس میں
 آوے کہ اگر غیر خدایہ حدیث شان میں اہل بیت کی فرماتے تو وہ ایسا لفظ استعمال کرتے جس کا
 اطلاق عرفاً اہل بیت پر نہ ہوتا اور کیونکر عقل قبول کرے کہ اصحاب کے لفظ کو سائل نہ سمجھا ہو گا اور
 ان سے اس کے معنی حضرت سے پوچھے ہوں گے اس لئے کہ ہم اکثر احادیث میں دیکھتے ہیں کہ
 لفظ اصحاب کا آیا ہے اور پھر کسی ایک میں بھی ایسا سوال نہیں دیکھتے مثلاً حدیث (دعواتی اصحابی)
 کو دیکھنا چاہئے کہ خود صاحب استقصا اس کو صحیح بتلاتے ہیں اور امام موسیٰ رضی اللہ عنہ کی تصدیق
 کو اسی پر ختم کرتے ہیں تو اس کے بعد یہ عبارت نہیں ہے (فقہیل من اصحابک) تو کیونکر ہم جانیں
 کہ کبھی کسی شخص نے اصحاب کے لفظ کو غیر صاحب سے من کر اس کے معنی نہ سمجھا اور بدول اس
 کی تشریح دیافت کرنے کے سامع سے نہ رہا گیا و ہذہ (ما یضحک علیہ الصبیان) (چوتھی دلیل)
 اگر ہم اس عبارت زائد کو جو معانی اخبار کی حدیث میں ہے موافق قول صدوق کے تسلیم بھی
 کریں اور عیون اخبار کی حدیث کو معانی اخبار کی حدیث سے مخالف ہونا بھی قبول کریں تب
 بھی صرف اس وجہ سے کہ دونوں میں مخالفت ہے یہ کیا ضرور ہے کہ عیون اخبار کی حدیث کو
 غلط ٹھہرائیں بلکہ ٹھہرانے کی ضرورت ہی نہیں ہے فقط اخیر کا جایا ہوا فقرہ و در کہ کے دونوں حدیثوں کا اختلاف
 و در کہ میں علاوہ بریں ہم کو صاحب استقصا کے اس امر پر نہایت تعجب آتا ہے کہ وہ اختلاف کے سبب سے
 ایک حدیث کو غلط ٹھہراتے ہیں اس لئے کہ حضرت محدثین اور علمائے ایسی احادیث اور اقوال نہیں بیان کئے کہ جنکے اختلاف پر تعجب

ہو دے اب یہ کلام اسی کا افسوس کرتے رہے مجتہدین متاخرین اسی غم میں مر گئے اور اس حدیث کا اختلاف دور نہ کر سکے پس جب اختلاف درجہ غایت پر پہنچ گیا ہوا اور باوجود مسامحتی جمیلہ متقدمین کے اس کا رفع ہونا محالات میں سے ٹھہر گیا ہو تو ایک دو حدیث کے اختلاف پر کیوں اس قدر افسوس ہے تعجب ہے صاحب استقصا کی ذات سے کہ حضرت نے اپنے امام اعظم طوسی کا قول ملاحظہ نہیں فرمایا کہ جس میں اقرار کیا کہ فقط کتاب تہذیب میں پانچ ہزار سے زیادہ حدیثیں ہیں جو باہم متعارض اور متناقض ہیں اور جن کا تعارض ہزار تاویل اور تحریف معنوی سے چھپانا چاہا اور نہ چھپ سکا چنانچہ ان کے امام اعظم کی تقریر جو صاحب فوائد مدنیہ نے نقل کی ہے یہ ہے۔

وقد ذكرت ما رو عنهم عليهم السلام من الاحاديث المختلفة التي تخضع الفقه في كتاب المعروف بالاستبصار وفي كتاب تہذیب الاحكام ما يزيد على خمسة آلاف حدیث وقد ذكرت في اكثرها اختلاف الطائفة في العمل بها وذلك اشهر من ان يخفى، اور یہ نہ خیال کرنا چاہیے کہ یہ اختلاف صرف راویوں کے سبب سے ہے بلکہ حضرات امامیہ اس کا اقرار کرتے ہیں کہ یہ اختلاف خود ائمہ کی طرف سے ہے چنانچہ بلا باقر مجلسی نے بحار الانوار میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا کہ کوئی ٹی سخت زیادہ ہم پر اس سے نہیں ہے کہ ہمارے آپس میں بڑا اختلاف ہے تب امام نے جواب دیا کہ یہ اختلاف میری طرف سے ہے اور اسی میں برطانیہ زرارہ کے لکھا ہے کہ اس نے امام باقر علیہ السلام سے ایک مسئلہ پوچھا حضرت امام نے اس کو کچھ جواب دیا اس کے بعد ایک دوسرا شخص آیا اور اس نے بھی وہی مسئلہ پوچھا اس کو برخلاف پہلے جواب کے جواب دیا کہ پھر تیسرا شخص آیا اس کو دونوں جوابوں کے برخلاف جواب دیا جب وہ دونوں آدمی چلے گئے تب میں نے کہا کیا ابن رسول اللہ اس کا کیا سبب ہے کہ دو آدمی اہل عراق سے آئے اور وہ دونوں آپ کے شیعوں میں سے تھے اور آپ نے دونوں کو جواب ایک دوسرے سے خلاف دیا ہے امام نے فرمایا کہ یہی ہمارے حق میں بہتر ہے اور اسی میں ہماری تمہاری خیریت ہے اگر اس میں تم سب مختلف نہ ہو اور ایک بات پر متفق ہو جاؤ تو لوگ تم کو نہ چھوڑیں اور تم زندہ نہ رہنے پاؤں اور پھر زرارہ کہتا ہے کہ جب امام جعفر صادق سے اس امر کو میں نے پوچھا تو انہوں نے بھی اپنے پدر بزرگوار کے موافق جواب دیا اور یہ کوئی نہ سمجھے کہ فقط ایک مسئلے میں دو عین ہی مختلف

لے و نذہ عبارة عن محمد بن بشير وعزیز عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال قلت لرازی عن شیخ اشعلی عن اصابنا قال ذالک من قبلہ ۱۳۔ و نذہ عبارة عن فارة عن ابی جعفر قال قال سألته عن مسألة فاجابني قال ثم جازل بقية ص ۴۱ پر

احکام ائمہ کرام دیا کرتے تھے بلکہ ستر تک فورت پہنچتی تھی جیسا کہ سجاد الانوار میں امام جعفر صادق سے منقول ہے کہ امام موصوف فرماتے ہیں کہ میں ایک بات میں ستر پہنچا رکھتا ہوں جس کا چاہوں نکل جاؤں غرضکہ ان اختلافات کو کوئی کہاں تک بیان کرے جس کو اس بارغ کی بہار دیکھنا ہو وہ (باب کتمان الدین عن غیر اہلہ) کو سجاد الانوار سے نکال کر ذرا سیر کرے پس جبکہ اختلاف اہل حدیث کا یہ حال ہو اور خود حضرات ائمہ ایک بات میں ستر بات پیدا کرتے ہوں اور ایک وقت میں ایک سوال کے جواب میں اپنے مطمئن شیعوں کو ایسے مختلف جواب دیتے ہوں جنہر سے ایک کو دوسرے سے نسبت نہ ہو اور اسی میں اپنی اور اپنے شیعوں کی خیریت سمجھے ہوں تو چہر صاحب استقصار و وحدیثوں کے اختلاف پر کیوں تعجب کرتے ہیں اور کس لئے ان کی تطبیق کی فکر فرماتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ یہ اختلاف ان منافقوں اور جھوٹوں نے کیا ہے جنکو ائمہ اپنے پاس آنے نہ دیتے تھے اور وہ ائمہ کو بدنام کرتے تھے اور اپنی طرف سے حدیثیں اور باتیں بنا کر ان کی طرف منسوب کرتے تھے اور ائمہ کرام ان سے بیزاری ظاہر کرتے تھے اور ان پر لعنت کرتے تھے اور ان کو کاذب اور ملعون کہتے تھے اور وہ اپنی جھوٹی بنائی ہوئی باتوں کو ائمہ کی طرف منسوب کرتے تھے اور اس امر کو ہم آئندہ شیعوں کی کتابوں سے ثابت کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

دوسری شہادت : صحیفہ کاملہ میں جس کا ایک ایک لفظ حضرات امامیہ کے نزدیک صحت اور اعتبار میں کم از الفاظ قرآنی نہیں ہے لکھا ہے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام پیغمبر خدا علیہ التحیہ والثناء کے اصحاب اور ان کے تابعین کی نسبت ان لفظوں سے دُعا کرتے تھے (اللهم اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاصۃ الذین احسنوا الصحابۃ والذین ابلغوا البلاء الحسن فی نصرہ) الخ کہ خداوند ارجمت نازل کر اور پر اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص

(بقیہ حاشیہ) فسلا عنہا فاجابہ بخلاف ما اجابہ صحابہ فلما خرج الرجلان قلت لابی بن رسول اللہ رجلان من اہل العراق من شیعک قدما فتوا بک کل احد منہما بغیرا اجبت بالآخر فقال یازرارة ان ہذا خیر منا والبقی لنا وکم لو اجمع علی امر واحد لقد کم الناس ولکان اقل بقائنا وبقاؤکم فقلت لابی عبد اللہ شیعکم لو علمتموہم علی الالسنہ وعلی الدبالضواد ہم یخرجون من عندکم مخلصین قال فقلت امرت ثلاث مرار فاجابہ ثلث جواب امیر ۱۲ لہ وہذہ الفاظ عن ابی عبد اللہ قال انی لا تکلم سبعین وجلسہ فی کلما المخرج ۱۲ لہ وکانفود واسر محالی وفاقد وسا بقوالی دعوت واستجابوا لہ حیث اسمعہم حجة رسالہ وفاتہ قوالا الزواج والاولاد فی انہار کلمہ وقائما کو بار والانیار فی تثبت نبوة وانتصروا بہ ومن کانوا مطہرین علی محبتہ یرجون تجارة لن تبور فی مودتہ والذین ہجرت ہم العشاء

کراؤ پر ان اصحاب کے جنہوں نے حق صحبت نہایت خوبی سے ادا کیا اور جنہوں نے سب طرح کی مصیبتوں اور ایذاؤں کو اس کی اعانت میں گوارا کیا اور جنہوں نے مل کر اس کی مدد میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑا اور جنہوں نے اس کی رسالت کے قبول کرنے میں بڑی جلدی کی اور اس کی دعوت کی اجابت میں سبقت کی جب ان کو پیغمبر خدا نے اپنی پیغمبری کی حجتیں بتائیں انہوں نے بلا توقف قبول کیا اور ان کے کلمے کے ظاہر کرنے میں اپنے لڑکے بالوں جو رو بچوں کو چھوڑا اور ان کی بیوت کے ثابت کرنے میں اپنے باپ اور بیٹوں کو قتل کیا جب انہوں نے پیغمبر کا دامن پکڑا تو ان کے کنبے قبیلے کے لوگوں نے ان کو چھوڑ دیا اور جب وہ پیغمبر کے قرابت کے سائے میں آئے تب ان کے رشتہ داروں نے ان سے رشتہ توڑ دیا پس خدا یا امت بھولنا تو ان باتوں کو جو پیغمبر کے اصحاب نے تیرے واسطے اور تیرے پیچھے چھوڑا اور اسی کو تو اپنی رضامندی سے اسلئے کہ انہوں نے خلق کو تیری طرف جمع کر دیا اور تیرے پیغمبر کے ساتھ دعوت اسلام کا حق ادا کیا الہی وہ شکر کرنے کے لائق ہیں کہ انہوں نے اپنی قوم اور کنبے کے گھر اور اپنے وطن کو تیرے پیچھے چھوڑا اور عیش و آرام کو ترک کر کے ضیق معاش کو تیرے لئے اختیار کیا اور خداوند ان کے تابعین کو جزائے خیر دے جو کہ دعا کیا کرتے ہیں کہ پروردگار ہماری مغفرت کر اور ہمارے ان بھائیوں کی جو ہم میں سے ایمان میں سبقت لے گئے ہیں کیسے تابعین جو ان اصحاب کی چال پر چلتے ہیں اور ان کے آثار کی پیروی کرتے ہیں اور ان کی ہدایت کی نشانیوں کی اقتدا کرتے ہیں جن کو کوئی شک ان کی نصرت میں نہیں ہوتا اور جن کے دل میں کوئی شبہ ان کے آثار کی پیروی میں نہیں آتا کیسے تابعین جو معاون اور مددگار اصحاب کے ہیں اور جو اپنا دین ان کے دین کے موافق رکھتے ہیں اور جو ان کی ہدایت کے مطابق ہدایت پاتے ہیں اور اصحاب سے اتفاق رکھتے ہیں اور جو کچھ اصحاب نے ان کو پہنچایا اس میں ان پر کچھ تہمت

(بقیہ حاشیہ) اذا تعلقوا العروۃ وانفتحت منہم القربات اذا استخوانی ظل قرابۃ فلا نس لهم اللہ ما ترکوا کم وفیکہ ارضہم من ذنوبکم و بما حاشا لخلق علیک و کالوا مع رسولک فاة کم الیک و انکم علی ہرجم فیک و یار قومہم و خردہم من سعة المعاش الی الخلیقہ و من کثرت فی اعزاز و ینک من مظلومہم انہم و اوصل الی التابعین لهم باحسان الذین یقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان خیر جمیع الذین قصدوا ستمہم و بحر و اوجبتہم و مضموع علی شاکلتہم لم شینہم ربیب فی بعیرتہم ولم یخجلہم شک فی قفوا شامہم و الایتام بہدایتہم منہم مکافئین و موازینہم لہم یدنیون بدنیون بدنیون و یتدون بہدیم تیفقون علیہم و لا مواہبہم فیما اودا الہم لہم و وصل علی التابعین من یومنا الی یوم الدین و علی ازواجہم و علی دریاہم ۱۲

نہیں کرتے ہیں اور خدا یا رحمت نازل کر ان اصحاب کی تبعیت کرنے والوں پر آج کے دن سے جس میں ہم ہیں قیامت تک اور ان کی ازواج اور ذریعات پر فقط اسے ملنا تو اس دعا کی لفظوں پر خیال کرو اور ان کے معنی غور سے سوچو اور سمجھو کہ امام زین العابدین علیہ السلام نے دعائیں کن لفظوں سے پیغمبر صاحب کے اصحاب کو یاد فرمایا اور ان کے محامد اور اوصاف کو کس خوبی سے بیان کیا ہے اور ان کی کوششوں اور مصیبتوں کو جو راہِ خدا میں اٹھائیں کس طرح پر ظاہر کیا ہے اور ان کے حق میں کس سوزِ دل سے دعا فرمائی ہے کون شخص سے کہ جو دعویٰ ایمان اور اسلام کا رکھتا ہو وہ بعد سننے اس دعا کے پھر صحابہ کی فضیلت میں شک کرے گا اور کون آدمی ہے کہ جو ائمہ کرام کی امانت کو اصولِ دین سے سمجھتا ہو گا اور ان کے قول اور فعل پر عمل کرے نیکاً دعویٰ رکھتا ہو گا وہ امام کی زبان سے ایسی تعریفیں صحابہ کی سن کر ان کا معتقد نہ ہو گا پوشیدہ نہ رہے کہ جب ہم صحابہ کے فضائل میں احادیث اور اقوال کو اپنی کتابوں سے نقل کرتے ہیں تو حضرات ان کو موضوع اور غلط کہہ دیتے ہیں اور جب ان کی کتابوں سے ائمہ کرام کے اقوال کو سن دلاتے ہیں تو اس کو تقیہ پر محمول فرما دیتے ہیں لیکن یہ دعا صحیفہ کاملہ کی ایسی ہے کہ جس پر احتمال تقیہ کا بھی نہیں ہو سکتا اس لئے کہ یہ وہ دعائے جو امام زین العابدین مناجات میں بوقت خلوت حالتِ خاص میں خدا سے کیا کرتے تھے اور راز و نیاز کے وقت اصحاب رسول کی تعریفیں خدا کے روبرو کر کے ان پر درود بھیجا کرتے تھے اور ان کی کوششوں اور مصیبتوں کو جو خدا کی راہ میں اٹھائیں بیان کر کے خدا سے ان کے لئے طلبِ رحمت کیا کرتے تھے پس اس وقت نہ کسی کا خوف تھا نہ کسی سے اندیشہ کہ جس سے ضرورت تقیہ کرنے کی ہوتی پس اس دعا میں احتمال تقیہ کی بھی گنجائش باقی نہیں رہی اور امام کی زبان سے اعلیٰ درجہ کی تعریف اصحاب رسول کی ثابت ہو گئی پس حضرات امامیہ کو چاہیے کہ اول سے آخر تک اس دعا کو دیکھیں اور لفظ لفظ پر غور فرمائیں اور انصاف کریں کہ جب امام علیہ السلام مناجات میں ایسی ستائش اصحاب کی کریں اور ان کی تابعین کے حق میں دعائے خیر فرمائیں اور بالفاظ (وارضہم من رضوانک و اشکرہم علی ہجر ہم فیک) ان کے لئے رضائے ایزدی کے طالب ہوں اور ان کے مصائب اور تکالیف کو ذریعہ رضوان الہی کا جانیں اور ان کو باعث ترقی دین اسلام کا فرمائیں اور پھر بھی ائمہ کی اطاعت کے دعویٰ کرنے والے اور اپنے آپ کو قدم بہ قدم ائمہ کے طریقوں پر چلنے والے اپنے آپ کو امامیہ کہنے والے برخلاف اس

کے اصحاب رسول کی برائیاں بیان کریں اور ان کی بجز و مذمت کو شعائر دین سے ٹھہرائیں اور ان کی عیب جوئی میں شبہ روز صرف اوقات کریں اور ان کے محامد و اوصاف سے انہماں کر کے مطاعن کے اظہار میں مصروف رہیں اور بجائے دعائے خیر اور طلبِ رحمت کے ان کے حق میں بدعا کرنے کو عبادت جانیں اور ان کی پیڑی کو ذریعہ ضلالت و گمراہی کا سمجھیں اور جو کوئی ان کی چال پر چلنا چاہتے اس کو دائرہ اسلام سے خارج جانیں اور جو کوئی ان پر تہمت کرے اور ان سے دشمنی رکھے اس کو بڑا مومن پاک تصور کریں معلوم نہیں کہ ان حضرات کی اصطلاح میں محبت اور ایمان کے کیا معنی ہیں اور عداوت اور کفر کا کیا مطلب ہے اہلسنت جو ائمہ کرام کے اقوال و افعال پر عمل کریں وہ خارجی اور ناصبی کہلاویں اور حضرت شیعہ جو ان کے اقوال و افعال سے مخالفت رکھیں وہ امامیہ اور دوست اہل بیت کے ٹھہریں (فاختبر وایا الی الابصار ان ہذا الشیء عجیب) جاننا چاہیے کہ اس دعا سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

(اول) امام کا اصحاب کے حق میں دعائے خیر کرنا اور ان پر درود بھیجنا اور ان کے حق میں گمان نیک رکھنا (دوسرے) ان اصحاب کا سب سے افضل ہونا جو سب سے اول ایمان لائے اور اصحاب رسول کا خدا کی راہ میں ایذا نہیں اور مصیبتیں اٹھانا اور خدا کے لئے گھر بار چھوڑ کر ہجرت کرنا اور پیغمبر کے پیچھے ان کے قریب اور رشتے داروں کا ان سے قرابت اور رشتہ چھوڑ دینا اور خدا کے دین میں داخل ہونے کے لئے لوگوں کو دعوت اسلام کی کرنا (تیسرے) اصحاب کے تابعین کی فضیلتیں اور ان کی نشانیاں اب ہر ایک امر کی نسبت ہم علیحدہ علیحدہ بحث کرتے ہیں :-

امر اول امام کا اصحاب کے حق میں دعائے خیر کرنا

اصحاب کے حق میں دعائے خیر کرنا اور ان کو نیکی سے یاد کرنا اور حقیقت پیغمبر خدا علیہ التعمیۃ والثناء کے حکم کی اطاعت کرنا ہے اس لئے کہ خود حضرت نے ان کے حق میں ایسا فرمایا ہے چنانچہ اوپر ہم عیون اخبار سے اس حدیث کو بیان کر چکے ہیں کہ حضرت پیغمبر خدا نے فرمایا کہ دعوائی اصحابی کہ میرے اصحابوں کو میرے لئے چھوڑو اور میری صحبت کے حقوق کی ان کے حق میں رعایت کرو اور اس کی تائید میں اور احادیث اور اقوال نقل کرتے ہیں (اول) حدیقہ سلطانیہ کی جلد سوم بحث نبوت میں جناب میر نصاحب قبلہ فرماتے

ہیں کہ جب پیغمبر صاحب کا وقت وفات قریب آیا تو حضرت نے منبر پر جا کر اصحاب سے پوچھا کہ میں کیسا پیغمبر تھا۔ سبوں نے عرض کیا کہ جو کچھ صبر خدا کی راہ میں آپ نے گوارا کیا اس میں آپ نے گوارا کیا اس کی جزائے خیر خدا آپ کو دے تب حضرت نے اس کے جواب میں فرمایا (خدا شمارا نیز جزائے خیر دہد) کہ یہ روایت صفحہ ۳۲۸۔ حدیقہ سلطانیہ میں موجود ہے پس معلوم نہیں کہ اس وقت جب کہ ہزاروں اصحاب موجود تھے اور واسطے دواع پیغمبر خدا کے مسجد میں جمع ہوئے تھے حضرت کا ان سے مخاطب ہو کر یہ فرمانا کہ خدا تمکو جزائے خیر دے کس امر پر محمول کیا جائے اور کیونکر ایسے اصحاب کے حق میں گمان نیک نہ کیا جاوے۔

(دوسرے) تفسیر امام عسکری علیہ السلام میں لکھا ہے کہ ان رجلا من یغض آل محمد و اصحابہ و اولادہم یغضبہ اللہ عذاباً لوقسم علی مثل ما خلق اللہ لہم اجمعین) کہ اگر کوئی شخص دشمنی رکھے آل محمد سے اور اصحاب سے یا ایک سے بھی منجملہ ان کے اس پر خدا ایسا عذاب کرے گا کہ اگر وہ تقسیم کیا جائے تمام خلق پر تو وہ سب ہلاک ہو جاویں پس بطرح پر آل محمد کی دشمنی حرام ہے اسی طرح پر اصحاب محمد کی عداوت حرام ہے (تیسرے) پیغمبر خدا نے اپنے اصحاب کے سب و دشنام سے منع کیا ہے جو چنانچہ جامع اخبار میں کہ معتدین کتب شیعہ سے ہے منقول ہے (قال النبی من سبنی فاقتلوه و من سب اصحابی فاجلدوه) کہ جو کوئی مجھے برا کہے اس کو قتل کرو اور جو کوئی میرے اصحاب کو برا کہے اس کو دتے لگاؤ (چوتھے) کتاب مفتاح الشریعت اور مفتاح الحقیقت میں جس کو ملاحقہ مجلسی نے سحار الانوار میں اور قاضی نور اللہ شوستری وغیرہ نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف منسوب کیا ہے کہ غیبت بہت برا عیب ہے اور بہتان اور افتراء اس سے بھی بڑھ کر ہے اور عوام آدمیوں کے حق میں غیبت اور بہتان گناہ کبیرہ ہے نہ کہ اصحاب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں کتنا بڑا گناہ ہوگا پس انکے حق میں اہتماماً دیکر رکھنا ضروریات ہے ہے انکے فضائل بیان کرنے میں رطب اللسان رہنا چاہیے اہلکے دشمنوں کی صحبت سے نفرت رکھنا چاہیے کہ اس سے نفاق خفی دل میں پیدا ہوتا ہے انہیں باوجود اسکے کہ یہ روایتیں خود شیعوں کی کتابوں میں موجود ہوں اور پیغمبر خدا کا اور ائمہ کرام کا دعائے خیر کرنا اصحاب کے حق میں ثابت ہو اور پھر وہ اصحاب کے کینے کو افضل عبادت جانیں اور لعنت کرنے کو جو کہ خود انہیں پر لوتی ہے عمدہ ترین طاعت جانیں اور جس پر امام زین العابدین اور دیگر ائمہ کرام درود بھیجیں ان پر تبرا کریں اور اٹھتے بیٹھتے کھاتے پیتے سوائے

لعنت کے اپنی زبان پر دوسرا لفظ نہ لاویں اور بجائے لعنتیہ کے اپنے فرقے کا نام لہریں

امروم پیغمبر خدا کے یارس کا ایمان کے سبب سے مصیبت اور انرا پانا اور جو سب سے اول ایمان لائے ان کا اور اس سے افضل اور بہتر ہونا

اس دعا سے امام علیہ السلام کی پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثناء کے اصحاب کرام کے جو فضائل ثابت ہوتے ہیں وہ یہ ہیں کہ ان کا پیغمبر صاحب کی مددگاری میں مصائب اور تکالیف کا پانا حضرت کی محبت میں اپنے بال بچوں اور گھر بار کو چھوڑنا اور اپنے وطن سے ہجرت کر جانا اثبات نبوت میں اپنے باپ بیٹوں عزیزوں کو قتل کرنا پیغمبر خدا کی دعوت کو قبول کرنا اور خلق خدا کی طرف جمع کر دینا ان فضائل کو امام نے اس تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے کہ کسی شیعہ کو کیسا ہی متعصب کیوں نہ ہو اس کی تکذیب اور تاویل کی جرات باقی نہیں رہی اس لئے کہ کتاب صحیفہ کاملہ ایسی معتبر کتاب ہے کہ حضرات شیعہ اس کو زبور آل محمد کہتے ہیں اور اس کے لفظ لفظ اور حروف حروف کو صحیح جانتے ہیں اور جو کچھ اس میں لکھا ہے اس کی تصدیق کرتے ہیں پس ان فضائل کو جو امام نے بیان کئے دیکھ کر گود لیں جلتے ہوں اور اپنے محدثین اور علما کو اس کی تصدیق و تصحیح پر بڑا بجلا کہتے ہوں لیکن کسی طرح پر اس کی تکذیب نہیں کر سکتے باقی رہی تاویل اس کی تین صورتیں ہیں (۱) یا یہ کہ فضائل کا مصداق سوائے صحابہ کے اور کسی کو گروا نہیں جیسا کہ حدیث اصحابی کا لجزوم وغیرہ میں گروانا (۲) یا یہ کہ اس کو قیے پر معمول فرمادیں جیسا اولاد اہل بیت ائمہ میں کیا ہے۔ (۳) یا یہ کہ ان فضائل کو اپنے مقبولین صحابہ کے حق میں قبول کریں اور اکثر مہاجرین اور انصار کو خصوصاً خلفائے ثلاثہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو اس سے خارج سمجھیں لیکن تینوں طرح سے تاویل کا دروازہ بند ہے اور سوا اس کے کہ موافق ہمارے مذہب کے ان فضائل کو تمام مہاجرین و انصار کی نسبت خصوصاً خلفائے ثلاثہ کے حق میں تسلیم کریں اور دوسرا چارہ نہیں ہے چنانچہ ہم تینوں تاویلوں کا بطلان ثابت کرتے ہیں امر اول کہ مصداق ان فضائل کے اصحاب رسول نہیں ہیں اس کا خود کسی شیعہ نے دعویٰ نہیں کیا بلکہ ان فضائل کا صحابہ کی شان میں وارد ہونے کو ان کے علمائے قبول فرمایا ہے چنانچہ صاحب نزہۃ اشاعہ شریعہ نے بجواب جلد چہارم تحفہ کے اس کو تسلیم فرمایا ہے و ہذہ عبارتہ (کہ امامیہ جمع اصحاب را مقدوح و مجروح نمی دانند بلکہ

بسیاری اصحاب عظام را جلیل القدر و ممدوح بلکہ از اولیای کرام میدانند و مستحق رحمت و مغفرت
ملک مئمان می پندارند و در صحیفہ کاملہ کہ فرقہ حقہ آنرا از بود آل محمد گویند دعا نیکہ از حضرت
سیدالساہدین علیہ السلام ماثورست شاید عدل این دعوی ست را با مردم کہ امام نے یہ فضائل
براہ تقیہ کے بیان کئے ہیں اس کو بھی کسی عالم نے علمائے شیعہ سے بیان نہیں کیا اور کیونکہ لفظ
تقیّے کا اس موقع میں زبان پر لاتے اس لئے کہ یہ فضائل جو امام نے بیان کئے وہ کسی ناموسی اور
خارجی اور دشمن اہل بیت اور دوست صحابہ کے سوال کے جواب میں بیان نہیں فرمائے ، کہ
احتمال تقیّے کا ہوتا اور حضرات شیعہ یہ کہہ کر کہ امام نے بخوف جان آبرو مسائل ناموسی کے ظلم
سے بچنے کے لئے سچھوٹی تعریف اصحاب کی کر دی کہ جان بچا لیا جائے بلکہ یہ تعریف امام نے
خدا نے جل شانہ سے بوقت دعا کی سے جس وقت سوائے ان کے اور خدا کے دوسرے ہوتا تھا
اور خلوت میں راز و نیاز کا دفتر پروردگار کے حضور میں کھولا جاتا تھا امام داعی ہوتے تھے اور
محبوب ہوتا تھا پس خیال کرنا چاہیے کہ اصحاب رسول کی عزت اور بزرگی امام کے دل میں
کس درجہ پر تھی کہ ایسے راز و نیاز کے وقت میں بھی ان کو نہ بھولتے تھے اور جس طرح پر اپنے
اور اپنے اہل بیت کے لئے دعا کرتے تھے اور انبیاء و رسل کے حق میں درود بھیجتے تھے اسی
طرح پر اصحاب رسول کے لئے دعا فرماتے تھے اور ان پر سلوات و رحمت کی استدعا کرتے تھے
اگر کاش حضرت امام اللہم صلی علی محمد و آل محمد و اصحاب محمد کہہ کر قناعت کرتے تو بھی کافی تھا
اور دعا کے وقت ان کے محامد اور اوصاف کے دفتر کھولنے کی ضرورت نہ تھی مگر قربان امام
سہو علیہ السلام کی محبت اور انصاف کے کہ انہوں نے اتنے پر قناعت نہ کی اور اپنے خدا کے
سامنے اپنے داوا کے یاروں کے ایمان اور مصائب اور تکالیف کی تفصیل بیان کر کے ان پر
رحمت نازل کرنے کے لئے دعا کی اور نہ صرف دعا کی بلکہ مہاجرین کی محنتوں اور کوششوں
اور معیبتوں کا ذکر کر کے ان کی شکر گزاری خدا سے چاہی اسی واسطے حضرت نے اس دعا میں
فرمایا (واشکر ہم علی ہجر ہم) کہ خداوند مہاجرین نے جو ہجرت تیرے واسطے کی اور اپنے
گھر بار کو تیرے پیچھے چھوڑا اس کی شکر گزاری کر پس کون شخص ہے کہ ان الفاظ اور

(ماشیہ صفحہ ۱۲۲) فرقہ امامیہ کے نزدیک تمام صحابہ ناقابل شہادت کمزور اور معیوب نہیں بلکہ اکثر صحابہ عظام کو جلیل القدر و ممدوح
اور اولیائے کرام تصور کیا جاتا ہے۔ انہیں مستحق رحمت و پروردگار سے رضامند کہا جاتا ہے فرقہ حقہ جنہیں زبور آل محمد کہتا ہے۔
ان کی بابت صحیفہ کاملہ میں سیدالساہدین کی دعائے ماثورہ ہے اس دعوی کی شام عادل ہے۔

فقرات کو دیکھ کر امام کی محبت کا ساتھ صحابہ کے معتقد نہ ہو گا اور کس کی زبان سے حرف عدوت کا باہم صحابہ اور اہل بیت کے لکے گا لیکن آفرین ہے حضرت شیعہ کے ایمان اور محبت پر کہ اپنے آپ کو امامیہ کہیں اور ائمہ کرام کی خلوص محبت کا دعویٰ کریں اور اپنے آپ کو پیرو اماموں کا جائیں اور باہم صحابہ کی عدوات رکھیں اور جس قدر امام ان کی تعریف کریں اُس سے ہزار حصہ بڑھ کر وہ ان کی بڑائیاں بیان کریں اور اگر کسی سنی بیچارے کی زبان سے بتبعیت ائمہ کرام اللہ صلی علی محمد و آل محمد کے بعد اصحاب محمد نکل جائے تو غیظ میں آکر اس کو غصے سے دیکھنے لگیں اور اتنی ہی بات پر اس کو خارجی اور ناصبی کہنے لگیں سچ تو یہ ہے کہ جو امور ابطال اسلام و ایمان کے پردے میں محبت اہل بیت کے حضرت شیعہ نے کئے ہیں وہ دشمنوں سے بھی نہیں ہوتے ولنعم ما قیل۔ شعر اگر دشمن جانے کند

آنچه بفضی نظر دوست کرد مشکل اگر دشمن جانے کند

باقی رہا امر سوم کہ ان فضائل کے مصداق صرف وہی اصحاب ہیں جن کو علمائے شیعہ اچھا جانتے ہیں اور اکثر مہاجرین و انصار خصوصاً خلفائے ثلاثہ اس سے خارج ہیں سو اس کا دعویٰ سب علمائے شیعہ نے کیا ہے اور اسی تاویل کو جواب ان فضائل کا تصور فرمایا ہے لیکن جب اس امر کو حضرت شیعہ نے تسلیم کر لیا کہ وہ فضیلتیں جو امام نے اس دعا میں بیان کی ہیں وہ اصحاب کرام کی شان میں ہیں تو ماہ النزاع در میان ہمارے اور حضرت کے صرف یہ امر رہ گیا کہ مراد اُس سے تمام مہاجرین و انصار ہیں یا نہیں بلکہ اصل تصفیہ اس امر پر منحصر رہا کہ خلفائے ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی اس میں داخل ہیں یا نہیں چنانچہ ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ جو فضائل امام نے بیان کئے ہیں وہ تمام مہاجرین و انصار پر خصوصاً خلفائے ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر صادق ہیں اس لئے کہ وہی لوگ ہیں جن کے افعال اور اعمال اور سیرت اور چال اور حلین سے ثابت ہوتا ہے کہ (۱) ابلتوا البلا الحسن نے نصرہ و کالقو و اسر عوالی و قادتہ و فار قول الازواج و الاولاد فی اظہار کلمتہ یعنی انہوں نے سب طرح کی بلاؤں اور مصیبتوں کو پیغمبر صاحب کی اعانت میں گوارا کیا اور حضرت کی دعوت کو سب سے اول سنا اور بال بچوں آل اولاد کو اس کے کلمے کے ظاہر کرنے میں چھوڑا اور اس دعویٰ کو بھی ہم ثابت کرتے ہیں جب پیغمبر خدا علیہ التحیۃ و الثنات نے مکہ معظمہ میں دعویٰ نبوت کا کیا اور لوگوں کو بحکم پروردگار اسلام کی خوبیوں سے آگاہ کیا تو آہستہ آہستہ لوگوں نے اسلام قبول کیا اور کفار قریش نے ان

لوگوں کو جو حضرت پر ایمان لائے تھے ستانا اور ایذا دینا شروع کیا یہاں تک کہ برادری اور قرابت ان سے چھوڑ دی اور اپنے گروہ سے ان کو خارج کر دیا اور خرید و فروخت ان سے بند کر دی مگر ان مومنین نے اسلام کو نہ چھوڑا اور سب کو چھوڑ کر پیغمبر صاحب کا دامن پکڑا اور یہ ظاہر ہے کہ تمام مہاجرین اسی گروہ میں داخل ہیں خصوصاً خلفائے راشدین ان سب کے پیشوا ہیں تو سوائے ان کے یہ فضائل اور کس پر صادق ہونگے اور اگر وہی خارج کر دیئے جاویں تو وہ لوگ جنہوں نے ایمان قبول کیا اور جن کو کفار نے ستایا کون سے تھے اور کس ملک سے آئے اور کہاں رہتے تھے ذرا کوئی حضرات شیعہ سے ان کے نام اور حالات کو پوچھے اور دیکھے کہ وہ سوائے انہیں مہاجرین اور خلفائے راشدین کے کسی دوسرے کا نام بتلاتے ہیں یا نہیں ہم نے جہاں تک شیعوں کی کتابوں کو دیکھا اور جو کچھ ان کے عالموں سے سنا تو یہی دیکھا اور سنا کہ انہیں مہاجرین اور خلفائے راشدین کا وہ بھی نام لیتے ہیں اور انہیں کو ایمان لانے والوں میں شمار کرتے ہیں مگر اتنا فرق ہے کہ ہم ان کے ایمان کو صدق دل سے تصور کرتے ہیں اور وہ اس کو نفاق پر یا طمع دنیا پر یا کاسبتوں اور نجومیوں کے سنے پر محمول کرتے ہیں لیکن اس کا اقرار کرتے ہیں کہ یہ لوگ ظاہر میں ایمان لائے اور پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثناء کی نبوت کے معتقد ہوئے جیسا حملہ تحیری کا مؤلف لکھتا ہے کہ پیغمبر خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام وعظ و نصیحت کیا کرتے اور ایک ایک دو دو آدمی ان پر ایمان لایا کرتے کما قیل

ابیات

در ابطال اصنام و اثبات حق	وگر وعظ و ارشاد بر این نسق
نہ کر دی ولی کار در مشرکان	نمودی حبیب خدا فی جہل
بران قوم آیات وعدہ وعید	نمودی اثر گفتم اش گاہ گاہ
کہ بگذاشتی یکد و کس پا براہ	ولیکن نہ جملہ ز راو یقین
یکی بہر دنیا یکی بہر دین	نباواں رسد گر بگیری خطا
کہ دنیا کجا بود با مصطفیٰ	چنین ست دنیا نہ بود آن زمان
ولی بود آئینہ منظور شان	خبر داده بودند چون کاہنوں
کہ دین محمد بگیرد جہاں!	ہمہ پیر دانش بہ عزت رسند
تمام اہل انکار ذلت کشند	

یہی کرد ازیں راہ ایمان قبول
 اور اس امر کو کہ کوئی مہاجرین سے یہ نفاق یا بطمع دنیا یا باستماع اخبار کا ہتہاں ایمان
 نہیں لایا بلکہ صدقِ دل سے ہر ایک نے اسلام قبول کیا ہم آگے ثابت کریں گے لیکن اس
 مقام پر ہم اتنا ہی ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ حضرات شیعہ ان لوگوں کا اسلام لانا قبول کرتے
 ہیں اور ان کو منکرین نبوت سے نہیں جانتے چنانچہ یہ بات انہیں چند اشعار سے ثابت ہو
 گئی اور چونکہ اور علماء کا بھی یہی قول ہے اس لئے اور کتابوں کی سند لانا تحصیل حاصل
 ہے باقی رہا ان مسلمانوں کا ایذا اور مصیبت اٹھانا اور کفار قریش کے ہاتھ سے تنگ ہونا اس
 کو بھی علمائے شیعہ تسلیم کرتے ہیں اور انہیں مہاجرین کا جن کو وہ منافق اور مرتد جانتے
 ہیں (نعوذ باللہ من ذلک) کفار قریش کے ہاتھ سے مصیبت پانے کا اقرار کرتے ہیں۔
 چنانچہ مولف موصوف لکھتا ہے کہ جب پیغمبر خدا پر بسبب محافظت ابوطالب کے کفار
 کو قدرت نہ ہوتی تو ان کے اصحاب کو ستاتے اور ایذا دیتے کما قیل ایہات

ولی چون ابوطالب نامود	تنگیان او بود ازیں بیشتر
بایزای او کس نمی یافت دست	رسانیدی اصحاب او را شکست
بہر کوسے و ہر بیزن و ہر ممر	کہ کردی ز اصحاب او کس گذر
نمودندی اعدائی او از غلو	بہر گوئے آزاد و ایذائے او
بہ ضرب و بستم و بمشت و لکد	بدیگر ستمہائے بیرون زعد
فگندی ز ہر سو بسر خاک شان نہ	نمودی بر ہنہ تن پاک شان
پس انکہ نشانندی چنان بیابن	دران رنگ تفتندہ از آفتاب
پریدی ازان قوم آب و طعام	زوی تازیانہ ز خلف امام
و گر ظلمہائے ہلاکت مال	کہ آرد بیانش بدلہا ملال
نمودندی آن ناکسان شقے	بران دمرہ مومن و متقے

اب کوئی حضرات شیعہ سے پوچھے کہ باوجود تصدیق اس امر کے کہ اصحاب نبی پر کفار کے
 ہاتھ سے اس قسم کی مصیبتیں اور تکلیفیں پہنچتی تھیں اور وہ اس پر صبر کرتے تھے اور پیغمبر
 صاحب سے جدا نہ ہوتے تھے اور اعلیٰ کلمۃ اللہ میں دن رات سعی بلیغ کرتے رہتے تھے تو اگر

۱۔ جلد اول جملہ جدیدی صفحہ ۱۴ سطر ۱۸ مطبوعہ مطبع سلطانی ۱۲۶۴ھ بمطبعی ۱۲۱۲ھ

ان لوگوں کے حق میں وہ صفات جو امام نے بیان کئے صادق نہیں ہیں تو پھر وہ دوسرے لوگ کون ہیں جو مصداق ان صفات کے ہیں اگر حضرات شیعہ انسان کو ذمہ دین اور تعصب اور عناد کو چھوڑیں اور امام کے اس کلام پر غور کریں (الذین ہجرتم العشاء اذا تعلقوا العروا وانفتحت منہم القربات اذ سکنوا فی ظل قرابتہ) اور پھر صحابہ کرام کے حالات کو خود اپنی ہی کتابوں سے نکال کر دیکھیں تو تمام مہاجرین کو مصداق اس مضمون کا پاویں اور کسی ایک کو اس فضیلت سے مستثنیٰ نہ کریں لیکن اگر اس پر بھی حضرات شیعہ کی خاطر جمع نہ ہو اور خلفائے راشدین کے ایمان اور اسلام کی تفصیل بقیہ ان کے نام کے چاہیں تو اس کو بھی غور سے سنیں اور اپنی ہی کتابوں کی سند لیں۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کا حال

حضرات شیعہ اقرار کرتے ہیں کہ ابو بکر صدیقؓ انھیں چند لوگوں میں ہیں جو سب سے اول ایمان لائے اور جنہوں نے اوروں سے پہلے پیغمبر صاحب کی نبوت کو تصدیق کیا چنانچہ ہم حضرت ابو بکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کا حال آیۃ غار کے بیان میں لکھ چکے ہیں۔ اس مقام پر صرف ان اعتراضات کو یہ تفصیل دے دیتے ہیں جو کہ حضرت صدیق اکبر کے ایمان پر علمائے شیعہ کئے ہیں منجملہ ان اعتراضات کے جو ابو بکر صدیقؓ کے ایمان پر حضرات شیعہ کرتے ہیں ایک یہ ہے کہ انہوں نے کاہن سے سنا تھا کہ ایک پیغمبر پیدا ہوگا اور اس پر ایمان لانے والے اور اس کی اطاعت کرنے والے بڑے مرتبے پر پہنچیں گے اس لئے وہ ایمان لائے چنانچہ مولف جملہ حیدری بھی مثل اپنے، اور علماء کے لکھتا

ہے۔ ابیات

ابا بکر ازان پس برہ پا گذاشت	کہ گفتار کاہن بدل یادداشت
باو کاہنہ دادہ بود این خبر	کہ مبعوث گرد وی کے نامو
ز بطحا زمین در ہمیں چند گاہ	بود خاتم انبیائے آلہ
تو باخاتم انبیا بگر سے	چو او بگذرد جانشینش شوے
ز کاہن چو پودش بیاد این نوید	بیاد رو ایمان نشان چوں بدید

جلد اول جملہ حیدری صفحہ ۱۳۳۔ سطر ۱۸ مطبوعہ مطبع سلطانی ۱۲۶۴ھ بمطابق ۱۲ مئی ۱۸۴۷ء

لیکن یہ قول باطل ہے چند دلیلوں سے

(پہلی دلیل) اگر یہ امر تسلیم کیا جائے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہن کے کہنے سے ایمان لائے تو ضرور اس کے کہنے کو کسب جانا ہوگا تو جس طرح پر اس کے اس کہنے کو تصدیق کیا کہ خلافت بعد رسول کے انکو ہوگی اسی طرح پر اس کہنے کو بھی تصدیق کیا ہوگا کہ وہ نبی برحق ہوں گے اور ان کا دین سچا ہوگا تو ضرور وہ پیغمبر صاحب کو سچا پیغمبر سمجھ کر ایمان لائے ہوں گے پس اس سے بھی تصدیق رسالت ثابت ہوتی اور اسی کا نام ایمان ہے اور اسی سے حضرات شیعہ انکار کرتے ہیں اور ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دلیل سے ایمان لانے والا نہیں کہتے چنانچہ مجتہد صاحب ذوالفقار میں لکھتے ہیں کہ (خلیفہ اول از اول امر از ایمان بہرہ نہ داشت باتفاق من علماء الامامیہ) لیکن اگرچہ جناب مجتہد صاحب قبلہ و کعبہ نے یہ دعویٰ کیا کہ تمام علماء کا اتفاق ہے کہ ابو بکر صدیق اول سے ایمان نہ لائے تھے مگر حضرت سے غلطی ہوئی اس لئے کہ علامہ حلی نے شرح تجرید میں لکھا ہے کہ خود حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے فرمایا کہ (امنت قبل ان آمن ابو بکر) کہ میں ایمان لایا قبل اس کے کہ ابو بکر ایمان لائے ہوں تو جب حضرت علی کے قول سے ان کا ایمان لانا ثابت ہوا تو پھر مجتہد صاحب کا کہنا کون سنا ہے (دوسری دلیل) معلوم نہیں کہ کاہن نے صرف حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پیغمبر صاحب کے نبی ہونے کا کہا کہا تھا اور صرف ایک ہی کاہن کی تصدیق کر کے ایمان لائے تھے یا اور اصحاب بھی ہم جہاں تک شیعہ کی کتابوں سے واقف ہیں ان کے اقوال مختلف ہیں بعض کہتے ہیں کہ اکثر اصحاب کاہنوں کے کہنے سے ایمان لائے جیسا کہ حملہ حیدری کے ان اشعار سے ظاہر ہوتا ہے جو اوپر نقل کئے گئے اور بعض کہتے ہیں کہ نہیں صرف ایک ہی شخص کاہن کے کہنے سے ایمان لائے جیسا کہ زہرہ اشنا عشریہ کا مؤلف فرماتا ہے (وہم آنکہ قول او اگر بقول کہنہ و منجمین الخ روایت مرفوع ست زیرا کہ امامیہ این معنی را در حق اکثر صحابہ روایت

لے علمائے شیعہ کا متفقہ فیصلہ ہے کہ خلیفہ اول پہلے پہلی ایمان سے بہرہ ور نہیں ہوئے تھے ذوالفقار صفحہ ۵۸ سطر ۲

مطبوعہ لدھیانہ ۱۳۸۱ھ ہجری ۱۲۔ لے وہ بھی اگرچہ ان کا قول دوسرے نجومیوں کے اقوال کہنے کا واقع ہے ایمان لائے

اور یہ اس لئے بھی کہ فرقہ امامیہ اس قول کو اکثر صحابہ سے منسوب نہیں کرتا بلکہ اس قول کا اثر ایک دو افراد پر عاید ہوتا

ہے کہ وہ ایمان نہیں لائے۔ ۱۲

نہ کردہ اند بلکہ درحق یک دو شخص پس اگر یہ امر تسلیم کیا جائے کہ اکثر صحابہ کا سنوں کے کہنے سے ایمان لائے تو کچھ جائے اور ان حضرات شیخین پر نہیں ہے اور اصحاب مقبولین امامیہ کے اس گروہ میں سے مستثنیٰ ہونے کی وجہ نہیں ہے توجب امامیہ کے صدیق اُن کے کہنے سے ایمان لائے تو اہل سنت کے صدیق بھی اگر اُن کے کہنے سے ایمان لائے تو کیا گناہ کیا اور اگر یہ بات مافی جلتے کہ صرف یہی دو شخص کا سنوں کے کہنے سے ایمان لائے تو معلوم نہیں کہ انہوں نے کا سنوں کے قول کو سچ جانا یا نہیں اگر سچ جان کہ ایمان لائے تو کچھ خلل اُن کے ایمان میں نہیں ہوا اس لئے کہ اور لوگ بھی منجملہ اصحاب مقبولین شیعہ کے ایسے ہیں کہ جو پچھلی کتابوں کی پیشین گوئیوں کو دیکھ کر ایمان لائے یا خواب میں پیغمبر صاحب کی نبوت کی تصدیق کر کے مسلمان ہوئے تو اگر حضرات شیخین بھی کاہن کے کہنے سے ایمان لائے تو کیا ہرج ہے۔ (تیسوی دلیل) یہ قول شیعوں کا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کاہن کے کہنے سے ایمان لائے انہیں کے علما کے اقوال سے غلط ہوتا ہے اس لئے کہ اُن کے علمائے لکھا ہے کہ ابو بکر صدیق نے خواب دیکھا تھا اور اس کے سبب سے ایمان لائے تھے جیسا کہ قاضی نور اللہ شوستری نے مجالس المؤمنین میں لکھا ہے (کہ ابو بکرؓ بربکت خوابیکہ اودیدہ بوو مسلمان شدہ بود) (چوتھی دلیل) اگر حضرات شیعہ کے اس کہنے سے کہ ابو بکر صدیق کاہن کے کہنے سے ایمان لائے یہ غرض ہو کہ وہ دل سے ایمان نہیں لائے تو اس کی تکذیب اُن کے حالات سے ہوتی ہے اس لئے کہ وہ ہمیشہ دعوت اسلام میں سعی بلیغ کرتے اور لوگوں کو اسلام کی طرف راغب کرتے اور اپنے دوست آشناؤں کو سمجھا سمجھا کر حضرت کا مطیع بناتے اور پیغمبر صاحب سے علائقہ دعوت اسلام کرنے کے واسطے درخواست کیا کرتے اور غلاموں کو خرید خرید کر خدا کی راہ میں آزاد کرتے اور اپنے مال اور جان کا نقصان گوارا کرتے کہ ان سب باتوں کا ثبوت امامیہ کی کتابوں سے ہوتا ہے تو کیا کوئی عاقل اس کو قبول کرے گا کہ جس کی کوششیں اور محنتیں اجراء دین میں غایت درجے پر پہنچتی ہے اور جس کو اعلاء کلمۃ اللہ میں اپنی جان و مال کا خیال نہ ہو وہ خود دل سے پیغمبر صاحب کو سچا نبی اور اسلام کو سچا دین نہ سمجھتا ہو ایسی بات حضرت امامیہ کی زبان سے نکل سکتی ہے ورنہ کوئی نادان بھی اس کو نہ مانے

۱۔ خالد بن سعید کے خواب کی بربکت کی وجہ سے ابو بکر مسلمان ہوئے تھے ۱۲ من

گا اور واسطے ثبوت اس امر کے کہ حضرات شیخین نے پیغمبر صاحب کو اظہار دعوت اسلام پر برا نیگختہ کیا اور انہیں کے اصرار سے حضرت نے اظہار دعوت فرمایا اور اسی وجہ سے شیخین نے صدمہ اٹھایا یا ہم قول صاحب استقصا الافحام کا نقل کرتے ہیں مؤلف موصوف فرماتے ہیں کہ (مگر نامہ صبی پیغمبر خدا را کہ از خوف کفار در حصن غار اختفا فرموده و در بڑ اسلام از اظہار دعوت علانیہ احتراز داشته تا آنکہ شیخین دل تنگ شد آنحضرت راحت و ترغیب با اظہار دعوت کردند و آن حضرت بنا بر اظہار عدم مصلحت از جہت اصرار ایشان از اعلان مانع نیا مدہ حتی اصحاب اولہا ما اصحاب و قال ثانیہا ای عبد العزی و اللات علانیہ و یعیذ اللہ سراز خوف خدا ناکل و بخوف خیر مائل می داند) (پانچویں دلیل) اگر فرض کیا جاوے کہ ابو بکر صدیق پسے دل سے ایمان نہیں لائے اور (عیاذ باللہ) کافر تھے جیسا کہ جا بجا مجتہد صاحب نے اس عقیدے کو ظاہر کیا ہے پانچ ذوالفقار میں فرماتے ہیں (اول ایمان اصحاب ثلثہ بائینات باید رسانید بعد ازین باین افسانہ بیہودہ تر تم باید نمود زیرا کہ دانستی کہ مسک امامیہ درین باب انیست کہ اصحاب ثلثہ از اول امر از ایمان بہرہ نہ داشتند) اور مجتہد صاحب کے مقلد صاحب استقصا الافحام اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ (فان کفر ہم و ارتداد ہم واضح لا سترۃ فیہ) کہ کفر اور ارتداد خلفائے ثلثہ کا ایسا واضح ہے کہ وہ کچھ چھپا ہوا نہیں ہے پس اگر مطابق اصول شیعہ کے کفر اور عدم ایمان حضرت ابو بکر صدیق کا فرض کیا جائے تو تمام مہاجرین و انصار بلکہ تمام اصحاب کا کفر ہونا لازم آتا ہے.... اس لئے کہ سبھوں نے ان کو اپنا سردار بنایا اور بعد پیغمبر کے ان کو خلیفہ کیا اور ان کے ہاتھ پر بیعت کی اور یہ بیعت کر نیوالے دس بیس سو دو سو ہزار دو ہزار آدمی نہ تھے بلکہ لاکھوں تھے اس لئے کہ اصحاب نبوی بعد پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثناء کے بروایتیے ایک لاکھ سے زیادہ اور بروایت ملا باقر مجلسی جو انہوں نے تذکرۃ الایمہ میں لکھی ہے چار لاکھ تھے تو جب چار لاکھ آدمی (عیاذ باللہ) ایک کافر کو اپنا سردار بناویں تو پھر ان کے کفر میں کیا شک رہا یہ امر

مگر نامہ صبی نے کفار کے خوف سے رسول کریم کو غار میں چھپایا۔ اور اسلام کے عہد اول میں رسول اکرم کو اسلام کے علانیہ اظہار سے باز رکھا۔ یہاں تک کہ زمانہ آیا جس کو شیخین نے عاجز ہو کر رسول اللہ کو اسلام کے اعلان پر ابھارا اور آنحضرت نے ان لوگوں کے اصرار کی وجہ عدم مصلحت کا اظہار نہیں کیا ۱۲ منہ پہلے فروری ہے کہ اصحاب ثلثہ کی ایمان آوری ثابت کی جائے پھر اس بیہودہ افسانے پر گیت گائے جائیں کیونکہ اس واقعے میں شیعوں کا مسک یہ ہے کہ انہوں نے اصحاب پہلے سے ایمان سے بہرہ ور نہیں ہوتے۔

کہ سب مسلمانوں نے جو اس وقت تھے اور ابو بکر صدیق کی بیعت کی باقرار علمائے شیعہ ثابت ہے جیسا کہ شریف مرتضیٰ کے قول سے ظاہر ہے جو بحار الانوار کے مجلد تین میں منقول اول جس کا ترجمہ مجتہد صاحب نے بایں الفاظ کیا (جمیع مسلمانان با ابو بکر بیعت کردند و اظہار رضا و خوشنودی با و سکون و اطمینان بسوسے او نمودند و گفتند کہ مخالف او بدعت کفرہ و خارج از اسلام است) سبحان اللہ کیا دین و ایمان ہے حضرات شیعہ کا کہ حضرت صدیق اکبر کی عداوت سے دین محمدی کو باطل کرتے ہیں اور چار لاکھ مسلمانوں کو جو مہاجرین اور انصار اور مجاہدین تھے اور جن میں بنی ہاشم اور اہل بیت عبوی بھی داخل تھے ان سب کو صراحتاً اور کنایتاً کافر بتاتے ہیں (نعوذ باللہ من ذلک) ہم کو ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایمان کے اثبات میں زیادہ دلائل بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ خود علمائے شیعہ نے یہ سمجھ کر کہ ان کے کفر کا دعویٰ ایسا بے ہودہ ہے کہ اس سے سننے والے کو تعجب ہوتا ہے اس سے انکار کیا اور اپنے ان علماء کو جنہوں نے ایسا دعویٰ کیا ہے خود جھٹلایا اس لئے ہم ان کے ان اقوال کو نقل کرتے ہیں قاضی نور اللہ شوستری مجالس المؤمنین میں فرماتے ہیں کہ (نسبت تکفیر بجناب شیخین کہ اہل سنت و جماعت بہ شیعہ نمودہ اند سخنی ست باصل کہ در کتب اصول ایشان از ایشان اثری نیست و مذہب ایشان ہمیں ست کہ مخالفان علی فاسق اند و محاربان او کافر) جناب مجتہد صاحب قبلہ و کعبہ اس قول کے جواب میں ذوالفقار میں فرماتے ہیں کہ واضح رہے کہ فاضل شستری کے اس صحیح بیان کے باوجود یہ کلام ہمارے مقاصد پر ضرب کاری اور ان کے مفید مطلب نہیں کیونکہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ لفظ فاسق، مومن کے مقابلے میں آیا ہے اس لئے کفر و فسق کے پاس فرق یہ ہے کہ کافر دنیا میں نجس اور آخرت میں ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔ اور ضروریات مذہب کے تحت انکار کرنے کی وجہ سے فاسق ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔ اگرچہ اقرار شہادتی

لے تمام مسلمانوں نے ابو بکر سے بیعت کی اور اپنی رضا و خوشنودی کا اظہار کیا اور انہیں سکون و اطمینان دلا کر کہا ابو بکر کی مخالفت کرنے والے بدعتی اور اسلام سے خارج ہیں۔

لے اہل سنت والجماعت نے شیخین کے کافر ہونے کو شیعوں کے جانب جو منسوب کیا ہے یہ بے معنی سخاوت ہے کیونکہ اس کا ثبوت شیعوں کے کتب اصول میں موجود نہیں البتہ شیعوں کا مسلک و مذہب یہ ہے کہ علی کے مخالف فاسق ہیں اور ان سے جنگ کرنے والے کافر ہیں۔

کی وجہ سے دنیا میں اس پر اسلامی احکام جاری ہوں اور وہ بظاہر مسلمان کہلاتے (پوشیدہ
 خاندان کہ میں کلام بر تقدیر صحت و صدور آن از فاضل قارح مقصود ما و مفید مطلب او نمیشود
 زیرا کہ سابق گذشتہ کہ فاسق در مقابلہ مومن اطلاق شدہ پس فرق میان کفر و فسق ہمیں است
 کہ کافر نجس ست در دنیا و مخلد ست فی النار در عقبی و فاسق کہ بسبب انکار کی از ضرورت
 مذہب باشد مخلد در تارہ خواهد بود گو در دار دنیا احکام مسلمین بسبب اقرار شہاد ہمیں بر او جاری
 شود) لیکن اس عبارت میں حضرت قبلہ و کعبہ نے یا تو غلطی فرمائی یا دیدہ و دانستہ اغراض
 کیا اس لئے کہ یہ فرمانا کہ (بر تقدیر صحت و صدور آن از فاضل) کا مطلب سمجھ میں نہیں
 آتا کہ اس قول کو قاضی نور اللہ شوشتری کے حضرت نے تسلیم کیا ہے یا اس سے انکار
 فرمایا ہے ایسی گول گول عبارت لکھنے سے سوائے ہم سے کم فہم جاہلوں کو مغالطہ میں ڈالنے
 کے دوسرے فائدہ نہیں تھا اگر یہ عبارت مجالس المؤمنین میں موجود ہے تو بر تقدیر کہنا کیا معنی
 اور اگر یہ عبارت اس میں نہیں ہے تو صاف اس سے انکار فرمایا ہوتا اور صاحب تحفہ اشنا
 عشریہ کے طعن و تشنیع میں موافق اپنی عادت کے دو چار ورق سیاہ کئے ہوتے ہاں شاید
 حضرت نے مجالس المؤمنین نہ دیکھی ہوگی اس لئے نہ انکار کیا نہ اقرار بہر حال ان الفاظ سے
 قبلہ و کعبہ کے اس عبارت کا موجود ہونا پایا جاتا ہے اور اگر اب بھی کسی کو شک ہو وہ مجالس
 المؤمنین میں دیکھ لے رہا جواب جو مجتہد صاحب نے دیا ہے وہ بھی ایسا ہے کہ اس کے معنی
 سمجھ میں نہیں آتے اس لئے کہ قاضی صاحب نے صاف اقرار کیا ہے کہ تکفیر شخنین ہمارے
 اصول کے مخالف ہے اور حضرت مجتہد صاحب اسی کو ثابت کرتے ہیں پس یا خطاً اجتہاداً
 قاضی صاحب سے ہوئی کہ وہ تکفیر سے انکار کرتے ہیں یا مجتہد صاحب سے کہ وہ اس کو ثابت
 کرتے ہیں یا شاید درمیان کفر اور ایمان کے ایک تیسرا مرتبہ اثبات فرمانا چاہتے ہیں جس کا
 نام ان کی اصطلاح میں اسلام ہے جس کے معنی نفاق کے ہیں یعنی ظاہر میں کلمہ پڑھنا اور
 باطن میں کافر ہونا اس لئے ہم کو لازم ہوا کہ اس تیسرے مرتبے پر بھی نظر کریں اور اس کے
 اثبات اور ابطال کے دلائل پر غور کریں اس لئے ہم مجتہد صاحب کی روح سے اور ان کے
 مقلدین سے استفسار کرتے ہیں کہ اس تیسرے مرتبے کے قائم کرنے سے کیا غرض ہے آیا
 یہ کہ خلفائے ثلاثہ کے ایمان سے انکار کیا جاوے اور ان کے اسلام کو تسلیم کیا جائے اور اسلام

کے یہ معنی مراد لئے جائیں کہ وہ ظاہر میں کلمہ گو تھے اور باطن میں منافق یا کہ وہ دل سے بھی مثل زبان کے پیغمبر صاحب کی نبوت کو تصدیق کرتے تھے مگر امام برحق کی امامت کے منکر تھے اور ان کے حقوق کے غاسب اور ان پر جاہر تھے اور چونکہ امامت اصول دین سے ہے اس لئے یہ سبب انکار ایک اصل کے اصول دین سے وہ ایمان کے دائرے سے خارج تھے یا سوائے اس کے اس تیسرے مرتبے کے قائم کرنے سے اور کچھ مقصد ہے بہر حال اور کوئی دوسرا فائدہ تو سمجھ میں نہیں آتا اس لئے امر اول کو تسلیم کر کے اس سے بحث کی جاتی ہے پس اگر خلفائے ثلاثہ کے ایمان سے اس وجہ سے انکار کیا ہے کہ وہ صرف ظاہر میں کلمہ گو تھے اور باطن میں لوجید اور نبوت سے بھی منکر تھے جیسا کہ اکثر حضرات شیعہ فرماتے ہیں بلکہ حضرات شیعہ کس حساب میں ہیں خود ان کے امام مہدی فرماتے ہیں کہ ظاہر میں وہ کلمہ گو تھے اور باطن میں کافر جیسا کہ ملا باقر مجلسی نے رسالہ رجعیۃ میں حضرت امام کی طرف متسوب کر کے یہ قول لکھا ہے کہ دایمان از روی گفتہ یہود بظاہر کلمتین گفتند از برای طمع انیکہ شاید ولایتی حکومتی حضرت بایشان بدہد و در باطن کافر بودند) پس اس کا جواب ہم او پر سے چکے اس کا عادی ضروری نہیں اسی واسطے اس قول سے اکثر علمائے شیعہ نے انکار کیا اور جو لوگ ایسا کہتے ہیں ان کو خود انہوں نے نامنصف فرمایا جیسا کہ ملا عبد اللہ جو علمائے شیعہ سے ہیں اظہار حق میں فرماتے ہیں کہ انکار کرنا ابو بکر صدیق کے ایمان کا انصاف سے بعید ہے نہ عبارتہ جواب گفتن این سخن بارتکاب آنکہ در سبق ہجرت ایمان شرط است و آن شخص یعنی ابو بکر معاف اللہ ہیج وقت ایمان نداشتہ حتی قبل از سنوح ناخوشی با امیر المؤمنین از انصاف دورست) اور ملا عبد الجلیل قزوینی کتاب نقص الفتناء میں لکھتے ہیں کہ (اما شنای خلفائے بران انکائے نیست بزرگانند از مہاجرین و السابقون الاولون و من المہاجرین و الانصار الذین اتبعوہم باحسان اور پھر دوسرے مقام پر لکھا ہے کہ (اما انچہ سیرت ابو بکر و عمرو لے یہودیوں کی مانند ان لوگوں نے بظاہر کلمہ پڑھا جس کا پس پردہ یہ خیال تھا کہ کلمہ پڑھنے کی وجہ شاید انحضرت ان کو حکومت و گورنری عنایت کریں اور یہ سب باطنی طور پر کافر تھے۔ لہٰذا اس امر کے جواب دینے میں یہ امر ہمیش نظر ہے کہ ہجرت کرنے سے قبل ایمان لانا شرط اولین ہے اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کسی وقت بھی اسلام نہیں لئے یہاں تک اسے مضبوط ہونے سے پہلے بھی اور ابو بکر سے ناخوش ہونا انصاف سے بعید ہے لہٰذا خلفاء کی تعریف کر نیچے باجے میں یہ ہے کہ وہ مہاجرین و السابقون الاولون میں سے بزرگ تھے گئے ابو بکر و عمر اور جو (باقی آگے سفر کیا

دیگر صحابہ بیان کردہ مجملی ست نہ مفصل آنرا خلافت نہ کردہ اند شیعہ الا درجہ خلافت و امامت
 را کہ شیعہ انکار کنند و را ایشان کہ درجہ امامت نہ داشتند و آن فقدان عصمت و نصوحیت و
 کثرت علمی ست اصحابہ رسول ایشان را دانند و از درجہ شان نہ گذرانند اورا احتجاج طبری
 میں لکھا ہے کہ امام باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ دست بکنر فضل ابی بکر و دست بکنر فضل عمر و لیکن
 ابابکر افضل من عمر کہ میں ابوبکر صدیق اور عمر فاروق کی فضیلتوں سے انکار نہیں کرتا لیکن ابوبکر
 عمر فاروق سے افضل ہیں پس ان روایتوں اور ہزار مثل اس کے اور روایتوں سے جن کو ہم نقل
 کریں گے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ایمان اور فضیلت میں کون شک کر سکتا ہے پس یہ دعویٰ
 کہ ابوبکر صدیق باطن میں معاذ اللہ کافر تھے، خود علماء شیعہ اور ائمہ کبار کی احادیث سے باطل
 ہوا اور اگر اب بھی کسی کو شک ہوے تو وہ تفاسیر اور احادیث امامیہ کو دیکھے کہ باوجود اس
 عناد اور تعصب کے جو ان کو خلفائے ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ ہے اب بھی صحیح
 روایات اور احادیث مدح و ثنا میں خلفا کی موجود ہیں چنانچہ ان کے مفسرین قبول کرتے ہیں
 کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مولیٰ لیا کرتے اور بسبب اسلام کے ان کو آزاد کر دیتے جیسا کہ
 علامہ طبری نے مجمع البیان میں لکھا ہے کہ عن ابن الزبیر قال ان الآیة نزلت فی ابی بکر لان
 شترے الممالیک الذین اسلموا مثل بلال و عامر بن میسرہ و غیرہما و اعتقہم کہ آیت یجئہا
 الاتقی الذی شان میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے نازل ہوئی کہ وہ غلاموں کو جو اسلام لاتے مول لیتے اور پھر
 خدا کی راہ میں آزاد کرتے مثل بلال اور عامر و غیرہ کے فقط پس چونکہ ابوبکر صدیق اپنے مال
 کو خدا کی راہ میں صرف کرتے تب خدا نے یہ آیت نازل کی کہ دوزخ سے وہی بڑا پرہیزگار
 بچے گا جو اپنے پاک مال کو خدا کی راہ میں صرف کرتا ہے پس تعجب ہے کہ جو شخص اپنے
 مال سے مسلمان غلاموں کو خریدے اور ان کو آزاد کرے اور اس کی شان میں خدا آیتیں نازل
 کرے اور اس کو اتقی الناس فرمے اس کی فضیلت اور بزرگی بیک طرف اس کے ایمان سے
 بھی انکار کیا جائے اور ایسا شخص منافق اور کافر سمجھا جائے غرض کہ ایمان اور اسلام
 میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کچھ شبہ نہیں رہا اور باقرار علمائے شیعہ اس کا ثبوت ظاہر ہو گیا اب

(بقیہ سابقہ) دوسرے صحابہ کی جو سیرت بیان کی گئی ہے وہ مجمل ہے اور اس کی تفصیل نہیں کی گئی ہے اسکی شیعہ منافقت
 نہیں کرتے البتہ خلافت و امامت کے بارے میں کہتے ہیں کہ انہیں درجہ امامت حاصل نہ تھا جسکا سبب یہ تھا کہ ان میں عصمت
 و کثرت علم کا فقدان تھا نیز ان کا عقیدہ و بیان ہے کہ یہ لوگ رسول اللہ کے صحابی تھے اور انکو انکی درجہ سے علیحدہ نہیں کرتے

باقی رہا تیسرا امر کہ مراد ایمان سے اصول دین کو تصدیق کرنا ہے اور چونکہ امامت بھی ایک اصل اصول دین سے ہے اور اس سے ابو بکر صدیق منکر تھے اس سے ان پر اطلاق ایمان کا نہیں ہوتا اس کی تردید ہم بخوبی بحث امامت میں کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ لیکن ہمارے نزدیک ابتدائے زمانہ نبوت میں امامت کو اصول دین میں داخل کرنا اور جو اس وقت امامت پر ائمہ اثنا عشر کے ایمان نہیں لایا اسکو مومن نہ جاننا نادانی ہے اس لئے کہ جب پیغمبر صاحب نے نبوت کا دعویٰ کیا اور اسلام کی دعوت فرمائی تو اس وقت خدا کی توحید اور اپنی نبوت کی تصدیق ایمان کی علامت رکھی ایمہ کی امامت کی تصدیق کی تکالیف کسی کو نہیں دی بلکہ خود حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی اسلام کی دعوت صرف توحید اور نبوت کی تصدیق پر کی پس اس وقت امامت کا کچھ ذکر ہی نہ تھا کہ کوئی اس کو قبول کرتا یا اس سے انکار کرتا اگر ہم غلط کہتے ہوں تو حضرات شیعہ اپنی ہی کتابوں سے یہ ثابت کر دیں کہ جب اول اول پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثناء نے لوگوں کو اسلام کی طرف بلایا تو ان سے توحید اور نبوت کے سوا حضرت علی کی امامت کی تصدیق کو بھی فرمایا حضرت علیؑ اس وقت لڑکے تھے کسی شخص سے اس وقت پیغمبر صاحب نے نہیں فرمایا کہ جس طرح پر خدا کی توحید اور میری نبوت کی تصدیق تم پر ایمان کے لئے ضروری ہے اسی طرح میرے چھوٹے بھائی علی کی امامت کی تصدیق بھی ضروری ہے اور جب کہ ایسا کسی سے اس وقت نہیں کیا اور امامت کو اصول ایمان سے قرار نہیں دیا تو ابو بکر صدیق کا انکار یا اقرار کرنا بھی اس سے ثابت نہیں ہوتا اور جب یہ ثابت نہ ہوا تو ان کے ایمان میں بھی کچھ خلل نہ آیا ہاں حضرات شیعہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ آخر زمانہ نبوت میں خم غدیر پر جب خطبہ امامت علی مرتضیٰ کا پڑھا اور لوگوں کو توحید اور رسالت کے علاوہ امامت کے اقرار پر بھی دعوت کی اس وقت امامت کا انکار گویا ایمان کے خلل کا سبب ٹھہرا لیکن جب کہ اس کا نام و نشان بھی نہ تھا اور کوئی لفظ امامت سے واقف تک نہ تھا اس کو اس وقت اصول دین میں ٹھہرانا اور اس سے ناواقف آدمی کو منکر قرار دینا اور اس کے عدم ایمان کا سبب کہنا بڑی نادانی ہے ہاں حضرات شیعہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خم غدیر کے وقت حضرت علی کی امامت سے دل میں انکار کیا اور بعد وفات پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثناء کے اس کو ظاہر کیا یعنی خود امام بن بیٹھے تو ہم اس بات کو سن سکتے ہیں لیکن اس سے صرف اطلاق ارتداد کا (و نعوذ باللہ من ذلک) ان پر ہو

سکتا ہے اس سے اُن کی اس ایمان میں جو اول اول لائے کچھ خلل نہیں آسکتا اور ابتدا
زمانہ نبوت میں اُن کا نہایت سچے دل سے ایمان لانا اپنے حال پر قائم رہتا ہے، نہ ارتداد
ان کا بسبب غضب خلافت کے اس کو ہم بحث امامت میں بیان کریں گے۔
انشاء اللہ تعالیٰ۔

بیان حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کا

جب کہ ہم نے ابو بکر صدیق کے ایمان کو ثابت کر لیا اس لئے اب ہم کچھ ذکر حضرت
عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایمان لانے کا کرتے ہیں یہ بات سب کو معلوم ہے کہ پیغمبر
خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام رات دن اس فکر میں رہتے تھے کہ اسلام کی ترقی ہو اور خدا کے
دین میں لوگ داخل ہوں کوئی لحظہ کوئی دم اس سے غافل نہ ہوتے تھے اور جو تدبیر اسکے
حاصل ہونے کی ہوتی تھی اس میں دریغ نہ فرماتے تھے لیکن باوجود اس کوشش اور محنت
کے کچھ برس کے عرصے میں صرف چند ہی شخص جو کہ پالیس سے کم تھے ایمان لائے آخر میں
پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والتسلیم نے اس تھوڑی سی جماعت کو دیکھ کر خدا سے دعا کی کہ خداوند
اس گروہ کو بڑھا اور ایسے شخص کو مسلمان کر کہ جس کے رعب و عورت سے اس گروہ کو قوت
اور اسلام کو تائید ہو اور جس کی ذات سے بہت جلد اسلام کو رونق ہووے چنانچہ حضرت
نے اپنے نزدیک ایسے صرف دو شخص اپنی قوم میں خیال کئے ایک حضرت عمر خطاب رضی اللہ
تعالیٰ عنہ، دوسرا ابو جہل کے یہ دونوں نہایت ہی مغرور اور مشہور اور نامور تھے اور ان
کو سب سے زیادہ عداوت بھی پیغمبر صاحب کے ساتھ تھی اور شب روز اسلام کے معبودم
ہوجانے کی فکر میں رہتے تھے پس حضرت نے خدا سے دعا کی کہ الہی اپنے دین کو ان دو آدمیوں
میں سے کسی ایک آدمی کے مسلمان کر دینے سے قوی کر اور عمر یا ابو جہل میں سے ایک کے ایمان
عطا فرما چنانچہ خدا نے دعا حضرت کی حضرت عمر کے حق میں قبول کی اور ان کو اسلام سے
مشرف کیا حضرت عمر کے ایمان لانے کا مختصر حال یہ ہے کہ ابو جہل نے جس کو پیغمبر صاحب
کے ساتھ دلی عداوت تھی اپنے بھائیوں سے کہا کہ جو کوئی پیغمبر صاحب کو قتل کرے اور ان
کا سر میرے پاس لائے اس کو ہزار شتر سُرُخ بال والے اور نہایت سے دینار و درم اس کے
صلے میں دوں گا۔ چنانچہ حضرت عمر نے اس کام کو اپنے ذمہ لیا اور پیغمبر صاحب کے قتل

کے ارادے سے چلے ادھر حضرت عمر کا چلنا تھا ادھر خدا نے فرشتوں کو حکم دیا کہ اس کو ہماری طرف کھینچو اور جس کے سر لانے کو جاتا ہے اس کے قدموں پر گراؤ ہماری قدرت کا تاثر دیکھو کہ شقی ہو کر جاتا ہے اور سعید ہو کر لوٹے گا، کافرین کو نکلا ہے اور مومن پاک ہو کر پھر سے گا۔ ہماری دشمنی کے ارادے پر مستعد ہو کر اٹھا ہے اور ہماری محبت کے دام میں ابھی پھنسا ہے وہ تو اپنی خوشی سے ہمارے دوست کے قتل کو چلا ہے اور ہم زبردستی اس کو کافروں کے قتل کے لئے مقرر کرتے ہیں اب تم سطح زمین پر جاؤ اور اس کی خبر لو اور اس کا ہاتھ پکڑ کر ہمارے دین میں لے آؤ۔ مصرع

گر نیاید نجوشی موی کشانش آرید

چنانچہ حضرت عمرؓ تلوار کو گلے میں حائل کر کے نہایت غصے اور طیش میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چلے فرشتگان ملا اعلیٰ نے شادی کا غلقہ بلند کیا طر قوا طر قوا کا شور مچایا زبان سال سے یہ شعر پڑھنا شروع کئے۔ اشعار

آمد آن یارے کہ من میخوامستم راست شکارے کہ من میخوامستم

رفتہ رفتہ میرود آن سوی دام ہم بہ ہنجا رہے کہ من میخوامستم

چنانچہ حضرت عمرؓ نے اثنائے راہ میں بہت سے معجزات دیکھے راہ میں ایک شخص مسلمان ملا اس کے مارنے کا قصد کیا اس نے کہا کہ اول اپنی بہن اور بہنوئی کی خبر لو کہ وہ مسلمان ہو گئے ہیں تب غیروں کی خبر لینا، چنانچہ حضرت عمرؓ اپنی بہن کے گھر گئے دروازہ بند پایا اور آواز قرآن مجید پڑھنے کی سنی اس کو باہر سے سنتے رہے آخر دروازہ کھٹکھٹایا ان کی بہن نے دروازہ کھولا پوچھا کہ تم لوگ کیا پڑھتے تھے ہم کو دو انہوں نے دینے سے انکار کر دیا آخر اپنی بہن بہنوئی کی خوب مار پیٹے کی جب ان کی بہن نے یہ زیادتی دیکھی تو پکار اٹھی کہ اے عمر سو ہشیار ہو ہم تو ایمان لائے اور سچے دین میں داخل ہو گئے اے شاہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمد رسول اللہ تم کو جو کرنا ہے سو کرو تب تو حضرت عمرؓ ٹھیلے پڑے اور کہا کہ اُس قرآن سے کچھ سناؤ تب سورہ ظہ ان کو سنائی اس کی فصاحت اور بلاغت پر غش ہو کر حضرت عمرؓ کے دل کو یقین ہو گیا کہ بیشک سچا کلام خدا کا ہے اور اسی وقت کلمہ شہادت پڑھا اور ایمان لائے اور قصد پیغمبر صاحب کے حضور میں داخل ہوئے کیا جب حضرت عمرؓ کے آنے کی خبر ہوئی تو اصحاب رسول میں تہلکہ پڑ گیا اس لئے کہ وہ ان

کی شوکت اور ارادے سے واقف تھے یہاں تک کہ جب حضرت عمرؓ دروانے پر پہنچے تو کوئی دروازہ کھولنے کو نہ اٹھاتا تھا مگر حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ چچا پیغمبر صاحب کے یہ کہہ کر اٹھے کہ وہ ایک آدمی ہے۔ اگر اطاعت کے ارادے پر آیا ہے خیر ورنہ اسی کی تلوار سے اور اسی کا سر چنانچہ حضرت عمرؓ اندر داخل ہوئے پیغمبر صاحب بنفس نفیس اٹھے اور اُن کو اغوشِ رحمت میں لے کر ایسا دبا یا کہ اُن کی آنکھیں نکل پڑیں تب تو حضرت مسکرائے اور اُن کی طرف دیکھ کر خندہ زن ہوئے حضرت عمرؓ صدقِ دل سے نعرہ مار کر کہنے لگے اشہد ان لا اله الا اللہ و اشہد انک رسول اللہ تب سب مسلمان خوشی سے بکبیر کہنے لگے اور حضرت عمرؓ کے ایمان لانے پر حمد و ثنا خدا کی کرنے لگے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی وقت پیغمبرؐ سے کہا کہ یا حضرت بتوں کی عبادت تو علانیہ ہوئے اور خدا کی عبادت چھپ کر یہ مناسب نہیں ہے آئیے خانہ کعبہ کو چلیے اور باعلانِ نماز ادا کیجئے چنانچہ اُن کی عرض کو حضرت نے قبول فرمایا اور خانہ کعبہ کی طرف توجہ کی اور نہایت شان و شوکت سے حضرت مع سب اصحاب کے عازم خانہ کعبہ کے ہوئے جب حضرت تشریف فرما خانہ کعبہ ہوئے تو حضرت عمرؓ ہی آگے آگے چلے کافروں نے کہ وہ منتظر تھے کہ سر پیغمبر صاحب کالائے ہوں گے، یہ دیکھ کر کہا اسے عمر یہ کیا حال ہے تب حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ سنو میں ایمان لایا اور پیغمبر کی علامی کا غاشیہ میں نے اپنے دوش پر لیا جو اطاعت کرے گا خیر ورنہ اگر مزاحمت کرے گا تو یہی تلوار ہے اور اس کا سر چنانچہ چند آدمیوں کو اسی وقت اپنا زور دکھایا اور خانہ کعبہ میں جا کر پیغمبر صاحب کے پیچھے نماز ادا کی یہ حال حضرت عمرؓ کے ایمان لانے کا ہے اول اس میں ہم نے دو باتوں کا ذکر کیا ہے اول پیغمبر صاحب کے دعا کرنے کا حضرت عمرؓ کے ایمان لانے کے واسطے کی دوسرے اس کیفیت سے ایمان لانے کا چنانچہ ہم دونوں باتوں کو شیعوں کی کتابوں سے ثابت کرتے ہیں بہ امر اول کے ثبوت سے پہلے ہم کو یہ لکھنا ضرور ہے کہ اکثر مجتہدین اور علمائے شیعہ نے اس دعا سے انکار کیا ہے اور اس کو سنیوں کی تہمت اور افتراء میں تصور کیا ہے جیسا کہ ا۔ مجتہد صاحب کا خلاصہ عبارت یہ ہے کہ (فارق عوبتے

لے عمر فاروق کی عوبت میں کوئی عوبت نہ تھی اور آپ کے اسلام لانے سے اسلام کو عوبت دینے کی دعا والی دریت سخا علمائے خود گھڑی ہے اور اس قسم کی دعا جو عقل و نقل کے سراسر خلاف ہے حاشا د کلا رسول اکرم کی زبان مبارک سے ادا نہیں ہوئی۔

در عرب نمائندہ پس این احادیث را علمائے سنیاں از پیش خود بر تافہ اندر عا شا کہ جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم این دعا کہ مخالف عقل و نقل است بر زبان مبارک آورده نہ باشد لیکن یہ انکار صرف وھو کا دینا اور عوام کو اپنے مذہب کی برائی پر واقف ہونے سے بچانا ہے ورنہ بہت سے محدثین اور علمائے شیعہ نے اس کی صحت پر اقرار کیا ہے چنانچہ فضل بن شاذان اور شیخ طبری اور شیخ طوسی اور علم الہدی اور شیخ مفید کے اقرار سے اس کی صحت ثابت ہوتی ہے چنانچہ ہم ان سے قطع نظر کر کے ملا مجلسی کی تصدیق کو سنداً بیان کرتے ہیں اور ان کی کتاب بحار الانوار سے جس کا نام نامی اور اسم گرامی خدا کی کتاب سے بڑھ کر حضرات شیعہ کی زبان پر ہے اس روایت کو نقل کرتے ہیں وہو ہذہ ملا باقر مجلسی بحار الانوار کی چودھویں جلد میں جس کا نام کتاب السمار والعالم ہے مسعود عیاشی سے روایت کرتے ہیں (روی العیاشی عن الباقر علیہ السلام ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال انزل اسلام لعمر بن الخطاب او بانی جہل بن ہشام) یعنی امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا سے دعا کی کہ الہی عزت وے اسلام کو عمر بن خطاب کے اسلام لانے سے باوجود جہل بن ہشام کے مسلمان ہونے سے غرضتکہ اب ہم ان مجتہدین کی نسبت جنہوں نے اس دعا سے انکار کیا اور عوام کو دھوکا دیا کیا کہیں بجز اس کے کہ ان کے مقلدین کے سامنے ان کے انکار کو اور ملا باقر مجلسی کے اس اقرار کو رکھیں اور یہ عرض کر دیں کہ اب خود ہی انصاف کرو کہ اس کے ہر لفظ کو غور کریں اور انصاف فرمائیں کہ باوجود تعصب اور عناد کے اس مولف نے کیا کچھ لکھا ہے اور یہ کوئی نہ خیال کرے کہ حملہ حیدر یہ کتب معتبرہ سے نہیں ہے بلکہ اس کو خود حضرت مجتہد صاحب شیعوں کے قبلہ و کعبہ نے تصحیح کیا ہے اور اس کی اصلاح اولہ تخی خود حضرت سید محمد صاحب نے فرمائی ہے اور جو کتاب مطبع سلطانی میں باہتمام مدو علی داروغہ کے لکھنؤ میں چھپی ہے اس کی عنوان بد یہ سب کیفیت لکھی ہوئی ہے اور اس کے سرے پر اس کتاب کی تعریف میں لکھا ہے۔

عجائب کتابیے پر از نور بہت	کہ ہر بیت آن بیت معمور بہت
بہر میکہ خوانند فصلے از ان	سخن از حلاوت شود لب گز ان
مشام مہبان معطر شود	دل از نور ایمان منور شود

لے حملہ حیدری جلد اول صفحہ ۲۰ دیا چہ سطر ۲۳ مطبوع سلطانی ۱۲۶۶ھ ۱۲ منہ

تعالی اللہ ان باؤل بی بدل
 بونوق روایت رقم میسزند
 برترجیح اخبار وارد مناط
 برنجی گرفت ست ایرادودق
 مجب دفتر دکشای نوشت
 معطر چومشک تارست این
 زہر نکتہ سازو معطر دماغ
 دل آشفنگان راتما شاست این
 بس ست از نعوت وصفاتش ہیں
 فرازندہ راایت اجتہاد
 طریق شریعت موید ازوست
 دل سنیاں داغدار ست زو

کہ آوردہ ہر نکتہ ما بر عمل
 براہ دیانت قدم میزند
 برون نیست از جاوہ احتیاط
 کہ افتادہ در جان اعدا قسطنق
 کہ پیچیدہ دروی ہوا ای بہشت
 معنبر چو باد بہار ست این
 زہر نقطہ اشش میشود تر دماغ
 جگر خشکای رامیہاست این
 کہ گردیدہ مقبول سلطان دین
 زحق حجت و آیتے بر عباد
 کہ نام و نشان محمد از دست
 کہ ہندستان سبزوار ست زو

پس ہم اسی کتاب سے جس کے نور سے دل مومنین کے منور ہیں حضرت عمر کے ایمان کے نور کو دکھاتے ہیں جو اندھے نہ ہوں وہ دیکھیں اور اسی کتاب سے جس کی خوشبو سے دماغ مجنون کے معطر ہیں حضرت فاروق کے اسلام کی خوشبو پھیلاتے ہیں جو دماغ رکھتے ہوں وہ سوگیں اور ہم اسی محقق کے قول سے جو موافق روایت کے لکھا ہے اور جو قدم بقدم دیانت پر چلتا ہے اس روایت کو ثابت کرتے ہیں اور ہم اسی کی تصدیق سے جس نے سنیوں کی جان کو رنج میں ڈال رکھا ہے حضرت شیعہ کو رنج دیتے ہیں اور اسی کے کلام سے جس کا کلام شیعوں کے زخموں کے لئے مرہم ہے ان کے دلوں کو مجروح کرتے ہیں اور اس قبلہ و کعبہ کی تصحیح اور قبولیت سے جس نے سنیوں کے دلوں کو داغدار کر دیا ہے ان کے مقلدین کے دلوں کو داغدار کرتے ہیں اسے بھائیو اس روایت کو سنو اور دیکھو کہ حقیقت میں کیسا نور چمک رہا ہے اور سونگھو کہ دراصل کیسی خوشبو مہک رہی ہے بیشک اس روایت کی نسبت ہم بھی یہ شعر پڑھتے ہیں۔

بہنجی گرفت ست ایرادودق
 زہر نکتہ سازو معطر دماغ
 معطر چومشک تارست این
 کہ افتادہ در جان اعدا قسطنق
 زہر نقطہ اشش میشود تر دماغ
 معنبر چو باد بہار ست این

اب ہم اس روایت کو بعینہ کتاب مذکور سے نقل کرتے ہیں۔

در کیفیت ایمان آوردن عمر بن خطابؓ

عمر بعد ازاں پس چتد گاہ
چناں بد کہ بوجہل ازاں سزوش
کہ جز قتل پیغمبر ذوالجلال
یکی روز می گفت با اشقیاء!
ہزار اشتر از خود بہ بخشم باد
زویای مصری و بروین
عمر چون شنید آن سخن گفتش
باد گفت سو گنداکر مے خوری
من امروز خدمت رسانم بجا
گرفت از ابو جہل اول قسم
بآنکار چون رفت بیرون عمر
کہ ہمیشہ ات نیز با جنت خویش
بر آشتت ابا حفص ازین گفتگو
سوی خانہ خواہر خویش رفت
بیامد بہ پیش در و ایستاد
شنید انکہ میخواند مرد نکو
ذرومی گرفتند یاد آن کلام
عمر زد در خواہرش باز کرد
در افادہ با جنت خواہر بچنگ
در آنجخت داد ہم با عمر
بخستند کہ روی ہم گاہ پشت

در آمد بدیں، رسول الہ
بہ کیفیت شد عداوت منش
نبودش دگر هیچ فکر و خیال
کہ آرد کسی گرسر مصطفیٰ
دو کومان سپہ دیدہ و کمرخ مو
دگر سیم وزر بخشش چند من
بجنید عرق طمع در تنش
کہ از گفتہ خویشتن نگذری
بیارم بہ پیشت سر مصطفیٰ
پس از گاہ زد در رہ کین قدم
یکی گفت با او نداری خبر
گر نتست دین محمد بہ پیش
بگفتا بریزم کنون خون او
چو آمد بنزدیک در پیش رفت
صدائی شنید و بان گوش داد
کلامے کہ شنیدہ ؟ مثل او
ہمان خواہر و جنت او بالتمام
چو آمد درون شور آغاز کرد
گفتش ز حلق و بیفشرد تنگ
گرفتند خصمانہ ہم را بہ بر
لکہ کہ زدندی بہم گاہ پشت

لہ در جلد حیدری جلد اول از صفحہ ۲۱، سطر ۲۱ تا صفحہ ۲۳ سطر ۱۴ مطبوعہ مطبعہ سلطانی ۱۲۶۶ ہجری، ۱۲ منہ

زہم پوست کندند کہ گاہ مو
 از و چون عمر بود پر زور تر
 گلوش به تنگی فشرد آنچنان
 روان خواہرش فوجہ گر
 اگر شاد گریے زما در بلول
 کنوں گر کثے سر پاریم پیش
 چو بشنید از و این حکایت عمر
 بگفتش چہ دیدی تو از مصطفیٰ
 بگفتا کلام خدائے جلیل
 شنیدم گر دید بر یاقین
 عمر گفت از ان قول معجز اسان
 برو خواہرش آیہ چت خواند
 و لش زان شنیدن بسی نرم شد
 عمر گفت دیگر بخوان زین کلام
 ولی ہست استاد مادر نہفت
 قسم گر خورے کو نیابد زبان
 چو بگرفت سو گنماز و خواہرش
 بد از اہل اسلام نامش جناب
 برو خواند آیات پروردگار
 چو آیات معجز بیان راشنید
 بر اسلام شد رغبتش بیشتر
 وز ان پس بگشتند باہم روان
 بدولت سراسے ہمیر شدند
 یکی آمد و دید از پشت در
 نزد نبی رفت و احوال گفت

گجے این بزیر آندے گاہ او
 فگندش بزیر نشست از زب
 کہ نزدیک شد تا شود قبض جان
 بگفتش چہ خواہے ز ما ای عمر
 نمودیم دین محمد قبول
 ولی بر نگر دیم از دین خویش
 بدانست کو بر نگر و و گر
 کہ گشتی بہ دیش چنیں بتلا
 کہ آرو باد حضرت جبرئیل
 کہ ہست این کلام جہاں آفری
 اگر یاد داری بخوان بی ہراس
 عمر گوش چوں کرد حیران بماند
 بسووائے اسلام سر گرم شد
 بگفتاد کہ نیست زین می بجام
 کہ گر دید نہاں چو نامت شفت
 بیاریم پیشت کہ خواند از ان
 بیاد رواستاد خود را برش
 بیامد بہ نزد عمر بی حساب
 ابا حفص اسلام کرد اختیار
 ہمیش قول کاہن بنماظر رسید
 کہ آنہم شود راست چوں این خبر
 نبرد رسول خدائے جہاں
 چو در بستہ بد حلقہ بر در زوند
 کہ استادہ با تیغ بر در عمر
 بماند ندا صاحب اندر شگفت

چنیں گفت پس عم خیر البشر
گر از راه صدق آمدہ مرجا
بہ تیغی کہ دارد حمال عمر
چو در باز کردند بر روسے او
گرفتش بہ بر سرور انبیاء
بگفتند اصحاب ہم تہنیت
پس اصحاب دین را شد این بدعا
بسوی حرم آشکارا روند
رسید این سخن چون بعرض رسول
کہ غم نیست برومی کشاید در
وگر باشد او را بخاطر دغا
تفش را سبکبار سازم ز سر
در آمد عم شد باللب غدر گو
نشاندش بجائیکہ بودش سزا
وزان بیشتر یافت دین تقویت
کہ از خدمت سرور انبیاء
نماز جماعت بجا آورند
ز خیر البشر یافت عو قبول

آمدن سید اختیار بتائید ملک جبار مجرم محترم و نماز گذار دن با اصحاب
سعادت انتساب آمدن قریش مرتبہ دیگر نزد ابوطالب و سخن گفتن
از روی قہر و طیش

بیا ساقی ای رشک خلد بریں
زخم باوہ بے فکر و اندیشہ ریز
فرود آرا ازین طاق فیروزہ قام
بکن راز پوشیدہ را بر ملا
از ان مے نمے ہم بکام فگن
چنان مست کن زان مے پر طب
دریں بزم ساقی بنور ایام
کہ کردند اصحاب چوں اتفاق
رواں شد تباہ دیباں دین
ببالید از بس زمین شد گمان
ز شادی برقص اندر آمد سپر
ہمی رفت جبرئیل بالای سر
بساط نشاط، بجیتے بچین
سیو بر سیو، شیشہ بر شیشہ ریز
ز خورشید جام و زمرہ نیم جام
بہ دور تبرکب در وہ صنلا
وزان نم بعیش مدام فگن
کہ جوشد ز خورشید نورم ز لب
فرود بد نیگونہ روشن چراغ
بر آمد رسول خدا از وثاق
چو سوئے حرم سید المرسلین
کہ بیرون روز از بر آسمان
چہ خورشید ہر ذرہ افروخت چہر
بفرق ہمایوں بگستردہ پر

ملائک چپے راست در دور باش
 یہ پہلو رواں حسنة نامدار
 ہمیں رفت در پیش حیدر عمر
 بگرد آمدہ جمع یاران تمام
 جدار حرم سر بعرش مجید
 چو دیدند کفار زان گونہ حال
 یکی رفت از انہا بہ نزد عسر
 نہ ز انسان کہ رفتی تو باز آمدی
 عمر کرد اسلام خود، آشکار
 ہران کز شا جنبد از جای خویش
 چو کفار دریا قند از سخن
 نہاوند پا در رہ امتناع
 چو دیدند آن صحبت اصحاب
 ازان حال کفار پس پارتند
 بہ پیش اندر آمد رسول خدا
 نبی گفت مکیں چوں در حرم
 ز تائید ایزد بسجد نماز

شیاطین زسبیت شدہ پاش پاش
 بہ پیشش علی صاحب ذوالفقار
 حائل ہمان تیغ کیں بر کمر
 برفتند ز نیساں بہ بیت الحرام
 رسانید چون گرد موکب رسید
 نمودند با ہم بسے قیل و قال
 بدو گفت این چیست ای بد گہر
 بکین رفتے و با نیاز آمدی
 پس انگہ باو گفت ای نابکار
 بہ بیند سر خویش بر پای خویش
 کہ در دل چہ دارند آن انجمن
 نمودند با اہل بدت نزاع
 ہمہ دست بروند بر تیغ کیں
 دلیران دین مسجد آراشدند
 نمودند یاران با اقتدار
 فناوند اصنام بر روضے ہم
 ادا کردو آمد سوسے خانہ باز

اتے حضرت شیعہ تم کو اپنے باذل بے بدل اور اپنے قبلہ و کعبہ کے آب و گل کی
 قسم ہے کہ اس روایت کو دیکھو اور غور کرو کہ جو شخص اس وصوم و حام سے ایمان لائے
 اور جو آدمی اس شان و شوکت سے مسلمان ہوئے اس کی نسبت کون خیال کر سکتا ہے
 کہ وہ منافق ہوگا یا سچے دل سے ایمان نہ لایا ہوگا یا بعد ایمان کے مرتد ہوگا یا
 ایسے شخص سے کبھی پیغمبر صاحب رنجیدہ ہوئے ہوں گے یا ایسے آدمی کو دشمن اسلام
 کا اور منافق سمجھے ہوں گے دیکھو جو دعای پیغمبر صاحب نے ان کے لئے کی تھی کیسی جلد خدا
 نے قبول کی اور اس کا اثر کیسا جلد ظاہر ہوا کہ ان کے ایمان لانے کا پہلا کام تو یہ ہوا
 کہ اول اول نماز جماعت کی خانہ کعبہ میں ادا ہوئی اور اخیر کا کام ان کا یہ ہوا کہ روم

شام اور علب اور دمشق میں کلمہ کفر کا پست اور خدا کا کلمہ بلند ہوا ابتداء اسلام کی نبوت بھی انہیں کی ذات سے ہوئی اور خاتمہ بھی انہیں پر ہوا حقیقت میں دعا اس کہ کہتے ہیں اور قبولیت اسی کا نام ہے۔ اسے یار و ذرا تو انصاف کو دخل دے اور تعصب اور عناد کو چھوڑو کہ جس کی ذات سے ایک ہزار چھتیس شہر کفر کے دارالاسلام ہوئے اور جس کی بدولت نہرو بت خانے اور گرجے ٹوٹ کر مسجدیں بن گئیں اور جس کے سبب سے کسری اور قیصر کے مملوں میں غلغلہ الہد اکبر کا بلند ہوا اور جس کی وجہ سے ان کی بیٹیاں مسلمانوں کی لونڈیوں میں داخل ہوئیں اور جس کی ذات سے ظلمت کفر کی دور ہوئی اور روشنی اسلام کی از شرق تا غرب پھیل گئی وہی تمہارے نزدیک منافق ہے اور اسی کا نام تمہارے یہاں دشمن خدا اور عدو رسول سے تو معلوم نہیں کہ پھر خدا کا دوست اور محب رسول کون ہے اگر حضرت عمر کی ذات نہ ہوتی تو آج تمہارے قبلہ و کعبہ کھنویں بیٹھ کر علی علی کہتے یا ابودھیامیں رام رام پکارتے یہ عمر ہی کی جوتیوں کا طفیل ہے کہ تم خدا کی توحید سے اور پیغمبر کی نبوت سے واقف ہوئے اور کفر چھوڑ کر اسلام اور ایمان کے نام سے آگاہ ہوئے لیکن آفرین تمہارے احسان فراموشی پر کہ اسی کی دشمنی کو تم نے ایمان قرار دیا ہے اور کفر کی بنیاد کھودنے والے اور اسلام کا نیزہ گاڑنے والے کا نام منافق اور کافر رکھا ہے حقیقت یہ ہے کہ جب شیطان نے دیکھا کہ بعد اسلام کے کفر پھیلا نہیں سکتا اور شرک صریح میں گرفتار نہیں کر سکتا تب اس نے یہ تدبیر کی کہ لوگوں کے دلوں میں کفر کی جڑ دوسری طرح قائم کرے اور باوجود مسلمانوں کے دعوے کے ان کو اسلام سے خارج کر دے تب اُس نے یہ تدبیر کی اور رخصت کا عقیدہ لوگوں کے دلوں میں مضبوط کیا اور جن لوگوں نے پیغمبر صاحب کو مدد دی اور جنہوں نے اسلام کو پھیلایا اور جن کے سائے سے شیطان بھاگا ان کی عداوت دلوں میں ڈال دی تاکہ اس جیلے سے اُس کا کام نکلے اور لوگ اسلام سے نفرت کریں یا اسلام کا نام لیں مگر اصل میں اس کو چھوڑ بیٹھیں۔

چنانچہ اس ملعون کا مطلب حضرات شیعہ سے بخوبی حاصل ہو گیا اور اس شقی ازلی نے اُن کے دلوں کو اندھا کر دیا کہ وہ ایسے اصحاب جلیل القدر کو برا جاننے لگے اور ایسے دوستوں کو پیغمبر صاحب کے برا کہنے لگے اُن کی دشمنی کو ایمان سمجھے اور ان کو گالیاں دنیا عبادت جانا حقیقت میں ان لوگوں نے ایمان چھوڑ دیا اور شیطان کے دام میں آکر

اسلام سے ہاتھ دھویا ورنہ جس کو ذرا بھی عقل ہوگی کیا وہ یہ نہ سمجھے گا کہ اگر وہی لوگ جو اس شد و مد سے ایمان لائے کافر تھے اور وہی آدمی جنہوں نے اسلام کو عرب سے لیکر عجم تک اور عجم سے لیکر ہند تک پھیلا یا اسلام کے دشمن تھے تو پھر دوسرا کون مسلمان ہو سکتا ہے ضرور اس کا عقیدہ اسلام سے پھر جائے گا حقیقت میں اسلام کی حقیقت پر کوئی معتقد نہیں ہو سکتا جب تک وہ شیعوں کے عقیدے نہ چھوٹے اور پاک سنی نہ بن جائے واللہ سیدی من یشار الی صراط مستقیم

میں اس مقام پر ایک اور بات شیعوں کی کھنا مناسب سمجھا ہوں تاکہ ان کے عقیدے کی خوبی اس سے ظاہر ہو جائے اور ان کی دشمنی اسلام اور ایمان سے ثابت ہو جائے۔ یہ امر تو بخوبی ثابت ہو گیا کہ حضرت عمرؓ کی ذات سے نہایت تقویت دین کی ہوئی اور اسلام کی جڑ انہیں کے سبب سے مضبوط ہوئی چنانچہ صاحب جملہ حیدر نے باہر تعصب خود اقرار کیا ہے کما قیل مصرع

وزان بیشتر یافت دین تقویت

اور ظاہر ہے کہ جس کی ذات سے دین نے تقویت پائی ہوگی۔ اس کی ذات سے پیغمبر صاحب کو محبت بھی بدرجہ غایت ہوگی لیکن موافق روایت شیعوں کے پیغمبر صاحب کو کسی سے اس قدر عداوت نہ تھی جیسے کہ حضرت عمرؓ سے تھی اور ان کے مرنے کی خبر سے جس قدر حضرت کو خوشی ہوئی ایسی کسی خبر سے نہ ہوئی تھی اور جو فضائل اس روز کے جس جس روز کہ حضرت عمرؓ نے شہادت پائی پیغمبر خدا نے بیان کئے ہیں ایسے فضائل جمعہ اور عید اور روز غدیر کے بھی بیان نہیں کئے اور جو برکات اور فائدے اہل بیت کو اس تاریخ میں ہوئے ہیں جس تاریخ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وفات پائی ایسے کبھی کسی روز نہیں ہوئے چنانچہ زاد المعاد میں جو معتبرین کتب شیعہ سے ہے اور ملا باقر مجلسی جس کے مؤلف ہیں اس کے آٹھویں باب کی پہلی فصل میں ایک طویل طویل روایت لکھی ہے جس کو ملا صاحب نے اپنے نامہ اعمال کی طرح سیاہ کیا ہے اس کا مختصر مضمون ہم لکھتے ہیں

لے بدرستیکہ خبر واد مراد پر دم کہ خذیجہ بن یمان در روز نہم ربیع الاول داخل شد بر جد م رسول خدا خذیجہ گفت کہ دیدم حضرت ام المومنین و حضرت امام حسن و امام حسین را کہ با حضرت رسالت پناہ طعام تناول فرمودند آن حضرت بر روی ایشان تبسم فرمود و با حضرت امام حسن و امام حسین میگفت بخورید گو را با د از زبان شما

برکت و سعادت این روز بدرستیکہ این روز نیست کہ حق تعالی ہلاک میکند دشمن بد شمارا دستجاب میگردد و اند
 دین روز و علمے باور شمارا بخورید کہ این روز نیست کہ حق تعالی قبول میکند اعمال شعیان و مہمان شمارا درین روز
 بخورید کہ این روز نیست کہ ظاہر میشود راستی گفته خدا کہ میفرماید فتک بیهتم خاور و پائلہوا یعنی این ست خانہا
 ایشان کہ خالی گردیدہ ست بسبب ستمہای ایشان بخورید کہ این روز نیست کہ شکستہ می شود درین روز شوکت بد
 شمارا یاری کندہ بدشامی یاری کندہ دشمن شمارا بخورید کہ این روز نیست کہ ہلاک میشود درین روز فرعون اہل بیت
 من و تم کندہ برایشان و غضب کندہ حق ایشان بخورید کہ این روز نیست کہ حق تعالی عملہای دشمنان شمارا باطل و
 دہبا میگردد و اند مذلیفہ گفت کہ من گفتم کہ یا رسول اللہ آیا در میان امت تو کسی خواهد بود کہ ہتک این حرمتہا نماید
 حضرت فرمود کہ ای مذلیفہ یکی از منافقان برایشان سرگرمہ خواهد شد و دعوی ریاست در میان ایشان خواهد کرد و مردم را
 بسوے خود دعوت خواهد نمود و از یازہ ظلم و ستم را بروش خود خواهد گرفت و مردم را از راہ خدا منع خواهد نمودہ کتاب خدا را
 تحریف خواهد نمودہ سنت مرا تغیر خواهد داد و میراث فرزند مرا متصرف خواهد شد و خود را پیشوائے مردم خواند و زیادتی بر حق
 من علی بن ابی طالب خواهد کرد و مالہائے خدا را بناحق بر خود حلال خواهد کرد و در غیر ما امت خلاصت نخواہد کرد و مرا و
 برادر من و وزیر من علی بن ابی طالب را بدو غنبت خواهد داد و دختر مرا از حق خود محروم خواهد گردانید پس دختر من ادرا
 نفرین خواهد کرد حق تعالی نفرین او را مستجاب خواهد کرد مذلیفہ گفت یا رسول اللہ چرا و ما میکنی کہ حق تعالی او را در حیات شما
 ہلاک کند حضرت فرمود کہ ای مذلیفہ درست نمیدارم کہ حرات کنم بر قضای خدا و از او طلب کنم تغیر کنم را کہ در علم او گذشتہ
 است ولیکن از حق تعالی سوال کنم کہ فضیلت دہد آنروز را کہ در آن روز او بجنم میرود بر سائر روز ہا تا آنکہ احترام
 آفرودنستہ گردد در میان دوستان من شیعیان اہل بیت من پس حق تعالی وحی کرد بسوی من کہ ای محمد در علم سابق من گذشتہ
 است کہ در یار ترا و اہل بیت ترا محنت ہا و بلائے دنیا و ستمہائے منافقان و غضب کندگان از بندگان من آن منافقان
 کہ تو خیر خواہی ایشان کردی و یا تو خیانت کردی و تو ایشان راستی کردی و ایشان یا تو مکر کردند و تو با ایشان صاف بودی
 ایشان دشمنی ترا بدل گرفتند تو ایشان را دشمنود و ایشان ترا گزید کہند و تو ایشان را بگریزی و ایشان ترا بطیہ گرفتند و قسم یاد میکنند
 بچول بقوت و بادشاہی خود کہ البتہ بکشائیم بر روی کسیکہ غضب کند حق علی را کہ وے تست بعد از تو ہر روز از پست ترین
 طبقات جہنم کہ آنرا فیوق میگویند و در آن صاحب احدی قعر جہنم جا دہم کہ شیطان از مرتبہ خود براد مشرت شود و ادرا... کند
 آن منافق در روز قیامت عبرتے گردانم بلایے فرعونہا کہ در زمانہائے پیغمبران دیگر بودند برائے سائر دشمنان دین ایشان
 و دوستان ایشان را بسوی جہنم برم و بادیر ہائے کی بود در دوائے ترش با نہایت قہمت و خلصے و بر پشیمانے ایشان را بد
 الا باد و عذاب خود بدام ای محکم نمی صیدی سے بنزلت تو مگر بانچہ میر رسید باوزا بلا با از فرعون او و غضب کندہ حق او کہ
 حرات میکند برین و کلام مبادل میکند و شرک من سے آید و مردم را منع میکند از زاد رخصائے من و گو سالہ از برائے امت

تو بڑے کاندے کہ ان ابو بکر سے دعا فرمائی کہ میں در عرض عظمت جلال امن بیدار سیکھ میں امن کر رہا ہوں کہ بوقت آسمان
 خود را کہ برائے شیعیان و مجاہدین دین شاہ عید کنند ان و نزی را کہ ان... کشتہ میشد امر کروم کا کسی کو رحمت مرانصب کنند
 در برابر بیت المعمور و ثنا برین و طلب آنرا شش نمایند برائے شیعیان و مجاہدین شاہ از فرزند ان آدم نام کر رہا ام ملائکہ نوینندگان
 اعمال را کہ ازین روز تا سر روز قلم انہرم ہر روز در دست نوینندگان ہاں ایشان نرا برائے کرامت تو دومی تو اسے محمد روز رسید
 گردانیدم برائے تو اول بیت تو برائے ہر کہ تابع ایشان باشند از مومنان و شیعیان ایشان و سوگند یاد میکنم بعزت و
 جلال خود و علو منزلت و مکان خود کہ عطا کنم کسی را کہ عید کند ایں روز نرا از برائے من ثواب آتہا کہ بدو عرض اساطر کردہ اند
 و قبول کنم شفاعت اورا از خویشان و زیادہ کنم مال اورا اگر کشت و گی و بد پر خود و بر خیال خود و دین روز و ہر سال دین
 روز ہزار ہزار کس از موالیان و شیعیان شمارا از آتش جہنم آزاد کردم و اعمال ایشان را قبول کنم و کنایاں و نشان را بیاہرزم
 مدنیہ گفت پس برخواست حضرت رسول خدا و نماز ہم سجدہ رفت و من برگشتم و صاحب یقین ہوںم در کفر عمر تا آنکہ بعد از
 وفات حضرت رسول ویدم کہ او چیز نکتہ بار نگینت و کفر علی خود را اظہار کرد و از ایں دین برگشت و لہلہ بی حیالی ہوا
 برائے خصم ہاں است مخالفت برزو و قرآن را تحویل کرد و آتش و دمانہ و کما سالت زوید عتہا در دین خدایید لکہ دولت
 پیغمبر را تغیر و او دولت آن حضرت را بدل کرد و شہادت حضرت امیر المؤمنین را رد کرد و قاطرہ و خیر رسول خدا را بدو
 نسبت داد و قتل را فتنہ کردہ پیغمبر و نہادند و مجوس را از خود راضی کرد و خود ویدہ و مصلحت را خستہم کہند در قضا جوئے
 اہل نیت رسالت کہ کردہ و جیس سنہائی رسول خدا را بر طرف کردہ و بر کشتن امیر المؤمنین کردہ و جوئے خستہم در میان مردم اہل نیت کردہ
 ہر چیز خدا حلال کردہ بود حرام کردہ ہر چیز حرام کردہ بود حلال کردہ حکم کردہ کہ از اہل بیت دست بردار و ہر ہم بنانند و چہرہ
 کنند و برزو و شکم قاطرہ نو ہر روز بر بدید حضرت رسالت خصم ہاں را رفتہ و حضرت امیر المؤمنین و قرآن است
 و با حضرت معاویہ کردہ و راسی آن حضرت رسالت نسبت داد مدنیہ گفت پس حق تعالی ہاں برگزیدہ خود دختر
 پیغمبر خود را و حق آن منافق مستجاب کردہ و قتل اورا بر وقت کشتہ و در عتہ اللہ جادی ساختہ پس بستم خبرت
 حضرت امیر المؤمنین کہ آن حضرت را تہنیت و مبارکباد بگویم با کدہ آن منافق کشتہ شد و عزاب حق تعالی حاصل کردید
 چون حضرت مزید فرمود اسی مدنیہ یاد رخسار طواری آن شخصے را کہ آنسی بر زو سید من رسول و من دوو سبط من
 حسن و حسین نزد او نشستہ بودیم و با او طعام میخوردیم پس ترلا و لالت کردہ بر فضیلت دین و نرا گفتم علی است برادر رسول
 حضرت فرمود بجز سوگند کہ ایں روز نیست کہ حق تعالی درات ویرہ آل رسول بلاوشن گودانید و من برائے ایں روز
 ہفتاد و دو نام میدانم مدنیہ گفت کہ یا امیر المؤمنین میخواہم کہ آن نامہارا از تو بشنوم حضرت فرمود کہ ایں روز استراحت است
 کہ مومنان از شر آن منافق استراحت یافتند و روز نرا کشتن کہ غم نیست و روز خودیروم است ہر روز تخفیف گناہان
 شیعیان و روز اختیار عمومی برائے مومنان است در روز بھاشتن قلم از شیعیانست و روز بر ہم حکستان بنائے کفر و است

در روز عاقبت است روز برکت است و روز طلب خوبہائے مومنانست و روز عید بزرگ خداست و در مستجاب شدن دعاست و روز مرقفہ العظم و روز وفائے بعهدست و روز شہادت روز کندن بامہ سیاہست و روز ندامت ظالمست و روز شکستہ شدن شوکت مخالفانست و روز نقی ہموہست و روز فتح است و روز عز من افعال آن کافرست و روز ظهور قدرت خداست و روز غنوغناہاں شیعانست و روز فرج ایشیانت و روز توبہ است و روز اجابت است بسوئے حق تعالی و روز زکوٰۃ بزرگ و روز فطر دوم است و روز ازادہ باخیانت و روز گره شدن آبی بان و رنگری مخالفانست و روز خوشنودی مومنانست و روز عید اہل بیت است و روز ظفر یافتن بنی اسرائیل بر فرعونست و روز مقبول شدن احوال شیعانست و روز پیش فرستادن تصدقات است و روز زیادتی مشوہانست و روز مثل مافق است و روز وقت معلوم است و روز نور اہل بیت است و روز شہودست و روز قہر برداشتن است و روز خراب شدن بنیان سلطنت است و روز ریت کہ عالم انگشت ندامت بدانان میگذرد و روز میتہ است و روز شرنست و روز خشک شدن دلہائے مومنانست و روز شہادت است و روز گذشتن از گناہ مومنانست و روز آزگی بوستان اہل ایمانست و روز خوشی دلہای مومنانست و روز بر طرت شدن پادشاهی منافقانست و روز توفیق اہل ایمان است و روز رہائی مومنانست از شر کافران و روز مظاہرست و روز مغاخرست و روز قبول افعال است و روز تجمل تعظیم است و روز حمد و عطا است و روز شکر حق تعالی است و روز یسے مظلومانست و روز زیارت کردن مومنانست و روز محبت کردن ایشانست و روز رسیدن بر رحمتہای الہی است و روز پاک گردانیدن اعمال است و روز فاش کردن راز است و روز پاک گردانیدن اعمال است و روز فاش کردن راز است و روز بر طرت شدن بدتہانست و روز ترک کردن سخن است و روز عبادت و روز موعظت و نصیحت است و روز انقیاد پیشوایان دین است و روز گفتہ کہ پس از خدمت امیر المؤمنین خواستم و گفتم اگر در نیام از اعمال افعال خیر و انجامید ثواب از ان و امم محترمت این روز دامن فضیلت این را بہر آئینہ منتہائے آرزو کما من خواہد بود پس محمد کی را بیان حدیث گفتہ کہ چون این حدیث را از احمد بن اسحاق شنیدیم ہر یک بر خواستیم و راہ را بوسیدیم و گفتم حمد و شکر میکنیم خداوند بزرگ بر انگیزت ترا زبری ما تا آنکہ فضیلت این روز را بہرسانیدے پس بجانہای خود برگزیدیم و این روز را عید کردیم۔

خذیفہ ابن یمان صحابی سے روایت ہے کہ میں نویں ربیع الاول کو پیغمبر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت کے پاس امیر المؤمنین علی مرتضیٰ اور حضرت امام حسن اور امام حسین بیٹھے ہوئے ہیں اور کھانا نوش فرما رہے ہیں اور حضرت نہایت خوش ہیں اور حسنین علیہما السلام سے کہ رہے ہیں کہ کھاؤ بیٹا کھاؤ یہ تم کو مبارک ہو کہ آج کا دن وہ ہے جس میں خدا اپنے دشمن کو اور تمہارے جد کے دشمن کو ہلاک کرے گا اور تمہاری مادر مشفقہ کی دعا

کو قبول کریگا کھاؤ بیٹھا کھاؤ کجاچ وہ دن ہے کہ خدا تمہارے شیعوں اور مجبوں کے اعمال کو قبول کرے گا کھاؤ بیٹھا کھاؤ کہ آج کی تاریخ خدا میرے اہل بیت کے فرعون کو ہلاک کرے گا کھاؤ بیٹھا کھاؤ کہ آج کے دن خدا تمہارے دشمنوں کے عمل کو باطل کرے گا کھاؤ بیٹھا کھاؤ کہ آج کی تاریخ خدا کے اس قول کی تصدیق ہوگی فتلک بیوتہم خاویہ بما ظلموا کہ آج کے دن گھرانے کے خالی ہو گئے بسبب ظلم کے جو انہوں نے کیا تھا۔ خذلیغہ صحابی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ کیا آپ کی امت میں بھی کوئی ایسا ہوگا حضرت نے فرمایا کہ ہاں ایک بت منافقوں سے انکا سرگرم ہوگا اور دعویٰ ریاست کا کرے گا اور تازیانہ ظلم و ستم کا اپنے ہاتھ میں لے گا اور آدمیوں کو خدا کی راہ سے منع کرے گا اور خدا کی کتاب کو تحریف کرے گا اور میری سنت کو بدل دے گا اور میرے وصی علی پر زیادتی کرے گا اور خدا کے مال کو ناحق اپنا اور پر حلال کریگا اور غیر طاعت میں خدا کے صرف کریگا اور مجھے اور میرے مجالس علی کو جھوٹا کہے گا خذلیغہ نے کہا کہ یا حضرت اگر وہ ایسا ہے تو کیوں آپ اس کے لئے دعا نہیں کرتے تاکہ وہ آپ کی زندگی میں ہلاک ہو جاوے حضرت نے جواب دیا کہ میں خدا کی قضا پر جرات نہیں کرتا اور جو کچھ اس نے اپنے علم میں قرار دے دیا ہے اس کا بدلنا اس سے نہیں مانگتا لیکن یہ خدا سے سوال کرتا ہوں کہ خدا اس روز کو فضیلت دے اور تمام دنوں پر اس دن کو عزت بخشے۔ چنانچہ خدا نے حضرت کی دعا قبول کی اور وحی کی کہ اسے خیمہ میں اس دن کو افضل کرتا ہوں اور علی کو تیرا سار تہہ اسی کے ظلم کے سبب سے عطا کروں گا وہ شخص مجھ پر جرات کرے گا میرے کلام کو بدل دے گا میرے ساتھ شرک کریگا لوگوں کو میری راہ سے منع کریگا میرے ساتھ بگڑ پیش آئیگا اس لئے میں نے ملائکہ ہفت آسمان کو حکم دیا کہ اس دن کو جس میں وہ مارا جائے شیعوں اور مجبوں کے لئے عید کریں اس تاریخ کو میری کرسی کو امت کو بیت المعمور کے برابر نصب کریں اور تمام شیعوں کی مغفرت کی دعا کریں میں نے تمام فرشتوں کو حکم دیا ہے کہ اس تاریخ سے تین دن تک قلم آدمیوں سے اٹھالیں اور کھلی شخص کچھ گناہ کیوں نہ کرے اس کو نہ لکھیں اے محمد اس دن کو میں نے تیرے لئے اور تیرے شیعوں کے لئے عید بنا دیا ہے انتہی ترجمہ بلفظہ۔ ایہا المؤمنین اس روایت کو دیکھو اور شیعوں کے ایمان اور انصاف اور عقل پر رد و تعجب ہے کہ زمین شوق نہیں ہوتی کہ وہ سما جائیں قہر کی بجائے یہ گرتی کہ وہ جل جائیں طوفان غضب نہیں آجاتا کہ وہ ڈوب مریں دیکھو پیغمبر خدا علیہ السلام

والشاپر اس حدیث میں کسی تہمت کی ہے اور خدا کے محبوب پر کیا افترا باندھا ہے خدا اس قوم سے جس نے اپنی آنکھوں کو اندھا اور کانوں کو بہرا اور دلوں کو قافل کر رکھا ہے اس تہمت اور افترا کا بدلے درحقیقت انہیں کی شان میں یہ صادق ہے کہ ہم قلوب لا یفتقرون بہا ولہم اعین لا یروون بہا ولہم آذان لا یسمعون بہا اولنگ کا لانعام بل ہم اصل اولنگ ہم الغافلون کوئی دقیقہ بسایائی اور کفر کا نہیں ہے جو اس حدیث کے واضح نے چھوڑا ہو اور کوئی جھوٹ اور افترا نہیں رہا جو پیغمبر صاحب کی طرف منسوب نہ کیا ہو بھلا کون شخص ہے جو اس بات کو مانے گا کہ کہ جس شخص کے ایمان لانے کیلئے خود ہی حضرت نے دعا کی ہو اور جس کے لئے بردایت امام باقر علیہ السلام اللہ اعز الاسلام بعمر بن خطاب کہا ہو اور جس کے حق میں خدا نے حضرت کی دعا قبول کی ہو اور جس نے مسلمان ہوتے ہی جھنڈا اسلام کا کعبے میں گاڑ دیا ہو اور جس نے اسلام لاتے ہی حضرت کو کعبے چلنے پر مستعد کیا ہو اور جس نے تمام عمر اپنی حضرت کی محبت اور اطاعت اور قربانبری میں اور اپنی ساری زندگی اسلام کے پھیلانے میں صرف کر دی ہو اور جس نے دنیا کی کسی قسم کی لذت نہ اٹھائی ہو اور جس نے خدا کی راہ میں جان دے دی ہو اس سے پیغمبر صاحب اس قدر بخیدہ ہوں کہ اس کے مرنے پر اس قدر خوشی کریں اور اس کے مرنے کے دن کو عید الفطر اور عید الاضحیٰ اور عید غدیر سے بھی بڑھ کر افضل جانیں اور وہ اس کے مرنے سے استفادہ خوش ہووے کہ میں دن تک گناہوں کے لکھنے سے قلم اٹھائے اور شیعوں کو اجازت دیدے کہ اس میں دن کے عرصے میں چاہیں فنا کریں چاہیں شراب اور سوڈ نوشل فرما دیں چاہیں مسجد میں ڈھاویں چاہیں قرآن جلادیں جو دل چاہے کریں نہ کوئی پوچھنے والا ہے نہ بتلانے والا کلام کا تبین موقوف لکھنا پڑتا بند پس ایسی حالت میں بھی اپنی خواہشیں پوری نہ کریں تو کب کریں گے خدا کے لئے انصاف کرو اور اس عقل کے دشمن ایمان کے عدو فرقے کو دیکھو کہ ان کو کس قدر شیطان نے بہکایا ہے اور اسلام کی راہ سے کس قدر دور کر دیا ہے سبحان اللہ کیا دین اور کیا مذہب ہے کہ بیچارے نمازی برسوں نماز پڑھتے پڑھتے مریں روزے رکھنے والے تیس دن تک گرمیوں کے دنوں میں بھوک پیاس کی تکلیف اٹھا دیں حاجی ہزاروں منزل سے مصیبت راہ کی طے کر کے کعبے میں پہنچیں اور حج کریں تب صبر کے مستحق ٹھہریں اور شیعوں بھائی گھر بیٹھے زنا کریں شہزادوں پریش اور ربیع الاول کی نوں تاریخ کو اپنے بابا شجاع کے نام پر حلوے کھائیں اور لعنتی کھانا نوش کریں اور سب سے زیادہ ثواب پاویں واہ خدا کا عدل ہے شاید اسی

سبب سے خدا کو عادل سمجھتے ہیں اور عدل کو اصول خمسہ دین میں جانتے ہیں اگر ایمان اسی کا نام ہے اور محبت اہل بیت اسی کو کہتے ہیں تو افسوس میں ایسے ایمان اور ایسی محبت پیدا اگر محب اور مؤمن ایسے ہی لوگ ہوتے ہیں تو دوسرے ان کے حال پر مضرع گردولی اس ست لعنت برولی۔ اس روایت کی صحت اگر تسلیم کی جائے تو ضرور یہ امر بھی ماننا پڑے گا کہ پیغمبر صاحب بھی تقیہ فرماتے تھے اور وہ بھی کافروں بلکہ اپنے پیاروں سے ڈرتے تھے اور خوف کے سبب سے جو کچھ ان کے دل میں ہوتا اس کو ظاہر نہ فرماتے تھے اس لئے کہ اگر خوف نہ ہوتا تو ایسے دشمن خدا اور رسول کو جیسے کہ حضرت عمرؓ سے اور جن کے مرنے کی خبر سے اس قدر خوش تھے اور جن کی موت کی تاریخ کو عید اور مجوسہ افضل جانتے تھے اور جنکو فرعون اہل بیت کہتے کیوں اپنی صحبت میں رکھتے اور کس لئے ان کو اپنا صاحب بناتے اور کس واسطے ان سے ہمیشہ صلاح اور مشورہ لیا کرتے کس آدمی کی عقل میں بینات آسکتی ہے کہ پیغمبر صاحب جن کا خلق کی ہدایت تھا اور احکام الہی کا پہنچانا جن کا اور یہ فرض تھا اور امت کو تیک بد پر آگاہ کر دینا جن کے اوپر لازم تھا وہ بھی تقیہ کرتے ہوں اور خوف جان کے سبب سے عہد کا نام بھی نہ لے سکتے ہوں اور باوجود اس کے کہ ان کو اپنے دین کا دشمن جانا اور جان بوجھ کر ان کو اپنی صحبت سے نہ نکالنا اور لوگوں پر ان کے کفر و نفاق کا حال ظاہر کرنا ایک طرف اپنے گھر میں بھی پوچھنے والے سے ان کا نام نہ لیا اور دیوار ہم گوش کاڑو کا ہتھون پیش نظر رکھ کر گول گول ہی بات فرمائی ایسا واسطے سزا دینے صحابی سے سب سے حال کو حضرت نے فرما دیا جن کا نام عمر کا نہ لیا بلکہ ان کے پوچھنے پر بھی جواب صاف نہ دیا اور غلطی ان کی صفات بیان کر کے سکوت فرمایا اگر ان کا نام حدیث سے نہ لیا ہوتا اس کے ساتھ ہی سکوت کی بھی نصیحت کر دی ہو۔ تعجب ہے حضرات تبعہ سے کہ وہ مسلمانوں کا نام بدنام کرتے ہیں اور پیغمبر خدا پر ایسی تہمت لگاتے ہیں اور خدا اور رسول سے کچھ نہیں کہتے خانہ خراب ہوتے کا جس سے کسی کو محفوظ نہیں جانتے اور پیغمبر صاحب پر بھی اس کا اقرار کرتے ہیں حالانکہ خود ان کے علماء کا اقرار ہے کہ پیغمبر صاحب تقیہ نہ کرتے تھے بلکہ وہ تقیہ سے ممنوع تھے چنانچہ ہم بحث تقیہ میں اس کا ذکر کریں گے اور حقیقت میں اگر پیغمبر صاحب بھی تقیہ کرتے ہوتے اور وہ کافروں سے ڈرتے ہوتے اور جو بات سچ ہے اس کو زبان پر نہ لاتے تو دین کیوں بیکار رہتا اور سبب

سہ اگر دلی ہے تو ایسے دل پر لعنت۔

اسلام کیونکر پھیلا اور لوگوں کو حضرت کی صداقت پر کس طرح یقین دہتا پس جب کہ پیغمبر خدا نے ابتدائے نبوت میں تقیہ نہ کیا اور باوجود تکلیف اٹھانے کے کفار کے ہاتھ سے ان کے کفر کی برائی اور ان کے بتوں کی ہجو کو ترک نہ کیا اور سب طرح کے صیروں کو صرف اس بات پر گوارا فرمایا اور بعد ہجرت کے اور شروع ہونے جہاد کے کفار و منافقین کو قتل کیا اور جو واجب القتل معلوم ہو اس کے خون کو ہر کیا اور ان کے نام سے کروگوں کو ان کے قتل پر لیا وہ کیا اور حضرت عمر کو باوجود جانتے اس امر کے کہ ان سے بڑھ کر کوئی کافر اور منافق نہیں ہے اور ان سے زیادہ کوئی دشمن خدا و رسول نہیں ہے کبھی اپنی آغوش سے جدا نہ کیا اور سوائے تعریف کے کبھی ان کی برائی کا کلمہ بھی زبان مبارک پر نہ لائے تو ظاہر ہے کہ اس سے بڑھ کر اور کیا خوف ہو گا اور حضرت سے زیادہ تقیہ کون کرے گا۔ میں اس مقام پر چند اشعار حملہ جیدہ پر لکھتا ہوں جس سے معلوم ہو کہ پیغمبر خدا کفار کی برائیوں کے ظاہر کرنے اور ان کے معبودوں اور بتوں کی ہجو کرنے میں کبھی کاغیال نہ کرتے تھے اور ہر چند کوئی سمجھتا اس سے باز نہ آتے تھے کا قیل اشعار

بظہر منور اگر قوم از آسمان	ہزارہ خود بخود شدیداً ترسبان
گزارند بدست من بدیدار	نہ بدم لب از امر یہ وردگار
جو طعن اہنام در صفت آرد	بجز لعن آبا ئے کم کردہ باہ
ز من قوم توئی دیگر نشینوند	اگر نیک دانند گم بد بیند
اور پھر ہی مزلت آید پیغمبر صاحب کے اظہار دعوت میں لکھتا ہے اشعار	یہ دعوت شد امانہ ترا نہ خست
نیاسو یکدم زار شد مخلق	نشنگ آید از جور بیداد مخلق
صبح و شام و بروز و شب	نورے بحق قوم خود را طلب
خاز لعن اہنام بستے زبان	نہ از لعن بد زمرہ کافران
نہ کردی انان ناگسان اجزای	نمودے ادا آشکارا نساہ
چو در شان قومی شقاوت نشان	دعا حوال آبا ئے آن گزبان
ذند عدالتے جہاں آفرین	بسوئے نبی جبریل امین !
سائیدے آیات تہر و عقاب	نخواندے برایشان نبی بے حجاب

یہ حملہ جیدہ جلد اول صفحہ ۱۶۱ مطبوعہ مطبع سلطانی ۱۲۶۶ھ ۱۲۷۰ھ ایضاً حملہ جیدہ جلد اول صفحہ ۱۶۱ مطبوعہ ۱۲۷۰ھ

شدی خون ازین غم دل مشرکان
تلائی نمودندے آن اشقیاء
تلائی نمودندے آن اشقیاء
دلکین بتائید بزدان پاک
بتادی ازان غصہ آتش بجان
بدست دزدان باشد انبیاء
نی را ازیشاں نہ بدہیج پاک
خدائی جہاں را چنان می ستود
بد انسان کہ در کار خود بود بود

اسے حضرات شیعہ پیغمبر صاحب کے وعظ دار شاد پر غور کرو اور تبلیغ دعوت پر خیال کرو اور سوچو کہ ابتداء سے زمانہ نبوت میں جب نہ کوئی یار تھا مدگار نہ فوج تھی نہ لشکر چھوٹی چھوٹی بات میں تو پیغمبر صاحب اپنی جان اور عزت کا خیال نہ کریں اور جس قوم اور جس شخص کی برائی اور کفر میں تبرئیل پیام خدا کا لادین اس کو صاف صاف کہہ دیں اور تاخیر زمانے میں جب کہ ہزاروں شخصوں، امان اور لاکھوں آدمی متبع موجود ہوں اور سلاطین بادشاہان زمین بھی خائف اور ترساں ہوں اس وقت پیغمبر خدا حضرت عمرؓ سے استقدر ڈیں کہ بار جودان کے نفاق و کفر کے اسکا ذکر بھی کسی سے نفرمادیں اور سوائے خذیفہ کے وہ بھی گھر میں بیٹھ کر کسی سے کچھ ارشاد نہ کریں بلکہ لوگوں سے کہتا کیسا خود عمرؓ کو کبھی اپنے پاس سے جدا نہ کریں اور ہمیشہ ان سے صلاح مشورہ لیتے رہیں اور جن کے حق میں خدا نے نشانہم نی لا فرمایا ہوا نہیں حضرت عمرؓ کو داخل کریں۔ اگر کوئی شیعہ یہ کہے کہ خدا کا حکم نہ تھا کہ یہ امر ظاہر کیا جائے تو ہم کہتے ہیں کہ سلام ہے اس خدا کو جو عمرؓ سے ڈرتا تھا اور جو ایسی بڑی بات کو صرف ایک آدمی کے خوف سے ظاہر نہ کر سکتا تھا اور پیغمبر صاحب کو اس پر خاموش رہنے کے لئے تاکید فرماتا تھا اور اگر کوئی یہ سمجھے کہ پیغمبر خدا نے یہ خیال کر کے کہ لوگ نہ مانیں گے بلکہ ان کے کفر و نفاق ظاہر کرنے سے سب لوگ پھر جاویں گے اس کا علانیہ ذکر نہیں کیا تو اس بات کو ہم نہیں مانتے اس لئے کہ پیغمبر صاحب کا کام تھا ہر ایک امر کا ظاہر کر دینا باقی ماننا یا نانا امت کے اختیار میں تھا اگر پیغمبر خدا حضرت عمرؓ کے کفر و نفاق کو ظاہر کر دیتے اور سب کو اس پر آگاہ فرما دیتے تو حضرت کی حجت تو ختم ہو جاتی اگر کوئی نہ مانتا تو اس کا تصور ثابت ہوتا یہ فضائل جو روز قتل حضرت عمرؓ کے پیغمبر خدا نے خذیفہ سے بیان کئے ایسے تھے کہ حضرت کو لازم تھا کہ تمام مسلمانوں کو جمع کرتے اور خم غدیر کے خطبے کی بارگاہ منبر پر چڑھ کر حضرت عمرؓ کا ہاتھ پکڑ کر اس کا خطبہ پڑھتے اور سب لوگوں کو آگاہ کرتے کہ یہ عمر جو میرے پاس ہے کافر اور

ان امور میں ان سے مشورہ کیجئے۔

مناقض ہے اور فرعون میرے اہل بیت کا ہے اس کو خوب پہچان رکھو یہ میرے اہل بیت پر ظلم کرے گا تا زیانہ جو رد ستم ہاتھ میں لے گا حق میرے بھائی علی کا غضب کرے گا اس کے مرنے کے دن کی یہ فضیلتیں خدا بیان کرتا ہے اگر حضرت ایسا کرتے تو حق رسالت ادا کرتے سبحان اللہ پیغمبر صاحب ذرا ذرا سی بات کو تو علانیہ بیان کر دیں اور ایک ادنیٰ ادنیٰ مناقق کے واسطے خدا آشتیں نازل کر کے ان کو مشہر اور بدنام کرے اور حضرت عمرؓ سے مناقق کیلئے و نعوذ باللہ منہ نہ خدا کوئی آیت نازل کرے نہ پیغمبر صاحب کچھ زبان سے فرمائیں انہوں نے ایسی سمجھ پر اور لف ایسے عقیدے پر کہ جس کے نہ اصول درست ہیں نہ فروع۔

فروع محکم آمدنے اصول تشریح بادت از خدا و از رسول امر سوم اصحاب کے تابعین کی فضیلتیں اور انکی نشانیاں

اس دعا میں جس طرح پر امام زین العابدین علیہ السلام نے پیغمبر خدا کے اصحاب پر درود بھیجا ہے اسی طرح پر ان کے تابعین کے حق میں رحمت کی طلب کی ہے چنانچہ یہ الفاظ امام صاحب کی دعا کے ہیں واللہ ما وصل الی التابعین لہم باحسان الذین یقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان خیر جزا لکم الذین قصدوا ستمہم و شکرنا و جہتہم و مسنوا علی شاکلتہم لم یشتمہم ریب فی بصیرتہم ولم یختلجہم شک فی تقوا آثارہم والایام بہدایتہ متارہم مکاتبتہم و مولدین لہم بدینون بدیرہم و لیبتدون بحدیہم ینفقو علیہم ولا یتہونہم فیما اودالیہم کہ خداوند ان کی بیعت کرنے والوں کو جزا اور خیر دے جو کہ دعا کیا کرتے ہیں کہ پروردگار مغفرت کرے ہماری اور ہمارے ان بھائیوں کی جو ہم ہیں سے ایمان میں سبقت لے گئے ہیں کیسے تابعین جو اسما کی چال پر چلتے ہیں اور ان کے آثار کی پیروی کرتے ہیں اور ان کی ہدایت کی نشانیوں کی اقتدا کرتے ہیں جنگو کوئی شک ان کی خوبی میں نہیں ہوتا اور کیسے تابعین جو اپنا دین ویسا ہی رکھتے ہیں جیسا کہ اصحاب کا تھا اور ان سے اتفاق رکھتے ہیں اور اصحاب پر کچھ تہمت نہیں کرتے۔ ان الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ بعد اصحاب کرام کے رتبہ تابعین کا ہے اور وہی سب امت سے افضل ہیں اور ان کی نشانیاں وہی ہیں جو کہ امام علیہ السلام نے بیان کر دی ہیں یہاں اب اس میں تو کچھ شبہہ باقی نہیں رہا کہ امت محمدی میں وہی گروہ سب سے افضل ہے جو کہ اصحاب کی تبعیت کرے اور فرقہ جو اصحاب کی چال پر چلتا ہے کو سا ہے وہ ہے

اکرم من آل تقال عزوجل یا موسیٰ اما علمت ان فضل آل محمد علی آل جمیع النبیین کفضل محمد علی جمیع المرسلین فقال یارب ان کان فضل آل محمد عندک کذلک فہل فی صحابۃ الانبیاء عندک اکرم من الصحابی فقال یا موسیٰ اما علمت ان فضل صحابۃ محمد علی جمیع الصحابۃ المرسلین کفضل آل محمد علی آل جمیع النبیین فقال موسیٰ ان کان فضل محمد و آل محمد و اصحاب محمد کا وصفت فہل فی امم الانبیاء افضل عندک من امتی ظلمت علیہم التمام و انزلت علیہم المن و السلوٰی و نزلت لہم البحر فقال اللہ یا موسیٰ ان فضل امتہ محمد علی امم جمیع الانبیاء کفضل علی خلقی ہرگز جبکہ خداوند تعالیٰ نے حضرت موسیٰ ابن عمران کو مبعوث فرمایا اور انکو برگزیدہ کیا اور ان کے سبب سے دریا کو پل بنا دیا اور بنی اسرائیل کو نجات دی اور تورات اور لوح ان کو عطا کی تب حضرت موسیٰ نے اپنا زبہ دیکھ کر خدائے عزوجل سے عرض کی کہ کسی نبی کی آن میری سے بزرگتر ہے جو اب ہوا کہ تم نہیں جانتے کہ فضیلت آل محمد کی سبب انبیاء کی آل پر ایسی ہے جیسے کہ ان کو فضیلت سب پیغمبروں پر ہے تب حضرت موسیٰ نے عرض کی کہ الہی میرے اصحاب سے زیادہ تیرے نزدیک اور کسی نبی کے اصحاب کا زبہ ہے جو اب ہوا کہ اے موسیٰ تم نہیں جانتے کہ فضیلت اصحاب محمد کی تمام انبیاء کے اصحاب پر اس طرح ہے جس طرح کہ فضیلت آل محمد کی سب انبیاء کی آل پر ہے تب حضرت موسیٰ نے عرض کی کہ اگر فضیلت محمد و آل محمد اور اصحاب محمد کی ایسی ہے جیسی کہ تو نے ارشاد فرمائی پس کسی نبی کی امت میری امت سے زیادہ افضل ہے جن پر تو نے بادلوں کا سایہ کیا جس پر میں جلوسی نازل کیا چلکے سے دریا کو پل کر دیا خداوند تعالیٰ نے فرمایا کہ فضیلت امت محمد کی سب انبیاء کی امت پر اتنی ہے جتنی کہ محمد کو میری خلقت پر فضیلت ہے۔

ان دونوں روایتوں سے دریا میں ثابت ہو گیا ہے کہ جو شخص پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب سے دشمنی رکھے وہ مستوجب عذاب کا ہے اور عذاب بھی ایسا کہ جس سے تمام دنیا ہلاک ہو جائے اور جو دوستی رکھے وہ مستحق ثواب کا ہے اور ثواب بھی ایسا کہ جس سے کفار کی عاقبت بن جاوے۔ دوسری یہ کہ اصحاب نبی کی فضیلت اور پیغمبروں کے اصحاب پر ایسی ہے جیسی کہ فضیلت پیغمبر صاحب کے آل کی اور پیغمبروں کی آل پر اور ان دونوں کے ثابت ہونے سے مذہب شیعوں کا باطل ہو گیا اس لئے کہ مداران کے مذہب کا صحابہ کی دشمنی اور ان کے پر جانے پر ہے جو شخص اصحاب سے دشمنی رکھے وہی پکاموں سے اور

اور اس مشکل عقو کو حل کرنا چاہیں مگر نہ ہماری سمجھ اس مسئلہ تک پہنچ سکتی ہے نہ ہم سے یہ گہرہ کھل سکتی ہے اگر حقیقت میں ہمارے پیغمبر کے اصحاب ایسے افضل ہیں کہ کسی پیغمبر کے اصحاب ان کے درجہ تک نہیں پہنچتے اور ان کی دشمنی باعث عذاب اور ان کی دوستی فدویہ ثواب ہے تو چاہیے کہ قول سنیوں کا درست ہو اور ایسے بزرگوں کی تعریف میں اگر ہزاروں احادیث اور لاکھوں روایتیں منقول ہوں تو بھی تھوڑی ہیں اور اگر قول شیعوں کا صحیح ہے تو چاہیے کہ ایسے شخصوں کی دشمنی باعث نجات اور دوستی موجب ہلاکت ہووے لیکن درحقیقت یہ قول مجتہد صاحب کا محض غلط اور بالکل باطل ہے اس لئے کہ خود شیعوں کی کتابوں سے ہزار ہا احادیث اور اقوال فضائل میں صحابہ کے ہم نکال سکتے ہیں چنانچہ اسی رسالہ میں ہم اپنے قول کو ثابت کریں گے اور صد ہا روایتیں فضیلت صحابہ کی کتب شیعہ سے نکال کر مجتہد صاحب کے مقلدین کی خدمت میں پیش کر کے قبلہ و کعبہ کے قول کی تکذیب کریں گے اگر کوئی تعجب کرے کہ کیونکر علمائے اصحاب کی فضیلت بیان کی ہے اور کس طرح ان کی تعریف کی روایتوں کی تصدیق فرمائی ہے تو اس کے واسطے ہم ایک قاعدہ مسلمہ مجتہد صاحب کو بیان کرتے ہیں کہ وہ صوارم میں فرماتے ہیں یا اگرچہ کسی اہل مذہب سے جو کہ کسی کے فضائل کا اعتقاد رکھے اس کے معائب کے روایا کی توقع رکھنا یا جس کسی کے وہ معائب کا معتقد ہو اسکے فضائل کے اقرار کی امید رکھنا بجا ہے لیکن خدا نے اپنی حجت تمام کرنے کے واسطے سنیوں کو مجبور کر دیا کہ انہوں نے اصحاب کی برائیوں کو خود ہی روایت کیا چنانچہ الفاظ اس کے یہ ہیں رہے چنانچہ اہل مذہب کی روایات مطاعن شخصی کند تو فتح روایت فضائل آن شخص و اشتقن بیجا ست و ہمچنین بالعکس لیکن جناب حق سبحانہ تعالیٰ انکا مجوبہ قلوب محالین جناب امیر المومنین علیہ السلام اپنا مسخر کرمطہنہ کہ باوجود اس کہ بنا بر پیش آمد اقرب سلاطین بنی عدی و تیمود بنی امیہ اخبار فضائل انہار بسیار وضع نمودہ اند چون در دنگو را حافظہ نمی باشد ہا فاضلین از قایت تا قباست نمی با مجاز جناب امیر المومنین باز مشالب اصحاب شلتہ و اتباع ایشان را ہم مذکور ساختہ اند و علامہ محمد تمیم ایشاں جنس احادیث دا شمار اور کتب مصنفات خود مندوجہ فرمودہ اند ہم اسی قائلے کہ مسلم

ند اگرچہ کوئی مذہب دالاجو کسی کی برائیوں کا معتقد ہو اسی سے اس شخص کے فضائل بان کرنے کی توقع رکھنا ممکن ہے اور اس کے بار کس بھی لیکن اللہ تعالیٰ نے تمام حجت کے پیش نظر امیر المومنین کے مخالفانہ قول ایسے مسخر کر دیتے کہ شاہان بنو عدی تم اور بنو امیہ کی قرینت کے باوجود حضرت علی کی جنت انتہا فضیلت بیان کی ہے اور چونکہ حضور نے کو باوجود اس رستا اسلئے ان کے علماء و محدثین سے امیر المومنین منوم کرتے ہوئے بھی اصحاب غلامانہ کے ساتھیوں کے معائب اپنی تصنیفات میں درج کئے ہیں

کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا نے اپنی محبت تمام کرنے کے لئے مشیعوں کو مجبور کر دیا کہ انہوں نے اصحاب کی بزرگیاں اور فضیلتیں اپنی کتابوں میں ائمہ کرام کی زبان سے روایت کیں۔ یہ حدیث از اہل مذہب کہ روایات مطاعن شخصی کند توقع روایات فضائل آل شخص داشتن بیجاست وہم چنین بالعکس لیکن جناب حق سبحانہ تعالیٰ اتما باللحیۃ قلوب مخالفین صحابہ کبار چنانہ سخن گردانیدہ کہ باوجود اس کے بغور و ترویج عقائد عبداللہ بن سبا و شیعیان نش اخبار مثالب صحابہ را بسیار وضع نموده اند چوں دروغ گویا حافظ نمی باشد ہاں مخالفین از غایت نا فہمی با عجز جناب امیر المؤمنین باز فضائل اصحاب ثلاثہ و اتباع ایشان را ہم مذکور ساختہ اند و علمائے محدثین ایشان چنین احادیث و اخبار را در کتب و مصنفات خود متدرج فرمودہ اند و یا چوں شہادت: شیخ ابن بابویہ قمی نے کتاب معانی الاخبار میں امام موسیٰ رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے: عن الحسن ابن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ابابکر منی بمنزلة السبع وان عمر منی بمنزلة البصر وان عثمان منی بمنزلة الفواد و ترجمہ امام حسن علیہ السلام روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابو بکر بمنزلة میرے سب سے ہے اور عمر بمنزلة دل کے اور جب کہ حضرات خلفائے ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم جمعین کا امام حسن کے قول سے بمنزلة پیغمبر خدا کے سب سے اور دل کے ہونا ثابت ہوا تو پھر ان سے محبت نہ رکھنا اور حقیقت پیغمبر خدا سے محبت نہ رکھنا ہے اور ان سے عداوت رکھنا اور اصل پیغمبر خدا سے دشمنی رکھنا ہے سننے والوں کو تعجب ہو گا کہ امام حسن کی روایت سے علمائے شیعوں نے کیونکر ایسی حدیث کو اپنی کتابوں میں ذکر کیا اور انتظار ہو گا کہ اگر اس کو نقل کیا ہے اور اس کی صحت کو تسلیم کر لیا ہے تو اس کا کیا جواب دیا ہے اس لئے ہم اس جواب کو بیان کرتے ہیں وہ جواب یہ ہے کہ اس حدیث کے ان الفاظ کے بعد جنکو اوپر ہم نے نقل کیا یہ الفاظ اور بڑھائے ہیں اور انہیں کو جواب اس حدیث کا تصور کیا ہے۔

لہ میں طرح کسی کو بڑھانے والوں سے اس شخص کو چاہنا اور اس کے فضائل بیان کرنا یا اس کے بالعکس بھی کرنا بالکل ناممکن ہے لیکن امام حجت کے لئے اللہ نے صحابہ عظام کے مخالفوں کے دل ایسے مسخر کر دیئے کہ یہ لوگ عبداللہ بن سبا وغیرہ کے عقائد کو رواج دینے اور اس کے عقائد کو ماننے کے باوجود صحابہ کی بے حد تعریف کرتے ہیں اور چونکہ جھوٹے کو باہر نہیں دیتے اس لئے ان مخالفین اسلام نے حضرت علی کے اعجاز سے ناواقف رہتے ہوئے اپنا نا فہمی کے ثبوت میں اصحاب ثلاثہ اور ائمہ تبعیین کے فضائل بیان کئے ہیں اور اسی قسم کے شیعوں نے امام محمد میں نے اس قسم کی احادیث و حالات و بیانات اپنی تعنیعات میں خود لکھے ہیں۔

رقلا کان من العذۃ ثم جہد امام حسن فرماتے ہیں کہ جیب در سداون ہوا تب میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا سوقت امیر المؤمنین علی علیہ السلام اور ابو بکر اور عثمان اور عمر موزوں تھے میں نے حضرت سے عرض کی کہ اسپید بزرگوار میں نے کل آپ کی زبان سنا جو کہچہ آپ نے ان اصحاب کی نسبت فرمایا وہ کیا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ ہاں میں نے کہا ہے بعد اس کے حضرت نے ان کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ یہی سمع اور بصر اور دل ہیں اور اسی وصی یعنی علی کی محبت سے سوال کئے جائیں گے اور یہ کہہ کر یہ آیت پڑھی کہ خدائے عزوجل فرماتا ہے کہ ان السمع والبصر والفؤاد کل اولئک کان عندہ مسئولا بعدہ فرمایا کہ قسم مجھے مجھ کو اپنے پیروکار کی عزت کی کہ تمام امت میری قیامت کے دن گھڑی کی جاوے گی اور ان سے سوال علی کی محبت سے ہوگا اور یہی مطلب ہے خدا کے اس قول کا کہ تفوہم انہم مسئلون کہ گھڑا کر وان کو بھی سے پوچھنا ہے اس حدیث کے ان الفاظ زائد کو ہم چند دلیلوں سے صحیح نہیں جانتے اور اس کو دوسرے دن کا جایا ہوا فقرہ سمجھتے ہیں۔

(دوسری دلیل) اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اول روز جب امام حسن نے حضرت سے سنا کہ ابو بکر بمنزلہ سمع کے اور عمر بمنزلہ بصر کے اور عثمان بمنزلہ دل کے ہیں تو اس روز کچھ استفسار نہ کیا دوسرے دن پوچھنے کا کیا سبب ہے اگر امام حسن کو پوچھا ہوتا تو اسی وقت پوچھتے مگر یہ خیال کیا جائے کہ پہلے دن بسبب موجود ہونے خلفائے موصوفین، ان کے خوف سے نہ پوچھا تو دوسرے دن بھی اسی حدیث سے ان کا موجود ہونا ثابت ہوتا ہے اگر ان کا خوف تھا تو گھر میں پوچھتے کہ یا حضرت آج آپ نے ان کے سامنے دینا فرمایا اس کی حقیقت کیا ہے نہ کہ پھر مجلس میں انہیں کے سامنے استفسار کرتے اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ فقرہ دوسرے دن کا جایا ہوا ہے۔

(دوسری دلیل) اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اول روز پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال قال رسول اللہ ابابکر منہ بمنزلہ السمع وکان عمر منہ بمنزلہ البصر وکان عثمان منہ بمنزلہ الفؤاد فلما کان من العذو وملت علیہ وجمہ امیر المؤمنین والو بکر وعمر و عثمان فقلت لیا بیت سمعک تقول فی اصحابک ہولا قولنا ہوا فقال نعم ثم اشار الیہم فقال ہم السمع والبصر والفؤاد وسیئون من دلیہ وصیۃ ہذا اشار الی علی بن ابی طالب ثم قال ان اللہ عزوجل یقول ان السمع والبصر والفؤاد کل اولئک کان عندہ مسئولا ثم قال ان اللہ عزوجل یقول ان جمیع امتی لمرقون لیم العتہ ورسولون عن ولائہ علی وذاک قول اللہ عزوجل و تقوہم انہم مسئلون) ۱۱

و سلم نے صرف تشبیہ اور تمثیل پر قناعت فرمائی اور حضرات خلفائے ثلاثہ کو بمنزلہ سبع اور بصر اور نواد کے کہہ کر سکوت کیا تو یہ فرمانا پا دل سے تھا یا براہ تقیہ یا بطور استہزاء اگر دل سے تھا جیسا کہ ہم سمجھتے ہیں فنعم الوفاق جملگی اٹھے ہو اگر براہ تقیہ تھا تو اول پیغمبر خدا کی نسبت تقیہ کرنا ثابت ہو حالانکہ خود حضرات شیعہ اس کے قائل نہیں دوسرے اگر براہ تقیہ تھا تو اول پیغمبر خدا کی نسبت تقیہ کرنا ثابت ہو حالانکہ خود حضرات شیعہ اس کے قائل نہیں دوسرے اگر پہلے دن حضرت سیدہ زینبؓ کو براہ تقیہ فرمایا تھا تو دوسرے دن بھی وہی سبب تقیہ کا یعنی حائض ہونا ان خلفاء کا جن کے خوف سے یا جن کے خوش کرنے کو حضرت نے ایسا کچھ فرمایا موجود تھا اگر بطور استہزاء تھا تو پیغمبر صاحب کی نسبت مسخرگی اور ٹھٹھے بازی کا اطلاق کرنا ہے اور یہ سوائے شیعوں کے دوسرے سے نہیں ہو سکتا وہ جو چاہیں پیغمبر صاحب پر تہمت کریں۔

(تیسری دلیل) پیغمبر خدا علیہ السلام جو کچھ فرماتے تھے اور کچھ کہتے تھے وہ صاف تھا کچھ لگی لپٹی نہ رکھتے تھے اور کسی کو دھوکا نہ دیتے تھے اور کسی کو شبہے میں نہ ڈالتے تھے پس اگر دوسرے دن کے جمائے ہوئے فقرے کو ہم صحیح مانیں تو گویا پیغمبر صاحب پر تہمت کریں اس لئے کہ اگر دوسرے دن امام حسن استفسار نہ کرتے اور پیغمبر صاحب اصل مطلب نہ بتاتے تو لوگ شبہے میں رہتے اور حضرت کے کلام کو صدق اور صفائی پر قیاس کر کے حضرت ابو بکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ اور عثمان ذی النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بمنزلہ سبع اور بصر اور دل کے سمجھے جیسا کہ ان لفظوں سے جو حضرت نے فرمائیں معلوم ہوتا ہے پس کیا کوئی ایمان رکھنے والا پیغمبر صاحب پر ایسی تہمت کر سکتا ہے اور جس کا کام صاف بیان کر دینے اور لگی لپٹی نہ رکھنے کا ہو اس کی باتوں کی تاویل کر سکتا ہے نعوذ باللہ من ذلک۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرات شیعہ نے دین کو مسخر یہ اور ٹھٹھے میں ڈال دیا ہے اور پیغمبر خدا کی احادیث اور کلام اللہ کی آیات کو تحریف اور تغیر کر کے بدل دیا ہے نہ خدا کے کلام کو کلام میں جانتے ہیں نہ پیغمبر صاحب کی حدیث کو صاف سمجھتے ہیں سب میں شک اور شبہہ کرتے اور سب کو ذمہ جہتیں اور ذمہ معنیہ جانتے ہیں چونکہ بناؤ مذہب تشیع نفاق اور جھوٹ پر ہے اس لئے سب کو اپنا ہی سا جان کر ایسی تاویلات کرتے ہیں ورنہ کون شخص ہے کہ پیغمبر صاحب کی نسبت ایسا کہے کہ وہ ایک روز کچھ کہتے تھے دوسرے دن اس کی کچھ تاویل کرتے تھے فرض کر دو کہ اگر کسی شخص نے پہلے ہی دن کی باتیں سنی ہوں اور اس نے پیغمبر صاحب کو ہادی

اور نبی سمجھ کر ان کے کلام کو حق جاننا ہو حالانکہ بقول شیعوں کے وہ حق نہ تھا اور اس کا مطلب دوسرا ہی تھا جس کو دوسرے دن حضرت نے امام حسن کے پوچھنے پر بتلایا اور وہ شخص دوسرے دن حضور میں حضرت کے حاضر نہ ہوا اور اس نے پیغمبر خدا کی زبان سے اس مجمل فقرے کی تخریج نہ سنی ہو تو اس کے دل میں جو یقین اس کلام کی سحت پر ہو گیا ہو اور جس کے سبب سے وہ گمراہ ہوا ہو اس کا الزام کس پر ہو گا اسی سننے والے بیچارے پر یا معاذ اللہ حضرت پر۔

جو کھی دلیل مسلم نہیں کہ امام حسن کو دوسرے دن استفسار کی کیا ضرورت تھی شاید عزت شیعہ یہ فرمادیں کہ امام حسن جانتے تھے کہ وہ اصحاب جنکی نسبت حضرت نے ایسی تمثیل و تشبیہ دی ہے منافق اور کافر تھے و نفوذ باللہ منہ اور انہیں کی نسبت حضرت نے ایسا کچھ فرمایا تو ان کو تعجب ہوا اس لئے اس کے رفع کرنے کے لئے یہ پوچھا مگر یہ بات لائق تسلیم کرنے کے نہیں ہے اس لئے کہ پیغمبر خدا نے اکثر ان اصحاب کی تعریف کی ہے اور ان کی ثنا اور صفت بیان فرمائی ہے کہ جس کو خود ائمہ نے اپنی سند سے روایت کیا ہے اور جس کو باجماہم نے نقل کیا اور نقل کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ تو پھر ان کی تعریف پر امام حسن کو تعجب ہونے کا کوئی موقع نہ تھا ہاں اگر کبھی حضرت نے ان کی تعریف نہ کی ہوتی اور کبھی ان کو امام حسن نے پیغمبر صاحب کی صحبت میں نہ دیکھا ہوتا اور پھر ان کی نسبت ایسا سنتے تو تعجب کرنے کا محل تھا اگر کوئی صاحب یہ فرمادیں کہ امام حسن جانتے تھے کہ وہ اصحاب منافق ہیں اور ان کے سامنے کبھی پیغمبر خدا نے ان کی تعریف نہیں کی تو اس کا جواب یہ ہے کہ اسی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ امام حسن کو ایسا شبہ نہ تھا اور وہ ان اصحاب کو حضرت کے یاروں میں سے جانتے تھے چنانچہ الفاظ حدیث کے یہ ہیں ریابت سمعک تقول فی اصحابک کہ اپنے یاروں اور اصحاب کی نسبت آپ سے میں نے ایسا کچھ نہ سنا تو اگر امام حسن ان کو اصحاب پیغمبر کا نہ جانتے تو اصحابک نہ فرماتے اور جب ان کو اصحاب میں جانتے تھے تو پھر کوئی تعجب کرنے کا مقام نہ تھا اس لئے کہ قطع نظر حضرت خلفائے ثلاثہ کے اور اصحاب کی نسبت بھی بہت کچھ ثنا و صفت حضرت نے کی ہے کہ اس کا خود حضرت شیعہ کو اقرار ہے اور ان کی کتابیں اس سے بھری ہوتی ہیں اور بالفرض اگر امام حسن کو شبہ تھا تو وہ گھر میں اس کو رفع کرتے اور تنہائی اور خلوت میں پوچھتے پھر انہیں اصحاب کے سامنے پوچھتا اور پیغمبر صاحب کی مجمل بات کو صاف کرانا اور گول گول نہ رہنے دینا

موافق اصول شیعویں کے شان امامت کے خلاف تھا۔ (پانچویں دلیل) قطع نظر اور صفات اور تعریف کے جو پیغمبر خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُن اصحاب کی اکثری سے اپنے سمع و بصر سے بھی تشبیہ دی ہے یہ تشبیہ فقط اس حدیث پر موقوف نہیں ہے بلکہ اور روایتوں سے بھی اس کا ثبوت ہوتا ہے چنانچہ خود علما شیعہ امام حسن عسکری علیہ السلام کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ پیغمبر خدا نے ہجرت کی شب میں ابو بکر صدیق سے کہا (جعلک منی بمنزلۃ السمع والبصر والرأس من الجسد و بمنزلۃ الروح من البدن) کہ خدا تجھ کو بمنزلہ میرے سمع اور بصر کے اور بجائے سر کے جسم میں اور بمنزلہ روح کے بدن میں گردانے گا پس جب کہ ایک مرتبہ فقط ابو بکر صدیق کی نسبت سمع اور بصر اور سر اور روح کے سب الفاظ پیغمبر صاحب نے فرمادیئے ہوں تو پھر کیا تعجب ہے کہ دوسری مرتبہ ان کی نسبت صرف لفظ سمع کا فرمایا اور اُن کے ساتھ میں حضرت عمر اور عثمان کی بھی تشبیہ بصر اور فواد سے کی ہو (چھٹی دلیل) علما شیعہ نے ایسی تاویلات سے جیسی کہ اس حدیث میں کی ہیں اکثر احادیث اور اقوال کو مضحکہ اطفال بنا دیا ہے اور تحریف لفظی و معنوی میں محرفین اہل کتاب کو بھی مات کر دیا ہے چنانچہ بطور نظیر کے اس مقام پر میں ایک روایت لکھتا ہوں وہ ہذہ میر نصاحب قبلہ حدیث سطلانیہ کے باب سوم میں لکھتے ہیں (کہ امام حسن عسکری علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ ایک مخالف سرکش امام جعفر صادق علیہ السلام کی مجلس میں آیا اور ایک شیعہ سے پوچھے

لے از حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام منقولست کہ بعض منافقین از سرکشان شان مجلس حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام در آمد و مردے از شیعیان آنحضرت گفت کہ بقول فی العشرہ من الصحابہ چہ میگویی در حق عشرہ مبشرہ از صحابہ پیغمبر شیعہ گفت میگویی در حق شان کلمہ خیرے کہ خداوند عالم بسبب ان گناہاں مارد و میرز و درجبات میرا بلند فرماید پس آن آقا گفت حمد و شکر برائے خداست کہ مرا از دشمنی تو نجات داد من گمان داشتم کہ تو رفض و بغض بصحابہ کبار واری آن مرد من بار و گیر گفت آگاہ باش کہ ہر کس از صحابہ سچی را دشمن دارد پس براوست لعنت خدا ہے گفتم شاید تاویلی کہ فرما لکن بگو یک عشرہ مبشرہ را دشمن دارد در حق او چہ میگویی مرد من گفت ہر کہ یک عشرہ صحابہ را دشمن دارد براوست لعنت خدا ملا کہ تمام خلق پس آن نامہی برحبت و سرش را بوسہ داد و گفت بخش مرا کہ من ترا برض متہم ساختہ بوم مرد من گفت بر تو چینیہ نیست من این افترا از تو مواخذہ ندارم تو برادر منے آن نامہی از آنجا برفت پس حضرت صادق علیہ السلام فرمود کہ کلام محکمہ گفتی بر خداست جزائے تو ہر آئینہ فرشتگان از حسن توریہ تو خوشنود شدند کہ دین خود را از خدا گناہ گشتے و خود را از دست او بر بانیندی زاواللہ فی مخالفینا عمی الی عمی خداوند عالم در عثمان ما برنا فہی ایشا

لگا کہ تو عشرہ مبشرہ کے یعنی دسوں اصحابوں کے حق میں کیا کہتا ہے شیعہ نے جواب دیا کہ میں ان کے حق میں وہ کلمہ خیر کہتا ہوں کہ جس کے سبب سے خداوند عالم میرے گناہ بخشا ہے اور میرے درجات بلند کرتا ہے پس اس نامی نے کہا کہ خدا کا شکر ہے کہ مجھے تیری دشمنی سے نجات دی مجھے یہ گمان تھا کہ تو افضی ہے اور صحابہ کبار سے دشمنی رکھتا ہے تب اس مرد مومن نے دوسری بار کہا کہ خبردار ہو کہ جو شخص صحابہ میں سے ایک کو دشمن رکھے اس پر خدا کی لعنت ہو نامی نے کہا شاید تو نے کچھ تاویل کی اس لئے بتلا کہ جو شخص عشرہ مبشرہ کو دشمن رکھے اس کے حق میں تو کیا کہتا ہے تب مرد مومن نے کہا کہ جو شخص عشرہ مبشرہ یعنی دسوں کو دشمن رکھے اس پر خدا کی اور فرشتوں کی اور تمام خلق کی لعنت ہو پس وہ نامی اٹھا اور اس نے اس مرد مومن کے سر کو بوسہ دیا اور کہا کہ مجھے معاف کر میں مجھ کو افضی جانتا تھا اس مرد مومن نے کہا کہ میں تجھ سے مواخذہ نہیں کرتا تو میرا بھائی ہے یہ سنکر وہ نامی پلا گیا جب وہ باہر گیا تب امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس مرد مومن سے کہا کہ تو نے نہایت محکم کلام کیا خدا تجھ کو جزا خیر سے فرشتے تیرے حسن تو یہ سے خوش ہوئے کہ تو نے اپنے دین کو بھی حلال سے بچایا اور اپنے آپ کو اس کے ہاتھ سے بچھڑایا خدا ہمارے مخالفوں کی نابتائی کو اور زیادہ بڑھا دے اور ان کی نافرمانی پر تا نہی زیادہ کرے کہ وہ کچھ نہیں سمجھتے جب یہ امام نے فرمایا تو جو لوگ ایسی باتوں کو نہیں سمجھتے تھے انہوں نے عرض کی کہ یا حضرت اس مرد مومن نے کیا کہا جیسا وہ نامی کہتا تھا ویسا ہی یہ بھی اس کی ہاں میں ہاں ملاتا جاتا تھا تب امام نے فرمایا کہ تم نہیں سمجھتے میں اس کا مطلب سمجھتا ہوں مرد مومن کے اس کہنے سے کہ جو شخص ایک کو دشمن کہے اصحاب میں سے اس پر خدا کی

نافی ہاں دیگر بغیر اید کسانیکہ بمعارض کلام اطلاع نہ باشند عرض کر دند کہ این مروجہ کرد در ظاہر انچہ نامی میگفت انہم با موافقت مینور حضرت فرمودند کہ اگر شافعیہ یہ مراد او پس بدستیکہ ما فہمیدہ ایم و حق تعالیٰ قول اور قبول فرمود ہر گاہیے از دوستان ما در دست دشمنان ما ای افتد خداوند عالم اور ابجوابی موفقی میسازد کہ دین و آبرو از دست آن بد بختاں محفوظ میاند مراد آن مرد مومن از قول او من البغض واعد من العصابة آن بود کہ ہر کہ دشمن وارد میا از عشرہ را کہ آن امیر مومنان علی ابن ابی طالب است بر آن دشمنی کفندہ لعنت خیر را باہر انچہ باہر اگر گفت من البغض العشرۃ فعلیہ لعنت اللہ راست گفتہ چرا کہ ہر کس کہ ہر دو کس را عیب میکند پیر علی نے فرمود

راہم عیب کردہ لعنت اللہ است اگر گفتہ است لعنت خدا گرفتار سے شود ۱۲ منہ

لعنت ہو حضرت علیؑ ہیں اور مطلب اس کہنے سے کہ جو شخص دشمن رکھے دسوں کو دشمن رکھے گا وہ لامحالہ حضرت علیؑ کو بھی دشمن رکھے گا اس لئے اس پر لعنت خدا کی اس روایت کو دیکھ کر گو حضرت شیعہ فخر کرتے ہوں اور اپنے بزرگوں کی حیلہ سازیوں پر ناز فرماتے ہوں لیکن جو کوئی عاقل سنے گا وہ تعجب ہی کرے گا اور ایسے دین و مذہب بہتہ کہ جس کی بنا پر حیلہ سازی اور مکاری اور دغا بازی پر ہے ہزاروں سے نفرت کرے گا نہایت تعجب کا مقام ہے کہ جن اماموں کا کام ہدایت خلاق اللہ ہو اور جن کی امامت مثل نبوت کے اصول دین میں داخل ہو اور جن کے اقوال اور افعال اور حرکات و سکنات پر مدار نبوت کا ہو جب وہ ہی ایسے ہوں کہ کبھی صاف نہ کہیں اور دھوکا دہی اور حیلہ سازی کو موجب رضا الہی کا فرمادیں تو پھر ان کی امت کے لوگ کیسے ہوں گے اور وہ نفاق اور دغا بازی کو کیوں اپنا شعار نہ گردانیں گے؟ ہم اس سے بھی زیادہ دل خوش کن ایک اور روایت بیان کرتے ہیں اور حضرات شیعہ کی دقیقہ فہمی اور نکتہ بینی کو ظاہر کرتے ہیں اور صاف سیدھی لفظوں سے جو عجیب معنی وہ مراد لیتے ہیں اس کا نمونہ دکھلاتے ہیں۔

چھٹی شہادت :- امام جعفر صادقؑ علیہ السلام نے حضرت ابو بکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی نسبت فرمایا ہے کہ ہذا الملائک عادلان قاسطان کا نا علی الحق و ما نا علیہ فعلیہا رحمۃ اللہ یوم القیامۃ بلکہ دونوں امام ہیں عادل اور انصاف کرنے والے دونوں حق پر تھے اور سب سے حق پر ان دونوں پر جو رحمت خدا کی قیامت کے دن اس حدیث سے چند قندے حاصل ہوئے اول حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا امام اور خلیفہ برحق ہونا اس لئے کہ اگر ان کی خلافت حق نہ ہوتی اور وہ غاصب ہوتے تو امام جعفر صادقؑ کیونکر ان کو امام کہتے۔ دوم ان کا عادل اور منصف ہونا اور اس سے تمام مظالم جو شیعوں نے ان کی نسبت بیان کئے ہیں باطل ہوتے اس لئے کہ اگر ان کے عادل اور انصاف میں کچھ بھی فرق ہوتا تو امام ہرگز ان کو عادل اور منصف نہ فرماتے۔ سوم ان کا حق پر ہونا اور حق پر مرتے دم تک قائم رہنا۔ چہاں قیامت کے دن مستحق رحمت الہی ہونا اور کوئی شخص جو ایمان اور پیرہینہ کاری میں کامل نہ ہو مستحق رحمت الہی نہیں ہو سکتا اہل انصاف ذرا انصاف کو دخل دیں اور غور کریں کہ اس سے زیادہ اور فضیلت حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی کیا ہوگی جو زبان سے امام جعفر صادقؑ

علیہ السلام کی ثابت ہوئی اور جس سے امامت اور خلافت اور معدلت اور استحقاق رحمت الہی ان کی نسبت بخوبی ظاہر ہوا حضرت شیعہ جب ہمارے محدثین کی بیان کی ہوئی کسی حدیث کو شان میں صحابہ کبار کے سنتے ہیں تو اس کو غلط اور موضوع اور جھوٹ کہہ دیتے ہیں اور اس سے انکار کر جاتے ہیں لیکن اب ایسی روایتوں کو کیا کریں گے جس کو انہیں کے علماء نے نقل کیا ہے اور جو انہیں کی کتابوں میں مذکور ہیں بجز اس کے کہ انہیں تحریف کر لیا اور کسی قصہ کہانی کو ملا کر اس کے معنی بدل لیں چنانچہ اس حدیث میں بھی ایسا ہی کیا ہے، اور چند فقرے بٹھا کر اس حدیث کی تحریف کی ہے کہ اس کو بیان کرتے ہیں: رسالہ اولہ نقیہ در ثبوت تقیہ میں جو کہ مزین بدستخط حضرت سلطان العلماء یعنی سید محمد صاحب مجتہد کے ۱۲۸۲ھ میں لودھیانہ میں چھپا ہے اس حدیث کی نسبت یہ لکھا ہوا ہے کہ (علماء اہل سنت نے نقل حدیث میں خیانت کی ہے اور ان الفاظ کو منتخب کر لیا ہے کہ جو بنظر سرسری موسم مدح شیخین کے ہیں حالانکہ باطناً وہ الفاظ بھی سراسر طعن و تشنیع سے مملو اور مشحون ہیں چنانچہ خود امام جعفر صادق علیہ السلام نے اسی حدیث میں ان الفاظ کے معنی بتفصیل و توضیح ارشاد فرماتے ہیں) اور بعد ایک تقریر پورچ پھر کے اس رسالے میں اصل خیانت کے الفاظ اس طرح پر منقول ہیں (واضح ہو کہ اصل حدیث یہ ہے کہ بعض مخالفین نے حضرت سے دوبارہ شیخین سوال کیا حضرت نے جواب میں ازراہ توریہ یہ ارشاد فرمایا کہ ہا انا مان الا ظہما انصرف الناس قال لہ امر جل من خاصتہ یا ابن رسول اللہ لقد تعجت مما قلت فی حق ابی بکر وعمر فقال نعم ہا انا ما الی المنار کما قال اللہ تعالیٰ وجعلنا منہم ائمة یدعون الی النار وانا العادلان قلعد ولہم من الحق کقولہ تعالیٰ والذین کفروا بربہم یعدون النار ہا انا سلطان فقد قال اللہ تعالیٰ وانا العادلون لکانوا الجہنم طبوا المراد من الحق الذی کاننا مستویین علیہ ہوا میر المؤمنین حیث اذوا وخصبا حقتہ والمراد من موتہا علی الحق انہما اتان ہا انا من غیر ہامتہ عن ذکک والمراد من رحمۃ اللہ رسول اللہ فانہ کان رحمۃ اللعالمین و سیکون خصما لہا ساخطا علیہا منتقما عنہا یوم الدین انتہی غلامہ ان کلمات کا یہ ہے کہ جب مجاہد متوالفین سے خالی ہوئی تو ایک شخص نے خواص اصحاب سے امام معصوم کی خدمت میں عرض کی کہ میں ان کلمات سے جو آپ نے حق شیخین میں ارشاد فرمائے بہت متعجب ہوا حضرت نے ارشاد فرمایا کہ میں نے ان دونوں کو امام اس سبب سے کہا کہ وہ امام

اہل تارتھے چنانچہ حق تعالیٰ قرآن میں کافروں کو امام اہل تارتا ہے وجعلنا منہم الآیۃ
یعنی کافروں کو ہم نے امام اہل تار کر دیا ہے اور عادل اس وجہ سے کہا کہ ان دونوں کے عدل
کیا تھا حق سے جیسا کہ خداوند عالم کافروں کو انہیں معنوں سے عادل فرماتا ہے والذین کفروا
بہم یعدون مترجم کہتا ہے کہ کتب حدیث اہل سنت میں وارد ہے کہ پیغمبر برحق نے
نوشیروان کو عادل فرمایا حتیٰ کہ سعدی شیرازی نے اس کو گلستان میں نظم کیا اور
کہا ہے ۵

ورآوان عدلش بنازم چناں

کہ سید بدوران نوشیروان

پس جب کہ مدح عدل نوشیروان کافروں کو مفید نہیں تو شیخیں کو بھی مفید نہ ہوگی
اور یہ وجہ بھی انہیں سترو جہوں سے ہے اور قاسطہ اس وجہ سے کہا کہ قاسطہ کے معنی ظالم
کے ہیں چنانچہ قرآن میں وارد ہے واما القاسطون فکانوا الجہنم حطباً یعنی ظالمین جہنم کی
لکڑیاں ہیں پھر امام معصوم فرماتے ہیں یہ جو میں نے کہا کانا علی الحق تو اس سے مراد ہے
کہ وہ دونوں غالب تھے حق پر اور حق مغلوب تھا اور مراد اس حق سے کہ جن پر غالب تھے۔
امیر المؤمنین ہیں کہ ان کو اذیت دی اور ان کے حق کو چھین لیا مترجم کہتا ہے کہ اس جملے میں
امام معصوم نے جار مجبور کو متعلق کر دیا ہے بلفظ مستولیٰ یعنی کہ وہ خیر خاص ہے اور
محدوف ہے بقریبہ دلالت کرے تو حذف اس کا جائز ہے اور چونکہ امام جعفر صادق علیہ
السلام باتفاق جمہور اہل اسلام اصح النصوص اور از جملہ عرب عربا ہیں پس کلام ان حضرت
کا بجائے خود مستند ہوگا خواہ موافق نہ ہوا کہ ہو خواہ مخالف چہ جائے آنکہ بسبب پائے
جانے قریش کے کلام ان حضرت کا مطابق جمہور شامہ کے بھی ہے پس اب جائے اعتراض بھی
باقی نہ رہی اور وہ قریبہ یہ ہے کہ علی کے معنی کلام میں استعلاء کے ہیں اور استعلاء ان
کے محاورے میں معنی غلبہ اور استیلا بھی آیا ہے چنانچہ ملاحظہ کتب لغت سے معلوم
ہوتا ہے کہ عرب کہتے ہیں علوت الرجل ای غلبتہ پس معنی کانا علی الحق کے یہ ہوں گے کہ
کانا غالبین علی الحق والحق مغلوباً عنہما اور یہ جو معصوم نے فرمایا ہے کہ مراد حق سے امام
بحق جناب امیر ہیں امرحق ہے اور کچھ بعید نہیں اس واسطے کہ لفظ حق کا اطلاق خدا
اور رسول اور امام بلکہ موت اور قیامت اور قرآن اور کلمہ اور کلام پر ہوتا ہے کمالاً یعنی
پس اگر مراد حق سے مولائے برحق ہوں خلاف حق لازم نہیں آتا اور معنی نہ رہے کہ اس

مقام میں دو وجہیں اور بھی ہیں کہ حمل کلام معصوم کا اُن پر صحیح ہے وجہ اول یہ ہے کہ علی بمعنی استعلاء ہووے پس معنی کا نا علی الحق کے یہ ہوں گے کہ یہ دونوں کہ عین باطل تھے حق پر فوقیت لے گئے اور انہوں نے حق کو پست کر دیا جیسا معصوم دعوائے صنفی قریش میں ارشاد فرماتے ہیں پس بنا بر طریقہ جمع بین المحدثین کے ارادہ اس معنی کا کلام معصوم سے صحیح ہوگا اور یہ نوع استعلاء مستلزم استیلاء بھی ہے پس اس وجہ سے بھی مقدر ہونا لفظ مستولیین کا صحیح ہوگا کما فعلہ المعصوم فتاقل بہ وجہ دوم یہ ہے کہ کلام عرب میں علی کو مقام مخالفت اور مضرت اور عداوت میں بھی اطلاق کرتے ہیں چنانچہ شائع و ذائع ہے کہ بیچ مہادے سے عرب کے مقام جواب یا اعتراض میں کہتے کہ ہذا لنا لا علینا یعنی یہ امر نافع ہے واسطے ہمارے نہ مخالف اور مضرت ہمارے اور مشہور ہے کہ جب اثنائے راہ میں لشکرِ حرجاب سید الشہداء سے ملاقی ہوا تو حضرت نے حر سے فرمایا علینا ام لنا یعنی تو ہماری کمک کو آیا ہے یا ہماری عداوت پر کمر باندھی ہے و ایضا قال اللہ لا یكلف اللہ نفسا الا وسعہا لہا ما کسبت و علیہا ما کتسبت قال صاحب الکشاف ینفعہا ما کسبت من الخیر و یضرہا ما کتسبت من الشر پس بنا بر اس وجہ کے معنی کا نا علی الحق کے یہ ہوں گے کہ وہ دونوں مخالف حق کے اور دشمن حق تھے اور یہی معنی قول آئندہ میں بھی معصوم نے فرمائے ہیں پس ارادہ اس معنی کا کلام امام سے اس مقام میں بھی صحیح ہوگا فافہم پھر معصوم علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ جو میں نے کہا مآنا علی الحق مراد اس سے یہ ہے کہ عداوت حق پر میرے یعنی جناب امیر کی عداوت تادم مرگ ان کے دلوں میں رہی اور تادم مرگ نام نہ ہوئے اس مقام میں علی کو یہ معنی عداوت معصوم نے اطلاق فرمایا ہے جیسا کہ ہم نے وجہ ثانی میں بیان کیا پھر معصوم فرماتے ہیں کہ جو میں نے کہا فعلیہا رحمۃ اللہ یوم القیمۃ پس مراد رحمۃ اللہ سے رسول خدا ہیں ان دونوں کے دشمن ہوں گے بوز قیامت اور ان پر غضب ناک ہوں گے اور ان سے روز قیامت کو انتقام لیوں گے مترجم کہتا ہے کہ اس مقام میں بھی علی کو معصوم نے مقام عداوت میں ارشاد فرمایا ہے اور رحمت خراب ہونا حضرت رسالت مآب کا مقام شک وارتیاب نہیں حق تعالیٰ خود فرماتا ہے و ما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین بہر صورت اہل انصاف پر معافی ان الفاظ کے ظاہر و باہر ہوتے کہ ہرگز یہ الفاظ مقام مدح شیخین میں وارد نہیں ہیں بلکہ سراسر پاپیہ حدیث روو قدح شیخین پر دلالت کرتی

ہے انتہی بلنظہ) اس تاویل کی غلطی ہم چند دلائل سے ثابت کرتے ہیں۔

(پہلی دلیل) اس رسالے کے مولف نے بتلایا اپنے علمائے کے جو کچھ وہ بیانات بیان کیا ہے اس کے نقل کرنے سے مجھے شرم آتی ہے اگر عادیث کی ایسی ہی تاویلیں کی جاویں تو کوئی حدیث کسی مدرس و شاہ میں باقی نہ رہے بلکہ ہر لمحہ اور زندق آیات قرآنی کو ایسی تاویل سے موافق اپنے مطلب کے بنائے کسی ہندو کی نقل ہے کہ اس نے ایک مسلمان سے کہا کہ ہمارے رام چمن کا ذکر تمہارے قرآن میں بھی ہے وہ مسلمان حیران ہو کر پوچھنے لگا کہ کس جگہ قرآن میں ان کا ذکر ہے، اس نے کہا کہ سورہ یوسف کے اول میں جو (المر) حروف مقطعات ہیں ان میں (الف) سے مراد اللہ ہے اور (لام) سے مراد چمن اور (یوسف) سے مراد رام ہیں وہ مسلمان یہ سن کر ہنسنے لگا لیکن ہمارے نزدیک جو تاویل امام جعفر صادق علیہ السلام کے قول کی حضرت شیعہ نے کی ہے وہ اس ہندو کی تاویل سے بھی بدتر ہے اس لئے کہ اس نے تو حروف کے لحاظ سے کچھ جوڑ ملا دیا لیکن شیعہوں کے علمائے جو کچھ فرمایا وہ تو سرسریے جوڑ ہے اور ہر ایک غازی اور ناصبی اہل بیت علیہم السلام کی شان میں جو احادیث ہیں ان میں بھی ایسی ہی تاویلات بجا کر سکتا ہے۔ (فما ہو جو ابہم فہو جو ابنا) (دوسری دلیل) یہ قول جو شان میں حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے کہا گیا وہ امام جعفر صادق کا ہے اور امام موصوف تقی سے ممنوع تھے ان کو حکم تھا کہ وہ کسی سے خوف نہ کریں اور بلا خوف و خطر علوم اہل بیت کو منتشر کریں تو انہوں نے کس لئے تقیہ کیا اور کیوں ایک دونا صبی کے ڈر سے ایسی بڑی تعریف کی اور پھر جب وہ چلے گئے تو اس کی تاویل کر کے اپنے خواص کو اصل مطلب سمجھایا اور وہ قول جس سے ثابت ہوتا ہے کہ امام موصوف تقی سے ممنوع تھے یہ ہے ہمارا لا تواری میں ملا باقر مجلسی نے اور کافی میں طبعیتو کلینی نے لکھا ہے کہ جو صحیفہ امام جعفر صادق کا تھا اس میں ان کے لئے یہ حکم تھا حدیث الناس وافتہم ولا تخافن الا اللہ والنشر علوم اہل بیت صدق آباءک الصالحین فانک فی حرز و امان کہ تمام مخلوق کو فتویٰ دو اور ان سے باتیں کرو اور کسی سے سوائے خدا کے نہ ڈرو اور اپنے اہل بیت کے علو کو منتشر کرو اور اپنے آبا صالحین کی تصدیق کرو اس لئے کہ تم حرز اور امان میں ہو پس باوجود اس کے کہ جب ایسے اطمینان کا حکم الہی ان کو ہو چکا تھا اور تقیہ کرنے سے وہ منع کر دیئے گئے تھے تو پھر پھر میں نہیں آتا کہ

کس کا خوف تھا جس کے سبب سے ایسی تعریف صحابہ کی کرتے تھے اور لوگوں کو دھوکا دیتے تھے افسوس ہے کہ شیعہ بیان علی نے اپنے اناموں کی محبت کے پیرے میں کبھی ہجو کی ہے اور ان پر کیا کیا تہمتیں لگائی ہیں؟ (تلمیحی دلیل) اگر کوئی شیعہ کہے کہ جب یہ عبارت زائد بھی اصل حدیث میں داخل ہے تو کیا وجہ ہے کہ ایک ٹکڑا اس کا تسلیم کیا جائے اور دوسرا ٹکڑا زائد اور غلط ٹھہرایا جائے اس لئے ضروری ہے کہ کل عبارت حدیث کی تسلیم کی جائے اور جو تاویل اس حدیث کی امام نے بیان کی وہ بھی امام ہی کی طرف سے سمجھی جائے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مسئلہ متفق علیہ ہے کہ اقرار العقل سحۃ علی النفس ہم دون الاوعار لہم) کہ اقرار آدمی کا اس پر حجت ہوتا ہے پس اسی قاعدے سے جس قدر اقرار فضیلت شیخین کا ہے وہ ان پر حجت ہے اور جو تاویل کی گئی ہے وہ ہم پر حجت نہیں اور قطع نظر اس کے عادت بھی محدثین شیعہ کی یہ ہے کہ وہ عبارت کو حدیث کی کم و بیش کر دیا کرتے ہیں اور اپنے مذہب کے موافق بنا لیتے ہیں جیسا کہ ملا باقر مجلسی نے حدیث مسئلہ قضا و قدر میں شیخ صدوق کی نسبت بیان کیا ہے (انما فعل ذالک لیوافق مذہب اہل عدل) پس جب ان پر اعتماد اس امر کا نہ رہا کہ وہ حدیث میں تحریف نہیں کرتے اور کچھ تغیر و تبدل کو راہ نہیں دیتے تو پھر کیوں نہ وہ تاویل جو سرسر لوچ اور خرافات ہو صحیح مانی جائے اور ایسی واہیات کی امیرہ کی طرف کیوں نہ نسبت دی جائے حالانکہ امیرہ خود اس امر کی شکایت کرتے رہے ہیں نہ اور اپنے شیعوں پر لعنت ظلمت کرتے آئے ہیں، کہ وہ تاویلات غلط ان کی احادیث میں کر دیتے ہیں اور حدیث کے مضمون کو اور کا اور بنا دیتے ہیں چنانچہ ابو عمرو کشتی نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی ایک حدیث کو اسی بارہ میں نقل کیا ہے وہ ہونہ ان الناس اولعوا بالکذب علینا ان اللہ افترض علیہم لا یرید منہم غیرہ وانی احدث احدہم بالحدیث فلا یخرج من عندی حتی یتاول علی غیر تاویلہ ذالک انہم لا یطلبون بعدینا و یحبنا۔ عند اللہ و انما یطلبون الدنیا) کہ آدمیوں نے بہت زیادتی کی ہم پر چھوٹ لگانے کی میں جو حدیث ان سے کہتا ہوں وہ میرے پاس سے نکلنے نہیں پاتے کہ وہ ہیں اس کی دوسری تاویل خلاف کرنے لگتے ہیں اور اس کا سبب یہ ہے کہ وہ میری احادیث سے اس چیز کے طالب نہیں جو خدا کے پاس ہے بلکہ صرف دنیا کے طلب گار ہیں پس جب کہ خود امام کی تصدیق سے ثابت ہوا کہ ان کے پاس بیٹھنے والوں کی یہ عادت تھی کہ

وہیں بیٹھے بیٹھے ان کی احادیث کی تاویل غلط کر دیا کرتے تھے تو پھر ایسے لوگوں سے کیا بعید ہے کہ انہوں نے ایسی تاویل اس حدیث کی بھی کی ہو؟ (چوتھی دلیل) اس تاویل پر جو اس حدیث کے الفاظ کی ہے اگر غور بحث کریں تو ہم کو معلوم ہو جاوے کہ وہ کس قدر مہمل اور غلط اور خلافِ محاورہ ہے۔ اول تاویل لفظاً اما ان کی یہ کہ ہے کہ اما اہل النار تو مضاف الیہ کو محذوف کر دیا ہے لیکن موافق قاعدہ نحو کے حذف مضاف الیہ کا سولے حالت تنوین یا بنا مضاف یا اضافت ثانیہ کے جائز نہیں اگر شک ہو تو راضی اٹھا کر دیکھ لو دوسرے لفظ امام جب مطلق چھوڑا گیا تو اس سے وہی معنی جو اصلی میں یعنی مدح اور صفت کے مراد لئے جاویں گے اس لئے کہ لفظ مطلق سے فرد کامل ہوتا ہے تو کیونکر اس سے امام اہل النار مراد ہو سکتے ہیں بخلاف کہ یہ ائمہ یدعون الی النار کے کہ وہاں یہ مقید ہے نہ مطلق؟ دوسری تاویل قاسطون کی بھی غلط ہے اس لئے کہ قرآن شریف میں بمقابلہ مسلمانوں کے قاسطون وارد ہے پس تعین معنی کے واسطے قرینے کا ضرور ہے کہ وہ آیت میں موجود ہے اور حدیث میں مفقود بلکہ اشارہ طرف آیت کریمہ واقسطوا ان اللہ یحب المقسطین کے ہے۔ تیسرے حق سے مراد نام علی مرتضیٰ کا لینا خلاف عرف عام اور تباؤ اذہان اور معنی ظاہری کے ہے بغیر پہلے ہونے ذکر مرتضوی کے حق سے ان کا نام مراد لینا حدیث کو چیتان ٹھہرانا ہے علاوہ اس کے عرف علی کو بمعنی استیلاء بلا دلیل قرار دینا اور استیلاء کو مراد استعلاء ٹھہرانا زبردستی معنی بنانا اور خرافات بکنا ہے اور لغت میں قیاس کو دخل دینا حالانکہ قیاس فی اللغة جائز نہیں مگر کرنا چاہیے کہ زید علی الحق جب بولا جاتا ہے تو اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ وہ حق پر ہے یا یہ مراد ہوتی ہے کہ وہ باطل پر؟ چوتھی تاویل علیہا رحمۃ اللہ یوم القیامۃ کی جو کی گئی ہے اس کی نسبت کسی نے خوب لطیفہ کہا ہے کہ حضرات امامیہ جب اپنے پیشواؤں کے حق میں رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں تو ہم سمجھتے ہیں کہ علیہ سے وہی مخالفت مراد ہے اور رحمۃ اللہ سے رسول اللہ مراد ہیں یعنی مخالف ہے رسول کا استغفر اللہ کہ حضرات شیعوہ احادیث کو ایسی تاویلات بے جا سے مضحکہ اطفال بناتے ہیں اور ائمہ پر ایسی بے جا تاویلات کی تہمت کر کے اپنی عاقبت خراب کرتے ہیں۔

ساتویں شہادت :- بیچ البلاغۃ میں حضرت امیر المؤمنین علی مرتضیٰ کی طرف سے

شان میں حضرت ابو بکر صدیق کے یہ عبارت منقول ہے۔ (۱) بلا و فلان لقد قوم الا
 و دو داوی العمد و اقام السنۃ و خلف البدعۃ و ذہب نقی الثوب، قلیل العیب اصاب
 خیرا و سبق شرابا و ی الی اللہ طاعۃ و انقاہ بحدہ رحل و ترکہم فی طریق تمشیتہ لا یدہ
 فیہا اتصال و لا یتیقن المہتدی) ترجمہ خدا انعام کرے فلان یعنی ابو بکر پر جس نے کبھی
 کو سیدھا کیا جس نے امراض نفسانیہ کی دوا کی جس نے سنت کو پیغمبر کی قائم کیا اور بدعت
 کو دور کیا گیا اس دنیا سے پاک دامن کم عیب خلافت کی خوبی پائی اور اس کے فسوس سے
 پہلے رحلت کی خدا کی اطاعت کو اچھی طرح ادا کیا اور موافق حق کے پرہیزگاری کو پورا
 کیا کوچ کیا اس دنیا سے اور چھوڑ گیا آدمیوں کو شاخ و درشاخ راہوں میں کہ دگرہ ملت
 پاتا ہے اور نہ راہ پانے والا یقین حاصل کر سکتا ہے۔ میں حضرت علی کے اس قول کی نسبت
 تمام اقوال کو اہل سنت اور شیعہ کے نقل کرتا ہوں اور حضرات شیعہ کی خدمت میں
 نہایت ادب سے عرض کرتا ہوں کہ اس بحث کو ذرا دل سے سنیں اور غور سے دیکھیں اور
 تعصب اور عناد کو چھوڑ کر انصاف کریں کہ ان کے علما حق پر ہیں یا کہ اہل سنت کے ہیں
 اس قول کی نسبت اول تحفہ اثنا عشریہ کے مضمون کو لکھتا ہوں بعدہ جو علامہ کنٹوری نے
 اس کا جواب دیا ہے کہ اس کو لکھ کر جو تردید اس کی جناب خاتم المتکلمین مولانا مولوی
 حیدر علی صاحب نے کی ہے لکھوں گا۔ خاتم المحدثین تحفہ اثنا عشریہ میں بعد نقل کرنے
 اس عبارت میں جامع نبج البلاغ نے کہ شریف رضی ہیں اپنے حفظ مذہب کے واسطے
 عجیب تصرف کیا ہے یعنی لفظ ابو بکر کو حذف کر کے بجائے اس کے لفظ فلان لکھ دیا تاکہ
 اہل سنت کو موقع اس پر سند پکڑنے کا نہ ہووے لیکن حضرت امیر کی کرامت ہے کہ
 اوصاف مذکورہ صریح اس پر دلالت کرتے ہیں کہ مراد اس سے کون ہیں اسی واسطے نبج
 البلاغ نے شارحین نے فلان کے لفظ کی تعیین میں اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا
 ہے کہ مراد ابو بکر ہیں اور بعضوں نے کہا کہ عمر ہیں لیکن اکثر شارح نے اول ہی کو ترجیح
 دی ہے۔ اب ان جوابات کو سننا چاہیے جو علمائے شیعہ نے اس قول کی نسبت دیئے
 ہیں :-

(جواب اول) حضرت علی گاہ گاہ اوصاف اور لیاقت شیخین کی اس لئے بیان
 کر دیا کرتے تھے کہ لوگ ان کے معتقد تھے اور ان کی حسن سیرت اور خوبی انتظام کے قائل

تھے پاس خاطر لوگوں کے اُن کی تعریف کرنا مناسب وقت تھا پس یہ کلمات بھی اسی قبیل سے ہیں لیکن یہ جواب لائق تسلیم کرنے کے نہیں ہے اس لئے کہ کوئی عاقل منصف اس کو نہ ملنے گا ایک معصوم دس جھوٹ صوف واسطے ایک آسان غرض دنیا کے یعنی دلدار کی چند شخصوں کے کہ وہ بھی یقینی نہ تھی اپنی زبان سے کہے اور ان لوگوں کی تعریف کرے جنہوں نے صریح عصبیان خدا اور رسول کا کیا دین اسلام کو چھوڑ کر ارادہ پد کرنا بندھے اور خدا کی تعریف اور دین محمدی کی تبدیلی کی حالانکہ حدیث صحیح میں وارد ہے (اذا مدح الفاسق غضب الرب) کہ جب فاسق کی تعریف کی جاتی ہے خدا غضب میں آجاتا ہے پس جب ایک فاسق کی تعریف سے خدائے جل شانہ غضب میں آئے تو ایسے شخص کی تعریف سے جو محرف کتاب اللہ اور مبدل دین خدا ہو اور جس نے پیغمبر خدا کی وصیتوں کو بھلا دیا ہو اور اس کے وحی کے حقوق کو غصب کیا ہو اور اسکے اولاد کو ستایا ہو اور کوئی دقیقہ ظلم اور جبر کا خاندان رسول پر نہ چھوڑا ہو تو ایسے شخص کی تعریف سے معلوم نہیں کہ خداوند عالم کس قدر غضب میں آیا ہوگا اور باعث اس کا کون ہوگا شیعوں کے دین اور دیانت اور عقل اور فراست سے نہایت ہی بعید ہے کہ ایسے معصوم کی نسبت جیسے کہ امیر المؤمنین تھے ایسے معصیت کا اطلاق کرتے ہیں اور یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ ایسی تعریف کرنے کی کیا ضرورت تھی کوئی ناسا شکر یا مٹی ہو گیا تھا کہ جس کا راہ راست پر آنا بغیر ایسے جھوٹ بولنے اور قسمیں کھانے کے ممکن نہ تھا اگر صرف ولدی حضرت شیخین کے معتقدین کی منظور تھی تو صرف تعریف اُن کی جس میں ذکر اُن کا نظام امور خلافت کا ہوتا کافی تھی تاکہ مطلب بھی حاصل ہو جاتا اور بہت جھوٹ بھی نہ بولنا پڑتا اور اس کو باطل اور غلط سمجھنا اور اس کو جھوٹ اور غلط کہنا اور حقیقت اُن کی معصومیت میں داغ لگانا ہے اس جواب کو علامہ کنٹوری نے بجا جواب تحفہ اثنا عشریہ اس طرح پر دیا ہے کہ یہ دعویٰ صاحب تحفہ کا محض جھوٹ ہے کسی شیعہ نے یہ توجیہ نہیں کی اور ایسی توجیہات کی اُس وقت ضرورت ہوتی جب کہ شیعوں کی کتابوں میں بجائے لفظ فلاں لفظ ابو بکر موجود ہوتا اور جب وہ لفظ ہی کتب شیعہ میں موجود نہیں ہے تو اُن کو ایسی توجیہات کی احتیاج کیا ہے و ہذا عبارتہ (قولہ عمدة آن توجیہات نزد ایشان آنست) لے توجیہات کی بابت علامہ کنٹوری نے تحفہ اثنا عشریہ کی تردید میں لکھا ہے کہ توجیہ کو شیعوں کی جانب سے

۱۵۶

دقولنا این ادعا کذب محض است احتیاج این توجیہات شیعہ را وقتی می افتد و کہ در کتب شیعہ بجائے لفظ فلان لفظ ابو بکر موجود می بود و چون لفظ ابو بکر در کتب شیعہ موجود نیست ایشان را احتیاج هیچ یک از توجیہات نیست پس آنچه ناصبی بعد تقریر این توجیہات از ہر یازدہ خود سر کرده از جهت ابقنای آن بر فاسد از قبیل بنا الفاسد علی الفاسد باشد یہ جواب علامہ کنتوری کا غلط ہے اور جو انہوں نے نسبت خاتم المومنین صاحب تحفہ کے فرمایا کہ ادعا کذب محض است وہی ہم علامہ مجیب کی نسبت کہتے ہیں کہ این جواب کذب محض است اور ثبوت اس کا یہ ہے کہ خود شیعوں کے علمائے لکھا ہے کہ مراد فلان سے ابو بکر صدیق ہیں چنانچہ ابن مثنیم بخرانی جو معتقدین شیعہ سے ہیں شرح نہج البلاغۃ میں فلان کی لفظ کی شرح میں لکھتے ہیں کہ مراد فلان سے یا ابو بکر ہیں یا عمر لیکن میرے نزدیک مراد فلان سے ابو بکر ہے و ہذہ عبارتہ (اقوال ان ارادۃ لابی بکر اشہد بن ارادۃ لعمر) غرض کہ معلوم نہیں کہ باوجود اس کے کہ ابن مثنیم بخرانی سامعہ فاضل جس کے علم اور تقدس پر باقبر مجلسی کونا ہے فلان کے لفظ سے مراد ابو بکر لیتا ہے اور باوجود اس کے جناب علامہ کنتوری اس سے انکار فرماتے ہیں اور صاحب تحفہ کی جناب میں کذب کی نسبت کرتے ہیں شاید علامہ موصوف کی یہ عرض ہوگی رہائے نام جواب تحفہ کا لکھنا شروع کر دیا ہے اور حقیقت میں کچھ جواب ایسی روایتوں کا نہیں ہے اس لئے اس سے انکار ہی کر دینا مناسب ہے تاکہ عوام کی نظروں میں وقعت پیدا ہوئے اور وہ شاہ صاحب کو مجھوٹا جائیں لیکن یہ نہ سمجھے کہ خدانے ہر فرعون کے پیچھے ایک موٹی کر دیا ہے علمائے اہل سنت کب پیچھا چھوڑیں گے اور کس طرح وارو گیر سے نجات دیں گے اور ابن مثنیم بخرانی کے قول کو دکھلا کر الا لعنت اللہ علی الکاذبین پڑھنے لگیں گے اور قطع نظر اس کے کہ لفظ فلان سے مراد ابو بکر ہیں یا نہیں جو توجیہ شیعوں کی جناب صاحب تحفہ نے بیان کی ہے وہ خود شیعوں کے علما کے قول سے ثابت ہے اور لفظ بلفظ اس کا ان کی عبارت سے مطابق ہے چنانچہ ابن مثنیم بخرانی جو نہایت نامی علما شیعہ سے ہے اسی شرح نہج البلاغۃ میں لکھتا ہے کہ شیعوں نے اس کے دو جواب دیئے ہیں منجملہ ان دو

(بقیہ حاشیہ) کرنا سفید چھوٹ ہے کیونکہ اس قسم کی توجیہ کی شیعوں کو اس وقت ضرورت ہوتی جب کہ شیعہ کتب میں لفظ فلان کے بجائے لفظ ابو بکر ہوتا اور جب کہ کتب شیعہ میں لفظ ابو بکر یا ایسی نہیں جاتا اس لئے ان کو کسی قسم کی توجیہ کی کوئی حاجت نہیں ہے۔ غلط یہ کہ شیعوں نے خود ہی اپنے ہر بیانات کی توجیہ کی ہے اور بنا فاسد علی الفاسد ہے۔

کے ایک ہی ہے جسے شاہ صاحب نے بیان کیا چنانچہ عبارت اس کی یہ ہے (باز ان کیوں
ذکر المدح منہ علی وجہ استصلاح من یعتقد صحیحہ خلافہ الشیخین واستجلاب قلوبہم بمثل ہذا
الکلام) افسوس ہے کہ علامہ کنتوری مر گئے ورنہ میں اس عبارت کو ان کے پیشوا اور مجتہد
کی ان کے سامنے کر کے عرض کرتا کہ حضرت (ادعای شاہ صاحب کذب محض ست یا انکار جناب
کذب محض ست) لیکن چونکہ سنا ہوں کہ ان کے صاحبزادے ذمہ ہیں اور کتاب استقصا
الافتحام کی تحریر پر ناز کر رہے ہیں۔ خدا کرے کہ کوئی شخص ان کے سامنے اس عبارت کو رکھ
دے اور ان کے پیر بزرگوار کی قلعی ان کے سامنے کھول دے۔

(دوسرا جواب) بعضوں نے علمائے شیعہ سے یہ جواب دیا ہے کہ مراد فلان سے
اور ہی کوئی آدمی ہے منجملہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جو کہ حضرت کے
سامنے ہی وفات کر گیا اور قبل وقوع فتنہ و فساد کے دنیا سے رحلت کر گیا اور علامہ راوی نے
نے جو علمائے شیعہ سے ہیں اسی قول کو پسند کیا ہے لیکن ذرا سوچنے سے معلوم ہو سکتا
ہے کہ یہ قول نہایت ہی پوری اور بے بنیاد ہے اس لئے کہ اس خطبے میں حضرت علیؑ نے
نے ان لفظوں سے تعریف کی ہے کہ وہ شخص خود رحلت کر گیا اور لوگوں کو شاخ و درشاخ
راہوں میں چھوڑ گیا کہ کوئی گمراہ ہدایت نہیں پاسکتا پس جو شخص پیغمبر صاحب کے سامنے
مر گیا ہو اس کی نسبت یہ تعریف کیوں کر صادق ہو سکتی ہے کسی کے خیال میں یہ بات آ
سکتی ہے کہ باوجود موجود ہونے پیغمبر صاحب کے کسی کے مرنے سے اس قدر خرابی ہوئی ہو
کہ لوگ شاخ و درشاخ راہوں میں پڑ گئے ہوں۔ پس کیونکر حضرت امیر المؤمنین کسی ایسے
آدمی کی نسبت جو پیغمبر صاحب کے سامنے مر چکا ہو یہ تعریف فرماتے اور جو بات ایک
ادنی آدمی سے نہیں نکل سکتی وہ حضرت علیؑ ارشاد فرماتے غرض کہ صاف ظاہر ہے کہ مراد حضرت
علیؑ کی فلان سے ایسا ہی آدمی ہے جو کہ بعد وفات سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ و السلام اور
جس کے مرنے سے لوگ شاخ و درشاخ راہوں میں پڑ گئے ہوں اور ایسا آدمی کوئی نہیں
ہے سوائے حضرت ابو بکرؓ کے یا حضرت عمرؓ کے اور جس کسی کو ان میں سے حضرت شیعہ لفظ
فلان سے مراد لیں ہمارا مطلب حاصل ہے۔ اس جواب کا علامہ کنتوری نے جواب تحذیر اثنی
عشریہ کے بڑب جواب دیا ہے کہ جس سے نہ انکار نکلتا ہے نہ اقرار اور جس کی لفظوں اور

لہ شاہ صاحب کا دعویٰ جیوٹا ہے یا پھر یہ کہ انجناپ کا انکار سفید جھوٹ ہے۔ ۱۲

عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ کنتوری پر راہ آنے جانے کی بالکل بند ہے۔ اور اسی بڑا
 میں بے چارہ گرفتار ہے کہ کچھ نہیں کر سکتا اور شاہ صاحب قدس سرہ کی تقریر کا کچھ جواب
 نہیں دے سکتا و ہذہ عبارة (قولہ و بعضے امامیہ گفتہ اند کہ مراد آنجناب ازین مرد شخصے دیگر
 ست از جملہ صحابہ رسول الخ) قولنا دانستی کہ بنا بر تصریح ابن ابی الحدید این قول قطب را
 وندسیت و بیچک از امامیہ و غیر امامیہ پیش از این ابی الحدید سوائے قطب الدین راوندی
 شرح کتاب نہج البلاغۃ نہ نوشتہ) لیکن اس تقریر سے یہ ظاہر ہے کہ علامہ کنتوری نے اس
 قول کو تسلیم کر لیا اور مثل پہلے جواب کے اس سے انکار نہیں کیا اور شاہ صاحب کو کاذب
 نہیں بنایا۔ باقی رہا یہ امر کہ کسی نے شرح نہج البلاغۃ کی قطب الدین راوندی سے پہلے لکھی
 ہے یا نہیں وہ بحث سے خارج ہے پس حضرات شیعہ کو چاہیے کہ اپنے علما کے جواب کو خیال
 کریں کہ جب چاروں طرف سے راہ بند ہوتی ہے تو کے کیا سکوت کر جاتے ہیں اور اصل مطلب
 کو چھوڑ خارج از بحث گفتگو کرنے لگتے ہیں لیکن ہم بایں نظر کہ شاید کوئی شیعہ اپنے بزرگ
 قطب الدین راوندی کے قول سے براہ جہالت یا بوجہ دھوکا دہی انکار کرے اس کی اصل
 عبارت کو بھی نقل کرتے ہیں (فانہ قال فی الشرح انہ علیہ السلام یسبح بعض اصحابہ بحسن
 السیرت و انہ مات قبل الفتنۃ التي وقعت بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

(تیسرا جواب) بعض علما امامیہ نے اس طرح پر جواب دیا ہے کہ عرض حضرت
 امیر کی اس قول سے توبیح عثمان تھی تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ وہ سیرت شیخین پر نہیں چلے
 اور فتنہ اور فساد ان کے زمانے میں بہت ہوا لیکن یہ جواب دونوں کچھلے جوابوں سے بھی
 زیادہ پوری ہے اس لئے کہ توبیح عثمان کی اور طرح پر بھی ہو سکتی تھی اور فقط یہ کہہ دینا
 کہ وہ سیرت شیخین پر نہیں چلے حصول مطلب کے لئے کافی تھا اس جھوٹ بولنے سے معصوم
 کو کیا حاصل تھا علاوہ بریں اس سے یہ بات نکلتی ہے کہ سیرت شیخین حضرت امیر کے نزدیک
 بھی پسندیدہ تھی اگر حضرات شیعہ اس امر کو مانیں تو خلافت شیخین کی اس سے ثابت ہوتی
 ہے اگر نہ مانیں اور سیرت شیخین کو پسندیدہ نہ کہیں تو حضرت عثمان کو ان کی سیرت نا پسندیدہ

لے شیون کا کہنا ہے کہ آنجناب کی مراد اس شخص سے وہ ہے جو منجملہ اصحاب رسول ہے اور ہماری بات آپ
 سمجھ گئے ہوں گے کہ ابن ابی الحدید نے لکھا ہے کہ یہ قول دراصل قطب راوندی کا ہے جو انہوں نے شرح نہج
 البلاغۃ میں لکھا ہے جسے سوائے ان کے کسی شیعہ یا غیر شیعہ نے نہیں لکھا۔

کے چھوڑنے پر توجیح کرنے کے کیا معنی لیکن علاوہ ان باتوں کے یہ جواب کی طرح پر لائق تسلیم کے نہیں اس لئے کہ مخالفت حضرت عثمان کی سیرت شیخین سے ہرگز اس عبارت میں مذکور نہیں ہے (لا صرحاً و لا اشارتاً) اور یہ عبارت خطبہ کوفہ میں حضرت امیر نے ارشاد فرمائی ہے اس وقت عثمان کہاں تھے اور فتنہ و فساد کہاں اور اگر توجیح عثمان حضرت امیر کو منظور ہوئی صرحاً کیوں نہ فرماتے کہ عثمان نے ایسا ایسا کیا اور ان کے زمانے میں فتنہ و فساد پیدا ہوا اگر کوئی کہے کہ صاف کہنے میں لوگوں کی مخالفت کا ڈر تھا اس کا جواب یہ ہے کہ جس بات کا ڈر تھا یعنی مخالفت اہل شام وہ موجود ہی تھی اور صرف حضرت عثمان کے قتل کے بہانے سے اہل شام حضرت علی سے پھر گئے تھے اور نوبت مقاتلہ اور مجادلہ کی پہنچ چکی تھی پس اس سے زیادہ صاف کہنے میں کس مضرت کا اندیشہ تھا شاید شیعوں نے یہ مثل نہیں سنی کہ (انا ابغضت فمخوفی من الببل) یعنی میں ڈر رہا ہوں پھر مجھ کو بھگنے کا کیا ڈر ہے علامہ کنتوری نے بجواب تحفہ کے اس جواب کا یہ جواب دیا ہے کہ کسی نے علماً امامیہ سے یہ توجیہ جو صاحب تحفہ بیان کرتے ہیں نہیں کی گویا علامہ موصوف نے مثل پہلے جواب کے اس جواب سے بھی انکار کیا اور اس کو شاہ صاحب کا جھوٹ تصور کیا کما قبل (قولاً بعضیہ از امامیہ چنانچہ گفتہ اند کہ غرض حضرت امیر توجیح عثمان و تعریض بر او بود الخ) (قولاً دیگر از امامیہ این توجیہ نکر وہ مگر ابن ابی الحدید در شرح این کلام این مقابلہ را بطرف بارود کہ از فرق و بدیہ است نسبت وادہ الی قولہ بعض متالیہ زیدیرہ را یا امامیہ نسبت فادان کذب صریح است) لیکن یہ جواب علامہ کنتوری کا مثل پہلے جواب کے غلط ہے اس لئے کہ خود علماً امامیہ نے اس جواب کو قبول کیا ہے اور اس سے انکار نہیں کیا معلوم ہوتا ہے کہ علامہ کنتوری نے ان اقوال کو ملاحظہ نہیں فرمایا اس لئے اس سے انکار کیا یا دیدہ و دانستہ عوام کو دھوکا دیا اگر کسی کو علامہ کنتوری کی جہالت یاد ہو کہ وہ دریافت کرنا منظور ہو تو وہ ابن میثم بجرانی کی تحریر کو ان کی شرح نہج البلاغہ میں دیکھے چنانچہ بلفظ ہم اس عبارت کو نقل کرتے ہیں اور علماً اثناعشریہ کی خدمت میں اسے تحفہ گزارتے

۱۰۔ بعض شیعوں نے لکھا ہے کہ حضرت علی کا مقصد حضرت عثمان کو ڈانٹ ڈھکنا تھی اور ہم کہتے ہیں کہ شیعوں میں سے کسی نے ایسی کوئی توجیہ نہیں کی البتہ ابن ابی الحدید نے اس کلام کی شرح میں اس مقابلہ کو فرقہ زیدیرہ کے فرقہ بارود کی جانب منسوب کیا ہے۔ فرقہ زیدیرہ کے اقوال کو شیعوں کا قول بتانا صریح جھوٹ ہے۔ ۱۱

ہیں (واعلم ان لشیعۃ قد اور دو ہاتھ سوا لافعالوان ہذہ المادوح التی ذکرنا علیہ السلام
 فی احد ہذین الرجلین نیافی ما اجمعنا علیہ من تخطیہا واخذہما المنصب الخلافۃ فاما ان یکون
 ہذا الکلام من کلامہ علیہ السلام اوان یکون اجماعنا خطا ثم اجابوا من وجہین احدہما انہما انہما
 اللتان فی المذکور فانہ جازان یکون ذلک المدح منہ علیہ السلام علی وجہ استصلاح من یعتقد
 صحۃ خلافتہ الشیعین واستجلاب قادیمہم بمثل ہذا الکلام الثانی انہ جازان یکون مدحہ ذلک
 لاحدہما فی معرض تویح عثمان لوقوع الفتنۃ فی خلافتہ واضطراب الامر علیہ واسارۃ سب
 مال المسلمین ہو وبنو ابیہ حتی کان ذلک سبب الثوران المسلمین من الامصار وقتلہم لہ
 وینبہ علی ذلک قولہ وخلف الفتنۃ وذہب لقی الثوب قلیل العیب اصاب خیرہا وسبق شرہا
 وقولہ وترکہم فی طرق متشعبۃ الی اخرہ فان مفہوم ذلک یتلزم ان الوالی بعد ہذا المیثوت
 قد اتصف باضداد ہذہ الصفات واللہ اعلم) انتہی بلفظہ یعنی شیعوا۔ نے اس قول کی نسبت
 یہ بحث کی ہے کہ یہ تعریف حضرت امیر کی نسبت ابو بکر یا عمر کے مخالف ہمارے اجماع
 کے ہے جو بہ نسبت خاطر ہونے ان کے ہے کہ انہوں نے منصب خلافت کو غصب کیا
 اور جو رو ظلم کیا پس دو حال سے خالی نہیں یا تو یہ کلام حضرت امیر علیہ السلام کا نہیں
 ہے یا اجماع ہم شیعوں کا بہ نسبت خطا شیعین کے خطا ہے اور اس کا شیعوں نے دو
 طرح سے جواب دیا ہے اول یہ کہ ہم مخالفت کو اس طرح سے دفع کرتے ہیں کہ جائز ہے
 کہ یہ تعریفیں حضرت علی کی بہ نسبت ابو بکر یا عمر کے بنظر استمالہ قلوب ان آدمیوں کے
 تھیں جو کہ حسن سیرت اور صحت خلافت شیعین کے معتقد تھے دوسرے یہ کہ یہ تعریفیں
 بنظر تویح عثمان کے تھیں کہ امر خلافت بہ سبب ظہور فتنوں کے ان کے زمانے میں اتر
 ہو گیا اور مسلمانوں نے بلوہ کر کے ان کو تسلیم کیا اور یہ جواب قرین قیاس ہے اس لئے
 کہ یہ ثابت ہے اس خطبے کی معلوم ہوتا ہے کہ جو خلیفہ بعد اس کے جس کی تعریف حضرت
 علی کرتے ہیں۔ ایسا تھا کہ جس میں صفت متذکرہ کے اضداد جمع تھے اس تحریر سے علامہ
 بحانی کی چند قائلے حاصل ہوئے اول یہ کہ جو انکار علامہ کنتوری نے کیا تھا کہ (ہیچکے
 از امامیہ ابن توجیہ نکر وہ) اس کا بطلان ثابت ہو گیا اور انہیں کے مجتہد اور پیشوا کے اقل
 سے ان کا جھوٹ ہونا ظاہر ہوا دوسرے یہ کہ معلوم ہوا کہ اولاً بجائے فلاں کہے اصحاب

لے کسی شیعہ نے یہ توجیہ نہیں کی ہے۔ ۱۲

میں لفظ ابو بکر یا عمر کا تھا اور پیچھے اصل لفظ کو بدل کر لفظ فلان لکھ دیا اس لئے کہ کچھ عقل سلیم قبول کر سکتی ہے کہ حضرت امیر سافصح و بلیغ ایسے خطبے میں لفظ مبہم بیان فرماوے اور بجائے نام کے حرف فلان ارشاد کرے۔ تیسرے ثابت ہوتا ہے کہ اس وقت تک جب کہ علامہ بجرانی نے شرح نہج البلاغۃ لکھی تمام شیعہ لفظ فلان سے یا حضرت ابو بکر سمجھتے تھے یا حضرت عمرؓ مراد لیتے تھے اس لئے کہ شارح موصوف شیعوں کے قول کو نقل کر کے کہتا ہے (فقالوا ان هذا المادح التي ذكرها عليه السلام في احد بنين الرطلين كشيعة كتمتة ہیں کہ یہ ممدوح دو میں سے ایک ہے یا ابو بکر یا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما چوتھے اس تحریر سے تقریر قطب لاقطب راوندی کی مہمل ہو گئی یعنی انہوں نے اپنے بچانے کے لئے یہ توجیہ کی کہ مراد فلاں سے وہ شخص ہے جو کہ سامنے پیغمبر خدا کے مرجحاً تھا اس لئے کہ اگر اس تقریر کو اور علما شیعہ قبول کر لیتے اور اس کو مہمل جان کر مطرح نہ کر دیتے تو ایسی تاویلات کی حاجت نہ ہوتی جو علامہ بجرانی نے شیعوں کی طرف سے بیان کی ہیں اگرچہ اس تحریر سے جو ہم کر چکے ہیں سب مطلب حاصل ہو گیا اور علما شیعہ کی توجیہات کا پوچ اور بیہودہ ہونا ثابت ہو گیا لیکن ہم ذرا اس امر کی اور تصریح کرتے ہیں کہ لفظ فلاں سے علما شیعہ کے نزدیک وہی شخص مراد ہیں یا حضرت ابو بکر صدیقؓ یا حضرت عمرؓ چنانچہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہ تحفہ میں فرماتے ہیں (ولہذا شارح نہج البلاغۃ از امامیہ در تعیین علوان اختلاف کردہ اند بعضے گفتہ اند کہ مراد ابو بکر است و بعضے گفتہ اند عمر است) لیکن علامہ کنوری نے موافق اپنی عادت کے اس سے بھی انکار فرمایا اور اس کو بھی شاہ صاحب کا سمجھوٹ تصور کیا چنانچہ جو جواب تمہہ کا انہوں نے لکھا ہے اس میں اس تحریر کا شاہ صاحب کی ان لفظوں سے جواب دیا ہے (قولنا ان هذا الا انک مبین ازین ناصبی باید پرسید کہ کدام شارح امامیہ گفتہ کہ مراد ابو بکر یا عمر است) خاتم المتکلمین حضرت مولانا مولوی حیدر علی صاحب قبلہ جن کے نام سے شیعوں کے بد نہیں رعشہ اور لرزہ پیدا ہوتا ہے اس کے جواب لے اس لئے نہج البلاغۃ کے شارحین نے شیعوں کی جانب سے "فلاں شخص کے تعیین کرنے میں اختلاف کیا ہے بعض کہتے ہیں کہ لفظ فلاں سے ابو بکر مراد ہیں اور بعض عمرؓ کو مخصوص کرتے ہیں کہ اس ناصبی سنی سے پوچھنا چاہئے کہ کس شیعہ نے "فلاں" سے ابو بکر و عمرؓ مراد لئے ہیں۔ ۱۲

میں فرماتے ہیں (شما تک ہذا بہتان عظیم زیرا کہ مراد ازین شارح امامیہ مثل بزرانی ہستند
ولیکن چون این بے نصیب کتب مذکورہ را ندیدہ میگوید کہ کلام شارح امامیہ گفتہ کہ مراد
ابوبکر یا عمر نیست انیک عبارت رئیس الحکام و المبتخرین کمال الدین مذکور بگوش خود
بشنو و خاک مذلت بر سر خود بریز و از مسند تکلم و تصنیف بر خیز حیث قال و عن ،
قطب الدین الروانندی انہ انما اراد الخ یعنی ملا کمال الدین جو ایک نامی عالم شیعہ کے
ہیں وہ شرح نہج البلاغۃ میں لکھتے ہیں کہ فلاں کے لفظ سے مراد لینے میں اختلاف ہے
قطب الدین راوندی جو بڑے عالم شیعوں کے ہیں کہتے ہیں کہ حضرت امیر کی مراد اس
فلاں سے کوئی دوسرا آدمی ہے جو کہ پیغمبر صاحب کے سامنے دنیا سے رحلت کر گیا تھا
اور ابن ابی الحدید کا قول ہے کہ مراد اس سے عمرؓ نہیں لیکن میرے نزدیک مراد فلاں سے
ابوبکرؓ ہیں فقط اس کو دیکھ کر حضرات شیعہ کو چاہیے کہ اپنے محدثین اور علماء کے جوابات
پر خیال کریں کہ باوجود موجود ہونے ایسی روایات کے اُس سے انکار کرتے ہیں اور حضرت
مؤلف تحفہ قدس سرہ کو چٹلاتے ہیں اور عوام کو دھوکا دیتے ہیں۔ اگرچہ عبارت جناب
امیر کی اظہار فضائل ابوبکر صدیق میں ایسی صریح اور صاف ہے کہ بعد اس کے سننے کے
کے کسی کا کوئی طعن اُن پر شیعوں کی زبان سے لکل نہیں سکتا لیکن جو فضیلتیں اُن
لفظوں سے ثابت ہوتی ہیں ان کو ذرا تفصیل کے ساتھ ہم بیان کرتے ہیں۔ پس واضح ہو
کہ اس خطبے میں جناب امیر نے حضرت ابوبکر صدیق کے وس وصفوں کا بیان کیا اول یہ
کہ خلق کو جو کجی میں گرفتار تھی نکال کر خدا کی راہ پر لائے اور ان کو راہ راست دکھلائی یہ
دوسرے امراض نفسانیہ کا اپنے وعظ و نصیحت سے معالجہ کیا تیسرے پیغمبر خدا کی سنت

لہ سبحان اللہ یہ بیت بڑا بہتان ہے لفظ فلاں کی تشریح کرتے ہوئے شیعہ شارح کو بجران ہو گیا اور یہ بد بخت
اپنی کتب نہ دیکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ نہ کسی شیعہ شارح نے اس سے ابوبکر و عمر مراد نہیں لے اور یہ عبارت خود
اپنے سرگروہ عقلا و مستخرین ملا کمال الدین کی سنو اور خاک مذلت اپنے سر پر ڈالو اور مسند گفتگو و تصنیف سے
طیغہ ہو جاؤ۔ بعضے اسماء بنہ زمن الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من مات قبل وقوع الفتن و انتشارها
وقال ابن ابی الحدید ان ظاہر الاوصاف المذكورة فی الکلام بدل علی انہ اراد جلا ولی امر الخلافة قبلہ کقولہ
قوم الا دو و واد سے الحمد ولم یرعثان لوقوعہ فی الفتنہ وسعہا بسببہ ولا ابابکر لقصر مدۃ نیلۃ و بعد عہد و عن
الفتن و کان الاظہر انہ اراد عمر و قول ان ارادہ لابی بکر اشہد من ارادہ طلحہ۔ ۱۲

کو قائم کیا چوتھے ایسا انتظام کیا کہ کچھ فتنہ و فساد ان کے زمانے میں نہ ہوا پانچویں
خاشاک ملامت سے پاک دامن گئے۔ چھٹے خلافت کی خوبی پائی اور اس کے شر سے محفوظ
رہے۔ ساتویں خدا کی اطاعت جیسی کہ چاہیے بجالائے۔ آٹھویں خوف اور تقویٰ کا حق بخوبی
ادا کیا۔ نویں خلق خدا بعد ان کے تشویش اور حیرت میں پڑ گئی۔ دسویں بعد ان کے لوگ
مختلف ہو گئے۔ چنانچہ انہیں اوصاف کی تصریح میں مولانا صاحب تحفہ میں فرماتے ہیں۔
(پیش درین عبارت سرسر بشارت ابو بکر را بدہ وصف عالی موصوف نمودہ) لیکن علامہ کنٹوری
اس کے جواب میں لکھتے ہیں (ثبت الجدار ثم انقش اول این معنی باثبات بایدرسانید کہ مراد
از لفظ فلاں درین کلام ابو بکر است بعد ازان باین اوصاف اثبات فضل ابو بکر بایدر نمودی
اس کی تردید میں مولانا جید علی صاحب ازالۃ الغین میں فرماتے ہیں (بجہ اللہ کہ ہم
بنا دیوار حکم شدو ہم نقش و نگار صورت بست و خود شرح نہج البلاغۃ آن اوصاف را کہ تک
عشرۃ کاملۃ عبارت از انت بہین عددیاد کردہ اند عبارت بخرانی بعد از ترجیح صدیق بایدر
شنید وصفہ بامور احد ہا تقویۃ للا و دہو کنا یہ عن تقویۃ الخ) اسے مسلمانوں حضرات شیعہ کو دیکھو

لہ اور یہ عبارت سرسر ابو بکر کی بشارت دیتے ہوئے ان کے عمدہ اوصاف ظاہر کرتی ہے اور اس کے جواب میں علامہ
کنٹوری نے لکھا ہے پہلے یہ ثابت کیا جائے کہ لفظ فلاں سے ابو بکر مراد ہیں اس کے بعد ان کی فضیلت ان اوصاف سے
ثابت کرنی چاہیے لہٰذا خدا کہ دیوار مضبوط ہوئی اور اس کے نقش و نگار ہو گیا ہوئے اور نہج البلاغۃ کے شارحین
نے ان اوصاف کو جو عشر کاملہ سے متعلق ہیں انہیں اعلیٰ کے ساتھ محض کیا ہے اور عبارت بخرانی بعد از ترجیح ابو بکر
صدیق قابل سماعت ہے لہٰذا حجاج الخلق عن سبیل السلاستقامۃ فیہا الثانی مدواتہ للعدو واستدار لفظ
العدو لامراض النفسانیۃ باعتبار استکرامہ للافسۃ کالعدو وصف المدواتہ للعالمۃ تک الامراض بالمواظعۃ البالغۃ والذواجر
القولیۃ والفعلیۃ النافعۃ الثالث اقامۃ للسنۃ ولزومہا الرابع تخلیفہ للفتنۃ اسے مودہ قبلہا ووجہ کون ذک مذکور
ہو اعتبار عدم وقوعہا بسبب فی زمانہ الحسن تدبیر الخاسر ذہاب نفع الثوب واستعداد لفظ الثوب لعرضہ و قیامہ بہ
سلامتہ عن نس الامس السادس فاعیو بہ السایح اصحابہ بخیر یا وسبق شرہا والضمیر فی الموضوعین یشہ ان یرجع
الی الصودلہ مما ہو فیہ من الخلافۃ اسے اصحاب ما فیہا من الخیر المطلوب وہو العمل وادامۃ دین اللہ الذی بہ یكون
انہاب الجزل فی الآخرة والشرک الجلیل فی الدنیا وسبق شرہا اسے مات قبل وقوع الفتنۃ فیہا وسبق الدمار لاجلہا
الثامن ادواتہ اسے اللہ طاعتہ التاسع القاوہ بجمہ اسے حقہ خیرا من حقوہ العاشر جیلہ الی آخرۃ تاکمالناک
بعده فی طرق مشعبۃ من الجزالات، لا بہرہ فیہا من مثل عن سبیل اللہ ولا یستیقن المتدس فی سبیل اللہ علی

کہ کس طرح پر صحابہ کی ہر فضیلت سے انکار کر جاتے ہیں اور باوجود اقرار اپنے بزرگوں کے صاف منکر ہو جاتے ہیں اور فضیلت اور رسوائی سے بالکل بے خوف ہو جاتے ہیں اس علامہ کفتوری نے بایں فضیلت جب دیکھا کہ کچھ جواب ایسی روایتوں کا نہیں ہے پس بجمبوری انکار کرنا شروع کیا اور لانسلم اور لیس بصریح کہہ کر اپنے جواب کو ختم کیا لیکن قطع نظر اس کے کہ خود علما شیعوں نے اقرار کیا ہے کہ مراد فلاں سے حضرت ابو بکرؓ ہیں یا حضرت عمرؓ بالفرض اگر وہ اقرار بھی نہ کرتے تو بھی لفظ فلاں سے کوئی شخص مراد ہو گا یا ما سوائے حضرت شیخین کے دوسرا کوئی ہو یا انہیں میں سے کوئی ایک ہو اگر کوئی تیسرا شخص مراد لیا جائے تو وہی شخص ہو گا جو کہ پیغمبر صاحب کے سامنے مرجپا تھا۔ جیسا کہ قطب الدین راوندی نے دعویٰ کیا ہے اور جب کہ یہ صفیں ایسے شخص کی نسبت جو پیغمبر صاحب کے سامنے مر گیا ہو ثابت نہیں ہو سکتیں تو لا محالہ مراد فلاں سے یا ابو بکر صدیق ہوں گے یا حضرت عمر فاروقؓ تو پھر اس سے انکار کرنا اور بجواب شخص کے اپنے نامہ اعمال کی طرح چند ورق سیاہ کرنا بالکل عبث اور لغو تھا اس سے تو یہی بہتر تھا کہ اس روایت ہی سے انکار کر جاتے اور حضرت علیؓ کی طرف منسوب کرنے سے منکر ہو جاتے یا اس کو تقیے پر محمول کر کے اپنے جواب میں صرف تقیے کا عذر پیش کرتے لیکن ان دو راہوں کو چھوڑ کر علامہ کفتوری کا تیسری راہ پر چلنا سراسر نادانی تھی آخر اس کا لطف اٹھایا کہ جس امر سے انکا اور جس روایت سے منکر ہوئے اسی کو ہم نے ان کی کتابوں اور ان کے علماء کے قول سے ثابت کر کے ان کو بدنام کیا اور اے معاشرہ مسلمین رحمکم اللہ انکون کجا ماند دعا وے لاطائلہ روانض کہ در مطاعن تقریر کردہ ہزاران رسائل و کتب را مثل نامہای اعمال خود در سیاہی و تباہی گرفتند و انصاف باید داد کہ حالیا از عمرہ طعنہای رفضہ کہ در اسفار کلامیہ ایشان

(بقیہ حاشیہ) سبیلہ لا ینتلف طرق العلیل و کثرۃ الخائف لایجاد الوفاء قولہ در ترمیم للمحال اتھی بلفظ ۱۲۔

لے اے گروہ مسلمانان اللہ تمہارے حال پر رحم کرے اب رافضیوں کے بیچارے و لائل دعوت کہاں باقی رہ سکتے ہیں جو انہوں نے اپنی تقریریں میں طعنے دیئے ہیں اور ہزاروں کتابیں اپنے نامہ اعمال کی طرح سیاہ کر کے تباہ ہوئے ہیں۔ انصاف کرو کہ شیعوں نے تمام طعنے جو ان کتابوں میں تفصیل سے لکھے ہوئے ہیں بحالت و نہاحت ملات کیا اب باقی رہ سکتے ہیں کہ حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد ان کی جانب توجہ کی جائے اس لئے ان رافضیوں کی براہنہائی اور عاقبت قوم پر تالا و تباری کی جائے اور ذلت کے جنگلوں کا ریت اپنے سر پر ڈالنا چاہیے۔ ۱۲۔

مبسوطت پر تیسے باقیست کہ بعد شہادت جناب مرتضوی حاجت بردار کن افتد پس برسوز
عاقبت این قوم بنا لہای جانگاہ باید گریست و رنگ بیابان مذلت برسرای ایشان باید
رہنیت) اگر حضرات شیعہ کو اب بھی سیری نہ ہوئی ہو اور باوجود ایسی روایتوں کے انکی خاطر
جمع نہ ہوئی ہو تو ہم ان کی تسکین کے لئے ابھی بہت سی سندیں اور روایتیں صحابہ کرام کی
فضیلت میں موجود رکھتے ہیں اور خود ائمہ کرام کی زبان سے اُس کے ثابت کرنے پر مستعد
ہیں جس کو سننا ہو وہ سنے۔

آٹھویں شہادت:۔ علی بن عیسیٰ اردوبیلی امامی اثنا عشری نے اپنی کتاب کشف
الغمر فی معرفۃ الائمۃ میں لکھا ہے دانہ سئل الامام ابو جعفر علیہ السلام عن علیۃ السیف ہل
یجوز فقال نعم قد علی ابو بکر الصدیق سیدہ بالفنۃ فقال الراوی تقول ہذا فوشب الامام عن
مکانہ فقال نعم الصدیق نعم الصدیق نعم الصدیق فمن لم یقل لا الصدیق فلا صدق اللہ
قولہ فی الدنیا والآخرۃ) ترجمہ کسی نے امام باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ تلوار کے قبضے کو علیہ کرنا
درست ہے یا نہیں تب امام نے جواب دیا کہ ہاں اس لئے ابو بکر صدیق کی تلوار کے قبضے
پر بھی علیہ چاندی کا تمہاراوی کہتا ہے کہ اُس نے امام سے عرض کی کہ یا حضرت آپ بھی
ابو بکر کو صدیق کہتے ہیں یہ سنتے ہی امام اپنی جگہ سے اچھل پڑے اور کہنے لگے کہ ہاں وہ
صدیق ہے ہاں وہ صدیق ہے ہاں وہ صدیق ہے جو کوئی اس کو صدیق نہ کہے خدا اس کی
دنیا و آخرت میں تصدیق نہ کرے۔ اس روایت سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ پہلا
فائدہ زبان سے امام علیہ السلام کی حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا صدیق ہونا اور صدیق
ہونے سے ان کا تمام امت سے افضل ہونا لازم آتا ہے اس لئے کہ قواعد مقررہ منصوصہ
قرآن سے یہ امر ظاہر ہے کہ بعد پیغمبروں کے مرتبہ صدیق کا سب اور تمام امت سے صدیقین
کا درجہ افضل ہے جیسا کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے فَأُولَئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ
مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَئِكَ رَفِيقًا۔ دوسرا فائدہ
امام سے جب سائل نے سوال کیا تو اس نے صرف ایک مسئلے کا استفسار کیا اس کے جواب
میں ہاں یا نہیں کہنا کافی تھا مگر امام نے اس پر قناعت نہ کی بلکہ ابو بکر صدیق کے فعل کو
سند لیکر جواب دیا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مسائل یعنی میں افعال صحابہ پر تمسک
کرنا چاہیے اور یہ حصہ صرف اہل سنت کو نصیب ہوا ہے حضرات شیعہ اس سے محروم

ہیں وہ بھی کسی مسئلے میں قول یا فعل صحابہ کو سند نہیں جانتے پس درحقیقت اماموں کے تابع اہل سنت ہیں نہ شیعہ۔ تیسرا فائدہ امام سے جب سائل نے مسئلہ پوچھا اور انہوں نے ابو بکر صدیق کا ذکر بھی کیا تو ان کو صدیق کہنا ضرور نہ تھا یہی کافی تھا کہ وہ نام ابو بکر صدیق کا لیتے مگر امام کو ایسی محبت ان سے تھی کہ بغیر صدیق کے ان کا نام لینا ان کے دل کو گوارا نہیں ہوا اس لئے اس لقب سے ان کو یاد کیا پس یہ بڑی عمدہ دلیل محبت امیر کے ساتھ صحابہ کے ہے افسوس حضرات شیعہ کی سمجھ پر کہ وہ امیر کو دشمن صحابہ کا جانتے ہیں۔ چوتھا فائدہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ امام کو سائل کے تعجب پر نہایت غصہ آیا اور جب اس نے پوچھا کہ آپ بھی ابو بکر کو صدیق کہتے ہیں تو آپ کو اس قدر غیظ ہوا کہ اپنی جگہ سے اچھل پڑے اور تین مرتبہ فرمایا نعم الصدیق، نعم الصدیق، نعم الصدیق اور اسی پر قناعت نہ کی بلکہ یہ فرمایا کہ جو کوئی ان کو صدیق نہ کہے خدا اس کی دنیا و آخرت میں تصدیق نہ کرے پس حضرات شیعہ کو چاہیے کہ وہ ذرا انصاف سے اس روایت کو دیکھیں اور امام کی شہادت سے اپنے آپ کو خدا کے نزدیک دنیا و آخرت بسبب نہ تصدیق کرنے صدیقیت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سمجھنا جائیں۔ پانچواں فائدہ اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ پوچھنے والا شیعہ تھا اور صحابہ کا دشمن اس واسطے امام کے صدیق کہنے پر اس کو تعجب ہوا اگر کوئی سنی ہوتا تو وہ تعجب نہ کرتا اور جب کہ سائل کا شیعہ ہونا ثابت ہوا تو پھر موقع تفتیہ کا بھی نہ رہا ناں اگر سائل سنی یا تا صبی یا خارجی ہوتا تو تفتیہ کی گنجائش تھی۔ اب ہم حضرات شیعہ کے اقوال کو جو اس روایت کی نسبت ہے۔ بیان کر کے انکار کرتے ہیں۔ پہلا قول نور اللہ شوستری نے احقاق الحق میں اس روایت سے انکار کیا ہے اور بہت کچھ زبان دلازی فرماتی ہے اور صاف لکھ دیا ہے کہ اس روایت کا کچھ پتہ نشان کشف الغمہ میں نہیں ہے بلکہ ایسی روایت کا کشف الغمہ میں موجود ہونا خلاف قیاس ہے اس لئے اس کتاب میں پیغمبر خدا اور ائمہ اثنا عشر کا حال لکھا ہے نہ ابو بکر کا تو کیا وجہ تھی کہ مولف اس کتاب کا ایسی روایات کو لکھتا چنانچہ قاضی صاحب کی عبادت کے الفاظ یہ ہیں دو کذا الحال فیما نقلہ عن راس التتصب والھیف من حدیث حلیتہ السیف لیس ذلک فی الکتاب عنہ خبر ولا عین ولا اثر وایضاً لا مناسبتہ لذلک ذلک فی ہذا الکتاب المقصود علی ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم والائمۃ الاثنا عشر و ذکر اسماہم و

کنہم واسماء آباہم وامہاتہم وموالیدہم ودقیاتہم ومعجزاتہم کمالا یخفی علی من طالع ہذا
الکتب، پس اس قول کو دیکھ کر کونسا شیعہ ہوگا جس کو اس روایت کے نہ موجود ہونے
پر یقین نہ آوے اورستیوں کے قول کو کیونکر غلط نہ جانے گا لیکن الحمد للہ کہ کتاب کشف الغمہ
اس ہندوستان میں صدہا جگہ موجود ہے جس کسی کو شک ہو وہ اس کو لیکر دیکھے، کہ یہ
روایت موجود ہے یا نہیں اور قاضی صاحب کی صداقت کی داد دے لیکن اگر کوئی شخص
یہ خیال کرے کہ شاید بعد میں کسی سنی نے یہ عبارت ملا دی ہے اور کتاب کشف الغمہ
میں اس روایت کے موجود ہونے سے اس کو اطمینان نہ ہو تو اس کے اطمینان کے لئے ہم
مجتہد صاحب کی کتاب کو پیش کرتے ہیں کہ انہوں نے بفضلہ تعالیٰ اس روایت کے موجود
ہونے سے کتاب مذکور میں اقرار کیا اور یہ توجیہ فرمائی کہ یہ روایت مؤلف کتاب نے ابن
حوزی سے جو کہ عالم سنیوں کے ہیں نقل کی ہے خیر جو کچھ ہو اس کی بحث ہم بھی کریں
گے بالفعل ہم کو قاضی نور اللہ شوستری صاحب کی تکذیب منظور ہے کہ انہوں نے اس
روایت کے موجود ہونے ہی سے انکار کیا ہے اور اس کے واسطے ہم مجتہد صاحب کی کتاب
طعن الرماح کی عبارت نقل کرتے ہیں جس میں انہوں نے اس روایت کے موجود ہونے کا اقرار
کیا ہے وہ ہونہ (قال المجتہد القمام فی طعن الرماح روایت نعم الصدیق را استاد بکتب
شیعیان نمودہ از کتاب کشف الغمہ نقل کردہ چون اتفاق مراجعت بان کتاب شد مصنف
آئمہ مولانا الوزیر علی بن عیسیٰ اردبیلی ست از ابن جوزی کہ از مشاہیر علماء اہل سنت
ست روایت مذکورہ را نقل کردہ) اس تحریر سے مثل آفتاب نیروز کے قاضی نور اللہ شوستری
کا جھوٹا ہونا ثابت ہو گیا اور خود مجتہد صاحب کی تحریر سے ان کے قاضی کا جس کو مولانا
سیدنا کہہ کر اپنی کتاب میں یاد کیا ہے افترا ظاہر ہو گیا مجب حال ہے علماء شیعہ کا کہ جب
کوئی روایت ان کی کتاب سے سدا کر پیش کی جاتی ہے تو اول صاف انکار کرتے
ہیں اور تاقل کو جھوٹا اور کاذب بتاتے ہیں اور جب اس کی صحت اور سند پہنچا دی جاتی
ہے تب توجیہات لاطائل کرنے لگتے ہیں چنانچہ اس روایت کو قاضی نور اللہ شوستری نے
لے مجتہد اعظم نے کتاب طعن الرماح میں "نعم الصدیق" کہ روایت کی اسناد کو شیعہ مکتب کی جانب سے لکھا
ہے اور اسے کشف الغمہ سے نقل کیا ہے اس کتاب کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ اس کتاب کے مصنف مولانا وزیر
علی بن عیسیٰ اردبیلی ہیں جو انہوں نے سنیوں کے عالم ابن جوزی سے نقل کی ہے۔

خلاف اپنے مذہب کے پایا اُس سے انکار کیا لیکن جب وہ روایت اس کتاب سے ثابت کر دی گئی تب مجبوری مجتہد صاحب نے اُس کی موجودگی کا اقرار کیا اور ایک دوسری توجیہ لاطائل سے اُس کا باطل کرنا چاہنا چھوڑ دیا ہم اس توجیہ کو بھی باطل کرتے ہیں۔ مجتہد صاحب کی توجیہ کا سارا خلاصہ یہ ہے کہ یہ روایت نعم الصدیق کی اگرچہ کتاب کشف الغمہ میں مذکور ہے لیکن اس مؤلف موصوف نے علامہ ابن جوزی سے جو کہ مشاہیر علماء اہل سنت سے ہے نقل کیا ہے اس لئے گویا یہ روایت اہل سنت کی ہے نہ شیعوں کی اس کا جواب یہ ہے کہ شاید مجتہد صاحب نے کتاب کشف الغمہ کو از اول تا آخر ملاحظہ نہیں فرمایا اور نہ ایسا ارشاد فرماتے اس لئے کہ مؤلف کتاب موصوف نے جو کچھ اس کتاب میں لکھا ہے اول نقل کیا ہے وہ متفق علیہ فریقین ہے اور علماء شیعہ نے بھی بعد دیگرے اس کو قبول کیا ہے اور وہ شیعوں کے نزدیک مسلم ہے چنانچہ علامہ معزالدین صدر کتاب امامت میں لکھتے ہیں۔

در کتاب کشف الغمہ از تصنیفات وزیر سعید اردوبیلی ست و آنچه در کتاب مستطاب مذکور است مقبول طبائع موافق و مخالف ست انتہی پس گو کہ صاحب کشف الغمہ نے یہ روایت ابن جوزی ہی سے نقل کی ہو لیکن جب کہ وہ التزام اس امر کا کر چکا ہے کہ جو روایت لکھی جاوے گی وہ مقبول فریقین ہوگی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ روایت بھی مقبول فریقین ہے اور جب مقبول فریقین ہوتا ثابت ہوا تو اس روایت سے التزام شیعوں پر دینا درست ٹھہرا اور اس کا جواب شیعوں سے لینا واجب ہوا صاحب استقصاء الانحزام نے جن کی کتاب پر آج کل شیعوں کو بڑا فخر ہے نہایت جودت طبع کو دخل دیا ہے اور اپنی دقیقہ فہمی اور نکتہ بینی سے اس کا یہ جواب دیا ہے۔ کہ اس کلام سے زردستانی کے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جو کشف الغمہ میں مذکور ہے اس کو اہل حق بھی قبول کرتے ہیں اور اس کا انکار نہیں کرتے اور یہ امر آخر ہے اور ہونار و آیات کشف الغمہ کا اجماعیات اہل حق اور اہل خلافت سے دوسرا امر ہے اس لئے کہ قبول کرنا بھی اس لئے ہوتا ہے کہ اپنے واسطے حجت پکڑیں نہ کہ اس لئے کہ مخالف اس سے ہم پر حجت کرے ملاوہ اس کے کلام زردستانی محمول، اصول اور مقاصد کتاب کشف الغمہ پر ہے کہ جو مقصود بالذات ہے وہ مقبول اہل حق ہے نہ کہ وہ جو مقصود بالذات نہیں ہے وہ بھی مقبول ہے فقط چنانچہ اصل عبارت استقصاء

لے کشف الغمہ مضمون وزیر سعید اردوبیلی ہے جو کچھ اس میں تحریر ہے وہ متفقہ طور پر دونوں فرقوں کی مقبول کتاب ہے۔

کی یہ ہے (اول آنکہ ازین کلام زردستانی نہایت آنچہ مستفاد میشود اینست کہ آنچہ در کشف الغمہ مذکور است آن را اہل حق ہم قبول میسازند و ہر دو انکار ادنی پر و ازند و این امر آخرت و بودن روایات کشف الغمہ از اجتماعیات و اتفاقیات اہل حق و اہل خلاف کہ مخاطب مدعی آنست امر آخرت را کہ مفہوم ثانی آن است کہ اہل حق در روایت این روایات شریک مانند از قبول کردن آن روایات این معنی مستفاد نمی شود چہ قبول روایت باین وجہ ہم متصور است کہ اہل خلاف روایت آن کرده باشند و اہل حق قبول آن نموده باشند و قبول گاہی باین معنی است کہ این روایت را صحیح می دانم و آنچہ در آن مذکور است آن را محبت می گیریم و گاہی باین معنی کہ چون باں بر بعض مطالب خود احتیاج می کنیم پس برای این امر قبولش کرده ایم نہ باین معنی کہ خصم باں بر ما احتیاج نماید دوم آنکہ کلام زردستانی محمول بر اصول و مقاصد آن کتاب است یعنی آنچہ در آن کتاب برائے احتیاج و استدلال از اہل خلاف نقل فرمودہ و مقصود بالذات است مقبول اہل حق ہم است نہ اینکه آنچہ مقصود بالذات نیست و محض استنظر ادتبعاً نقل شدہ آن ہم مقبول است و لیاقت جمیع نزد اہل حق دارد حاشا و کلا) لیکن صاحب استقصاء کی اس تحریر کا مطلب معلوم نہیں ہوتا اور اس سے یہ مشکل مسئلہ حل نہیں ہوتا یعنی ہمارا یہ قول ہے کہ مولف کشف الغمہ نے جو روایت لکھی ہے خواہ وہ اپنے یہاں سے لی ہو خواہ سنیوں سے وہ روایت نعم الصلیق بھی مقبول علماء شیوخ ہے خواہ مولف موصوف نے اپنے کسی عالم کی کتاب سے نقل کی ہو

لہ زردستانی کے کلام سے اولاً یہ ثابت ہوتا ہے کہ کشف الغمہ کی تحریر فریقین کی منظوم و مقبول ہے دوم یہ کہ کوئی فرقہ اسکا انکار ہی نہیں ہے اور اس سے سنیوں کا مقصد یہ ہے کہ ان روایات کی صداقت میں شیوخ بھی شریک ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان روایات کے قبول کرنے میں جو سنیوں کی پیش کردہ ہیں شیوخوں کا اتفاق ہوا حالانکہ قبولیت و اتفاق کے معنی یہ ہیں کہ اس روایت کو صحیح مان کر اس میں جو کچھ ہوا اس کو محبت قرار دیں اور کبھی یہ معنی ہوتے ہیں کہ اس روایت کی صحت سے غیر ہم پر حجت لائیں۔ اور اس دوسرے معنی کے لحاظ سے کشف الغمہ کی روایات پر ہمارا اتفاق نہیں ہے۔ دوسری بات یہ کہ کشف الغمہ کے اصول مقاصد کے پیش نظر زردستانی کے کلام کے معنی یہ ہیں کہ سنیوں کے خلاف استدلال پر جو کچھ اس میں فخر پر اور مقصود بالذات ہے اسے ہم شیوخ مانتے اور ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ غیر مقصود اور کے لئے جو کچھ بطور لوازمات تحریر ہے وہ بھی شیوخ کے نزدیک مقبول ہوا اور شیوخ اہل حق اسکو بھی قبول کریں۔ ماٹ و کلا غیر مقصود تحریر کہ شیوخ بالکل نہیں مانتے۔

خواہ ابن جوزی کے کسی نسخے سے لی ہو اور اس سے مجتہد صاحب کی وہ توجیہ کہ بید روایت ابن جوزی سے نقل کی ہے باطل ہوتی ہے اور صاحب استقصا کی تحریر سے کچھ مطلب حاصل نہیں ہوتا حقیقت میں وہ بیچارہ کیا کرے ایسی برویات میں پڑ گیا ہے کہ نہ سمجھ کہہ سکتا ہے نہ کچھ جواب دے سکتا ہے اپنے مجتہدین اور علما کے اضطراب پر حیرت کر کے جہاں تک اس سے ہوتا ہے ان کی بات بناتا ہے اور چونکہ تھوٹی بات کو کوئی سوائے ایسی ابلہ فریب تقریروں کے سچ کر کے دکھلا نہیں سکتا اسلئے وہ بھی ایسی ہی پوچھ باتوں سے اپنا دل خوش کرتا ہے ورنہ نہایت تعجب کی بات کہ ایسی توجیہ لا ٹائل جو صاحب استقصا نے کی ہے کسی لڑکے کی زبان سے بھی نہ نکلے گی یعنی اس کا تو اقرار ہی کرتے جاتے ہیں کہ جو کچھ کشف الغمہ میں لکھا ہے وہ مقبول فریقین ہے اور جب اس کو بعض روایات میں اپنے فریب کے حق میں مضر جانتے ہیں تو اس کی توجیہ اس طرح کرتے ہیں کہ مقبولیت سے صرف انہیں روایات کی مقبولیت مراد ہے جن سے ہم حجت کریں نہ کہ وہ روایات جن سے مخالف ہم پر حجت کرے یا قبول سے ان روایات کی مقبولیت مراد ہے جو کہ مقصود بالذات ہیں نہ وہ روایات جو کہ مقصود بالذات نہیں ہیں، اور یہ خیال نہیں فرماتے کہ ایسی توجیہات پوچھ دلچر کو مخالف کب سے گا اور وہ ایسی باتوں کو کتب مانے گا چنانچہ ہم جو جو بات قوی اس تحریر کو رد کرتے ہیں۔ اول یہ بات تو خود صاحب استقصا نے قبول کی ہے کہ انچہ در کشف الغمہ مذکور است آن را اہل حق ہم قبول میسازند و بدو انکار آن نمی پردازند پس ہم ایسے امر مقبول کردہ صاحب استقصا کو منظور کر کے کہتے ہیں کہ (روایات نعم الصدق و کشف الغمہ مذکور است آن را اہل حق ہم قبول میسازند و بدو انکار آن نمی پردازند و قاضی نور اللہ شوستری آن را قبول نمی سازند و جناب مجتہد صاحب قبلہ ہر دو انکار آن می پردازند پس ہر دو قاضی و مجتہد از اہل حق ہستند و ہر کہ از اہل حق باشد آن را لازم است کہ این روایت را قبول سازد و ہر دو انکار آن نہ پردازد و دوسرے صاحب نہ کشف الغمہ میں جو کچھ تحریر ہے اسے شیوہ قبول کرتے ہیں اور دونوں فرقے اسکا انکار نہیں کرتے نہ نعم الصدیق (ابو بکر صدیقؓ) بہترین حدیث ہیں) کی روایت کشف الغمہ میں لکھی ہوئی موجود ہے جسے شیوہ بھی قبول کرتے ہیں اور کوئی فرقہ اس کا انکار نہیں ہے البتہ قاضی نور اللہ شوستری اسے مانتے نہیں اور جناب مجتہد صاحب یہ دونوں اسکا انکار ہی ہیں۔ اور یہ قاضی و مجتہد دونوں شیوہ ہیں اس لئے انہیں بھی چاہیے کہ اس روایت کو قبول کریں اور انکار نہ کریں۔

استقصائے قبول کے دو معنی فرض کئے ہیں کہ (قبول) کا ہی بایں معنی سست کہ اس روایت
 را صحیح ہی دانیم و آنچه در ان مذکور است اکل را حجت می گیریم و گاہی بایں معنی کہ چوں بآں بر
 بعض مطالب خود احتجاج می کنیم پس برای این امر قبول کرده ایم نہ بایں معنی کہ خصم بآں
 بر ما احتجاج نماید لیکن انہیں معنی فرضی پر متوالہ مضمون اشعری بطن الشا و صادق ہے اس
 لئے کہ ہم اور پر بیان کر چکے ہیں کہ اس کتاب کی روایتوں کی نسبت معزالدین اثنا عشری نے
 لکھا ہے کہ (آنچه در کتاب مستطاب مذکور است) مقبول طبعاً موافق و مخالف است) اور
 جب مقبول فریقین ہونا اسکا ثابت ہوا تو پھر یہ کہنا کہ ہم نے اس لئے قبول کیا ہے کہ ہم حجت
 پکڑیں نہ کیا اس لئے کہ مخالف ہم پر حجت پکڑے محض نادانی ہے اس کی مثال بعینہا یہی
 ہے کہ ایک شخص کسی قبلا اور دستاویز کی صحت کا اقرار کرے اور اس امر کو قبول کرے کہ جو
 کچھ اس میں لکھا ہے خواہ وہ میرا لکھا ہو یا دوسرے فریق کا وہ سب مجھے مقبول اور منظور ہے
 اور پھر جب کسی عبارت پر اس دستاویز کی دوسرا فریق گرفت کرے تب وہ قبول کرنے والا
 دستاویز کا کہے کہ یہ عبارت لکھائی ہوئی دوسرے فریق کی ہے میں نے تو اس لئے اس کو قبول
 کیا تھا کہ اس پر حجت پکڑوں گا نہ کہ اس لئے کہ وہ مجھ پر حجت پکڑے پس منصف کیا فیصلہ
 کرے گا یعنی کیا فتویٰ دے گا اور چونکہ صاحب استقصاء بھی منصف ہیں اور ان کے والد
 ماجد مفتی تھے اس لئے وہ خود ہی برائے خدا اس کا انصاف کریں اور اس امر کو فیصل فرمایا
 تیسرے اگر یہ امر تسلیم کر لیا جاوے کہ روایت کا قبول کرنا اپنے واسطے حجت لانے کیلئے
 ہے نہ کہ دوسرے کی حجت کرنے کے واسطے تو سب جھگڑا ہی طے ہو جاوے کوئی فریق
 کسی دوسرے پر کسی روایت کی سند نہیں لاسکتا اور یہی جواب دے سکتا ہے جیسا کہ صاحب
 استقصاء نے دیا ہے کہ چوں بآں بر بعض مطالب خود احتجاج می کنیم پس برائے این

لے قبول کرنے کے کبھی یہ معنی ہوتے ہیں کہ اس روایت کو ہم صحیح جانتے ہوئے اس میں جو کچھ ہے اسے حجت سمجھتے
 ہیں اور کبھی یہ معنی ہوتے ہیں کہ اگر اس کے بعض مطالب سے ہم خود حجت لائیں تو اسے ہم قبول کرتے ہیں
 اس کا یہ مقصد نہیں ہوتا کہ اس کے ذریعہ دشمن ہم پر دلیل لائیں۔ لہذا کتاب مستطاب میں جو کچھ
 تحریر ہے اسے مخالف و موافق سب ہی قبول کرتے ہو۔

لکہ چونکہ روایت سے ہم اپنے بعض مقاصد کے لئے دلیل لاتے ہیں اس لئے ہم اسے قبول کرتے ہیں اور
 اس سے قبول نہیں کرتے کہ اس کے ذریعہ دشمن ہم پر حجت لائے اور ہم پر احتجاج کرے۔

اس امر قبول کر دہ ایم نہ بائیں معنی کہ خصم بائیں بر ما احتجاج کند، چوتھے عام قاعدہ ہے کہ جب کسی فریق کی روایت یا خبر کی صحت تسلیم کی جاوے تو اس کی جواب دہی صحت کے تسلیم کو نپوالے پر ایسی ہی ہوتی ہے جیسی کہ اصل روایت کرنے والے پر چنانچہ قطع نظر معاملات دنیاوی کے ہم دینی سند بیان کرتے ہیں کہ اکثر بائیں توریت و انجیل کی ہماری کتابوں میں مذکور ہیں اور ہم ان کو قبول اور منظور کرتے ہیں پس جب ان روایتوں کی صحت ہم نے تسلیم کر لی تو اس کی جواب دہی ہمارے ذمے بھی ویسے ہی ہے جیسے کہ یہود اور عیسائیوں کے ذمے پس اگر کسی روایت یا خبر کی نسبت جنکو ہم نے تسلیم کر لیا ہے کوئی اعتراض کرے تو اس کا ہم یہ جواب دے سکتے ہیں جیسا کہ صاحب استقصا نے دیا ہے کہ رچوں بائیں بعض مطالب خود احتجاج می کنیم پس برائے این امر قبول کر دہ ایم نہ یعنی کہ خصم بائیں بر ما احتجاج کند، حقیقت میں ہم ایسا جواب نہیں دے سکتے اور اگر دین تو کوئی مخالف اس کو تسلیم نہیں کر سکتا۔ پانچویں اگر کسی فریق مخالف کی کوئی روایت ہم نقل کریں اور اس کو قبول کرنے سے کوئی عرض خاص ہووے اور اس میں کوئی امر ایسا ہو جس کو ہم قبول نہ کرتے ہوں ہم کو لازم ہوگا کہ ہم اس کے مطلب کو جو کہ ہمارے مفید ہوئے کہ باقی عبارت کو چھوڑ دیں یا اس کی نسبت صاف لکھ دیں کہ اس روایت کا اسی قدر مضمون ہم کو تسلیم ہے اور باقی سے انکار ہے اگر ہم ایسا نہ کریں اور اس روایت کو بلا انکار اس کے کسی جزو کے قبول کر لیں تو پھر ہم اس کی قبولیت سے انکار نہیں کر سکتے اسی طرح پراگر مؤلف کتاب کشف الغمہ کا اس روایت کو کسی خاص مطلب کے واسطے قبول کرتا تو اس کو اس کا مطلب ہی کہہ دینا کافی تھا یا اصل روایت لکھ کر اس کے جزو نامقبول پر اشارہ کر دینا لازم تھا جب اس نے ایسا نہیں کیا تو اب بعد چندین سال توجیہ صاحب استقصا کی کچھ لکار آمد نہیں ہوتی۔ چھٹے یہ قول صاحب استقصا کا کہ کلام زردستانی محمول بر اصول و مقاصد آن کتاب است نہ اینکه آنچه مقصود بالذات نیست آن مقبول است یہ فقط۔ قول ہی قول ہے نہ اس کی کچھ سند ناس پر کچھ حجت ہے ایسا دعویٰ بلادیہ لائق سماعت نہ ہو نہ اس کے ذریعہ ہم اپنے بعض مقاصد کے لئے حجت قائم کرتے ہیں اسے قبول کرتے ہیں ذمے نہ رہتا۔ اس کے ذریعے ہم پر حجت پیش کرے۔ اس کتاب کے اصول و مقاصد پر کلام زردستانی محمول ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ جو چیز بزارہ منسوخ نہیں رہے بھی قابل قبول ہو۔

کے نہیں ہے اگر مؤلف موصوف یہ لکھ دیتا کہ جو اصول اور مقاصد اس کتاب کے ہیں وہ مقبول ہیں نہ وہ جو کہ مقصود بالذات نہیں ہیں وہ بھی مقبول ہیں تو بے شک ہم تسلیم کرتے لیکن جب کہ اس نے یہ قید نہیں کی اور اپنے کلام کو بہ نسبت کتاب کے مطلق چھوڑ دیا تو ہم بھی اس سے فرد کامل مراد لیں گے یعنی جو کچھ اس کتاب میں ہے خواہ مقصود بالذات ہو یا نہ ہو وہ سب مقبول ہے۔ اسے حضرات شیعہ تم کو خدا کی قسم ہے کہ ذرا غور کرو اور انصاف کو دخل دو کہ اس بحث میں تمہارے علماء کس کو داب بلائیں پڑ گئے ہیں اور کیسے بے دست دیا ہو رہے ہیں اور ہر چند ہاتھ پاؤں ملتے ہیں مگر مقصود کے کنارے تک پہنچنے نہیں پاتے کوئی تو اس روایت کے موجود ہونے ہی سے انکار کرتا ہے کوئی موجود ہونے کا تو اقرار کرتا ہے لیکن اس کو سنیوں کے علماء سے نقل کرنا بیان کرتا ہے کوئی اس کو قبول ہی نہیں کرتا کوئی قبولیت کے معنی گڑھ گڑھ کر بیان کرتا ہے اور حقیقت میں کوئی اپنا مقصد حاصل نہیں کر سکتا اور مثل الفرقین بنیشت لکل شیش پڑھ کر رکھا ہے۔ دوسرا قول بعضوں نے اس روایت سے یہ جواب دیا ہے کہ اگر صحت اس کی تسلیم کی جاوے تو امام کا ابو بکر کی نسبت صدیق کہنا بنظر تخصیص اور تمیز مخاطب کے ہو گا بغیر تصدیق اس کے مضمون کے جیسا کہ احتق الحق میں قاضی نور اللہ شوشتری نے لکھا ہے (اقوال ذکر الصدیق لاجل التخصیص والتمیز للمخاطب من غیر تصدیق بمضمونہ) لیکن یہ قول باطل ہے اس لئے کہ اگر امام حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام کے بعد ان کا لقب صدیق کہہ کر سکوت فرما جاتے تو حضرات شیعہ کو اس تاویل کی گنجائش تھی۔

لیکن یہ تخصیص مخاطب کی بغیر تصدیق اس کے،

مضمون کے آئندہ کے فقرے سے باطل ہوتی ہے اس لئے کہ جب سائل نے متعجبانہ سوال کیا کہ یا حضرت آپ بھی ان کو صدیق کہتے ہیں تو امام اپنی جگہ سے اچھل پڑے اور کہا کہ نعم الصدیق نعم الصدیق کہ ہاں وہ صدیق ہیں ہاں وہ صدیق ہیں ہاں وہ صدیق ہیں اور پھر اس پر بھی قناعت نہ کی بلکہ یہ بھی فرمایا کہ من لم یصدقہ فلا صدق اللہ قولہ فی دنیا والآخرہ۔ ترجمہ جو ان کو صدیق نہ کہے اس کی خدا دنیا و آخرت میں تصدیق نہ کرے اگر ایسے کلمات پر بھی حضرات شیعہ یہ فرما دیں کہ امام نے صرف مخاطب کے،

لہ ڈوبتا ہوا آدمی تنکے کو پکڑتا ہے۔ ۱۷

سمجھنے کیلئے صدیقؓ کہا تھا اور اس کے مضمون کو تصدیق نکیا تھا تو یہ انہیں کوزیا ہے
تیسرا قول جب حضرات شیعہ نے یہ خیال کیا کہ یہ تاویل بھی بوجہ موجود ہونے جملہ من
لم یصدقہ فلا صدق اللہ قولہ فی الدنیا والآخرۃ کے نہیں بنتی تب تیسری تاویل شروع کی
کہ شاید حضرت امام علیہ السلام نے ابو بکر صدیقؓ کی نسبت جو کچھ فرمایا ہے وہ بنظر
استہزاء کے فرمایا ہوگا جیسا کہ احقاق الحق میں لکھا ہے ودالاستہزاء کافی قولہ ذق انک
انت العزیز الکریم، یعنی امام نے ابو بکر کو صدیق بنظر استہزاء اور ٹھٹھے کے فرمایا جیسا کہ خاتم
دوزخیوں کی نسبت بھی عزیز اور کریم فرمایا ہے اور بنظر استہزاء انکی شان میں کہا ہے کہ چلتی تم بڑے عزیز کریم ہو مگر
یہ قول بھی باطل ہے اسلئے کہ الفاظ کو معنی حقیقی سے پھرنے کے لئے کوئی قرینہ چاہیئے ورنہ تفسیر کے باقیوں
الفاظ سے معنی حقیقی مردانہ لینا جائز نہیں ہے پس آپ کریمہ میں وہ قرینہ موجود ہے کہ اوپر
سے ذکر قوم اور عذاب دوزخ کا ہے اور خطاب بھی دوزخیوں سے ہے اور چونکہ دفعی
اول آپ کو بڑا عزیز اور کریم جانتے تھے اس لئے ان سے خطاب کیا گیا کال قال اللہ،
تبارک وتعالیٰ۔ اِنَّ شَجَرَةَ النَّوْمِ طَعَامُ الْاَثِمِ كَالْمُهْلِ يَغْلِي فِي الْبُكْوَنِ كَغَلَى الْحَمِيمِ خَذُّوْكَ
فَاعْتَلُوْهُ اِلَى سَوَابِ الْحَمِيْمِ ثُمَّ هُوَ فَوْقَ رَاسِهِ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيْمِ ذُقْ اِنَّكَ
اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ۔ اور اس روایت کے کسی مقام سے کوئی قرینہ پایا
نہیں جاتا جس سے معلوم ہو کہ امام نے بنظر استہزاء اور ٹھٹھے کے یہ فرمایا ہو اس لئے کہ
اول تو سائل قبو تھا اس کے سامنے استہزاء کرنے کا کیا موقع تھا دوسرے اس نے اپنی
طرف سے کچھ استفسار بہ نسبت حضرت صدیق کے نہ کیا تھا بلکہ اس نے ایک مسئلہ
فقہی پوچھا تھا کہ آیا علیہ سیف کا جائزہ ہے یا نہیں امام نے اس کو جائز فرمایا اور اسکی
سند میں حضرت ابو بکر صدیق کا ذکر کیا جب اس سائل کو تعجب ہوا تو اس کے تعجب دور
کرنے کے لئے حضرت نے کلمہ نعم الصدیق مکرر کہہ کر زبان مبارک سے ارشاد فرمایا تو یہ
محل اور موقع کسی طرح پر استہزاء کرنے کا نہ تھا اور کو فرضنا کہ کلمہ نعم الصدیق بھی بنظر
استہزاء کے ہو لیکن بعد اس کے جو حضرت نے فرمایا کہ من لم یصدقہ ثم یہ کلمہ استہزاء اور،
ٹھٹھے پر کس قرینے سے محمول کیا جائے گا اور اگر بغیر قرینہ بلا قیاس کے ایسے کلمات
طبیات استہزاء اور سخریہ پر محمول کئے جائیں تو ہر ملحد و زندقہ ہر آیت اور حدیث کی
نسبت ایسا ہی کہہ سکتا ہے ما ہو جو ایکم فہو جو ابنا، چوتھا قول جب حضرات نے

دیکھا کہ یہ تاویل بھی نہیں بنتی اور امام کی نسبت استہزا اور سخریہ کے منسوب کرنے سے کام نہیں نکلتا تب اپنے اس معمولی تاویل سے پناہ لی جو سنیوں کے ہر حملہ کے لئے سپر تائی گئی ہے اور جو ناصیبوں کے ہر حربے کے واسطے ڈھال مقرر کی گئی ہے یعنی تقیہ جیسا کہ احقاق الحق میں بر سبیل تنزیل لکھا ہے (ولو للتقیہ عن الرسائل اور مجتہد صاحب نے بھی اخیر بر طعن الرماح میں فرمایا ہے (ولو نزلنا عن ذالک پس معمول بر تقیہ خواہد بود) لیکن اس تاویل کی بھی نینجا آتش نہیں ہے اس لئے کہ الفاظ عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ سائل مؤمنین اور مجاہدین سے تھا ورنہ جب امام نے حضرت ابو بکرؓ کو مدد لینا کہا تو اسے کچھ تعجب نہ ہوتا اور وہ یہ استفسار نہ کرتا کہ آپ بھی ایسا کہتے ہیں سائل کا تعجب کرنا اور امام کا غصہ ہو کہ جواب دینا صاف اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ سائل سنی نہ تھا جس سے ضرورت تقیہ کرنے کی ہوئی اور اگر سائل سنی بھی ہوتا تب بھی امام کا تقیہ کرنا اور سنی سے ڈر کر خلفاء جور کی تعریف کرنا خلاف شان امامت کے تھا اس لئے کہ امام باقرؓ اور امام جعفر صادقؓ علیہما السلام تقیہ سے ممنوع تھے اور ان کو تقیہ کرنا جائز ہی نہ تھا اور جو صحیفہ خدا کے ان پر بھیجا تھا اس میں ان کو علوم منشر کر کے اور مسائل شرعی کو بلا خوف و خطر ظاہر کر کے کی تاکید تھی ان کو خدا نے مطمئن کر دیا تھا اور ان کے حق میں رفاک فی حرز و اماں، فرما دیا تھا پس ایسی حالت میں امام کا ایک سنی سے ڈر جانا اور اس کے خوف سے ایک غاصب بلکہ کافر کو صدیق کہنا اور باوجود اطمینان خدا کے جان و عزت کا اندیشہ کرنا، تعجب کا مقام ہے علاوہ بریں امام کے حالات پر بھی نظر کرنا اور ان کے طور اور طریقے کو بھی دیکھنا چاہیے کہ آیا کہ وہ ہمیشہ سنیوں سے ڈر جاتے تھے اور اصدیوں کے خوف سے جو ٹھہری تعریف صحابہ کی کیا کرتے تھے یا کبھی اپنی امامت کے جلال پر بھی آجاتے تھے اور اپنے شان صدق کوئی کو ظاہر فرماتے تھے اگر یہ ثابت نہ کر کبھی کسی سنی کے مقابلے میں حضرت نے اپنے عقیدے کو ظاہر نہیں کیا اور ہمیشہ ہر ایک سنی نے زبرد تقیہ کو کام فرمایا تو خیر اس حدیث کی نسبت بھی ہم عذر تقیہ کو تسلیم کر سکتے ہیں اور اگر یہ امر ثابت ہو کہ امام نے بڑے بڑے سنیوں کے سامنے، اظہار حق فرمایا ہے اور بلا خوف ان کے جو کچھ دل میں تھا اس کو ظاہر کر دیا ہے تو پھر کیونکر ہم اس حدیث کی نسبت عذر تقیہ کو قبول کریں اب ہم امر دوم کو کتاب شریف سے ثابت کر دیتے ہیں۔

کہ (وزیران حضرت امام محمد باقر و امام جعفر صادق علیہما السلام کہ او خیزان بنی امیہ و اول دولت بنی عباس بود از ان دو بزرگواران قدر از مسائل حلال و حرام و علم تفسیر و کلام و قصص انبیاء و سیر و تواریخ ملوک عرب و عجم و غیر انہا از غرائب علوم منتشر گردید کہ عالم را فرا گرفت و محدثان شیعه در اطراف عالم منتشر گردید و پیوستہ در مناظرات و مباحثات علماء بر جمیع فرق غالب بودند و چار ہزار کس از علماء مشہور از حضرت صادق روایت کرده اند و چہار صد اصل در میان شیعه بہر سید کہ اصحاب باقر و صادق و کاظم علیہم السلام روایت کرده بودند رالی قولہ) و بہ طریق معتبرہ منقولست کہ قتادہ بصری کہ از مفسرین مشہورہ عامہ است بخدمت حضرت امام محمد باقر علیہ السلام آمد حضرت فرمود تولی فقیہ اہل بصرہ گفت بلی حضرت فرمود وای بر تو ای قتادہ حق تعالی خلق آفریدہ است کہ ایشان را مجتہد خود گردانیدہ است بر خلق خود پس ایشان میںہای زمین اند و خازنان علم الہی اند پس قتادہ مدتے ساکت شد کہ یارای سخن گفتن نداشت پس گفت بخدا سوگند کہ در پیش فقہاء و خلفا و پادشاہان ابن عباس نشستم و دل من نزد ایشان مضطرب نشدہ چنانچہ نزد تو مضطرب شدہ است حضرت فرمود میدانے کہ کجائی در پیش خانہ نشستم کہ حق تعالی در شان ایشان فرمودہ است کہ فی بیوت اذان اللہ ان ترفع و تذکر فیہا لمنہ) قتادہ گفت راست گفتی پس جب کہ بڑے بڑے مفسرین اور مشہور فقہا اور نامی علما کے مقابلے میں امام تقیہ نہ کریں اور ان کو برا بھلا کہیں

سے بنامیہ کے آنوی زیاد اور بنو عباس کے ابتدائی مہدی میں امام محمد باقر امام جعفر صادق موجود تھے اور ان دونوں بزرگی نے مسائل سوال و کلام علم تفسیر و کلام قصص انبیاء و سیر و تواریخ ملوک عرب و عجم اور دوسرے نامد علوم مستقر عالم و مشہور کے کہ دنیا کو اہل کدیا اور شیوہ محدثین پوری دنیا میں پھیل گئے اور تمام فرقوں کے علماء سے مباحثوں اور مناظروں میں غالب رہے پلہ پلہ مشہور علما نے جعفر صادق سے حدیث کی اور چار سو شیعوں نے امام باقر و صادق و کاظم سے روایت کی اور معتبر طریقے سے منقول ہے کہ مشہور عام مفسر قتادہ بصری حضرت امام محمد باقر کے پاس آئے آپ نے پوچھا کہ کیا تم یہاں بصرہ کے فقیہ ہو؟ جواب دیا جی ہاں تو امام نے کہا افسوس اے قتادہ اللہ نے مخلوق پیدا کر کے انہیں اپنی حجت بنایا لیکن ہم زمین کی مینہیں اور زمین علم نہیں ہیں اس پر قتادہ نے تمہوڈیرا مطرح خاموش رہا کہ نہیں بات کرنے کا طاقت نہ تھی کہ قسم بخدا میں نے فقہاء و علما و شاہان ابن عباس کے سامنے پشت کی لیکن ان کے پاس میری بات مضطرب و چین نہیں ہوا جتنا آپ کے پاس میں پر امام نے فرمایا جانتے ہو تم کہاں ہو؟ اس گھوٹے بیٹھے ہو جسکی بات اللہ نے کہا ہے میں گھوڑوں کو بند کر اور اس میں اللہ کا نام لویہ سن کر قتادہ نے کہا آپ سچ فرماتے ہیں۔

اور واسطے برتو اور مثل اس کے ساتھ کلمات عتاب کے فرمانے میں کچھ تامل نہ فرماویں اور ان کے شاگردوں اور حاضر بارش بڑی بڑی مجلسوں میں سنیوں سے مباحثہ کریں اور ان کو پہلویں اور ہزاروں عالم اور سینکڑوں فقیہان سے تعلیم پادیں تو کیونکر ہم اس امر کو مانیں کہ ایسے بزرگ امام جن کی مجلس میں آنے سے بڑے بڑے عالموں کے بدن میں لرزہ پڑ جائیں اور صورت دیکھنے سے انکا دل کانپنے لگے ایک سنی کے سامنے آنے سے ڈر جاویں اور خلفاء جو رکی ایسی بڑی تعریف کرنے لگیں کیا وہ سائل جس نے علیہ سیف کا سوال کیا تھا قتادہ بھری سے بھی بڑھ کر تھا یا کوئی لشکر اور فوج لے کر امام سے مشرک پوچھنے آیا تھا کہ امام قتادہ سے تو نہ ڈرے اور اس پر تو عتاب کیا اور سائل سے ڈر کر ابو بکر کو صدیق صدیق کہنے لگے ہمارے نزدیک تو اگر کوئی بادشاہ اور امیر بھی آتا تب بھی امام کلمہ حق کہنے سے درگزر نہ فرماتے اور جو کچھ ان کے دل میں ہوتا اس کے خلاف ہرگز کچھ بھی زبان سے نہ نکالتے اور یہ صرف ہمارا خیال ہی خیال نہیں ہے بلکہ اس کا ثبوت شیعوں کی کتابوں سے ہوتا ہے چنانچہ ملا باقر مجلسی حق الیقین میں لکھتے ہیں کہ درود روایت دیگر معتبر دار و شہد است کہ در سالیکہ ہشام بن عبد الملک گج رفتہ بود در مسجد الحرام دید کہ مردم نزد حضرت امام محمد باقر ہجوم آورده اند و از امور دین خود سوال کنند عکرمہ شاگرد ابن عباس از ہشام پرسید کہ کیست این کہ نور علم از جبین او ساطع مست میروم کہ اورا نخل گنم چون نزدیک حضرت آمد و ایستاد لرزہ براندام افاقتا و مضطرب شد و گفت یا ابن رسول اللہ من در مجالس بسیار نزد ابن عباس و دیگران نشستہ ام این حالت مرا عارض نشدہ حضرت ہماں جواب را فرمود پس معلوم شد کہ در معجزات امام و شواہد امامت آنست کہ حق تعالی محبت ایشان را در دل دوستاں و مہابت ایشان،

۱۔ ایک معتبر روایت ہے کہ جس سال ہشام بن عبد الملک حج کے لئے گیا تو اس نے وہاں مسجد حرام میں دیکھا کہ امام محمد باقر کے پاس لوگوں کا ہجوم ہے اور اپنے ذہبی اسد کی بابتہ سواکت کر رہے ہیں۔ ابن عباس کے بیکہ شاگرد عکرمہ نے ہشام سے پوچھا، یہ کون ہے کہ نور علم اس کی پیشانی سے نکلتا ہے میں جاتا ہوں اور اسکو شرمسار کرتا ہوں لیکن عکرمہ جب نام کے پاس آیا تو کانپنے لگا اور بے چین ہو کر کہا۔ اے رسول میں نے اکثر مجالس میں ابن عباس و عیرو کے پاس نشست کی لیکن میری کبھی یہ حالت نہیں ہوئی۔ اس پر امام نے وہی جواب دیا جو قتادہ کو دیا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ معجزات امام اور شواہد امامت یہ ہیں کہ اللہ انہوں کی محبت و دوستوں کے دلوں میں پیدا کرتا اور دشمنوں کے دلوں میں ان کا رعب ڈالتا ہے۔ ۲۔ میں جو جواب قتادہ کو دیا تھا۔

رادولہای دشمنان می انگند، پس جب کہ ہشان ابن عبدالملک سے ظالم بادشاہ کے موجود ہونے پر امام کا رعب دشمن پر ہو جاوے اور امام کے خوف سے ان کے بدن پر لرزہ آجاوے تو تعجب ہے کہ پھر امام ایک سنی کے رعب میں آجاویں اور ادنیٰ آدمی سے ڈر جائیں میں ہر خلیفہ غور کرتا ہوں اور بہت سوچتا ہوں لیکن حضرات شیعہ رحمہم اللہ کی باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں اور امامت کی حقیقت تو فرشتے اور انبیاء بھی نہیں سمجھے تو وہ میں کیا سمجھ سکتا ہوں لیکن اس کے ظاہری شواہد بھی میرے ذہن میں نہیں آتے کہ کبھی تو حضرات شیعہ اماموں کو ایسا شجاع اور ذی رعب بنا دیتے ہیں کہ بادشاہوں اور ظالموں کو بھی مجال گفتگو کی ان کے سامنے نہ تھی اور عالموں اور فقیہوں کو بھی جبرأت بات کرنے کی ان سے نہ ہوتی تھی سب کو برا بھلا کہتے تھے اور لوگ چپ سنا کرتے تھے اور سوائے درست اور بجا کے امام کے سامنے کسی کی زبان سے کوئی لفظ نہ نکلتا تھا اور کبھی حضرات شیعہ اماموں کو ایسا خوف زدہ اور جبان و نحوذ باللہ منہ بنا دیتے ہیں کہ وہ ایک ادنیٰ آدمی سے ڈر جاتے تھے اور اگر ان کی مجلس میں ایک سنی بھی آجاتا تھا تو وہ چپ ہو جاتے تھے اور اس کا ایسا رعب ان پر چھا جاتا تھا کہ ایک بلت بھی ایسی کہ جو اس سنی کے عقیدے کے خلاف ہوتی تھی نہ فرماتے تھے حقیقت میں یہ سب تہمتیں شیعوں کے اماموں پر ہیں وہ تو نبی زادے اور رسول کے جان و جگر تھے ان کی رگ رگ میں ان کے جد کی عادات اور اخلاق کا اثر تھا ان کی بات بات میں ان کے نانا کے کلام کا جلوہ ظاہر ہوتا تھا جس طرح ان کا ظاہری جمال نمونہ پیغمبر صاحب کے حسن کا تھا اسی طرح ان کے باطنی کمال سے کمالات نبوی کا ظہور ہوتا تھا ان کا دل ان کی زبان حضرت پیغمبر خدا علیہ التحیہ والتنا کے مانند کیساں تھی نفاق اور جھوٹ اور حیلہ اور تقیہ ان کے کمالات کے حق میں ایک سخت عیب تھا کیونکہ خدا ایسے لوگوں کو جو برابر نور کے پتلے تھے ایسی کثافتوں سے پاک نہ رکھتا۔ اور کس لئے ان پاک اماموں کو جو سرا پا طہارت کی صورت تھے ایسی نجاستوں سے دور نہ رکھتا۔ اے حضرات شیعہ جن کی شان میں آریہ طہر نازل ہوئی ہو جن کی پاکی پر پاکی نے قسم کھائی ہو جن کی صداقت پر صدق کو ناز ہو جن کی صورت اور سیرت پیغمبر کیسی ہو جن کی کہوارہ جنبانی جبرئیل کے تعلق ہو جن کی زیارت کو ملائکہ عرض بریں آتے ہوں جن کے قول و فعل پر دین و مذہب کا مدار ہوا نہیں پر تم ایسی تہمتیں کرو اور خوف اور جھوٹ اور حیلے کو ان پاک،

اماموں کی طرف نسبت کر دوائے بجا شیوکیا محبت کے یہی معنی میں جو تم رکھتے ہو اگر امامت کی یہی شان ہے تو مسلمانوں کا کیا ذکر ہے گبر و ترسا بھی نفرت کریں گے اور ایسی باتوں کو سن کر سب الاماں الاماں پکاریں گے اگر تم کو یہ شبہ ہو کہ ہمارے علماء اور محدثین نے ایسی روایتوں کو لکھا ہے اور گروہ نے فقہاء کے اس کو نقل کیا ہے تو یہ شبہ ذرا سے غور سے رفع ہو سکتا ہے یعنی تم ان لوگوں کے حالات پر غور کرو جو راوی تمہارے یہاں کی روایتوں کے ہیں اور مدار تمہارے مذہب کی احادیث کا ہے کہ وہ سب کے سب جھوٹے تھے اور امام ان پر لعنت کیا کرتے تھے کہ اس کو ہم تمہاری ہی کتابوں سے اپنے موقع پر آئندہ ثابت کریں گے تب تم کو معلوم ہو گا کہ امام کا ظاہر باطن ایک تھا جو ان کے دل میں ہوتا تھا وہی زبان سے ارشاد فرماتے تھے اگر تم ہمارے کہنے کو غلط سمجھو تو اپنے ہی علماء کے اقوال پر نظر کرو کہ انہوں نے ائمہ کرام کی طرف سے ایسا ہی لکھا ہے اور خود ائمہ کی حدیث کو لکھ کر اس بات کو صاف کر دیا ہے چنانچہ محدثین شیوہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی حدیث میں لکھتے ہیں کہ امام علیہ السلام نے فرمایا ہے (لا تذکر واسرنا بخلاف علانیتنا ولا، علانیتنا بخلاف سرنا جسکم ان تقولوا ما نقول وتصمتوا عما نصمت انہ) کہ ہمارا ظاہر و باطن ایک ہے ہمارے باطن کو برخلاف ہمارے ظاہر کے ہرگز نہ کہو اور نہ ہمارے ظاہر کو مخالف باطن کے کہو یہی تمہارے واسطے کافی ہے کہ جو ہم کہتے ہیں وہی تم بھی کہو اور جس سے ہم چپ رہتے ہیں اس سے تم بھی خاموش رہو پس اسے حضرت شیوہ اگر حقیقت میں تمہام کے حکم پر عمل کرتے ہو اور ان کے کھنڈے پر چلتے ہو تو ان کے قول کو سنو اور اس پر عمل کرو جیسا انہوں نے حضرت ابو بکر کو صدیق کہا ویسا ہی تم بھی چپ چاپ ان کو صدیق صدیق کہو اور سوائے اس کے وہ بات جس سے امام نے سکوت فرمایا تم بھی اس سے خاموش رہو۔ پانچواں قول بعض حضرات شیوہ یہ فرماتے ہیں کہ امام علیہ السلام ابو بکر کو کس طرح صدیق کہتے اس لئے کہ یہ لقب خاص جناب امیر علیہ السلام کا ہے کہ خود حضرت امیر نے فرمایا ہے (انا الصدیق الاکبر لا یقول بعدی الا کذاب) کہ میں صدیق اکبر ہوں جو کوئی بعد میرے اس لقب کو اپنی نسبت کے گا وہ جھوٹا ہے لیکن یہ فرمانا بھی حضرات کا ان کے لئے چند دلیلوں سے مفید نہیں۔

(پہلی دلیل) حضرت امیر کے اس قول سے خود ان کا جواب ظاہر ہے اس لئے کہ

حضرت نے یہ فرمایا کہ بعد میرے کوئی شخص صدیق نہ ہوگا اور جو کوئی اس کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے اور یہ فرمانا دلالت اس پر کرتا ہے کہ حضرت امیر کے پہلے کوئی صدیق گزارا ہے اور وہ کون ہیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(دوسری دلیل) اگر کوئی شیعوں کو کہے کہ سوائے حضرت علی کے اس سے پہلے بھی کوئی صدیق نہیں ہوا تو اس کا جواب ہم انہیں کی کتابوں سے دے سکتے ہیں وہ یہ ہے کہ عیون اخبار الرضا وغیرہ کتب حدیث میں ان کے موجود ہے کہ (ابو ذر صدیق بذالامتہ) ترجمہ۔ ابو ذر اس امت کے صدیق ہیں پس جب ابو ذر کی نسبت لفظ صدیق کا مذکور ہے تو تخصیص من تصویب باقی نہ رہی (تیسری دلیل) یہ امر قابل دیکھنے کے ہے کہ آیا حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی سے پہلے بلقب صدیق کے بین اصحاب مشہور تھے یا نہیں اور لوگ حضرت امیر کے سامنے بلکہ پیغمبر خدا کے روبرو انکو صدیق کہتے تھے یا نہیں چنانچہ بلفظ اس کا ثبوت خود شیعوں کی کتابوں سے ہوتا ہے چنانچہ ایک عالم شیعہ منہج المقال میں فضیل سے روایت کرتا ہے کہ (قال سمعت ابا داؤد یقول حدیثی بریدۃ الاسلمی قال سمعت رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول ان الجنة مشاق الی ثلاثہ فجاء ابو بکر نقیل لہ یا ابا بکر انت الصدیق وانت ثانی اثین اذہما فی القارظو سالت رسول اللہ من ہولاً الثلثہ) کہ بریدۃ اسلمی روایت کرتے ہیں کہ میں نے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ حضرت نے فرمایا کہ جنت میں آدمیوں کی مشاق ہے کہ اس میں ابو بکر آئے لوگوں نے ان سے کہا کہ لے ابو بکر تم صدیق ہو اور تم ثانی اثین اذہما فی القارظو تم پوچھو حضرت سے کہ وہ تم کون ہیں فقط پس یہ روایت اس امر کے ثبوت کے لئے کافی ہے کہ پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والتنا کے زمانے میں سب اصحاب حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صدیق جانتے تھے اور اسی خطاب سے ان کو یاد کیا کرتے تھے گویا صدیق اور ثانی اثین اذہما فی القارظو کا خطاب اور لقب ہو گیا تھا۔ اگر کسی شیعوں کو ان روایت سے بھی سیری نہ ہو دے اور وہ اس روایت کی تائید امام کے دوسرے قول سے چاہیں اور یہ پوچھیں کہ سوائے اس روایت نعم الصدیق کے اور بھی کبھی کسی امام نے ابو بکر کو صدیق کہا ہے تو اس کا بھی ہم ثبوت دے سکتے ہیں اور جب تک کہ اچھی طرح پڑھتے شیعوں کو اطمینان نہ ہو جائے ہم ان کی تسکین اور تسلی کے واسطے روایت انہیں کی کتابوں سے لانے سے باز نہیں رہتے چنانچہ ہم اس کا ثبوت دیتے ہیں کہ اسی کتاب کشف الغمہ میں امام

جعفر صادق علیہ السلام کی ایک دوسری حدیث موجود ہے جس میں حضرت ابو بکر صدیق کے نام کے ساتھ امام نے صدیق کا لفظ فرمایا ہے اور وہ یہ ہے کہ امام فرماتے ہیں (و لکن ابو بکر صدیق مرتین؟) اور طرفہ یہ ہے کہ قاضی نور اللہ شوستری نے اگرچہ پہلی حدیث کے موجود ہونے سے کشف الغمہ میں انکار کیا تھا لیکن اس حدیث کے موجود ہونے پر سکوت ہی فرمایا اور کچھ زبان مبارک سے نہ نکالا اور حقیقت میں کہاں تک تکذیب کرتے ادا آفتاب پر کہاں تک خاک ڈالتے آخر انکار کرتے کرتے تھک گئے اور سکوت اختیار کیا۔ اگر اس روایت کے بعد بھی کچھ تشکیکی باقی رہے تو حضرات شیعوہ کو لازم ہے کہ خود جناب امیر علیہ السلام کے اقوال پر نظر کریں۔ اور ان کی زبان سے حضرت ابو بکر کی نسبت خطاب صدیق کا سنیں احتجاج طبرسی میں علامہ طبرسی سے جو کہ معتدین علما شیعوہ سے ہیں لکھتے ہیں کہ حضرت امیر فرماتے ہیں کہ (کنا معاے مع النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی جبل حراء اذ تحرك الجبل فقال له قرفانہ لبس علیک الانبی و صدیق و شہید) کہ ہم پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جبل حراء پر تھے کہ یکایک پہاڑ نے حرکت کی تب پیغمبر خدا نے فرمایا کہ اقرار کیڑ کوئی نہیں ہے تجھ پر سوائے نبی اور صدیق اور شہید کے اور دیکھنے کتب شیعوہ سے ظاہر ہے کہ اس وقت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ابو بکر صدیق اور علی مرتضیٰ تھے پس حضرت نے اپنی ذات کے لئے نبی اور حضرت ابو بکر کی نسبت صدیق اور حضرت علی کے حق میں شہید فرمایا اگر کوئی متعصب شیعوہ کہے کہ امام کے اقوال سے اگرچہ حضرت ابو بکر کی نسبت لفظ صدیق کا معلوم ہوتا ہے لیکن اس میں خیالات استہزاء اور تعیہ وغیرہ کے ہیں اس لئے ان سے خاطر خواہ اطمینان نہیں ہوتا۔ اگر خدا کی کتاب سے ان کی نسبت اس خطاب کا ہونا ثابت کر دیا جائے تو پھر کچھ شبہ نہ رہے چنانچہ ہم ایسے متعصب سخت کی بھی خاطر شکنی گوارا نہیں کرتے اور اس کے (لیطین قلبی) تاکہ میرے دل کو اطمینان ہو جائے کہ کہنے پر اسکا ثبوت خدا کی کتاب سے بہ تصدیق مفسرین شیعوہ کے پیش کرتے ہیں واضح ہو کہ تفسیر مجمع البیان طبرسی میں جو نہایت معتبرین تفسیر شیعوہ سے ہے۔ لکھا ہے کہ (قال اللہ تبارک و تعالیٰ والذی جاء بالصدق وصدق به اولئک ہم المتقون) جو شخص آیا ساتھ صدق کے اور جس نے تصدیق کی اس کی وہ ہی مستحق ہیں اس کی تفسیر میں علامہ موصوف لکھتا ہے کہ (قبل الذی جاء بالصدق رسول اللہ وصدق ابو بکر من ابے العامیۃ والکلینی) کہ جو شخص

آیا ساتھ صدق کے اس سے جزا و رسول خدا میں اور جس نے تصدیق کی ان کی اس سے مراد ابو بکر ہیں فقط اور جس نے پیغمبر خدا کی پیچے دل سے سب سے زیادہ تصدیق کی ہو اس کا لقب صدیق ہے پس بفضلہ تعالیٰ خدا کی کتاب سے بھی ابو بکر صدیق کا صدیق ہونا ثابت ہونا ثابت ہو گیا (والحمد للہ علیٰ والک) اب بھی اگر حضرات شیعہ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صدیق نہ جانیں اور باوجود موجود ہونے ثبوت ان کی صدیقیت کے خدا کی کتاب اور رسول کے کلام اور امام کے اقوال سے ان کی صدیقیت کی تصدیق نہ کریں اور خدا کی کتاب اور رسول اور ائمہ کے روگردانی کریں تو اب سوائے اس کے کہ ہم بھی ان کی نسبت وہی کہیں جو امام نے فرمایا ہے کیا چارہ ہے اس لئے ہم اول تو نہایت منت اور عاجزی سے حضرات شیعہ کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ اسے بھائیو ابو بکر صدیق کو صدیق سمجھو ان کو پیغمبر صاحب کا دوست اور ثانی اثین اذہمافی الغلہ جانو جس لقب سے ان کو ائمہ کرام علیہم السلام نے یاد کیا ہے اسی لقب سے تم بھی یاد کرو اگر اس پر بھی وہ کچھ نہ سینیں اور ان کو صدیق نہ کہیں تو ہم پھر امام کی وعید کو انہیں سنائے دیتے ہیں اور ان کو رسوائی دنیا و آخرت سے ڈرائے دیتے ہیں کہ ہزار برس پہلے سے امام فرما چکے ہیں کہ

(من لم یصدقہ فلا صدق اللہ قولہ فی الدنیا والآخرۃ)

نویں شہادت بیان حضرت عمرؓ کے نکاح کا ساتھ جناب ام کلثومؓ کے

یہ بات از روئے کتب معتبرہ شیوا اور اہل سنت کے ثابت ہے کہ حضرت عمرؓ کا نکاح ساتھ ام کلثومؓ کے ہوا جو کہ خاص بیٹی حضرت فاطمہ علیہا السلام کی تھیں اس امر کے ثبوت سے چند فائدے ظاہر ہوتے ہیں۔

اول، اس نکاح سے یہ امر ظاہر ہوتا ہے کہ باہم حضرت علیؓ اور حضرت عمرؓ فاروق کے کچھ علاوت نہ تھی بلکہ نہایت ہی دوستی تھی اگر دوستی نہ ہوتی تو حضرت علیؓ اپنی بیٹی کا وہ بھی وہ بیٹی جو کہ خاص حضرت فاطمہ کے بطن سے تھیں نکاح حضرت عمرؓ کے ساتھ نہ کرتے اور دشمن کو اپنے خاندان میں نہ لیتے۔

دوسرے، اس امر سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کا فریاد منافق یا مرتد نہ تھے ورنہ حضرت علیؓ مرتضیٰ شیر خدا غالب علی کل غالب مطلوب کل طالب مظہر العجائب

و انہیں اپنی ایسی پیاری بیٹی کا نکاح ان کے ساتھ نہ کرتے اور اگر ان کے ایمان اور
اگر ان کے ایمان اور عبادت اور زہد اور پرہیزگاری پر اطمینان کامل حضرت امیر کو
نہ ہوتا تو وہ کبھی ان کو اپنا داماد نہ بناتے۔

تیسرے) اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے کبھی کسی قسم کا رنج اور صدمہ
جناب امیر کو یا حضرت فاطمہ کو دیا ہوتا تو اس نکاح کا ہونا کیسے جائز رکھتے بہر حال
یہ امر اخلاص اور اتحاد اور محبت پر باہم جناب امیر اور حضرت عمرؓ کے ایسا شاید عادل
ہے کہ کسی طرح پر بعد ثبوت اس امر کے شیعوں کی زبان پر عداوت کا نام نہیں آسکتا اور باوجود
ہزار سعی باطل کے کوئی عذر و حیلہ ان کا اس معاملے میں پیش نہیں جاتا کسی معاملے
میں ایسے دن اور دن بھی نہیں ہوتے جیسے کہ اس معاملے میں ہوئے ہیں حقیقت میں یہ بحث
لائق غور سے دیکھنے کے ہے کہ حضرات شیعوں نے عبداللہ بن سبک کے زمانے سے لے کر،
جناب قبلہ و کعبہ کے وقت تک اس معاملے میں کیا کیا رنگ بدلے ہیں اور کیسی تو جہہات
لاطائل کی ہیں کسی نے اس نکاح کے ہونے ہی سے انکار کیا ہے کوئی ام کلثوم کے بنت مرتضیٰ
ہونے ہی کا منکر ہوا ہے کسی نے نکاح پر غضب کا اطلاق فرمایا ہے کوئی بعد نکاح کے ہم بستر
ہونے سے ساتھ حضرت عمرؓ کے منکر ہوا ہے کوئی کہتا ہے کہ جزیہ شکل حضرات ام کلثوم
کے حضرت عمرؓ کے پاس آئی تھی اور وہ ہم خواب ہوتی تھی کسی نے اس کو جناب امیر کے
اعلیٰ درجے کے صبر کا نتیجہ کہا ہے کسی نے اس کو تقیہ پر ٹالا ہے بہر حال ہر شخص کا جدا گزارہ
اور ہر متنفس کا نیا فسانہ ہے جس کے سننے سے فقط ایک ہمیں موحیرت نہیں بلکہ ان کی
نغمہ سرائی اور ترانہ سنجی کو سن کر ایک عالم اپنے قابو سے نکلا جاتا ہے اور وجد میں آ کر
مرحبا اور احسنت پڑتا ہے شعر

اک ہم ہی تیری پال سے پتے نہیں مں پامال کیک بھی تو ہوئے کوہ سار میں

اب میں علماء شیعوں کے اقوال مختلفہ کو بیان کرتا ہوں

(پہلا قول) بعض متعصب شیعوں نے اس نکاح کے ہونے ہی سے انکار کیا ہے

اور اس روایت کو بے اصل محض کہہ کر اپنا دامن چھوڑا یا ہے جیسا کہ مجتہد صاحب
قبلہ و کعبہ اپنے ایک رسالے میں لکھتے ہیں (دانتساب تزوج حضرت ام کلثوم باہن

سہ عمر بن خطاب سے ام کلثوم بنت قاطمہ الزحر کے عقد ہونے کا ثبوت ہمدست نہیں ہوا اور امام معمر بن القاسم

الخطاب یہ ثبوت زریعہ مثل سید المرتضیٰ کہ قریب العہد زماں ائمہ معصومین بود وغیر ایشاں انکار بلوغ ازاں نمودہ اند، لیکن یہ دعویٰ مجتہد صاحب کا چند دلائل سے غلط معلوم ہوتا ہے پہلی دلیل (جناب قبلہ و کعبہ کا یہ ارشاد و فرمانا کہ جناب سید مرتضیٰ نے جو کہ ائمہ کے زمانے سے قریب تھے نکاح کے ہونے سے انکار کیا ہے صحیح نہیں ہے اس لئے کہ سید مرتضیٰ دو ہیں ایک ابو القاسم ثمانینی برادر رضی دوسرا سید مرتضیٰ رازی صاحب تبصرۃ العوام پہلے سید صاحب تو قدمائے متکلمین اور فقہاء شیعوں سے ہیں اور موافق تحریر شہید ثالث کے جو مجالس المؤمنین میں کی ہے ۲۵۵ ہجری میں پیدا ہوئے اور دوسرے میر صاحب ان سے بہت پیچھے ہوئے ہیں پس وہ سید مرتضیٰ جنکی نسبت مجتہد صاحب فرماتے ہیں کہ قریب العہد از زماں معصومین بود) منکر روایت نکاح نہیں ہیں اور ان کی تالیفات مثل شافی اور تنزیہ الانبیاء والائمہ اس پر شاہد ہیں معلوم نہیں کہ ان کی طرف انکار روایت نکاح کو مجتہد صاحب نے کیوں کر منسوب فرمایا اور اگر دوسرے سید مرتضیٰ مراد ہیں اور شاید انہوں نے انکار کیا ہو تو ان کی نسبت مضمون اس فقرے کا کہ قریب العہد از زماں معصومین بود صحیح نہیں ہوتا۔

اب ہم ان سید مرتضیٰ کی تالیفات کو جو کہ زمانہ معصومین کے قریب تھے مجتہد کے قول کی تکذیب کے لئے پیش کرتے ہیں واضح ہو کہ سید صاحب موصوف نے دو کتابوں میں اس کا ذکر کیا ہے ایک کتاب شافی میں مفصلاً دوسرے تنزیہ الانبیاء والائمہ میں مجملاً چنانچہ ہم زبہ اثنا عشریہ سے جو جواب تحفہ کا ہے ان کے قول کو نقل کرتے ہیں (سید مرتضیٰ علم الہدیٰ در کتاب تنزیہ الانبیاء میں فرماید فاما انکاح فقد ذکرنا فی کتاب شافی الجواب عن ہذا الباب مشروحاً و مدیانہ علیہ السلام ما اجاب عمرالی نکاح ابنتہ الابدقوعد و تہود و مراجعتہ و منازعہ و کلام طویل ماثور اشفق موع من سوء الحال و ظہور الایزال یخفیاً یعنی نکاح عمر کا ساتھ ام کلثوم کے جسکو اہل سنت عمر کی فضیلت میں شمار کرتے ہیں، جواب ہم نے اپنی کتاب شافی میں بہ تفصیل دیا ہے اور وہاں ہم نے بیان کیا ہے کہ حضرت امیر نے عقد اپنی بیٹی کا عمر کے ساتھ بطیب خاطر قبول نہیں فرمایا بلکہ یہ عقد بعد اس کے ہوا ہے کہ عمر نے بار بار حضرت امیر سے درخواست کی اور نوبت منازعت اور تخویف و تہدید کی پہنچی جب حضرت امیر نے دیکھا کہ کار دین بطلت فاش ہوتا ہے اور دامن تقیہ ہاتھ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۸۴ کے زائد سے قریب جناب سید مرتضیٰ نے اس نکاح کے وجود سے قطعی انکار کیا ہے

سے نکلا جاتا ہے اور حضرت عباس نے بھی خیال قتلہ و فساد کے سمجھا یا تب بلا رضا اور بغیر اختیار کے جناب امیر نے یہ نکاح کر دیا فقط اس تحریر کو سید مرتضیٰ کی کوئی شخص جناب قبلہ و کعبہ کی تحریر سے ملاوے اور اس فقرے کو کہ مثل جناب سید المرتضیٰ کہ تریب العہد از زماں ائمہ معصومین بود انکار بلیغ از ماں نمودہ تنزیہ لانا بیباک کی عبارت سے مذکور سے مقابل کر کے جناب اجتہاد مآب کی صداقت کی داد دے۔ اگر کوئی شخص اس تحریر پر بھی مجتہد صاحب کی صداقت میں شبہ نہ کرے تو خود ان کے والد ماجد کی زبان سے ان کی تکذیب ہم ثابت کرتے ہیں جناب مولوی سید ولد ار علی صاحب قبلہ مواعظ حسینیہ میں فرماتے ہیں کہ سید مرتضیٰ نے فرمایا ہے کہ تزویج ام کلثوم حضرت امیر کے اختیار سے نہیں ہوئی اور بہت سی احادیث انہوں نے اس قول کے ثبوت میں بیان کی ہیں اور جب کہ با اختیار حضرت امیر کے نکاح کا ہونا ثابت نہیں ہوا تو پھر عمل اشکال باقی نہ رہا چنانچہ محصل کلام مواعظ حسینیہ کا لکنا نقل فی ازالہ الغمضین یہ ہے (سید مرتضیٰ کفرتہ است کہ تزویج ام کلثوم با اختیار حضرت امیر واقع نشد و احادیث سے بسیار موید قول خود ذکر کر وہ دوسرے گانا اختیار حضرت امیر واقع نشد و عمل اشکال نیست) پس ان تحریرات سے صاف ظاہر ہے کہ بیچارہ سید مرتضیٰ حضرت عمر کے نکاح کا منکر نہیں ہے بلکہ اس کا ہونا قطعی اور یقینی جانتا ہے ہاں اس کا ہونا بخوشی خاطر جناب امیر کے اور برضا مندی ان کے بیان نہیں کرتا اور یہ امر آخر ہے اور انکار وقوع اصل واقعہ سے دوسرا امر ہے مگر قربان صداقت پر جناب قبلہ و کعبہ کی کہ ایسے دعویٰ کے کرنے میں جس کا غلط ہونا محتاج بہ بیان نہیں ہے بایں تقدس و اجتہاد کچھ لحاظ وہ خیال نہ فرمایا۔ غرض کہ یہ قول مجتہد صاحب کا کہ سید مرتضیٰ نے وقوع نکاح سے انکار کیا ہے خود سید مرتضیٰ کی تحریر سے اور خود ان کے والد ماجد کی تقریر سے غلط ٹھہرا لیکن یہ قول ان کا کہ سوائے ان کے اوروں نے بھی انکار کیا ہے کسی قدر صحیح ہے چنانچہ مجدد منکرین اس قصے کے اگلے علماء شیعوں میں سے ایک قطب الاقطاب راوندی مولف خراج و جراح ہیں کہ انہوں نے دعویٰ کیا ہے کہ اس نکاح کا ہونا پایہ ثبوت کو نہیں پہنچا چنانچہ ان کے

تصاویر معصومین کے زمانہ کے قریب تھا۔ نہ سید مرتضیٰ علم الہدیٰ کا بیان ہے کہ حضرت ام کلثوم کا نکاح حضرت علی کی رضامندی سے نہیں ہوا پھر اپنے بیان کی تائید میں اگر احادیث کھیں ہے اور جبکہ حضرت علی کی رضامندی نکاح نہیں ہوا تو اب کوئی دقت

ہی باقی نہیں رہتی

قول کو جناب مجتہد صاحب قبلہ نے کتاب مواظعہ حسنیہ میں نقل کیا ہے اور ترجمہ اس کا یہ ہے جسکو ہم ازالتہ الغین سے نقل کرتے ہیں۔ کہ گفت عرض نمودم بخدمت حضرت صادق علیہ السلام کو مخالفین برماجت می ازندومی گویند کہ چرا علی دختر خود را بخلیفہ ثانی طولیس حضرت صلوات اللہ علیہ کہ تکیہ کردہ نشستہ بودند درست نشستہ فرمودند کہ آیا چنین حرفها سے گویند بدرستیکہ تو سے چنین زعم می کنند لایبتدون سواء السبیل، لیکن یہ دعوی قطب الاقطاب صاحب کاسر اسر باطل ہے اور بروایات ائمہ کرام نکاح کا ہونا ثابت ہے چنانچہ ہم اس کو ان کے کتب احادیث اور فقہ اور کلام سے ثابت کرتے ہیں۔

ثبوت نکاح حضرت ام کلثوم کا ساتھ حضرت عمر فاروق کے

(پہلا ثبوت) قاضی نور اللہ شوسترسی نے مجالس المؤمنین میں اس نکاح کا اقرار کیا ہے اور ان لفظوں سے اس کی صحت کو ظاہر فرمایا ہے (اگر نبیؐ دختر بہ عثمان داد ولی دختر بہ عمر فرستاد)

(دوسرا ثبوت) شراعی جو مشہور کتب فقہ شیعہ سے ہے اس کا شارح ابوالقاسم قمی شرح شراعی میں جس کا نام مسالک ہے صاحب شراعی کے اس قول کے نیچے کر بخوبی نکاح العربیۃ بالعجمی والہاشمیۃ غیر الہاشمی وبالعکس، فرماتا ہے (زوج علی بنتہ ام کلثوم من عمر) کہ نکاح کیا علی نے اپنی بیٹی ام کلثوم کا ساتھ عمر کے۔

(تیسرا ثبوت) ابوالحسن علی بن اسماعیل شعبی اشاعشری جس کی نسبت امام اعظم امامیہ کے خلاصۃ الاقوال میں فرماتے ہیں کہ وہی پہلا شخص ہے جس نے موافق قاعدہ علی کلام کے مذہب اہل بیت کے اثبات میں گفتگو کی ہے وہ بھی اس نکاح کے ہونے کا مقرر ہے چنانچہ اس کے اس قول کو قاضی نور اللہ شوسترسی نے مجالس المؤمنین میں نقل کیا ہے اور ہم ازالتہ الغین سے اس کو نقل کرتے ہیں (اور از چند امر یہ سیدند کہ ازل جملہ مقدمہ

نے میں حضرت جعفر صادقؑ سے عرض کیا کہ نبیؐ ہمیر حجت لاتے اور کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے اپنی بیٹی خلیفہ ثانی کو کیوں دیا، تو علیؑ نے جو کہ تکیہ لگائے ہوئے تھے سیدھے بیٹھے اور فرمایا کیا لوگ یہ باتیں کرتے ہیں باوجود اس صحت کے کہ قوم کو یہ گمان ہو گیا ہے کہ وہ واہ راست پر فلاح یافتہ نہ ہوں گے۔ اگر رسول اللہؐ نے اپنی بیٹی کا حضرت عثمان سے نکاح کیا تو حضرت علیؑ نے بھی اپنی بیٹی (ام کلثوم) کا عقد عمر فاروق سے کیا۔

نکاح خلیفہ ثانی است جو اب داد کہ و اولن و ختر یہ عمر کہ جناب امیر المومنین را اتفاق افتاد با این
 جهت بود کہ اظهار شہادت میں مینمود و زبانی اقرار بہ فضیلت رسول می کشود و در آن باب عظمت
 و قضا ظلت اونیز مسطور بود (چوتھا ثبوت) مجالس المومنین میں لکھا ہے کہ بعد وفات
 حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ام کلثوم کا دوسرا نکاح ساتھ محمد بن جعفر طیار کے ہوا
 و ہذہ عبارتہ از محمد بن جعفر الطیار بعد از فوت عمر بن خطاب بشرف مصاہرت حضرت امیر
 المومنین مشرف گشتہ ام کلثوم را کہ از دومی اگر اہ در جبالہ عمر بود تزویج نمود
 پانچواں ثبوت (تہذیب میں جو نہایت معتبر کتاب حدیث کی مذہب امامیہ میں لکھا
 ہے کہ حضرت عمر کی اولاد ام کلثوم کے بطن سے ہوئی اور ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام زید بن
 عمر تھا اور یہ روایت بہ سند ائمہ کرام کے اس محدث نے بیان کی ہے کال قال دعن محمد
 بن احمد بن یحییٰ عن جعفر بن محمد القمی عن القدرح جعفر عن ابیہ علیہ السلام قال مات ام
 کلثوم بنت علی علیہ السلام و ابنہا زید بن عمر الخطاب فی ساعۃ واحدة و ولیدہ می ایہما
 ملک قبل فلم تورث احدہما من الآخر و صلے علیہا جمیعا) چھٹا ثبوت (قول سید مرتضیٰ
 کا جو ثانی اور تفسیر الانبیاء میں لکھا ہے اور جس کو کشمیری نے اپنی کتاب تزیین میں جواب
 تحفہ کے اور مجتہد صاحب نے مواضع حسنیہ میں نقل کیا ہے اور جس کو ہم اوپر بیان کر
 چکے (انہ علیہ السلام ما اجاب عمر ابی نکاح ابنتہ الابد تو عد و تہذیب الخ) ساتواں ثبوت (کتاب
 کافی میں ملا یعقوب کلینی لکھتے ہیں کہ کسی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس نکاح
 کا حال پوچھا تو آپ نے جواب دیا کہ (ہو اول فرج غضبت منا) کہ یہ پہلی شرمگاہ ہے
 جو ہم اہل بیت میں سے غضب کی گئی ہے۔ آٹھواں ثبوت (مصائب النواصب میں
 لکھا ہے کہ محدثین کا اقرار ہے کہ یہ نکاح جبراً اور اگر اہ سے ہوا۔ غرضیکہ روایت نکاح
 حضرت ام کلثوم شیعہ کی کتاب احادیث اور اخبار اور فقہ اور کلام میں اس کثرت سے مذکور
 ہیں کہ کسی طرح پر اس سے انکار نہیں ہو سکتا اور ایسی متواتر خبر کو کوئی جھٹلا نہیں سکتا
 اہل انصاف اس فرقے کے تعصب و عناد کو دیکھیں اور ان کی کج مع بیانی کو ملاحظہ
 فرمائیں کہ باوجودیکہ خود ہی ائمہ کرام علیہ السلام سے اس روایت کی صحت کا اقرار کریں

سے عمر بن خطاب کی شہادت کے بعد محمد بن جعفر طیار کو امیر المومنین کی داماد کی عزت حاصل ہوئی اور جناب

ام کلثوم و بنت فاطمہ الزہراء سے جن کا بچہ و گراہ عمر سے عقد ہوا تھا شادی کی۔

اور اپنی احادیث کی کتابوں میں سندا اس کو روایت کریں اور اپنے فقہی مسائل کا اس سے استخراج فرماویں اور نہ ایک شخص بلکہ خلفاء من سلف و ابائے من بعد بطور میراث کے اس روایت کی صحت پر سند صحیح نقل کرتے آویں اور اس کی توجیہات سے سینکڑوں ورق سیاہ کریں اور پھر بھی بعض حضرات غیرت اور انصاف کو چھوڑ کر بیباختہ اس روایت کے غلط ہونیکا دعویٰ کریں اور اصل واقعہ کے منکر ہو جاویں اور یہ خیال کریں کہ اگر ایک دن یا ایک ہفتہ یا ایک مہینہ حضرت ام کلثوم نکاح میں حضرت عمر کے رہیں اور کسی کو خبر نہ ہوتی اور اس کی شہرت بدرجہ تواتر نہ پہنچتی تو شاید کوئی موقع انکار یا تکذیب کا ہوتا لیکن جب سالہا سال حضرت ام کلثوم زینت افزائے خانہ فاروق ہوئی ہوں اور تاحیات ان کی ان کے نکاح میں رہی ہوں اور ان سے اولاد بھی ہوئی ہو اور ان کے بیٹے کا نام بھی زید بن عمر خطاب لکھا گیا ہو اور بعد حضرت عمر کے مرنے کے ان کا نکاح جعفر طیار سے ہوا ہو تو ایسے متواتر اخبار کو کون چھپا سکتا ہے اور آفتاب روشن کو کف دست سے کون پوشیدہ کر سکتا ہے ہم نے یہ جو کچھ بیان کیا اس میں نہ اپنے عالموں کے اقوال کو نقل کیا ہے نہ اپنی کتابوں کی سند لائے ہیں جو کچھ حضرات شیعہ نے فرمایا اور جو کچھ ان کے محدثین اور علمائے تحریر کیا وہی ہم نے نقل کیا اور اسی سے ثبوت نکاح کا دیا پس اگر باوجود اس ثبوت کے بھی کوئی اس نکاح سے انکار کرے تو وہ تواتر کا منکر ہے (دوسرا قول) جب کہ علماء اعلام شیعہ نے دیکھا کہ انکار کرنا اس روایت سے آفتاب پر خاک ڈالنا ہے اور اس کو غلط اور جھوٹ کہنا مقولہ درودغ گویم ہر روی تو پر عمل کرنا ہے اس لئے اس کی توجیہ پر توجہ فرمائی اور دوسرے طور سے اس فضیلت کے ابطال پر کمر ہمت باندھی اگرچہ ان بزرگوں نے نہایت ہی سعی و کوشش کی اور ہر طرح کی توجیہ اور تاویل فرمائی لیکن اس سے بجائے فائدے کے نقصان ہی ہوتا گیا اور بعض قائم رہنے اصول مذہب تشیع کے اس میں خلل ہی بڑھتا گیا کاش وہ انکار ہی کرتے جاتے اور گوان کے محدثین و علماء جھوٹے ہوتے بلا سے مگر کبھی اس کی صحت کا اقرار نہ فرماتے تو بہتر ہوتا اس لئے کہ جو توجیہات اس نکاح کے معاملے میں کی گئی ہیں ان کے دیکھنے سے ہر شخص مذہب تشیع سے نفرت کرتا ہے اور ان کے سینے سے ہر مسلمان کے دل میں ایک جوش غیرت کا پیدا ہوتا ہے اور طرفہ یہ ہے کہ جتنی زیادہ توجیہات کرتے ہیں اور جس قدر زیادہ تاویلات بیان فرماتے ہیں ان سے انھیں کے

اصول و عقائد کی برائی کا اور ثبوت ہوتا جاتا ہے شعر

مریض عشق پر رحمت خدا کی مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

اور زیادہ تر تعجب اس پر ہے کہ باوجود اس کے کہ خود ان کے دلوں میں یقین اس کا ہے کہ یہ تو جیہات باطل اور نادیدل لاطائل ان کے دین کی برائی ثابت کر نیوالی اور لوگوں کو ان کے مذہب سے نفرت دلانیوالی ہیں مگر باہر ہمہ علم و فضل اس سے باز نہیں رہتے اور باہر تقدس و اجتہاد اہل من مزید اہل من مزید کہہ کر اور بڑھاتے جاتے ہیں اور اپنے معائب کو ظاہر کرتے جاتے ہیں ہم کو ان علماء اور فضلاء کی تقریروں اور تحریروں کو دیکھ کر نہایت ہی حیرت ہوتی ہے کہ بار خدایا ان کی عقل پر کیسا پردہ پڑ گیا ان کے حیا و عنیت کو کون سے کیا کہ ایسے بے غیرتی کے کلمات زبان پر لانے سے شرم نہیں کرتے اور ایسی عار و ننگ کی باتوں کو ائمہ کی طرف منسوب کرنے سے لحاظ نہیں فرماتے دین محمدی کو تو خراب ہی کر چکے ایک اہل بیت رہ گئے تھے جن کی مزید محبت کا دعویٰ کرتے تھے جن کے فضائل کا اقرار فرماتے تھے اس کو بھی در پردہ کھودیا ان کے فضائل کو بھی ایسی بے غیرتی کے کلمات کو ان کی طرف منسوب کر کے معائب سے بدل دیا اور سب کچھ تو کر چکا اور ہونو زایان کے دعویٰ میں ثابت قدم ہیں معلوم نہیں کہ انکا ایمان اور رحمت کیا کیا نتیجے دکھلانے کی شعر

دل بردی و دین و جان خستیں دین طرفہ کہ باز در کسنے

اب ہم اس قول کو بیان کرتے ہیں جو حضرت شیعو نے بعد قبول کرتے صحت نکاح کے ارشاد فرمایا ہے اور اس کو ائمہ کرام کی طرف (وحاشا جنابہم عن ذلك) منسوب کیا ہے وہ قول یہ ہے کہ حضرات فرماتے ہیں کہ نکاح ام کلثوم کا ساتھ حضرت عمرؓ کے جناب امیر کی رضا اور خوشی سے نہیں ہوا بلکہ عمر فاروق نے جناب امیر کو تنگ کیا اور ان کو ڈرایا اور ہر قسم کا خوف دیا اور ان پر نہایت درجہ تشدد کیا یہاں تک کہ قریب تھا کہ نوبت خون ریزی کی پہنچے تب حضرت عباسؓ پیغمبر خدا علیہ التحیۃ و التنا کے چچا نے حضرت امیر علیہ السلام کو دبا کر بخیمال نہ ہونے فتنہ و فساد کے یہ نکاح کر دیا پس اس نکاح سے برائی عمر کی ثابت ہوتی ہے چنانچہ اس قول کے ثبوت میں ہم چند سندیں علماء شیعو کی بیان کرتے ہیں۔ (پہلی سند) سید مرتضیٰ علم الہدیٰ کتاب تنزیہ الانبیاء میں فرماتے ہیں (قاما انہ تہ فقد ذکرنا فی کتاب الشافی الجواب عن ہذا الباب الخ) یعنی حضرت امیر علیہ السلام نے

اپنی بیٹی کا نکاح ساتھ عمر کے منظور نہیں کیا مگر بعد اس کے کہ عمر نے ان کو دق کیا اور ڈھایا اور جھگڑا مچایا جب حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ فتنہ و فساد ہوا چاہتا ہے تب حضرت امیر سے اس کام کو اپنے اختیار میں لے لیا اور ام کلثوم کا نکاح ساتھ عمر کے کر دیا اور ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ شرع میں ہرگز ممنوع نہیں ہے کہ بھیرا گراہ لڑکی کا نکاح اس شخص کے ساتھ کر دیا جاوے جس کے ساتھ حالت اختیار میں جائز نہ ہوتا خصوصاً عمر جیسے آدمی کے ساتھ کہ وہ اسلام بھی ظاہر کرتا تھا اور تمام شریعت کا پابند تھا۔

(دوسری سند) مواعظ حسنیہ میں مجتہد صاحب فرماتے ہیں کہ نقل فی ازالۃ الغین کہ ، تزویج ام کلثوم باختیار حضرت امیر واقع نشد ابی قولہ بالفرض اگر باختیار ہم باشد عقل این را قبیح نمی داند کہ نکاح با مخالفین جائز باشد بلکہ عقل تجویزی می کند کہ حضرت حق تعالیٰ مباح سازد و برای ما نکاح کروں را با کفار چه قباح است نکاح با کفار عقلی نیست مثل ، قباح است ظلم و قتل و امثال آن و چه گونه عقلی باشد و حالانکہ معلوم است کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم دختر خود را با کفار تزویج کردہ و ہر گاہ حقیقت حال چنین باشد پس چه قباح است و نیکہ جناب امیر علیہ السلام تزویج نمایند دختر خود را با کسیکہ بہ ظاہر مسلمان باشند (تیسری سند) قاضی نور اللہ شوشتری معائب النواصب میں لکھتے ہیں کہ صاحب استغاثہ فرماتے ہیں کہ ایک مخالف نے پوچھا کہ کیا سبب ہے کہ امیر المومنین علی علیہ السلام نے اپنی بیٹی کا نکاح کفرین خطاب سے کر دیا ہم کہتے ہیں کہ ہم کو خبر دی ہے ایک جماعت نے ہمارے مشایخ ثقات سے جن میں سے جعفر بن محمد بن ملک کوئی ہیں ، انہوں نے احمد بن فضل سے انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے عبد اللہ بن سنان سے کہ میں نے سوال کیا امام جعفر سے بابت نکاح ام کلثوم انہوں

نے حضرت ام کلثوم کی شادی جناب امیر کے اختیار سے نہیں ہوئی اور بالفرض اگر اختیار بھی مان لیا جائے تب بھی عقل اسے قبیح و نازیبا نہیں جانتی کہ مخالفین سے نکاح جائز ہو۔ بلکہ عقلاً جائز ہے کہ اللہ نے ہمارے لئے کافروں سے نکاح کو مباح و حد مست قراودیا ہے کیونکہ کفار کے ساتھ نکاح کرنے میں ظلم و قتل کی مانند کوئی قباح عقلی نہیں ہے اور قباح عقلی کیونکہ ہو سکتی ہے جبکہ رسول اللہ نے اپنی بیٹی کا خود کافر سے عقد کیا اور جب کہ یہ امر واضح ہے تو پھر اس میں کوئی قباحت ہے کہ جناب امیر نے اپنی بیٹی کا خود کافر سے عقد کیا اور جب کہ یہ امر

نے جواب دیا کہ (ہو اول فرج غضبت منا) کہ یہ پہلی فرج ہے جو ہم سے غضب کی گئی ہے اور یہ خبر مطابق اس خبر کے ہے جسکو ہمارے مشایخ نے بابت نکاح ام کلثوم کے ساتھ عمر کے روایت کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ عمر نے عباس کو حضرت علی علیہ السلام کے پاس بھیجا اور درخواست کی کہ نکاح ام کلثوم کا ان کے ساتھ کر دیا جائے حضرت امیر نے انکار کیا جب حضرت عباس یہ خبر عمر کے پاس لائے تب عمر نے کہا کہ اگر علی میرے ساتھ نکاح اپنی بیٹی کا نہ کریں گے تو ان کو قتل کروں گا تب پھر حضرت عباس علی کے پاس آئے انہوں نے تب بھی انکار کیا یہاں تک کہ آخر حضرت عباس نے حضرت علی سے کہا کہ اگر تم نکاح نہیں کرتے ہو میں کئے دیتا ہوں اور تم کو قسم دیتا ہوں کہ میرے قول فعل کے خلاف نہ کرنا اور یہ کہہ کر حضرت عباس عود کے پاس گئے اور کہا کہ نکاح تمہارا ام کلثوم کے ساتھ ہوا جاتا ہے پس عمر نے آدمیوں کو جمع کیا اور کہا کہ یہ عباس چچا علی کے ہیں اور علی نے اپنی بیٹی ام کلثوم پر ان کو اختیار دیا ہے اور ان کے نکاح کر دینے کو ساتھ میرے اجازت دی ہے پس حضرت عباس نے نکاح ام کلثوم کا ساتھ عمر کے کر دیا اور بعد تھوڑی مدت کے ان کو عمر کے گھر بھیج دیا فقط اس روایت کو لکھ کر قاضی صاحب اسی کتاب میں فرماتے ہیں کہ اصحاب حدیث اس روایت کو قبول نہیں کرتے لیکن اس میں خلاف نہیں ہے و درمیان ان کے کہ عباس نے ام کلثوم کا نکاح ساتھ عمر کے کر دیا بعد ہیبت سے جھگڑے قصے کے پس میں کہتا ہوں کہ جس کسی نے اس حکایت سے انکار کیا مگر یہ سبب اس کے کہ جس کو ہمارے مشایخ نے روایت کیا ہے اور مطابق اس روایت کے ہے جو کہ امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ ، حضرت امام نے فرمایا (ہو اول فرج غضبت منا) کہ یہ پہلی شرمگاہ ہے جو ہم سے غضب کی گئی الیٰ حاصل ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی نے اپنی خوشی سے نکاح

نے یہ ترجمہ اردو ہے قاضی نور اللہ شوسری کے کلام کا اردو ترجمہ قاضی اس کا علی ماہونہ کورنی از اول الغیبین یہ ہے وہ

صاحب استفادہ گفتہ کہ قاضی نے از اول غیبت گفتہ کہ علت چہیت در ترویج امیر المؤمنین علیہ السلام بنی ہاشمہ و آلہ و صحبہ و انصارہ

و ما یگوئیم کہ خبر وادہ اندامہا جاحتی از مشایخ ثقات از ایشان جعفر بن محمد بن یحییٰ بن محمد بن یحییٰ بن محمد بن فضل از محمد بن

ابن عمیر از عبد اللہ بن مسان گفتہ سوال کہم جعفر بن محمد بن صادق علیہ السلام از ترویج ام کلثوم پس گفتہ اس اول فرجی است کہ

غضب کردہ شد از ما د اس خبر شامل آن خبریست کہ روایت کردہ آن ما مشایخ ما در ترویج ام کلثوم و ان

نہیں کیا بلکہ حضرت عباس نے زبردستی نکاح کر دیا لیکن یہ قول باطل ہے چند دلیلوں سے (پہلی دلیل) اگر ہم تسلیم کریں کہ حضرت علی نے خود نکاح نہیں کیا بلکہ حضرت عباس کو اختیار دے دیا اور انہوں نے نکاح کر دیا لیکن اس سے اصل نکاح کے ہونے میں کچھ شبہ نہ رہا اگر حضرت امیر ام کلثوم کے باپ تھے تو حضرت عباس بھی ام کلثوم کے دادا ہوتے تھے اگر باپ نے نکاح نہ کیا نہ سہی ان کی اجازت سے دادا کے نکاح کر دیا اصل مطلب جو ہم ثابت کرتے ہیں وہ ثابت ہو گیا۔ (دوسری دلیل) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لائق زوجیت ام کلثوم کے تھے یا نہ تھے اگر لائق زوجیت کے نہ تھے تو حضرت عباس پر جو کہ حضرت علی مرتضیٰ اور جناب سید الانبیاء کے چچا تھے ان پر معاذ اللہ سخت الزام عائد ہوتا ہے کہ انہوں نے فاطمہ کی بیٹی پیغمبر خدا کی نواسی کا نکاح ساتھ ایسے شخص

بیتہ حائضہ ہائیت کر در خبرست کہ اگر عباس ما نزد علی فرستاد سوال کر در تزویج کند ام کلثوم با و پس آنحضرت امتناع کرد و چون عباس باز گشت و خبر امتناع علی علیہ السلام بعبر رسانید پس عمر گفت ای عباس آیا تانت می کند علی از تزویج منی اللہ اگر تزویج نکند ادا خواہم گشت پس عباس باز آمد بپوشے علی و آن حضرت ہد مقام امتناع استاد پس بعبر داد عباس عمر را دو گفت اسے عباس حاضر شو روز جو مسجد قریب بہ منبر باش و بشو آنچه مذکور خواهد شد پس خواہی دانست کہ من قادم بر کتب او گراما کنم پس حاضر شو و عباس ہ مسجد چون عمر نمانح از خطبہ شد گفت ای مردم درینجا مردی از اصحاب رسول خواہے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہست کہ زنا کردہ داد او محسن ست و مطلع شدہ بران امیر المؤمنین تنہا شامدین ہا بہ چہ می گوئید پس مردم از ہر جانب گفتند کہ ہر گاہ امیر المؤمنین اطوح یا شہہ باشد چہ حاجت ست کہ مطلع شود بران عزیز اولادہ کہ ستانکہ کم نخواہد و چون ہ مسجد باز آمد عباس گفت ہر نزد علی و معلوم ادکن اپنے شنیدی پس واللہ اگر نکند من می کنم میں عباس نزد علی رفت و اپنے شنیدہ ہلوسیح آنحضرت رسانید علی فرمود من می دانم کہ این زنا دادا سہل ست و من نیستم کہ بگم آنچه اما تاس می کند میں عباس گفت اگر نمی گئی من می کنم و قسم میدہم کہ ترا مخالفت قول و فعل با تہائی بس عباس خود عمر رفت و گفت کہ می کند آنچه ہلوسیح کردہ میں جمع کرد و ہر مردم داد و گفت این عباس عم من ہا بی طالب ست ہا ہر ہبتہ خود ام کلثوم را بلداج کردہ ہا ہر کردہ تزویج کند ہلوسیح میں تزویج نمود و عباس و بعد از اندک ہتے نزد عمر فرستاد صاحب حدیث این حدایت و اتبول ذکرہہ لیکن خلافی نیست میاں ایشان و رینکہ عباس تزویج نمودہ ام کلثوم را بعبر بعد از طول مطالعہ و داخو میں می گویم کہے را کما نکار کردہ این حکایت را از فعل عمر آن کہ تزویج عباس ام کلثوم را نبود مگر از بہت چیزیکہ روایت کردہ ہدازہ شاخ ما چنانچہ حکایت کردیم و این مشاکل را حائضہ ست کہ ہر سادق ہر اسلام کہ دماندہ گفت کہ این اول فرجی است کہ از اخصب کردہ اند ۱۲۔

کے کر دیا جو کہ صلاحیت زوجیت کی نہیں رکھتا تھا اور حواریان اور مذہب و تقویٰ سے بھی بری تھا پس جو الزام حضرت علی کی ذات پر دو عاشقین نے لگا دیا وہاں موافق اصول شیعوں کے ہوتا ہے وہی حضرت عباس ان کے چچا پر ہوگا۔

(تیسری دلیل) وکیل اور مختار ہونا حضرت عباس کا حضرت کی طرف سے معاملہ تزویج میں ان روایات سے بھی ثابت ہوتا ہے پس شرعاً و عرفاً فعل وکیل عین فعل موکل ہے اس لئے جو فعل حضرت عباس کا ہے وہی فعل حضرت علی کا سمجھنا چاہئے پس گویہ نکاح حضرت عباس نے کر دیا ہو مگر جب کہ وہ وکیل اور مختار جناب امیر کے ہوئے تو یہ نکاح با اجازت امیر کی سمجھنا چاہئے اور اگر حضرت علی نے حضرت عباس کو اجازت نہیں دی اور وکیل نہیں بنایا تو بلا اجازت ان کے حضرت عباس کا وکیل اور مختار ہونا جائز نہ ٹھہرا اور اس سے سخت الزام حضرت عباس پر آتا اور غضب کرنے میں معین اور مددگار ہونا ان کا ثابت ہوتا ہے اور پھر نکاح کا ہونا بلا اجازت ولی کے لازم آتا ہے۔ اور اس کا عدم جواز شرعاً و عرفاً ظاہر ہے اور اس سے جو کچھ نتیجہ حاصل ہوتا ہے وہ عقلاً کو معلوم ہے خدایا، حضرات شیعوں کو ذرا عقل و انصاف عطا فرماوے اور تھوڑی سی عزت و شرم عنایت کرے کہ وہ ان اقوال کے نتائج پر غور کریں اور جو خوبیاں ان میں ہیں ان پر نظر فرماوے بارخدا یا یہ کیسے دوست اہل بیت کے ہیں اور ان کی فضیلت اور بندگی کے کیسے قائل ہیں کہ ایسی باتیں ان کی طرف منسوب کرتے ہیں اور محبت کے پردے میں ان کی برائیاں بیان کرتے ہیں خدا کے لئے کوئی انصاف کی آنکھ کھول کر دیکھے کہ وہ کیا کیا تہمتیں اٹمہ کے اوپر کرتے ہیں اور ذرا گوش ہوش سے پیٹہ غفلت نکال کر سنے کہ یہ حضرات کیسی برائیاں اہل بیت اطہار کی بیان کرتے ہیں (نعوذ باللہ من ہذا) ہم ومن سوء عقیدتہم اظہم احتظنا من شرور الفسہم ومن سیئات اعمالہم، جو تھی دلیل، اگر ہم تسلیم کریں کہ حضرت علی دل سے راضی نہ تھے کہ نکاح ہووئے لیکن حضرت عباس کے سمجھانے سے راضی ہووے اور وہ رضامندی بھی کچھ خوشی سے نہ تھی بلکہ مجبوری سے تو اس سے بھی وہی الزام حضرت علی پر عائد ہوتا ہے جس کے بچانے کے لئے یہ بناوٹ کی گئی ہے یعنی خوف سے جان کے حضرت عباس کے کہنے سے یہ مجبوری قبول کر لیا اور جان بجانے کیلئے عزت دینا گوارا فرمایا اور نعوذ باللہ من ذالک، اور اگر خوف جان نہ تھا تو ایسے معاملے

میں جس میں عزت و آبرو کی ہتک ہو سکے اور جس سے خاندان اہل بیت کو بڑے لگے کہتا حضرت عباس کا ماننا ضرور نہ تھا بلکہ لازم تھا کہ اپنے انکار پر اصرار فرماتے اور ہزار عباس سمجھاتے ایک بات بھی ان کی نہ سنتے بلکہ صاف کہتے کہ چچا تم کو بائیں بزرگی کیا ہوا ہے جو ایسی سفارش کرتے ہو اور ہمیشہ کے لئے اہل بیت اطہار میں داغ لگاتے ہو عمر ایک کافر یا منافق یا مرتد یا غاصب یا خائن ہے کیونکہ مجھ سے ہو سکتا ہے کہ اپنی بیٹی وہ بھی غافلہ کے بطن سے جس کی اولاد کو پیغمبر خدا نے اپنی اولاد فرمایا ہے اور جس کے بیٹوں بیٹیوں کو سرور انبیاء بنا پنا بیٹا بیٹی کہا ہے ایک کافر یا منافق کو دوسے دوں اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور غافلہ زہرا کی روح کو ایذا دوں اور اگر عمر فاروقؓ نہ مانتے اور حیر کرنے ہی پر آمادہ ہوتے تو لازم تھا کہ اسد اللہی دکھلاتے ذوالفقار کو میان سے باہر نکالتے عرش سے اتاری ہوئی تلوار کے جوہر دکھلاتے مرحب و عنتر کی طرح غصب کر نیوالوں کے ایک، ایک فار میں دو دو ٹکڑے کرتے آخر وہ تلوار جن سے جبریل امین کے پر کاٹے اور وہ ذوالفقار جس نے جعفر بنی کے دو ٹکڑے کئے کس دن کے لئے تھی اور وہ شجاعت و مردانگی جو بدو حنین میں کفار کو دکھلائی اور وہ قوت جو جنگ خیبر میں ظاہر فرمائی کس روز کے واسطے رکھ چھوڑی تھی برائے خدا کوئی اس عقل کے دشمن فرتے سے پوچھے کہ اس سے زیادہ شیر خدا کے حق میں دوسری ہتک اور بے حرمتی کی کیا بات ہوگی کہ ان کی بیات طیبات کو بچرا کر اہ کافر ناسق لینے پر مستعد ہوں اور شیر خدا سردار اولیاء سند الاصفیاء سید اوصیاء اسد اللہ الغالب امام الشارق والمغارب امیر المؤمنین علی بن ابی طالب کافروں کے قتل کرنے والے خیبر کے فتح کرنے والے ہزار جنوں کو ایک دو ہتی میں زبرد زبرد کرنے والے جن کی ذات خدا کی قدرت کی نشانی جن کا وجود اللہ کے جلال و عظمت کا نمونہ جن کے نام سے کفار عجم لرزاں جن کی صورت سے شجاعان عرب ترساں کیسے علی خدا کے شیر رسول کے سجائی بتول کے شوہر نامدار حسین کے پیر بزرگوار۔ اشعار۔

دینی نبی جفت پاک بتول	فروزندہ شمع دین رسول
فشانندہ جاں براہ خدا،	نمائندہ کفر از دین خدا
زرد آزندہ عمر و مرحب ز پائی	بر آزندہ باب خیبر ز جہائی
رہانندہ موسیٰ از رود نیل،	دوانندہ گل ز تار خندیل،

بماثل رسانندہ فلک نوح کشائندہ با بہائے فتوح
 ہوا خواہ او جبرئیل امین ، بفرمان او آسمان و زمین ،
 نہ کس جز بنی ہم ترازد و قوی دست قدرت ز بازوی او
 بایں ہمہ شجاعت و مہیت اور بایں جلال و عظمت ایک عمر کے ڈرانے سے
 ڈر جاویں اور کچھ چون و چرا نہ کریں اور عار و تنگ کو اپنے اوپر گوارا کر لیں اور بلارضا مندی
 اپنے اس کے گھر اپنی لخت جگر نور نظر کو جانے دیں تفت ایسے عقیدے پر اور نفس ایسی
 تہمت پر۔ شعر۔

گر مسلمانی ہمیں ست کہ حافظ دارو دای اگر از پس امروز بود فرمائی ،
 (پانچویں دلیل) دیکھنے سے کتب معتبرہ شیعہ کے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عباس
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ صلاحیت و کالت جناب امیر کی نہ رکھتے تھے کیونکہ وہ حضرت علی کے
 نزدیک خوار و ذلیل تھے اگرچہ ہمارا یہ لکھنا حضرات شیعہ کو ناگوار گزرے اور ناواقفوں کو
 باعث حیرت و تعجب ہو گا لیکن ہمارا قصور نہیں ہے ہم یا ہمارے علماء معاذ اللہ ان کی نسبت
 ایسا نہیں کہتے بلکہ حضرات شیعہ کے محدثین اور مجتہدین ان کا حضرت علی کے نزدیک خوار
 و ذلیل ہونا بیان کرتے ہیں پتا پڑھو طبری علماء شیعہ سے اپنی کتاب احتجاج میں حضرت علی رضی سے روایت
 کرتے ہیں کہ وہ ہمیں کنت اعتقد ہم علی بن ابی طالب سے روایت میں حضرت علی رضی سے روایت کرتے ہیں
 کہ وہ لوگ میرے جاہلیت کے جاتے رہے جن کی قوت کا خدا کے دین میں مجھے بھر دستہ اور وہ صرف خود ذلیل
 قریب زمانہ جاہلیت کے رہ گئے ہیں یعنی حقیل اور عباس پس حضرت علی ان کو خوار و
 ذلیل کہتے اور ان کو جاہل سمجھتے تو کیونکر اپنا وکیل ایسے اہم معاملے میں کرتے اور کس نے
 ان کی بات ایسے بڑے معاملے میں سنتے اور کیوں ان کے کہنے پر چلتے شاید حضرت شیعہ
 نے اسی واسطے حضرت عباس کے اوپر بار نکاح کر دیا ہے کہ وہ بقول امیر علی
 خوار و ذلیل تھے اسی واسطے ایسی ذلت کی باتیں کیا کرتے مگر تعجب ہے کہ حضرت امیر علیہ
 السلام سے کہ انہوں نے ایسے ذلیلوں کی بات کیوں سنی اور کیوں ان کے کہنے پر عمل فرمایا
 یہ کوئی شیعہ خیال نہ کرے کہ فقط خوار و ذلیل کہہ دینے پر جناب امیر نے قناعت کی ہے بلکہ
 اگر ان کی کتب معتبرہ سے ڈھونڈھا جاوے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امیر نے اپنے

حاشیہ صفحہ ۱۹۵ حیدری جلد اول مطبع سلطان صفرہ سطر ۲ مطبوعہ ۱۳۲۵ ہجری۔

اور پیغمبر کے چچا عباس کو صاف گالیوں سنائی ہیں اور معاذ اللہ معاذ اللہ توبہ توبہ نقل کفر کفر نباشد جناب امیر نے حضرت عباس کو ولد الزنا بتایا ہے اگر کسی کو شک ہو دے وہ روضہ کلینی اور حیوۃ القلوب کو ملاحظہ کرے یہ مولانا و بالفصل اولانا مولوی علی بخش خاں صاحب اپنے ایک رسالے میں اس کی نقل کرتے ہیں اس سے ہم منتخب کر کے مشتاقین کو سناتے ہیں وہ ہذا ملاحظہ فرمائیے جس نے حیوۃ القلوب میں لکھا ہے کہ ابو جعفر طوسی بہ سند معتبر روایت کر دہ از امام صادق کہ فضیلہ مادر عباس کنیز مادر زبیر و ابو طالب و عبد اللہ ابنائے عبد المطلب بود عبد المطلب با و مقامت کر دہ کہ عباس از ان بہم رسید زبیر با عبد المطلب دعوی کرد کہ زبیر پر خاش برآمد کہ اس کنیز از ما و ما با میراث رسیدہ است توبہ رخصت او با مقاربت کردی و اس فرزند کی کہ ہم رسید یعنی عباس بندہ است پس عبد المطلب اکابر قریش را بہ شفاعت نزد کی فرستاد کہ تا آنکہ زبیر رضی اللہ عنہ کہ و شفقت از عباس بردار و بشرطیکہ نامہ نوشتہ شود کہ عباس و فرزندانش در مجلسی کہ ما و فرزندان مانستہ باشند نشینند و در پیچ امری با ما شریک نشود و حصہ نہ برد پس بایں مضمون نامہ نوشتہ شد و اکابر قریش مہر کردند و اس نامہ نزد ائمہ علیہم السلام بود پس اس روایت سے صاف ثابت ہوا کہ حضرت عباس معاذ اللہ معاذ اللہ کنیزک زادے اور اولاد توبہ توبہ ولد الزنا تھے اور ان کی کنیزک زادگی و غیرہ کی سند مہری دست خطی ائمہ کے پاس موجود تھی شاید اسی سبب سے حضرت عباس نے حضرت علی کو ایسا ذلیل کیا کہ ان کی بیٹی نام کلثوم کا بہ جبر واکراہ نکاح عمر کے ساتھ کر دیا۔ اور حجب کہ بروایت اہل تشیع حضرت

سے جعفر طوسی نے معتبر اسناد کے ساتھ بحوالہ امام جعفر صادق تحریر کیا ہے کہ عباس کی والدہ فضیلہ و اصل زبیر ابو طالب اور عبد اللہ فرزند عبد المطلب کی والدہ کی کنیز و لڑکی تھیں، جن سے عبد المطلب نے ہم بستری کی اور ان سے عباس پیدا ہوئے زبیر نے اپنے والد عبد المطلب سے بطور پر خاش کہا اور اس لڑکی کو ہماری والدہ کے برابر میراث مل گئی اور آپ نے میری والدہ کی اجازت کے بغیر اس لڑکی سے مقاربت کی اور اس کا جو بیٹا عباس ہے وہ ہمارا غلام ہے اس پر عبد المطلب نے معززین قریش کو بیچ میں ڈالا تا تا آنکہ زبیر اس امر پر راضی ہو گئے کہ وہ عباس سے دست بردار ہو جائینگے بشرطیکہ ایک اقرار نامہ لکھ دیا جائے کہ جس مجلس میں ہم زبیر اور ہمارے فرزند بیٹھے ہوں وہاں عباس اور ان کے فرزند نہ بیٹھیں گے اور ہمارے زبیر کے کسی کام میں شریک نہ دخیل نہ ہوں گے اور کسی قسم کے حصہ کا مطالبہ نہیں کریں گے غرضیکہ اس مضمون کا ایک اقرار نامہ عباس نے تحریر کیا جس پر معززین قریش نے مہر کی اور یہ اقرار نامہ آئمہ کے پاس تھا۔

عباس کی نسبت ولنا لزننا ہونا (دو صاحبانہ عن ذلک) ثابت ہوا تو لامحالہ ان کا دشمن اہل بیت ہونا بھی لازم ہوا اس لئے کہ ہزار ہا احادیث اور اقوال سے ثابت ہے کہ نہ دل لزننا کا کوئی عمل مقبول ہے نہ وہ کبھی دوستی ساتھ اہل بیت کے رکھے گا کاس کو ہم بخارا لانور اور علل الشرائع اور احتجاج طبری اور تالیفات قاضی نور اللہ شوشتری سے آئیدہ ثابت کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ لیکن یہ بات ایسی مشہور ہے کہ عوام و خواص مومنین اس سے واقف ہیں ان کے بچوں کی زبان پر یہی کلمہ جاری ہے کما قال قائلہم شعر۔

محبت شہ مردان مجوز بے پردے کہ دست غیر گرفتارست پامی ماورد

کوئی صاحب مومنین سے یہ شبہ نہ کریں کہ یہی ایک روایت حضرت عباس کی نسبت ہوگی بلکہ علاوہ اس کے بہت سی احادیث و اخبار ان کی شان میں موجود ہیں چنانچہ ملا باقر مجلسی حیوۃ القلوب میں بہ سند معتبر فرماتے ہیں۔ کہ حضرت امام زین العابدین فرمود کہ در حق عبداللہ بن عباس و پدرش اس آیت نازل شد من کان فی ذلک فہو فی الآخرة اعمی پس اب تو صاف باپ بیٹے و دونوں کا دنیا (عاقبت میں اندھا ہونا ان کی کتابوں سے نکل آیا بلکہ خدا کی شہادت سے ان دونوں یعنی عباس اور ان کے بیٹے عبداللہ کا اعمی اور بے بصیرت ہونا ثابت ہو گیا استغفر اللہ استغفر اللہ تشیع بھی عجیب مذہب ہے جس کے تیر ملامت سے کوئی نہیں بچا اصحاب کو تو کافر اور منافق پہلے ہی بنا چکے اہل بیت رہ گئے تھے وہ بھی لعن و طعن سے نہ بچے خدا یا تشیع دین و مذہب ہے یا الحاد و زندقہ ہے جس کے بانی نہ رسول کا خیال کرتے ہیں نہ اہل بیت کا لحاظ رکھتے ہیں نہ اصحاب کو برا بھلا کہنے سے چھوڑتے ہیں نہ حضرت کے قریبوں کو لعن و ملامت سے محفوظ رکھتے ہیں پس جو سامنے آیا اسی کو برا بھلا کہنا شروع کیا، جس کا ذکر آیا اسی پر تبرا کرنے لگے کسی کو صراحتاً کافر بنا یا کسی کو اشد منافق کہا، کسی کو یقیناً فاسق ٹھہرایا کسی کو دل لزننا کسی کو اندھا فرمایا واہ کیا دین ہے اور کیا مذہب جس کے طعن و تشنیع سے کوئی نہ بچا تو ایسے با حیا فرقے کی شکایت ہم صرف اصحاب کے برا کہنے پر کیا کریں شعر

شہ امام زین العابدین کا بیان ہے کہ یہ آیت من کان فی بدہ اعمی فہو فی الآخرة اعمی موجود دنیا میں اندھا آخرت میں بھی اندھا ہو گا۔ عبداللہ بن عباس اور ان کے والد کے حق میں نازل ہوئی ہے

گھائل ترے نظر کا نبوغ و گہرا ایک زخمی کچھ ایک بندہ درگاہ ہی نہیں
اگر کوئی مومن حضرت عباس کے اور فضائل اور کمالات کو اس روایت کے معارضہ
میں پیش کرے اور اس زخم پر مرہم رکھے تو اس کو چاہیے کہ اس خیال مجال سے درگزرے
اور ملاحظہ ملاحظہ مجلسی کے فیصلے کو جو حیوۃ القلوب میں انہوں نے کر دیا ہے دیکھ لے کہ وہ
فرماتے ہیں کہ بدانکہ درباب احوال عباس و مدح و ذم او احادیث، متعارضت است و
اکثر علماء بخوبی او میل نمودہ اند و آنچه از احادیث ظاہر میشود آں است کہ او در مرتبہ کمال،
ایمان زبودہ است، پس ملا صاحب نے سب جھگڑا قصہ ہی طے کر دیا اور حضرت عباس
کے ناقص الایمان ہونے پر فتویٰ دے دیا شاید ان کے نقص ایمان کا سبب سب سے
زیادہ یہی تصور کیا گیا ہو کہ انہوں نے ام کلثوم کا نکاح حضرت عمرؓ کے ساتھ کر دیا۔
(تحقیقی دلیل) اگرچہ حضرات شیعوں نے واسطے جواز نکاح کے اسلام ظاہری سے حضرت
عمرؓ کو قرار کیا اور ان کو منسک بکمال شریعت قرار دیا لیکن (ولا یصلح العطار ما فسدہ الدہر)
جو ترجمہ حضرت عمرؓ کے ایمان میں ان کے بزرگوں نے ڈالا ہے وہ اب ان کے بند کرنے سے
بند نہیں ہوتا اور بغیر ترک مذہب شیعہ کے اور اقرار فضیلت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کے اس نکاح کا جواز موافق اصول مذہب شیعوں کے ثابت نہیں ہو سکتا اس لئے کہ حضرت
عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ موافق عقائد شیعوں کے ایمان اور اسلام سے بے بہرہ تھے اور معاذ
اللہ منافق اور مرتد تھے اور وہ دشمن اہل بیت کے اور ناصبیوں کے پیشوا تھے اور ناصبیوں
کے ساتھ نکاح مومنہ کا جائز ہی نہیں ہے پس نکاح حضرت عمرؓ کا کہ جو کفار منافق اور علوت
اہل بیت میں سب سے بڑھ کر تھے ساتھ ام کلثوم کے جو عزت اور بندگی اور سیادت میں
تمام جہاں سے بہتر تھیں کیونکہ جائز ہونا چنانچہ ان دونوں امروں کو ہم کتب شیعوں سے ثابت
کرتے ہیں۔ امراؤں حضرت عمرؓ کا مومن نہ ہونا امر دوم نامی کے ساتھ نکاح مومنہ کا جائز
نہ ہونا (امراؤں) کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مطابق اصول شیعوں کے مومن نہ تھے،
کافر اور منافق اور دشمن اہل بیت کے تھے ایسا صاف کھلا ہوا ہے کہ حاجت سند اور دلیل
شہد کی نہیں ہے لیکن عزت الناظرین اور دو ایک روایتیں ان کے یہاں کی بیان کرتے ہیں
لے عباس کے حالات کے متعلق تعریف مذمت دونوں طرح کی احادیث ہیں اکثر علماء بخوبی اس جانب توجہ نہیں کی۔
اور احادیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ عباس مکمل طور پر صاحب ایمان نہ تھے۔

روایت اول) زاد المعاد میں ملاحظہ فرمائیے حدیث میں ایمان سے لعل کرتے ہیں کہ جب میں نے ، فضائل روز قتل عمر کے حضرت پیغمبر خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان سے سنے تب سے میں ان کے کفر پر یقین رکھتا تھا چنانچہ عبارت اس کتاب کی بلفظ یہ ہے (حدیث گفتم پس برخاست و برخاست حضرت رسول خدا و بخانہ ام سلمہ رفت و من برگشتم و صاحب یقین بودم و کفر عمر تا آنکہ بعد از وفات حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیدم کہ او چو قتلہا برانگیخت و کفر اصلی خود را اظہار کرد و از دین برگشت و امان بے حیائی و وقاحت برائے غضب امامت و خلافت برزد و قرآن را تحریر کرد و آتش در خانہ وحی در رسالت زود بدعتہا در دین خدا پیدا کرد و ملت پیغمبر را تغیر داد و سنت آنحضرت را بدل کرد و نصاریٰ و مجوس را از خود راضی کرد و نور دیدہ مصطفیٰ زنا بخشم آورد و تدبیر کشتن امیر المؤمنین کرد و جو رستم در میانہ مردم علانیہ کرد و پھر چہ خدا حلال کردہ بود حرام کرد و ہر چہ حرام کردہ بود حلال کرد۔

غرضیکہ اس روایت سے صاف کفر حضرت عمرؓ کا (و نعوذ باللہ من ذالک) ثابت ہوا اور ان کا کفر اصلی کا ظاہر کرنا اور مرتد ہو جانا اور قرآن کا تحریف کرنا اور نصاریٰ و مجوس کو راضی کرنا ثابت ہوا تو اب وہ دعویٰ جو بعض مجتہدین نے کیا تھا کہ وہ اسلام کے دائرے سے خارج نہیں ہوئے باطل ہوا۔

(روایت دوم) ملاحظہ فرمائیے رسالہ رجیۃ میں لکھے ہیں کہ امام مہدی علیہ السلام نے ایک مسائل کے جواب میں فرمایا کہ ابو بکر و عمر بظاہر کلمہ گو تھے اور بطبع دنیا اسلام کے مظہر ہوئے تھے جب انہوں نے دیکھا کہ پیغمبر خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو کوئی حکومت نہ دی تب پیغمبر صاحب کے قتل و ہلاک پر آمادہ ہوئے و ہونہ جبارتہ بلفظ (ایشاں ،

حدیث کا بیان ہے کہ میں اور رسول اللہ ﷺ کو ام سلمہ کے گھر میں چلے گئے اور میں واپس ہو گیا۔ مجھے عمر کے کافر ہونے کا یقین تھا۔ یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد میں نے دیکھا کہ عمر نے کیسے قتلے اٹھائے۔ اپنے اصلی کفر کو ظاہر کیا اسلام سے برگشتہ ہوا۔ امامت و خلافت کے غضب کرنے کے لئے بے حیائی کا ماس پیچھا کر قرآن میں تحریف کی خاطر کے گھر کو آگ لگاؤ۔ اللہ کے دین میں بدعتیں پیدا کیں۔ رسول اللہ کے طرز حکومت کو متقلد کیا ان کی سنتوں کو مولا جیسا بنو اعدائے پرستوں کو اپنا ہم نوا بنایا حضرت فاطمہ کو عنینا کی امیر المؤمنین علی کو مار ڈالنے کی تدبیر کی حرام پر ممانعہ جو رستم کئے۔ اللہ کے حرام کو حلال اور حلال کو حرام قرار دیا۔

اللہ ابو بکر و عمر دونوں نے یہودیوں کے کہنے سے بظاہر کلمہ پڑھا تاکہ رسول اللہ ان کی حکومت و ولایت دے دیں اور یہ دونوں باطنی طور پر کافر تھے۔

(یعنی ابوبکر و عمرؓ) از روی گفتہ یہود بہ ظاہر کلمتین گفتند از برای اس کہ شاید ولایتی حکومت حضرت با ایشان بدہد و در باطن کافر بودند چون دنا خرمالیوس شدند با منافقان ہر بالای عقبہ رفتند و ہنہای خود را بستند کہ کسی ایشان را نشاسد و بہا انداختند کہ شتران حضرت اندہند حضرت را ہلاک کنند پس خدا جبرائیل فرستاد پیغمبر خود را از شتران نشان حفظ کرد پس اس نزل سے شیعوں کے امام مہدی کے ثابت ہوا کہ شیخین پیغمبر کے سامنے ہی بسبب مایوسی کے درپے قتل رسول ہو گئے تھے اور حضرت کے ہلاک کرنے کی تدبیر کر چکے تھے تو جو شخص پیغمبر خدا کے قتل پر مستعد ہوئے اس سے زیادہ کفر اور کس کا ہو گا اور جب یہ جرم حضرات شیخین پر امام مہدی فریضی کی زبان سے ثابت ہو گیا تو امام کے قول کو کون رد کر سکے گا۔ (روایت سوم) ملا باقر مجلسی نے بحار الانوار میں ایک حدیث کافی کی نقل کی ہے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جو نص جلی امامت مرتضیٰ کا منکر ہے وہ کافر ہے اور واجب القتل ہے چنانچہ ہم اس حدیث کو استقصا سے نقل کرتے ہیں (بیان قولہ علیہ السلام من ان یرتد عن الاسلام اے عن ظاہرہ والکلم بالشہادتین فالقاء ہم علی ظاہر الاسلام کان صلاحاً لامتہ لیکون لہم لا اولاد ہم طریق الی قبول الحق والذخون فی الایمان فاکعد للذمان و ہذا لانیانی مامرد سیئاتی ان الناس ارتدوا الا ماشاء لان المراد فیہا ارتداد ہم عن الدین واقعا و ہذا محمول علی لبقاء ہم علی صورتہ الاسلام و ظاہرہ وان کالتوانی اکثر الاحکام الواقعیۃ فی حکم الکفارہ عخص ہذا بمن الم یسبع النص علی امیر المؤمنین علیہ السلام ولم یغضہ ولم یجاوہ فان من فعل شیئاً من ذلک فقد انکر قولہ ، البنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و کفر ظاہراً ایضاً ولم یبق لہ شیئ من احکام الاسلام و وجب قتله انتہی بلفظ یعنی یہ فرمایا ہے حضرت امام ابو جعفر علیہ السلام نے کہ جناب امیر علیہ السلام نے دعویٰ امامت کا اس خوف سے نہ کیا کہ ایسا نہ ہو کہ اصحاب اس کو نہ قبول کریں اور اسلام چھوڑ دیں اور مرتد ہو جائیں اور مرتد ہو جانے سے غرض یہ ہے کہ ظاہر اسلام چھوڑ دیں اور کفر شہادت سے منکر ہو جائیں اس لئے ان کا اسلام ظاہری پر (بقرہ ما شہدۃ) جب مایوس ہو گئے تو منافقوں کے ساتھ عقبہ کے بالائی حصہ میں اس طرح پہنچے کہ ذصا تا باندھ لکھا تھا تا کہ کوئی انہیں شناخت نہ کر سکے اور یہاں پہنچ کر دریاں دغیرہ راستہ میں خالد بن تاکہ آپ کے اذٹوں کو تابوئی کر میں اور اس طرح رسول اللہ کو ہلاک کر دیں اس نوبت پر اللہ نے حیرتیل کے ذریعہ آپ کو اطلاع دی اور آپ کو ان کی ایذا رسالی سے بچایا

باقی رکھنا امت کے حق میں بہتر تھا تاکہ شاید وہ یا ان کی اولاد میں سے کوئی حق کو قبول کر کے اور کسی آئندہ زمانے میں مومن ہو جاوے اور یہ مخالف اس روایت کے نہیں ہے کہ سب اصحاب مرتد ہو گئے تھے مگر میں اس لئے کہ مراد اس ارتداد سے ارتداد واقعی ہے اور ارتداد جس کا ذکر امام نے کیا نہ پھرنا ان کا ظاہری اسلام کی نظر سے ہے اگرچہ وہ اکثر احکام واقعی میں حکم کفار میں داخل تھے لیکن یہاں ظاہری بھی صرف انہیں لوگوں کی نسبت ہے جنہوں نے نص امامت امیر المؤمنین علیہ السلام کو نہیں سنا اور ان سے دشمنی اور عداوت نہیں رکھی اور جس نے نص امامت سن کر اس سے انکار کیا یا عداوت رکھی تو اس نے پیغمبر خدا صلوات اللہ علیہ کے قول سے انکار کیا اور ظاہر میں بھی کافر ہو گیا اور کوئی حکم اسلام کا اس کے لئے باقی نہیں رہا اور اس کا قتل کرنا واجب ہو گیا تھا اور صاحب استقصا ۱۲ انجام اس حدیث کے لکھنے کے بعد خود یہ فرماتے ہیں کہ گنہگار از نقل ابن عیبارت محض اثبات میں معنی سست کہ صاحب بیمار ثلثہ و اتباع ایشان و مرتد می ماند پس البتہ این معنی بسر و چشم مقبولست اصلاً جاری استنکاف و انکار است پس باقرار صاحب بیمار الانوار اور صاحب استقصا کے کافر ہونا خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کا ثابت ہوا اور ان کا اسلام ظاہری بھی ان کے قول سے جا تا رہا تو اب وہ میان ایمان و کفر کے کوئی واسطہ تیسرا جس کو اسلام کے نام سے تعبیر کرتے ہیں باقی نہ رہا اور جب کافر ہونا ان کا نعوذ باللہ ثابت ہوا تو نکاح ام کلثوم کا کافر کے ساتھ لازم آیا تو اب کہاں رہا قول سید مرتضیٰ علم الہدیٰ کا جو انہوں نے شافی اور تشریحاً لایبیا میں فرمایا ہے حضرت عمرؓ ظہر اسلام اور تمسک بتمام شریعت تھے اس واسطے ان کے ساتھ نکاح کر دینے میں کچھ خلل دینی نہ تھا اور باطل ہو گیا قول صاحب نوہذہ اثنا عشریہ کا جو انہوں نے جواب میں تحفہ کے فرمایا ہے کہ کسی امامیہ کا قول نہیں ہے کہ حضرات علیہم السلام نے اپنی بیٹی کافر کو دی ہو بلکہ بدعتی اور مظہر اسلام اور منافق کو دی ہے اور ممنوع اور حرام نکاح کرنا ساتھ مشرک کے ہے نہ کہ بدعتی اور منافق کے اس لئے کہ ان کے امام فرضی کی زبان سے موافق روایت بحال الانوار کے صاف کفر خلفائے ثلاثہ کا اور واجب القتل ہونا ان کا ثابت ہوتا ہے جب حال

نہ یہاں اس بدعت کی نقل صرف اس امر کے ثبوت کے لئے ہے کہ مولف بحال الانوار نے اصحاب ثلاثہ اور ان کے تابعین کو کافر و مرتد قرار دیا ہے اور یہ معنی ہمارے سر آنکھوں پر اس کے قبول کرنے میں کسی قسم کا سنگ و عار اور انکار نہیں ہے۔

ہے علامت شدہ کا کہ جب جیسا موقع ہوتا ہے ویسا ہی کہنے لگتے ہیں جیسی ضرورت ہوتی ہے ویسی ہی حدیثیں بنا لیتے ہیں کبھی تو حضرت عمر کو کافر اور منکر اسلام اور واجب القتل کہتے ہیں کبھی ان کو منظر اسلام اور تمسک ساثر الشریعت فرماتے ہیں جو کہ امر اول یعنی کفر حضرت عمر کا و نعوذ باللہ منہ موافق روایات صحاح اہل تشیع کے ثابت ہو گیا اب ہم کو اس امر کی ضرورت باقی نہیں رہی کہ ہم اس مسئلے کو ثابت کریں کہ نکاح مومنہ کا ساتھ ناصبی کے گودہ منظر اسلام ہو جائز نہیں ہے لیکن تاکہ وہ لوگ جو ان روایات کو غلط سمجھیں اور کفر ظاہری کے قائل نہ ہوں اور اسلام کا حکم حضرت عمر پر جاری رکھیں موافق اپنے اصول کے اس نکاح کو جائز نہ سمجھیں ہم اس مسئلہ کو بھی بیان کرتے ہیں۔ امر دوم یعنی نہ جائز ہونا نکاح مومنہ کا ساتھ ناصبی کے دروی کلینی عن الفصیل بن سيار قال سألت ابا عبد اللہ عن نکاح الناصب فقال لا والله ما یحل قال فیصل ثم سألتہ مرۃ اخری فقلت جعلت فداک ما تقول فی نکاح الناصب قال والمرأۃ العارفة قال العارفة لا توضع الا عند عارف کلینی میں روایت ہے کہ کلینی کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ ناصبی کا نکاح جائز ہے تو حضرت نے فرمایا کہ خدا کی قسم ہرگز حلال نہیں ہے پھر دوسری مرتبہ میں نے پوچھا تو امام نے فرمایا کہ عورت عارفہ ہے یعنی مومنہ ہے میں نے کہا ہاں تب امام نے فرمایا کہ عارفہ نہیں رہی مگر پاس عارف کے یعنی مومنہ کا مومن کے نکاح میں ہونا چاہیے پس اس روایت سے صاف ثابت ہو گیا کہ حضرت امام کے ارشاد کے مطابق نکاح عارفہ کا نہیں جائز ہے مگر ساتھ عارف کے پس یا حضرت عمر کو مومن اور عارف کہیں یا حضرت ام کلثوم کو ایمان اور معرفت کے دائرے سے خارج کریں و نعوذ باللہ منہ غرض کہ اب موافق قول امام کے سوائے ان دو حالتوں کے تیسری حالت فتنہ باقی نہیں رہی حقیقت یہ ہے کہ اس قول سے امام کے حضرت عمر کا عارف اور کامل الایمان ہونا ثابت ہوتا ہے اس لئے کہ اگر وہ ایسے نہ ہوتے تو ام کلثوم کا نکاح حضرت امیران کے ساتھ کسی حالت میں گو کہ اس کو حضرات شیعوہ جبر و اکراہ سے تعبیر کریں نہ ہونے دیتے کیا جناب امیر اس آیت کے مضمون سے واقف نہ تھے الخبیثات الخبیثین والخبیثون الخبیثات والظہیان للظہیین والظہیون للظہیان :- اور کیا حضرت علی اس حدیث سے جو امام جعفر صادق نے فرمائی منکر تھے کہ (العارفة لا توضع الا عند عارف) پس باوجود ہونے ویسی

آیت اور قول امام کے کیونکر حضرت علی کے خلاف کرتے جب کہ ہم اس امر کو ثابت کر چکے کہ یہ نکاح بجز واکراہ نہیں ہوا تو ہم کو ضرورت اس قول ناپاک سے بچٹ کرنے کی نہیں رہی جس کو علماء شیعہ نے امام کی طرف منسوب کیا ہے کہ امام نے فرمایا کہ (ہو اول فرج غصبت منا) یہ پہلی شرمگاہ ہے جو غصبت کی گئی لیکن عبرتاً لسا معین اس کو بھی بغیر بچٹ کے چھوڑنا مناسب نہیں سمجھتے پوشیدہ نہ رہے کہ محدثین شیعہ روایت کرتے ہیں کہ امام صادق علیہ السلام سے کسی نے اس نے اس نکاح کی نسبت سوال کیا تو امام نے فرمایا کہ (ہو اول فرج غصبت منا) صاحب تحفہ قدس سرہ اس بحث میں لکھتے ہیں (سبحان اللہ) کلمہ ایست کہ از زبان ایشا برے آید نزدیک ست کہ آسمان فراق و زمین بشکاف اول در حق آن سیدہ پاک بفضہ الرسول فلذہ کبد البتول پھر فحش و سوء ادب سنت و کلام خصلت خبیثہ را بدامن پاک آن طاہرہ مطہرہ می بندند و گیر در حق حضرت امیر **ع** حنین پورے قدر بے حفاظتے و بے ناموسی ثابت می کنند در حق حضرت صادق کہ اس پر آنجناب تہمت می نمایند پورے قدر بی حیثی و بی غیرتے اعتقاد دارند اس لفظ را اول بزرگان بزرگان نمی آند علی الخصوص ذکر اس عضو مستور الاسم و المسمی انا قارب بلکہ بزرگان خود امر ایست کہ اول واد باش نیز اجتر از واجب می دانند) اس کا جواب علامہ کشمیری نے تہہہ میں چند طرح پر دیا ہے۔ مکافال (مرد و دست بچند و جد اول آن کہ بر تقدیر تسلیم صحت روایت و محفوظ بودن آن انچہ افادہ فرمودہ تسویل و تحویل بیش نیست) اس عبارت سے علامہ کشمیری کی معلوم ہوتا ہے کہ اس روایت کی صحت ان کے نزدیک مسلم نہیں ہے حالانکہ بر تقدیر تسلیم صحت کہنا عوام کو دھوکا دینا ہے اس لئے کہ یہ لے واہ ایسی بات زبان سے نکالتے ہیں۔ قریب ہے کہ آسمان گر پڑے اور زمین پھٹ جائے۔ اس میں پہلی بات تو یہ کہ حضرت فاطمہ کی جگہ گو شرام کلثوم کے بارے میں فحش دیے ادبی ہے اور دشمن اس پاکیزہ سے کتنی بری خصلت منسوب کرتے ہیں اور دوسری بات یہ کہ جناب امیر و حسنینؑ کی بے غیرتی و عدم حفاظت ثابت کرتے ہیں اور حضرت صادق کے حق میں تہمت لگاتے ہیں اور بی حیثی و بی غیرتی کے معتقد ہیں۔ اس قسم کی گفتگو گزشتہ کے بزرگ اپنی زبان پر نہ لاتے خاص کہ شرمگاہ کا لفظ انہوں نے کہا ہی نہیں۔ اور پھر بزرگوں کا معمول رہا کہ ادراش اور کمیوں سے خود علیحدہ رہنا واجب و ضروری سمجھتے تھے بلکہ یہ چند وجوہ سے مرد و درنا قابل ثبوت ہے اول یہ کہ بنا بر تقدیر تسلیم و قبول صحت روایت اور پھر اس کا ان طرح معنویا نہ ہونا کہ افادیت ہر صفت شیطانی فریب اور بکاری ہے۔

حدیث چند طرح سے موافق اصول شیعوں کے ثابت ہے اول یہ حدیث کافی کلینی میں جس کو
 حضرات شیوا صح المکتب کہتے ہیں انہیں الفاظ سے امام صادق سے مروی ہے۔ دوسرے،
 قاضی نور اللہ شوشتری نے مصائب النواصب میں اس حدیث کو چند جگہ نقل کیا ہے چنانچہ
 جہاں بحث فلوق وام کلثوم کی لکھی ہے اس کی بحث نجم میں چند جگہ اس کا ذکر کیا ہے۔
 اور کسی جگہ اس سے انکار نہیں کیا۔ چنانچہ ترجمہ فارسی اس کا کما ہوا مقول فی ازالۃ العین یہ
 ہے (واما غاسا براسطہ آن کہ قول امام صادق علیہ السلام کہ اس اول فرجی ست کہ غضب
 کردہ شدہ ازما مستلزم وقوع زمانیت) اور پھر اسی بحث میں قول صاحب استغاثہ کو نقل
 کر کے اس طرح فرماتے ہیں وترجمہ فی القاریہ بکذا (خبر واہ اندمارا جماعتی از مشایخ ثقات
 طائیشاں جعفر بن محمد بن ملک کوفی ست از احمد بن فضل از محمد بن ابی عمیر از عبد اللہ بن سنان
 گفتہ ال کہ دم جعفر بن محمد صادق را علیہ السلام از تردیح عماد ام کلثوم پس گفت این اول
 فرجی است کہ غضب کردہ شدہ ازما اور بعد اس کے پھر قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ (مشاکل
 روایتی ست کہ از صادق علیہ السلام کردہ اند کہ گفتہ کہ اس اول فرجی ست کہ ازما غضب
 کردہ اند) اور پھر جہاں جناب امیر علیہ السلام کے صبر اور تحمل پر وصیت رسول کا ذکر کیا ہے
 وہاں قاضی صاحب موصوف فرماتے ہیں وترجمہ فی القاریہ بکذا (چوں عمر خواستگاری ام
 کلثوم نمود علی متفکر شد و گفت اگر مانع شوم از قصد قتل من خواهد کرد و اگر قصد قتل من کند و ممانعت
 کنم از اطاعت نفس خود بیرون روم از اطاعت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پس تسلیم اہستہ
 دیدن حال اصلاح بود از قتل او و بیرون رفتن از وصیت رسول خدا پس گفت علی بن ابی طالب
 سے پانچویں یہ کہ امام صادق کا کہنا کہ یہ پہلی شرمگاہ ہے جو ہم سے بدستوری گئی ہے یہ واقعہ ہماری ناخوشی کو ظاہر
 کرتا ہے کہ معتبر بزرگوں کی ایک جماعت نے ہمیں بتایا ہے کہ جعفر بن ملک کوفی نے احمد بن فضل کے ذریعہ محمد بن ابی عمیر کے
 واسطہ سے عبد اللہ بن سنان کی نیالیہ بیان کیا کہ ام کلثوم کی شہ سے شاہی کرنے کے بارے میں جعفر بن محمد صادق سے میں دریافت
 کیا تو انہوں نے کہا کہ یہ پہلی شرمگاہ ہے جو ہم سے بدستوری چھینی گئی ہے یہ مشاکل روایت صادق سے ہے کہ آپ نے فرمایا کہ یہ
 پہلی شرمگاہ ہے جو ہم سے بدستوری چھینی گئی ہے جب ہم نے ام کلثوم کو مانگا تو علی متفکر ہوئے اور کہا کہ اگر شیخ کو دیکھ تو یہ مجھے قتل کر دیکھا
 اور اگر میں اسے قتل کر دوں تو اپنے نفس کی خاطر رسول اللہ کی اطاعت سے خارج ہوتا ہوں اس حالت میں یہ تسلیم ختم کر کے اس کام کو
 اللہ کے حوالے کر دیا اور سلام ہے کہ عمر سنان کا مال غضب کی حد تک کہ بائیس سے انکار کیا کہ اللہ کی جگہ بیٹھا، احکام الہی میں شہ
 کیا اور یہ تمام امور اللہ نزدیک ایک شرمگاہ غضب کرنے کی بہ نسبت زیادہ قبیح ہیں اس لئے علی نے صبر کیا۔

نہاد والستہ بود کہ آنچہ عصب کروزا موال مسلمانان دار کتاب کہ از انکار حق او و قعود
بجای رسول خدا و تغیر احکام الہی و تبدیل فرائض خدا چنانچہ گزشتہ اعظم سنت نزد حق
تعالی و اقطع و اشنع سنت از اختصاب این فرج پس تسلیم کرد و صبر نمود، اور علاوہ اس کے
اور طرق متکثرہ سے ثبوت ان الفاظ کا ہوتا ہے پس علامہ کشمیری کا بر تقدیر تسلیم صحت کہنا
صرف دھوکہ دینا ہے جو کہ شعار قدیم علماء متقدمین شیعہ کا ہے اگر یہ الفاظ امام نے نہیں فرمائے
اور ان کی کتابوں میں مذکور نہ تھے تو چاہیے تھا کہ صاف انکار کرتے اور اگر مذکور تھے تو اس
کا اقرار کرتے بر تقدیر تسلیم صحت کہنا کیا معنی۔ غرض اس حدیث کی صحت میں کچھ شک و
شہدہ نہ رہا اب ہم توجیہ اور تاویل علماء شیعہ کی جو اس لفظ کی نسبت ہے بیان کرتے ہیں علامہ
کشمیری نے یہ میں لکھتے ہیں کہ مراد ازیں کلام آنست کہ اس نکاح اول نکاحیت کا از خاندان
عالیہ بغیر طیب خاطر اولیا بطریق اجبار و اکراہ بنا پر مصلحت وقت واقع شدہ ہے
و قرآن باجبار و اکراہ تعبیر ازال بغضب فرمودہ اندوہ میں معنی، بیچ گونہ شناختی نیست
ومع وضوح المرام لا عبرة بالالفاظ عقد نکاح کی کہ بغیر طیب خاطر باشد اصلاً مستلزم زنا
بہست خلاصاً اس توجیہ کا یہ ہے کہ عصب بمعنی عدم رضا کے ہے اور مطلب (اول فرج
عصب منا) جو امام نے فرمایا ہے یہ ہے کہ یہ پہلا نکاح ہے کہ خاندان اہلبیت اطہار
سے بلا رضا مندی ولی کے بجز و اکراہ ہوا اور لفظ عصب مستلزم زنا نہیں ہے لیکن یہ
توجیہ بجائے خود نہیں ہے اس لئے کہ اگر یہ معنی حضرت امام کے دل میں تھے تو چاہیے تھا
کہ انہیں لفظوں میں ادا فرماتے کہ ایسا لفظ کر یہ (و حاشا جبارہ عن ذالک) زبان پر
لاتے پس لفظ غصبت کا کرنا اور عدم رضا مراد لینا بلا وجہ الفاظ کولان کے حقیقی معنی،
سے پھرنا ہے۔ علاوہ بریں جو نکاح صحیح نہ ہو وہ مستلزم زنا ہے اور از روئے کتب معتبرہ
امامیہ کے مثل غیبہ اور تبصرہ اور کنز العرفان اور غایۃ المرام وغیرہ کے ثابت ہے کہ نکاح
مومنہ کا ساتھ نا صبی کے درست نہیں ہے پس جب ایک مومنہ کا نکاح ایک عام نامی
کے ساتھ درست نہ ہو تو کیونکر نکاح قدوہ مومنات بنت بضعہ سرور موجودات کا ایک

لہ اس کلام کا مطلب یہ ہے کہ خاندان عالیہ میں یہ دو پہلا نکاح ہے جو اولیا کی خوشی کے بغیر ہر کے سبب صرف
دستی مصلحت کے پیش نظر واقع ہوا اور اس جبر و ستم کو عصب کے الفاظ دیشے گئے ہیں اور یہ معنی مراد لینے میں کوئی قباحت
نہیں ہے۔ اس توضیح کے بعد الفاظ کا بیکریا ہے اور مقصد کلام واضح ہے کہ رضا مندی و خوشی کے بغیر نکاح ہوا سے زنا نہیں
کا جا سکتا۔

کافر یا منافق کے ساتھ دست نہ ہوگا۔ یہ فرمانا علامہ کشمیری کا کہ دو دین معنی بیچ گونہ شناختی نیست) انہیں کو ذیبا ہے بلاشک نزدیک عبداللہ بن سبا یہودی کے تقلیدین کے جو کہ لباس محبت اہل بیت میں چاہتے ہیں کہ اصول و فروع شریعت مصطفوی کو برہم کریں اور بیخ اسلام دین محمدی کو اکھڑ دین اور خوارج اور نواسب سے بھی گوٹے سبقت لیجاویں اور زخارف و بیوی پیرائے مدائنتہ اور قربت میں تحصیل کریں بے شک یہ امر کب بعید معلوم ہوگا کہ رسول کی نواسی فاطمہ زہرا کی بیٹی حسن مجتبیٰ کی بہن ایک رئیس مرتدین اور سرگردہ منافقین کے گھر میں غضب سے جاوے اور وہ غاصب جو چاہے سوکرے اور پھر بھی نہ شیر خدانہ حسن مجتبیٰ نہ شہید کربلا کچھ چوں و چرا کریں اور ایسے واقعہ ہوش ربا کا تماشا دیکھتے رہیں ورنہ ہم سے ناقص ایمان والوں کے تو ایسے سانحے کے سننے سے ہوش چڑاں ہوتے ہیں اور ہمارے ضعیف دل زبان حال سے الاماں الاماں پکارتے ہیں ہم حضرات شیعہ کیسی محبت کہاں سے لاویں کہ خود ہی لہاک کی زبان سے (اول فرج غضبت منا) کی روایت کریں اور پھر خود ہی اسکی نسبت بیچ گونہ شناختی نیست کا کلمہ زبان پر لاویں اور ایسے الفاظ ناملائم اور نامناسب کو سن کر شادیا نے خوشی اور فرحت کے بجادیں اور اپنے دین و ایمان کے دعویٰ میں ثابت قدم رہیں اور ہرگز اس کو خلاف شان ائمہ کے نہ سمجھیں اہاں سے ان کی فضیلت و عزت میں کچھ خلل کا خیال بھی نہ کریں فقط بعد اس کے علامہ کشمیری فرماتے ہیں کہ اہرگاہ جاہرے شخصے را در طلاق و ادین زوجہ اش اجبار نماید و عرف می گویند غضبت زوجہ باوصف آن اگر جاہر عقد نکاح بآن بدن بکنند و امام اعظم ابوحنیفہ کوئی زنا متحقق نمی شود و آن جاہر زانی نیست، معلوم نہیں کہ علامہ کشمیری نے بایں علم و عقل اس جملے کے لکھنے سے جواب جہارت تحفہ کا کیا تصور فرمایا ہے اس لئے کہ الزام شاہ صاحب قدس سرہ کا مطابق اصول شیعہ کے ہے نہ موافق اصول حنفیہ کے پس ان کو اپنے اصول پر جواب دینا چاہیے امام ابوحنیفہ کے اصول پر نظر کرنے سے کیا حاصل اگر وہ فقہی مسائل میں ابوحنیفہ کے قول پر چلنا چاہتے ہیں اور سوائے اس کے دوسرا چارہ اس بلائے جائزہ سے نکلنے کا نہیں دیکھتے تو دل ماشا و چشم ما ماروٹن و فروع حنفیہ کا اختیار کریں اور اس پر عمل فرمادیں لیکن صرف فروع کو لینا اور اصول

نہ جب کوئی تم کو کسی شخص کو زہر کرے کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے تو اس سے توقع پر کہتے ہیں کہ اس کی بیوی غضب لڑی گی۔ وہ شکر اس حدت سے نکاح کرنے والا امام اعظم ابوحنیفہ کوئی کے نزدیک یہ زنا نہیں ہے اور نہ نکاح زانی نہیں ہوتا۔

دعقائد کو چھوڑنا کارآمد نہیں ہے میں ایک کلمہ کہہ کر حقیقہ کے شریک ہو جاؤں اور فضیلت فاروقی کا اقرار کرنے لگیں پس نہ کہچہ جھگڑا ہے نہ عقد نکاح کے ہونے کو بھی تسلیم کر لیں اس کے نسبت الطبیات لطیبین پڑھنے لگیں وہ نہ جب کہ موافق مذہب امامیہ کے نکاح مومنہ کا ساتھ تو اصعب کے جائز ہی نہیں ہے تو بیچارے ابو حنیفہ کے قول سے ان کو کیا فائدہ ہوگا بلکہ اگر کوئی روایات حضرت شیعوہ کو دیکھے تو اس کو شامت اس فعل قبیح کی جس کو (ہوا اول فرج غصبت منا) سے تعبیر کیا ہے معلوم ہووے کہ شیخ صدوق نے معانی الاخبار وغیرہ میں معاذ اللہ معاذ اللہ توبہ توبہ نقل کفر نباشد حضرت عمر کو دلالتاً قرار دیا ہے اور اس کی سند امام تک پہنچائی ہے کما قال فی معانی الاخبار (حدثنا علی بن احمد بن موسیٰ رضی اللہ عنہ قال حدثنا محمد بن ابی عبد اللہ، الکوفی عن موسیٰ بن عمران النخعی عن محمد بن یزید المنوفی عن علی بن ابی حمزہ عن ابی بصیر قال سالتہ عماروی عن الغبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال ان دلالتنا شرکتہ قال علی السلام عنی بہ الا وسطہ نہ شرمین تقدمه ومن تلاء) یعنی ابی بصیر روایت کرتا ہے کہ میں نے امام علیہ السلام سے پوچھا کہ یا حضرت اس حدیث پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کیا معنی ہیں کہ (دلالتنا شرکتہ) کہ دلالتنا میں سے بدتر ہے امام نے فرمایا کہ مراد اس سے عمر ہے کہہ اپنے پہلے یعنی ابوبکر سے اور اپنے پچھلے یعنی عثمان سے بھی بدتر ہے اور میں نے سے زیادہ برابے پس جب ایسے ناپاک مذہب کے معتقدین ائمہ کی طرف ایسی تہمت کریں اور ان کی زبان سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اولاد رونا سے ہونا بیان کریں و نفوذ باللہ منہ تو اگر بت سے قائلہ کا ایسے شخص کے ساتھ نکاح ہونے کو امام کی زبان سے بالفاظ (اول فرج غصبت منا) کے لفظوں سے ادا کر کے مصداق سواد الوجہی للدارین نہ ہوں تو کیا کریں۔ لیکن ہم اس امر کو بھی تسلیم کریں کہ موافق اصول شیعوہ کے لفظ کفر کا اطلاق حضرت عمر پر نہیں ہوتا اور ان کا منکر اسلام اور منسک یہ تمام شریعت ہونا ثابت ہوتا ہے اس بات کو بھی فرض کر لیں کہ ان کے مذہب میں نکاح کر دینا ساتھ ناصبی کے مومنہ اور عارفہ کا بھی جائز ہے لیکن حضرت شیعوہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نفاق و بدعت سے کیونکر انکار کریں گے اور ان کے مومن اور مخلص اور تابع سنت ہونے کو کیونکر قبول کریں گے اگر وہ یہ قبول کر لیں کہ حضرت عمر منافق تھے نہ بدعتی بلکہ سچے مومن اور سچے تابع سنت تھے فنعلم الوفاق اگر اس کو نہ مانیں تو سب توجیحات جو معاملہ نکاح ہم کلثوم میں کی ہیں عبث اور فضول اور بیکار ہوئی جاتی

ہیں اس لئے کہ جو شاعت نکاح میں ساتھ کافر کے ہے اس سے بڑھ کر قباحت نکاح میں ساتھ منافق کے ہے چنانچہ خود صاحب ترمذیہ اثنا عشریہ نے اس کا اقرار کیا ہے اس مضمون کو ان لفظوں سے ادا فرمایا ہے **قال الفاضل الناصب چہارم آنکہ گویند کہ حضرت بنات و اخوات خود بہ کفرہ فجرہ بنی میدادند مثل حضرت سکینہ کہ در نکاح مصعب بن زبیر بود علی ہذا القیاس دیگر قریبان خود را در عقد کفرہ و نواصب در آوردند چنانچہ در کتاب الہیات بہ تفصیل شرح است اقول و بہ نستعین اگر مراد از کافر و قول را گویند حضرت بنات و اخوات خود را بہ کفرہ فجرہ می دادند مشرک ست اس قول کذب محض ست چہ ہیچک از امامیہ قابل باین قول نیست و اگر مراد از ان مبتدع ست بد بدعتی کہ منجر بہ کفر صافیش نہ شود کہ اول کافر تناول گویند یا منافق کہ مظہر اسلام و متمسک بہ سائر شریعت باشد مسلم و محدودی ندارد بہ نحو ای **ولا تلکوا المشرکین حتی یؤمنوا بالآیۃ ممنوع و محرم انکاح با مشرک ست و بہ حرمت مطلق انکاح بتدع کزائے و تزویج با منافق و لیلی قائم نیست قیاس یکی بر دیگری مع الفائق پرہ منافق اگر پرہتمش در حقیقت عظیم تر ست و فسادش در شریعت شدید تر و بہ نحو ای ان المنافقین فی الدنک الاسفل در عقبی بعقوبت الیم گرفتار ست لیکن حکمت الیہ داعی و مقتضی آن شد کہ احکام مشرکین و منافقین در دار دنیا از ہم ممتاز باشد و از اینجاست کہ مشرکین را بہ نحو ای **فاقلوا المشرکین حیث وجدتموہم معاقب و ما خود کردانیدہ** ست فاضل ناصب نے کہا ہے کہ اگر نے اپنی بیٹیاں اور بیٹیاں کافروں اور فاسقوں کو دیں جیسے حضرت سکینہ کی شادی مصعب بن زبیر سے کی وغیرہ وغیرہ اور اپنے دوسرے رشتہ داروں کا کافروں اور سفیوں سے عقد کیا جس کی تفصیل کتاب الہیات میں ہے اس کا جواب میں یہ دیتا ہوں کہ اگر کافر سے مراد دو قول آدمی تو ائمہ نے اپنی بیٹیاں اور بیٹیاں کافروں و فاجرین کو دیں اور ایسے اور ایسے لوگوں کا مشرک ہونا بالکل غلط ہے کیونکہ کوئی شیوہ امام اس کا قابل نہیں اور اگر کافر سے ایسا بدعتی مراد لیا جو بدعتوں کی وجہ کافر نہ ہوا ہو تو ایسے شخص کو کافر تناول یا منافق کہتے ہیں جو بظاہر مسلمان اور احکام شریعت بہمالاتاہر صرف مشرکین سے نکاح کرنا حرام ہے اور بدعتی یا منافق کیساتھ نکاح حرام ہونے کی کوئی دلیل نہیں ان میں سے ایک کو دوسرے پر قیاس کرنا قیاس فاروقی ہے اگرچہ منافق بہت برا اور شریعت میں اس کی فساد انگیزی سخت برا کام ہے اور منافق آخرت میں دردناک عذاب میں مبتلا ہوں گے لیکن حکمت خداوندی نے مشرکین و منافقین کے حکم احکام دنیا میں علیحدہ مقرر کئے ہیں اور مشرکین کی بابت حکم الہی ہے کہ انہیں جہاں پاؤں تھامیں اور اس کے بر خلاف منافقوں کو اس سے بھروسہ نہ نجات دہی ہے۔****

منافقین را ازیں در طہ نجات بعشیدہ، اس تحریر پر علامہ کشمیری کی ہم ان کا دل و جان سے ٹکر اٹا کرتے ہیں اور اپنی ممنونی ظاہر کرتے ہیں کہ جو بات ہم کو لکھنی چاہیے تھی وہ خود علامہ ممدوح نے لکھ دی اور جو تکلیف ہم کو کرنی پڑتی وہ خود گوارا فرمائی اور ان فقروں کو لکھ کر کہ (منافق ہے اگرچہ ہر قسم درحقیقت عظیم ترست و فسادش در شریعت شدیدتر) ہماری طرف سے خود ہی جواب دے دیا لیکن ہم مخیرت ہیں کہ علامہ ممدوح نے صاحب تحفہ قدس سرہ کے اعتراض کے جواب میں اس تحریر سے کیا فائدہ خیال کیا اس لئے کہ ان کا اعتراض اس پر ہے کہ شیعوں کے نزدیک حضرات علیہم السلام نے اپنی بیٹیاں کافر کو دی ہیں علامہ اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ نہیں کافروں کو نہیں دیں بلکہ منافقوں کو اس پر ہمارا یہ جواب ہوتا ہے کہ نکاح مومنہ کا ساتھ کافر کے حرام ہونے پر کوئی دلیل عقلی نہیں ہے بلکہ صرف قباحت شرعی ہے اور وہ قباحت منافق کے ساتھ نکاح کرنے میں بھی موجود بلکہ کچھ زیادہ ہے وہ خود حضرت نے فرمادیا پس اب اہل انصاف غور کریں کہ اعتراض صاحب تحفہ کا اس سے اور مدلل ہو گیا یا ان کا اعتراض اس جواب سے اٹھ گیا۔ باقی رہا یہ امر کہ احکام منافقین کے بہ نسبت کافروں کے ظاہر شریعت میں سخت نہیں ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ منافق ظاہر میں اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور احکام شریعت ظاہر پر جاری ہیں اس لئے وہ قتل وغیرہ سے محفوظ ہیں اور اس کا سبب یہ ہے کہ کوئی شخص سوائے خدا کے علم غیب نہیں رکھتا جو دل کا، حال جانے پس شریعت نے نظر بر ظاہر اسلام ان کے قتل کا حکم نہیں دیا لیکن موافق اصول شیعہ کے ائمہ کرام کو علم ماکان و مایکون حاصل ہوتا ہے اور امور پوشیدہ ان پر روشن ہوتے ہیں اور حالات قلوب بنی آدم ان پر ظاہر ہوتے ہیں پس ان کو منافقوں سے احتراز کرنا اور ان کو ذلت دینا اور ان سے عداوت رکھنا اور ان سے قرابت نہ کرنا بلکہ اگر وہ کسی دینی کام میں مدد کرنا چاہیں تو ان سے اعانت نہ لینا اور ان کو کسی دینی کام میں شریک نہ کرنا جب لازم ہے چنانچہ جن منافقوں کا نفاق پیغمبر صاحب کے سامنے کھل گیا تھا یا جن کے نفاق کی خبر خدا نے جلاشانہ حضرت کو دے دی تھی ان کے ساتھ اسی طرح پر بتاؤ کرنے کے لئے آیات قرآنی نازل ہوئیں اور ان کے لئے سخت احکام صادر ہوئے بلکہ جس طرح پر جہاد کرنے کا حکم اور کفار کے ہوا اسی طرح پر اور منافقوں کے ہوا جیسا کہ اللہ جل شانہ فرماتا

لے منافقین کے کہ تو ت اگرچہ درحقیقت بہت برے اور شریعت میں اس کی نساوانگیزی شدید ترین جرم ہے۔

ہو یا ایسا لٹبی جاہد الکفار والمنافقین واغلظ علیہم وناواہم جہنم ویش المصیر کراسے پیغمبر جہاد
 کر اور پر کافروں کے اور منافقوں کے اور نہایت سختی کر اور پر ان کے اور جبکہ ان کی جہنم ہے عرض
 کہ جب ان منافقوں کا جن کا اتفاق کا حال معلوم ہو گیا حال مثل کفار کے ہو اور جہاد بھی ان پر
 غلظت اور شدت بھی مثل کفار کے کرنے کا حکم ہو تو پھر نکاح میں درمیان کفار کے اور ان
 منافقوں کے کیا فرق رہا اب سوا شے اس کے کہ یا حضرت شیعہ حضرت عمر کو منافق نہ کہیں اور
 پھر اس کا کفر کے کہنے سے باز آویں یا اس نکاح کو حرام جانیں دوسرا کوئی علاج نہیں ہے
 اگرچہ علما شیعہ نے اس معاملے میں عوام کے فریب دینے کو اور جاہلوں کے سمجھانے کو بہت
 ابلہ فتویٰ کی تقریر کی ہے اور حضرت عمر کو مظہر اسلام کہہ کر اس نکاح کا جواز ثابت کیا ہے لیکن
 یہ فریب ذرا سی بات میں کھلا جاتا ہے اور یہ سب تو طیبہ ان کا ایک ادنیٰ بات میں ہباء منثورا
 ہو جاتا ہے یعنی ہم ایک استفتا کرتے ہیں اس کا فتویٰ لکھ دیں اور جو بات ہم پوچھتے ہیں اس
 کے جواب میں صرف لایا نعم فرما دیں وہ ہونڈہ دیکھا فرماتے ہیں جناب قبلہ و کعبہ ان دو مسئلوں
 میں جن میں سے پہلا یہ ہے کہ ایک منافق جس نے خدا کی کتاب میں تحریف کی جس نے پیغمبر
 کی سنت کو بدلا جس نے حضرت فاطمہ علیہا السلام کا حق غضب کیا جس نے معصومہ کے جسم
 اظہر پر ایسا صدمہ جسمانی پہنچا یا کہ اس سے معصوم بچہ شہید ہوا اور جس نے سیدۃ النساء کا حق
 نسیا اور ان کو جوٹھا جانا اور ان کا دعویٰ ارث پدری کا نہ سنا اور جس نے امیر المومنین علی علیہ
 السلام کا حق غضب کیا اور جس نے ان پر تبر و عکلم کیا وہ ایک مومنہ عارفہ کے ساتھ نکاح کرنا
 جائز ہے یا نہیں۔

دوسرا مسئلہ ایک مومنہ نے جس کو خدا نے ذاتی شجاعت و شرافت میں یکتائے روزگار
 بنا دیا اور جس کے بازو کو قوت اور طاقت قلوبہ شکنی کی دی اور جس کو جرأت دس ہزار جنگی سوار
 کے ساتھ لڑنے کی دی ہے اپنی بیٹی مومنہ عارفہ کا نکاح ایک منافق مرتد غاصب خائن کے
 ساتھ صرف اس کی تہدید زبانی پر کر دیا اس کی نسبت کیا حکم شرعی ہے آیا وہ گنہگار ہو یا
 نہیں اور اگر ایسے استفتاء پر فتویٰ دینے میں بھی سچوں و چہرا کو جناب قبلہ و کعبہ دخل دیں اور
 صاف جواب نہ دیں تو ان سے ہم ایک صاف مسئلہ پوچھتے ہیں اسی کو لکھ دیں دیکھا فرماتے
 ہیں علماء مدین اور مفتیان شرع متین کہ نکاح مومنہ کا ساتھ سنی ناصبی کے جائز ہے یا نہیں
 پس جو کچھ جواب اس کا لکھ دیں وہی تمام اس بحث کے طے کرنے کے لئے کافی ہے پھر نہ

کیسی توجیہ کی حاجت ہے نہ کسی تاویل کی ضرورت ہے ایک دو حرفی فتوے پر دارالاسلام تمام قہے جھگڑے کے فیصلے کا ہے پس اسے حضرات شیوخ بنظر عنایت اس سوال کا جواب لکھ دو اور اس جھگڑے قہے کو میٹو شو۔

اداسے دیکھ لو جانا رہے کلہ دل کا بس ایک نگاہ پٹھرا ہے فیصد دل کا

بعد اس کے علامہ کشمیری بجواب تحفہ کے فرماتے ہیں الاستبعا ذکر فرج مستور الاسم والسمی بزبان اکابر در کمال استعجاب ست و در واقع زائر خائیت کہ بیچ خزنہ نماید چہ در کلام الہی کہ چند جا ذکر اس عضو مستور الاسم والسمی جاری شدہ و حضرت عائشہ صدیقہ در مجالس و محافل نام عضو مخصوص حضرت سرور عالم علیہ السلام کہ مستور الاسم ست بزبان می بر وند الخ اس تقریر سے مطلب علامہ کشمیری کا یہ ہے کہ شاہ صاحب کہیہ فرمایا کہ لفظ فرج کا زبان پر امام کے آنا خلاف شان بزرگی ہے موجب تعجب ہے اس لئے کہ خدا کے کلام میں یہ لفظ مذکور ہوا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عضو مستور الاسم کا نام لیا ہے تو پھر امام نے اگر کیا تو کیا گناہ کیا فقط جواب اس کا یہ ہے کہ یہ نا فہمی اور نادانی حضرت علامہ کی ہے اس لئے کہ آیات اور حدیث میں اگر نام اس عضو کا ہے تو مسائل شرعیہ کے بیان میں یا ستائش مومنین کے مقام پر ہے نہ کہ ایسے موقع محل پر جو محل نزاع ہے اور مسائل شرعیہ کے بیان میں ایسے الفاظ کی ضرورت ہوتی ہے تو اس کے بیان کا ایک سبب خاص ہے ہاں اگر شاہ صاحب ان احادیث و اخبار امامیہ پر طعن کرتے ہیں واسطے بتانے مسئلہ شرعی کے اس عضو کا نام لیا گیا ہے تو یہ ساخنہ یا تمثیل صحیح ہوتا مگر صد ہا احادیث امامیہ میں ائمہ کرام کی زبان سے اس عضو کا نام نکلا ہے اور شاہ صاحب نے کسی پر کچھ اعتراض نہ کیا اور اس محل خاص پر جو اعتراض کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ اراذل عوام کو بھی اس قدر غیرت اور حیا ہوتی ہے کہ اگر کوئی ان کی جو رو یا بیٹی کو لے جاوے تو وہ ایسا لفظ زبان پر نہ لاتے اور اپنی جو رو یا بیٹی کی نسبت شرکام کے غضب سے لے کر لینے کا لفظ زبان پر نہیں لاتے تو کیونکر ممکن ہے کہ جناب امام نے ایسا لفظ زبان سے نکالا ہو بلکہ اگر فی الواقع یہ نکاح بجز واکراہ ہوا تھا اور بوجہ منظر اسلام اور متمسک بہ شریعت نے شاہ صاحب کا یہ قول کہ نام کی زبان پر لفظ فرج انابعد از قیاس ہے اور میں شاہ صاحب کے اس قول پر تعجب ہے اور یہ بیہودہ کہو اس ہے جسے کوئی گھٹا تک نہیں کہتا واقعہ یہ ہے کہ قرآن میں کئی جگہ لفظ فرج ذکر آیا ہے اور حضرت عائشہ نے اپنی زبان سے رسول اللہ کے عضو مخصوص کا کئی مجلسوں اور محفلوں میں ذکر کیا ہے۔

ہونے عمر فر کے شرعاً ایسا نکاح کر دینا جائز تھا نہ کہ اس عبارت و الفاظ کو چھوڑ کر ایسا کر یہ لفظ جس کے ہزار معنی بنائے جاویں مگر سمجھنے والے اور ہی کچھ سمجھتے ہیں زبان پر لاتے اور اس تقریر کا جواب خدا کے کلام میں اس لفظ کے ہونے یا حضرت عائشہ کے بنظر ضرورت مسئلہ شرعی کے اس لفظ کو زبان پر لانے سے نہیں ہوتا اس ہذا من ذالک (تیسرا قول) بعض علما شیعہ نے یہ خیال کر کے کہ نکاح کے ہونے سے انکار کرنا اپنی احادیث و اخبار کی کتابوں پر خط نسخ کھیننا ہے اور روایت (اول فرج غضب منا) کہ جو خاص کلینی نے کافی میں امام صادق علیہ السلام کی حدیث کر کے لکھی ہے نیز صحیح کہنا امام کو جھٹلانا ہے اور اس کو بغیر توجیہ و تاویل کے تسلیم کرنا عقل اور ایمان اور عزت سے ہاتھ اٹھانا ہے اس لئے اس کے معنی بنانے اور الفاظ کو حقیقت سے مجاز کی طرف پھرنے پر آمادہ ہونے جب اس کو بھی بے سود دیکھا اور اس سے بھی کچھ مطلب حاصل نہ ہوا تب دوسری طرح کی تاویلات دور راز کار کے جانب توجہ فرمائی اور صبر اور وصیت اور تقیہ سے پناہ لی چنانچہ ہم ہر ایک تاویل کو یہ تفصیل بیان کرتے ہیں۔ دہلی تاویل صبر بعض علما شیعہ نے فرمایا ہے کہ جو معاملہ جناب امیر کو پیش آیا اکثر انبیاء اور اوصیاء کو ایسے معاملے پیش آئے ہیں اور انہوں نے صبر فرمایا ہے اور اس سے ان کے درجات خدا نے بڑھائے ہیں جیسا کہ حضرت لوط پر بھی ایسا ہی واقعہ گزرا ہے چنانچہ حضرت لوط کے پاس جب فرشتے آدمی کی صورت ہو کر آئے اور ان کو کچھ شبہ ہوا تو انہوں نے اپنی بیٹیاں ان کے سامنے کر دیں اور کہا کہ یا قوم ہولاء بناتی ہننا طرکم کہ یہ میری بیٹیاں حاضر ہیں تمہارے واسطے اور ایسا چھی ہیں تمہارے لئے اہلکہ صاف فرمایا کہ ہولاء بناتی ان کتم فاعلمین کہ یہ میری بیٹیاں موجود ہیں اگر تم کو کچھ کرنا ہے کرو میں تعجب ہے کہ جب حضرت لوط پیغمبر خدا نے اپنی بیٹیاں سامنے کر دیں اور ایسا کلمہ فحش زبان سے کہا کہ اگر کرتا ہے تو یہ بیٹیاں حاضر ہیں اور اس کا ثبوت آیات قرآنی سے ہوتا ہے تو پھر ناصبیوں کا یہ اعتراض کہ حضرت امیر نے کیوں اپنی بیٹی عمر کو دے دی تھی مگر صبر کیا ہے جو جواب ناصبی حضرت لوط کے معاملے کا دیں گے وہی ہم مومنین کی طرف سے خیال کریں فقط چنانچہ قاضی نور اللہ شوسترسی نے مصائب النواصب میں اور علماء شیعہ نے اپنی کتابوں میں اس کو لکھا ہے اور علاوہ اس کے حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰئیل فرعون کی بھی مثالیں دی ہیں چنانچہ ہم ان سب کو لکھ کر اس کا جواب دیں گے۔

بالفعل بہ نسبت صبر جناب امیر کے جو کچھ حضرات نے فرمایا ہے اس کو ہم ایک کتاب میں صادم سے جو بعد ملاحظہ جناب مجتہد صاحب کے ۱۳۶۷ھ ہجری میں مطبع جعفریہ یعنی مطبع اثنا عشریہ میں چھپی ہے نقل کرتے ہیں گویا مولف نے اپنے تمام مجتہدین و علما کے اقوال کا خلاصہ اس میں لکھا ہے مسلمانوں کو چاہیے کہ اس کو غور سے دیکھیں اور اس بیچارے مولف کی اور ان کے مجتہدین و علما کی حیا و شرم کی دلیلیں اور ان کے حق میں باحسنت و آفرین کہیں وہ ہونڈہ بلفظ (تو اب کالشمس نے وسط النہار ظاہر ہو گیا ہے کہ ایسی صغیرہ معصومہ کا نکاح ایسے شخص منظر الاسلام اور منظر اور مقرر کلام مرقومہ سے قربت و وصلت کا بھی مفید نہیں صرف ظہور اجبار شیخ فانی تھا اور اذیت رسائی اور مضطر کرنا اور بظاہر تہ تک پہنچانا نفس رسول کو اور منظر تمام حجت اور ثبوت غلبہ غالب کل غالب تھا نفس پر کہ اگر چہ در حقیقت قربت معصومہ ظاہرہ یعنی وقوع اتصال و موصلت جو کہ ظاہر میں غایت مناکحت ہے بوجہ اقرار شیخ فانی اور ہم بسبب صغیرہ ہونے معصومہ کے ممنوع الوجود یعنی تھا اور باعتبار ظاہر کے بھی اور باعتبار باطن کے از روئے علم باطنی کے بھی حضرت مولیٰ پر ہویدا تھا اور منظر السلام بظاہر مقرر رسالت و شراعی رسول انام سے قطع نظر اس کے بھی مناکحت ممنوع شرعی نہیں تھی لیکن باعتبار ظاہر حال بنظر خواص و عوام البتہ کما انتہاک حرمت ولی خدا ظاہر کہ ایک سنگیتڑی ایسی صغیرہ کا ہا و صف و لامادی اور ابن علی رسول اور لقب ہونے ساتھ نفس رسول کے اور خیر گیر اور غالب کل غالب ہونے کے اور مخاطب برفقا الاعلیٰ لاسیف الاذوالفقار ہونے کے ایک شیخ فانی سے نکاح کرنا اور ہا وجود و پیشی استعدا اعتدال و تکرار کے ایسے سید عرب و عجم امیر المؤمنین کہ اس لقب کے خود صدیق و فاروق و صدیقہ، لواصب تک گواہ ہیں لوگوں کی نظر میں ایک شیخ نو مسلم ظاہری سے مغلوب و کھائی دین اور مجبور کہلا دین حتیٰ کہ بیٹی حوالہ کر دین کہ نفس سرکش کسی بشر کا ہرگز باوصف ظہور علت اباحت شرعی کے بھی اس ہتک کو نہیں گوارا کر سکتا سوائے انبیاء و اوصیاء کے کہ صبر و رضا حضرات علیہم التیہ والبرکات بہ عطائے حضرت کبریا انھیں پر ختم ہے کہ باوصف عطائے، قوت و معجزہ صبر و تحمل بھی ایسا ہی ان کو عطا ہے یہاں استعدا اور حوصلہ کسی اور بشر کو نہیں حاصل کہ نفس پر اتنا غلبہ ہو سکے کہ انتہائے مرتبہ اور غایت کمال ہے غالب کل غالب ہونے کا اے مسلمانوں کہاں ہو کس نیند میں سو رہے ہو ذرا چوکو ہوش میں آؤ اٹھ کر

بیٹھو اس بچہ نادان مؤلف سیف صادم اور اس کے پیران نابالغ یعنی مجتہدین و علما کی عقل و جیا پر نوحہ کروان کے ایمان اور انصاف کے جانے پر مرثیہ پڑھو ان کے حال زار پر رحم کرو دیکھو کہ کیسی عقل و حیا ان کی جاتی رہی ہے کہ عیب کو نہر کر کے دکھلاتے ہیں اور پرستے میں محبت اہلبیت کے ان کی شان میں کیا کچھ کہتے ہیں جس کے سنے سے بدن پر عرشہ جس پر خیال کرنے سے دل کو لرزہ ہوتا ہے خیال کرو کہ بے عزتی کو شجاعت کہتے ہیں بے حیائی کو صبر سے تعبیر کرتے ہیں اے یارو یہ کیسے دوست اہل بیت کے ہیں کہ ان حضرات عالی درجات پر جن کی شان میں آیہ تطہیر نازل ہوئی جن کی عصمت و عفت پر پاکی نے قسم کھائی ان کی نسبت کیا کیا کہتے ہیں اے بھائیو صبر اسی کا نام ہے ایک منافق بیٹی کو عصب کرے اور بجز واکراہ نکاح ناجائز نکالے اور حضرت علیہم السلام بیٹھے بیٹھے دیکھا کریں اور سوائے سکوت کے زبان سے بھی کچھ نہ فرمادیں اور باوصف عطاء سے قوت معجزہ و کرامات کے صبر و تحمل کو کام ، فرمادیں خدا کی قسم ہے کہ میں تعصب کو دخل نہیں دیتا اپنے مذہب پر خیال نہیں کرتا بلکہ صرف عقل و حیا سے پوچھتا ہوں کہ جس کا نام حضرات شیعو نے صبر رکھا ہے اور جس حالت کو صبر و تحمل سے تعبیر فرمایا ہے حقیقت میں وہ صبر و تحمل ہی ہے یا اس کی اور کچھ حقیقت ہے میری سمجھ میں تو یہی آتا ہے کہ انہوں نے وقاحت اور بے عزتی کا نام صبر و تحمل رکھا ہے اور محبت کے حیلے سے اہل بیت اطہار کو ذلیل کیا ہے نعوذ باللہ یہ کیا خرافات ہے جو شیعہ لکھتے ہیں ابھی کسی ادنیٰ عامی کے گھر جا کر کوئی شخص گروہ شجاعت میں بے نظیر اور قوت میں لاشانی اور مال و دولت میں لاجواب ہے اس کی بیٹی سے بجز واکراہ نکاح کرنے کا قصد کرے پھر تماشہ دیکھے کہ وہ عامی چپ چاپ رہتا ہے یا اپنی جان و عزت پر قربان کرتا ہے معلوم نہیں کہ حضرات شیعہ نے امیر المؤمنین یسوب الدین صاحب ذوالفقار جدامسما طہار کی عزت اور ہمت اور شجاعت کو ادنیٰ آدمی کے برابر بھی خیال نہیں کیا اور وقاحت کو بنام صبر و تحمل کے قرار دیا ہے اور طرفہ ماجرایہ ہے کھالسی وقاحت کی باتیں ان کی طرف منسوب کرتے جاتے ہیں اور ایسے الزام ان کو دیتے جاتے ہیں اور پھر بھی ان کو غالب کل غالب مطلوب کل طالب امیر البرہۃ قاتل مکفرہ و الفجرہ سید الابراہیم مخاطب بلافنا الاعلیٰ لاسیف اللذوالفقار کہتے ہیں جاتے ہیں نہ خدا سے شرماتے ہیں در رسول کا لحاظ کرتے ہیں حقیقت میں دین و ایمان کو حضرات شیعو نے بگاڑا اور شریعت محمدی کو انہوں نے درہم و برہم کیا اور شیطان کا نام

بدنام ہوایہ باتیں شیطان کے دادا کو بھی نہ سوجھی ہوں گی جو ان حضرات کو سوجھی ہیں بشرط
کار زلف نسبت مشک افشانی اما عاشقانہ معلوت راتھتے برآ ہو چیں بستہ اند

اس میں قصہ لوط کا بھی مختصر جواب لکھتا ہوں اور آیہ کریمہ کی تفسیر بیان کرتا ہوں ،
یہ شیعہ نہ رہے کہ آیہ مذکور کے یہ معنی نہیں ہیں جو حضرات شیعہ نے تصور کئے ہیں کہ حضرت
لوط نے ویسے ہی بلا نکاح اپنی بیٹیاں زنا کرنے کے لئے کسی کے سامنے کر دی ہوں ،
بلکہ مراد حضرت لوط کی پیش کرنے سے یہ تھی کہ تم ان سے نکاح کر لو اور چونکہ اس وقت نکاح
کافر کے ساتھ جائز تھا اس لئے اس میں کوئی قباحت شرعی نہ تھی اسی واسطے حضرت لوط
کی طرف سے خدانے یہ الفاظ فرمائے ہیں ہن اظہر لکم کہ حضرت لوط نے یہ فرمایا کہ میری
بیٹیاں تمہارے واسطے پاک و پاکیزہ ہیں اور طہارت نے نکاح کے نہیں ہوتی۔ اگر کوئی
شیعہ کہے کہ ہم اس امر کو نہیں مانتے لفظ نکاح کا آیہ میں نہیں ہے یہ جواب اس کے ہم
کہیں گے وہ تفسیروں کو ملاحظہ کریں اور سنیوں کی تفسیروں کو نہ دیکھیں اپنی ہی تفسیر
سے اس کی سندیں چنانچہ امین الدین طبری مجمع البیان میں جو کہ نہایت معتبر تفسیر شیعہ سے
ہے اور طہران دارالسلطنۃ ایران میں چھپی ہے اسی آیہ کے ذیل میں فرماتے ہیں (قال یا قوم
ہولاء بنائی ہن اظہر لکم وکان یجوز فی شرعہ تزویج المؤمنہ من الکافر) کہ حضرت لوط کی
شرعیّت میں نکاح مؤمنہ کا ساتھ کافر کے جائز تھا۔

اگر کوئی دانشمند شیعہ یہ کہے کہ گو اس آیت کے ان الفاظ سے مطلب نکاح کا ہو
لیکن دوسری آیت میں تو صاف فعل کرنا مذکور ہے کہ وہولاء بنائی ان کنتم فاعلین کہ
حضرت لوط نے کہا کہ یہ میری بیٹیاں ہیں اگر تم کرنے والے ہو تو کرو اس کے جواب میں بھی
ہم انہیں کی تفسیروں پر رجوع کرتے ہیں اور جو ان آیات کا مطلب انہوں نے بیان کیا
اس کو نقل کرتے ہیں چنانچہ تفسیر مجمع البیان مذکور میں علامہ موصوف فرماتا ہے (کہ قول
ان کنتم فاعلین کنایہ عن النکاح اسی ان کنتم متزوجین) کہ فعل سے مراد نکاح ہے یعنی
اگر تم نکاح کیا چاہو تو یہ میری بیٹیاں حاضر ہیں۔ اگر حضرات شیعہ کو ایک تفسیر پر اطمینان
نہ ہو تو دوسری تفسیر کی عبارت بھی سنیں کہ فاضل کاشانی علماء شیعہ سے خلاصہ المنہج
میں اسی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ (لغت لوط ای گروہ من این ہادختران من اندایشان

لہ لوط نے ان فرشتوں سے جو آدمیوں کی شکل میں آئے تھے کہا اے لوگو! یہ میری بیٹیاں لو اور یہ تمہارے بھتیجے اور بھتیجیوں

را بنخواہید کہ ایشان پاکیزہ اند شمار او تزویج دختران بشرط ایمان بودہ یا در شریعت او تزویج
 مومنات بکنار جائز بود، الحاصل قصہ لوط سے اور واقعہ نکاح ام کلثوم سے کیا مانا۔
 ہے دونوں میں بڑا فرق ہے حضرت لوط کی شریعت میں نکاح مومنہ کا ساتھ کافر کے جائز
 تھا اور ان کا کہنا زنا کے لئے نہ تھا بلکہ نکاح کے واسطے تھا اور پیغمبر خدا کی شریعت میں
 اخیر کو نکاح ساتھ کافر کے حرام ہو گیا تھا اور مطابق اصول شیعہ کے دشمن اہل بیت
 اور ناصبی کے ساتھ بھی نکاح حرام تھا علاوہ بریں حضرت لوط کی بیٹیوں کو کوئی منصب
 کر کے لے نہیں گیا نہ ان کی عفت و عصمت میں خلل آیا اور یہاں تو معاملہ برعکس ہے کہ حضرت
 عمر نے نکاح بھی بیکر لایا جو کہ شرعاً جائز نہ تھا اور پھر ام کلثوم کو اپنے گھر لے گئے اور
 چند سال تک رکھا اور اسے اولاد پیدا ہوئی پس دونوں شخصوں میں زمین و آسمان کا
 فرق ہے۔ اے حضرات شیعہ کہاں تک باتیں بناؤ گے کیا کیا تاویلیں کرو گے جو کچھ کہو
 گے اس میں جھوٹے ٹھہرو گے جو کچھ تاویل کرو گے اسی سے اہل بیت پر الزام دو گے اس
 بحث کو اول سے آخر تک دیکھ لو کہ جو کچھ ہم کہتے ہیں وہ سچ ہے یا جھوٹ اب لاف محبت
 نہ مارو اور صاف صاف ان کی دشمنی کا اقرار کرو اور اپنے ہر عقیدہ اور ہر مسئلے پر غور کرو
 کہ انصاف کرو کہ اس سے محبت اہل بیت کی ظاہر ہوتی یا عداوت اگر محبت اہل
 بیت ہوتی تو کیا ان کے جناب پاک کی نسبت ایسی ایسی وقاحت کی باتیں منسوب کرتے
 انکی تبیان میں ایسی ایسی بے غیرتیاں کرتے استغفر اللہ استغفر اللہ۔ شعر

جامی چہ لاف میرنی از پاک ۲۱ منی بر خرقہ تو ایں ہمہ داغ نراب صیت
 جو کہ حضرت لوط کے قصے کا بھی جواب بخوبی ہو چکا اب میں حضرت ابراہیم علیہ
 السلام کے قصے کا کچھ بیان کرتا ہوں بعض حضرات شیعہ نے فرمایا ہے کہ حضرت ابراہیم
 علیہ السلام کی بی بی سارہ کو بھی ایک بادشاہ نے زبردستی چھین لیا تھا اور اس وقت حضرت
 ابراہیم سے سوائے صبر و دعا کے کچھ نہ ہوا چنانچہ مولف سیف صائم اس مضمون کو
 اس عبارت سے بیان کرتا ہے وہ ہونہرہ بلطفہ علاوہ اس کے تفسیر عزیزی سے ایک اور
 مختصر مضمون مقام حاجت ہم لکھتے ہیں زیادہ تفصیل تفسیر مذکورہ میں وہ دیکھ سکتے

(بقیہ صفحہ ۲۱۸) لے اچھی ہیں مطلب یہ کہ لڑکیوں کی شادی ان لوگوں سے بشرط ایمان لازم کی گئی ہے کہ
 اس زمانہ میں کافروں سے مومن خواتیم کی شادی جائز تھی۔

ہیں کہ ان کے پیر عزیز کی ہے المتصر کہ سارا بی بی حضرت ابراہیمؑ کی کہ بہت خوبصورت تھیں
بسبب ظلم و جور اشقیاء کے اپنے خاوند ابراہیمؑ کے ساتھ برصغیر انگلیں جب مصر میں
پہنچیں تو وہاں کا بادشاہ بہت جبار تھا اس کی عادت تھی کہ جو عورت خوش رو ہوتی تھی اس
کے خاوند کو مار ڈالتا تھا اور بھائی بند ہوتا تو اس سے چھین لیتا تھا غرض ان پر بھی وہی
نوبت پہنچی کہ پیادے ظالم کے حضرت کے پاس آئے اور پوچھا کہ یہ عورت تمہاری کون
ہے حضرت نے کہا کہ بہن ہے یعنی مراد حضرت کے دل میں تھی کہ دینی بہن ہے اور اولاد
آدم منصف فہم اس جگہ سے طریقہ تفسیر اور شعار انبیاءؑ ایسے مقام مجبوری و اضطرار میں
خیال کر سکتا ہے کہ اوصیاء کو اسوۃ و اقتداء بانبیاءؑ ہوتی ہے اور مومنین کو اسوۃ ان سے
تو ناصح صاحب کو اگر کچھ بھی قوت منفعہ ہو تو سوچیں اور شرم کریں کہ ان کے پیر عزیز خود
کیا لکھتے ہیں عرض پیادگان۔ شاہ مذکور نے ابراہیمؑ کو تو چھوڑ دیا اور حضرت سارہ،
خاتون کو زبردستی لے گئے حضرت ابراہیمؑ نے یہ حال دیکھا تو نماز و دعا میں مشغول ہوئے
اور حضرت سارا جب اس شقی کے پاس پہنچیں وہ شقی عاشق ہو گیا اور چاہا کہ بے ادبی کرے
یا لہجہ حضرت سارہ نے دعا کی کہ اس کا حال یہ ہو کہ دونوں ہاتھ خشک ہو گئے بوجہ
ہوا انجام کو حضرت سارہ نے دعا کی اچھا ہو گیا پھر بد ذاتی کی پھر وہی حال ہوا غرض،
تیسری دفعہ حضرت سارہ کو رخصت کیا اور ہاجرہ حوالہ کیں، ہم اس تحریر پر بھی آفرین
و مرحبا کہتے ہیں اور اس قصے کے اس موقع پر ذکر کرنے پر شاہ باہل شاہ باہل کہہ کر مؤلف
کا دل بڑھاتے ہیں کہ اس نے ایسے قصے کو چھپڑا جس سے ہمارا مطلب حاصل ہوتا ہے
اور ہم کو ایک حجت ان پر ہوتی ہے لیکن سخت حیرت ان کی عقل اور سمجھ پر ہے کہ اس میں
انہوں نے اپنا کیا فائدہ تصور کیا ہے یعنی خلاصہ اس قصے کا یہی ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کی
بی بی سارہ کو اس بادشاہ جابر کے آدمی پکڑ لے گئے اور جب اس شقی نے بے حرمتی کرنا
چاہی حضرت ابراہیمؑ نے خدا سے دعا کی خدا نے اس کا ہاتھ خشک کر دیا اور ان کی بی بی
کی عصمت کو بچا دیا بلکہ ایسا معجزہ دکھایا کہ جس کے سبب سے اس نے ایک لونڈی
ہاجرہ اندر کی اب کوئی اس قصے کو حضرت ام کلثوم کے حال سے ملا دے کہ مطابق ہے
یا مخالف اگر حضرات ام کلثوم کے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ ہوتا کہ جب حضرت عمران
کو اپنے گھر لے گئے تھے تب حضرت علیؑ خدا سے دعا کرتے اور اللہ جل شانہ حضرت ابراہیمؑ

کی طرح ان کی عصمت بچانے کے لئے عمر کا ہاتھ خشک کر دیتا اور ان کو ڈرا دیتا اور وہ معجزہ دیکھ کر صحیح سالم ام کلثوم کو حضرت علی کے گھر بھیج دیتے بلکہ اپنی طرف سے ایک نوٹڈی اور پیشکش کرتے اور تقصیر اسی معاف کراتے تو بیشک قصداً براہیم و سارہ کا مطابق ان کے حال کے ہوتا حالانکہ برخلاف اس کے حضرت عمر نے زبردستی ام کلثوم کا نکاح کر لیا اور اپنے گھر آٹھ دس برس تک ان کو رکھا اور ایک بیٹا اور ایک بیٹی بھی ان سے پیدا ہوئی اور ان کے جیتے جی حضرت ام کلثوم ان کے گھر رہیں اور بعد ان کی وفات کے حضرت جعفر طیار کے بیٹے کے ساتھ ان کا نکاح ہوا پس تعجب ہے کہ خدا نے حضرت سارہ کی عصمت بچانے کے لئے تو معجزات دکھلائے بادشاہ جابر کا ہاتھ خشک کر دیا اور حضرت ام کلثوم بنتے فاطمہ بنت رسول کے غصب کا جب ایک منافق مرتد نے ارادہ کیا تو نہ خدا کے دریاٹے غیرت کو جوش ہوا نہ اس کا تہر و جلال ظاہر ہوا نہ اس نے کوئی معجزہ دکھلایا نہ اس غاصب کا ہاتھ خشک کیا نہ کسی اور طرح پر پانچہ رسول کی نواسی کو بچا یا پس سوائے اس کے کیا کہا جاوے کہ شیعوں کا خدا بھی عمر سے ڈر گیا اور اس نے بھی خوف کے مارے کچھ دم نہ ملا یا آٹھ اپنے رسول کے وحی کی طرح اس نے بھی صبر کیا اور تحمل فرمایا چونکہ ادنیٰ آدمیوں کو ایسے معاملات میں بے صبری ہو جاتی ہے اور وہ جان دینے پر آمادہ ہو جاتے ہیں مگر چونکہ امام احمدی کا رتبہ اور درجہ سب سے بڑا ہوتا ہے اس لئے انہوں نے ایسے معاملے میں بھی صبر کیا نفوذ اللہ میں ہوا تمہم و من سوو عقیدہ تمہم، اس قصے میں ایک شبہ جاہلانہ اور رہا جاتا ہے جس کا رفع کرنا بھی مناسب ہے وہ یہ ہے کہ تواریخ و سیر سے ثابت ہے کہ جب حضرت ابراہیم کی بی بی کو اس جابر شقی نے کچھ ابلا یا حضرت ابراہیم نے خدا سے دعا کی اس دعا پر خدا نے معجزہ دکھلایا اور اس کا ہاتھ خشک کیا اور حضرت علی نے بعد جانے ام کلثوم کے دعائیں کی کہ خدا اس کو قبول کرتا اور معجزہ دکھلاتا فقط بے شک یہ سچ ہے کہ حضرت علی نے دعائیں کی اور یہ بھی درست ہے کہ جب خود حضرت امیر جن کی بیٹی غصب کی گئی تھامیں ہو گئے تو خدا کیا کرنا وہ بغیر دعا و سوال کے کیوں اپنا تہر نازل کرتا لیکن حضرت امیر کو دعا کا مانع کون تھا انہوں نے کیوں سکوت فرمایا اور دعا کے لئے انہوں نے اپنے گھر میں رات کے وقت کیوں دروازہ بند کر کے ہاتھ نہ بڑھایا اگر مقابلہ کرنے میں خوف جان کا اور لڑنے میں اندیشہ قتل کا تھا تو خیر ایک مجبوری تھی جس کے باعث سے خاموش ہو گئے لیکن گھر

میں رات کے وقت کس کا ڈر تھا جس کے سبب سے دعا تک نہ مانگی شاید خیال حضرت عمر کا ہو گا کہ وہ اکثر رات کو بھی گشت کے لئے نکلا کرتے اور لوگوں کی خبر لیا کرتے تھے مگر کہیں حضرت امیر کو دعا کرتے سن لیتے تو شاید ان کو تکلیف دیتے اور پھر وہی امر پیش آجاتا جس کے لحاظ سے حضرت امیر ساکت ہو گئے تھے یعنی خوف قتل مگر خیال اس وقت کرنا ضرور تھا جب کہ دعا کے لئے پیلانا ضرور ہونا مالا نہ کہ جہر دعا کے لئے ضرور نہیں ہے خدا، دل کی دعا کو بھی ویسا ہی سن لیتا ہے جیسا کہ زبان سے پلانے کو سنا ہے پس دل ہی سے دعا کرتے اور زبان سے کچھ نہ فرماتے غرض تو مطلب حاصل ہونے سے تھی پس حضرت امیر کے مقابلہ نہ کرنے کا سبب تو ہم نے مانا کہ خوف جان کا تھا اور اٹاز سے دعا نہ کرنے کے لئے بھی ہم نے معذور تصور کیا کہ اندیشہ عمر کے سن لینے کا تھا لیکن دل سے دعا نہ کرنے کا کوئی سمجھ میں نہیں آتا کاش کوئی شیعوں کو بتادے اور ہمارا شبہ دور کر دے۔ اگر کوئی دانشمند یہ فرما دے کہ جب نکاح کر دیا تو پھر دعا مانگنے کی کیا ضرورت تھی معاذ اللہ معاذ اللہ عمر زانی اور فاسق نہ تھے جن کے ساتھ اپنی بیٹی کا نکاح کرنے سے حضرت علی کچھ لحاظ فرماتے تو پس یہی قول ہمارا ہے پھر روایت اول فرج صحبت منا گو کیا کریں گے اور ان صد ہا اوراق کو جو اس نکاح کی توجیہ کے لئے ہیں کس آنکھ کے پانی سے دھو دیں گے اگر نفس الامر یہی ہے کہ حضرت علی حضرت عمر سے راضی اور حضرت عمر حضرت علی سے خوش تھے اور دونوں ایمان اور اخلاص میں ایک دوسرے پر پھر وہ رکھتے تھے اس لئے اپنی خوشی سے نکاح کر دیا تو پس بھگڑا طے ہوا لیکن مذہب کیشیح کا بطلان کا شمس فی نصف النهار ثابت ہوا اگر حقیقت میں یہ بات جو ہم نے بیان کی، حضرات شیعہ تسلیم کر لیں تو ان کو سوائے اپنے مذہب کے چھوڑنے کے دوسرا چارہ نہیں اور اسی واسطے ان کے علمائے ہزاروں قسم کی تاویلات فرما دیں جن کی ضرورت نہ تھی لیکن اصل حقیقت کے بیان کرنے سے چشم پوشی کی کسی نے غدر خوف جان کا بیان کیا کسی نے اس کو صبر و تحمل پر محمول کیا کسی نے اس کے معارضے میں حضرت لوط کے قصے کو پیش کیا کسی نے حضرت ابراہیم کی بی بی سارہ کے پکڑے جانے پر بطور نظیر کے بیان کیا کسی نے حضرت اسم کلتوم کی شکل پر جنیہ کی شکل ہونے کا دعویٰ کیا بہر حال سب نظریں اور مثالیں اور حکایتیں بیان کرنا اور اس کے عزائم اور جو بات پیش کرنا بلکہ اس

نکاح کو مثل مردار کے کھانے کے جو ضرور ناشر ماحلال ہو جانا ہے سمجھنا کس لئے ہے اس لئے تاکہ یہ ثابت نہ ہو کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لائق زوجیت حضرت ام کلثوم کے تھے اور حضرت علی نے خوشی سے ان کے ساتھ نکاح کیا پس ایک حضرت عمرؓ کی فضیلت سے انکار کے واسطے کیا کیا تو جیہات کی ہیں اور کیسے کیسے الزام حضرات اہل بیت پر دئے ہیں کہ کچھ ہو خواہ اہل بیت بدنام ہوں خواہ ان کی بنات طیبات مقصودہ ٹھہریں خواہ ان کے اولیا پر وقاحت کا الزام آوے سب کچھ منظور اور قبول ہے لیکن حضرت عمرؓ کی فضیلت کا اقرار نہ کیا کرتے ہیں نہ کریں گے۔

(دوسری تاویل و وصیت) جو کہ اوپر صبر و تحمل کی تاویل سے جواب دے چکے اب دوسری تاویل کو بیان کر کے اس کا رد کرتے ہیں۔ جب کہ حضرات شیعوں نے خیال کیا کہ صبر کی تاویل درست نہیں ہے اور بغیر کسی وجہ خاص کے ایسے نازک معاملے میں تحمل کا عندیہ صحیح نہیں اس لئے اس کی تائید دوسری طرح سے کی اور اس کے لئے ایک وجہ خاص پیدا کی یعنی وصیت کرنا بغیر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ حضرت سرور کائنات اپنے وصی اور امام اول کو وصیت فرمائے تھے کہہ سوائے میرے کچھ نہ کریں اور جو جو ظلم و ستم خلاقا وجود کریں ان سب کی برواشت کریں اور جو جو واقعے پیش آنے والے تھے سب حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب لعیر سے کہہ چکے تھے اور ہر ایک واقعہ پر صبر و تحمل کی وصیت کر گئے تھے تو پھر کیونکر ممکن تھا کہ وصی نبی کے حکم کے خلاف کرتے اور صبر کو پھوڑ دیتے چنانچہ اس مضمون کو قاضی نور اللہ شوستری نے اپنے مصائب میں بیان کیا ہے جس کا ترجمہ فارسی ازالۃ الغم میں مذکور ہے کہ اس کو ہم نقل کرتے ہیں وہ ہونہ دو بعض ساز جہاں ایشاں گفتہ اند کہ چہ گنجائش دارد کہ علی تسلیم نکاح کند ابنہ خود را بریں کہ شما وصف کردید و میگویم کہ این سخن جہل است بہ وجود تدبیر و بیان ما این آفتست کہ چون رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ

شہ جیسا کہ صاحب ترجمہ نے لکھا ہے کہ تجویز نزدیک در مقام ضرورت واضطرار از باپ رخصت ست چنانچہ تجویز تاویل بیشتر حالت منصفہ واضطرار ۱۲۔ سے جس جاہل کہتے ہیں کہ جبکہ اس شخص کے اوصاف کہنے گئے ہیں تو ایسے کے ساتھ نبی بیٹی کی شادی کر دینے کو مان لینا علی کو ناممکن تھا اس کا جواب ہمارے پاس یہ ہے کہ اس قسم کی گفتگو جہالت ہے۔ اور واقعہ یہ ہے کہ رسول اللہ نے علی کو امور ضروری کی وصیت کی اور اپنی وفات کے وقتے حضرت علی کو لفظ بلفظ وہ سب کچھ بتا دیا۔ جو ان کے بعد ہو گا اس پر علی نے کہا آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟

وسلم وصیت کرد علی را بآنچه محتاج بود در وقت وفات و معلوم او گردانید جمیع آنچه جاری خواهد شد از امر مستولین و احدی بعد واحد پس علی گفت مرا بچہ امر می کنی آنحضرت فرمود صبر کن تا مردم رجوع کنند بسوی تو از روی طوع پس آن هنگام قتال کن با ناکشین و قاسطین و مار قہین و با احدی از ثلاثہ منازعت مکن تا خود را بدست خود بکشد بکنند از سی و مردم از نفاق بشفاق برگردند پس علی علیہ السلام حافظ وصیت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بود بواسطہ حفظ دین تا مردم بہ جاہلیت برگردند و چون عمرہ خواستگاری ام کلثوم نمود علی متفکر شد و گفت اگر مانع شوم او قصد قتل من خواهد کرد و اگر قصد قتل من کند و مرا بخت کنم او را از نفس خود بیرون روم از اطاعت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و مخالف وصیت او می کنم و داخل میشود در دین آنچه مذکور می گردانم رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پس تسلیم انبہ درین حال اصلاح بود از قتل او و بیرون رفتن از وصیت رسول خدا پس تفویض نمود امر اہل بخت او دانستہ بود کہ آنچه عمر غضب کرد و از اموال مسلمانان باز نکاب کرده از انکار حق او وقوع بجای رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و تغیر احکام الہی و تبدیل فرائض خدا چنانچه گذشت اعظم است نزد حق تعالی و اقطع و اشنع است از احتساب این فرج پس تسلیم کرد و صبر نمود چنانچه رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امر نموده بود خلاصہ اس کاریہ ہے کہ حضرت امیر کو پیغمبر خدا نے وصیت کی تھی کہ تم خلفائے ثلاثہ کے عہد میں کچھ نہ

(البقیہ حاشیہ ص ۱۲۱) ارشاد ہوا اس وقت تک صبر کرو جب کہ لوگ تمہاری جانب بخت اطاعت و فرمانبرداری رجوع ہوں اور پھر اس وقت معاہدہ شکن ظالموں اور دین سے خارج ہونیوالی جماعت سے جنگ کرنا اور خلفائے نمٹہ میں سے کسی سے تنازعہ نہ کرنا تاکہ خود ہلاک نہ ہو اور لوگوں کے نفاق و بد بختی سے محفوظ رہو حضرت علی و اصل رسول اللہ کی وصیت کے بمطابق حفاظت اسلام ایک نگہبان تھے تاکہ لوگ جاہلیت و کفر کو دروازہ اختیار نہ کریں اور جب عمر نے ام کلثوم کے لئے پیام بھیجا تو علی متفکر ہوئے اور کہا اگر میں اس میں مانع و مزاحم ہوں تو مجھے قتل کر دے گا اور اگر خود کو قتل کرانے سے باز نہ آؤں تو رسول اللہ کی اطاعت سے خارج ہوا جاتا ہوں اور ان کی وصیت کے خلاف عمل کرتا ہوں اور یہ سوچ کر قتل اور وسیعہ رسول کے خلاف زندگی نہ کرے اپنی بیٹی دنیا مناسب خیال کیا۔ اور یہ کام اللہ کے حوالے کر دیا وہاں جا ایک واقف تھے کہ عمر نے مسلمانوں کا مال غضب کیا حق علی سے انکار کرتے ہوئے رسول اللہ کی جگہ بیٹھنے احکام الہی میں تبدیل و تحریف کی اور ان تمام امور قبلیہ کی موجودگی میں جیسا کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا تھا۔ سر سے کام لیا اور اپنی بیٹی کلثوم کی شادی کرنے پر بھی مہر کیا۔

کہتا اور نہ کچھ کرنا جو ظلم و ستم وہ چاہیں کریں سر نہ ہلانا جو کچھ چاہیں وہ غضب کر لیں کچھ نہ بولنا اس واسطے حضرت علی نے اصل معاملہ امامت و خلافت میں کچھ دم نہ مارا اور سکوت کامل اختیار فرمایا حالانکہ عمر کے خلیفہ ہونے سے جو کچھ خواہیاں ہوتیں وہ ظاہر ہیں پس خلافت کا غضب کرنا اور مسلمانوں کے مال پر تصرف ہونا اور جناب امیر کو الگ کر کے خود پیغمبر خدا کی جگہ پر بیٹھنا خدا کے نزدیک بہت قبیح اور شنیع تھا بہ نسبت غضب کرنے فرج ام کلثوم کے پس جب ایسے بڑے قبیح اور شنیع معاملہ میں بیچ غضب خلافت میں حضرت پیغمبر خدا کی وصیت کے سبب حضرت علی نے ہر

کیا تو پھر ایک بیٹی کی شرمگاہ غضب کرنے پر نہ پایا تو کیا تعجب ہے اور اس تقریر پر لطیف لکھتے لکھتے قاضی نور اللہ شوستری مصائب النواصب میں اپنے جیاد شرم کے جوہر دلہلاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ دعویٰ کرنا خلافت کا جو عمر نے کیا اور بیٹھنا مسند رسول پر خدا کے نزدیک ہزار فرج کے غضب کرنے سے بھی زیادہ بُرا تھا چہ جائے فرج واحد کما ذکر ترجمہ فی ازالۃ الغین دو آنچہ دعویٰ کرنا اور برای خود امامت از روی ظلم و جور و تعدی و خلاف بر خدا و رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و بدفع امامت کے نصب کر دیا اور خدا و رسول خدا و استیلائی اور امور مسلمانان پس حکم یہ خلاف خدا و رسول اعظم است نزدیک تعالیٰ از انحصار ہزار فرج از زنان مومنہ چہ جائے فرج واحد، اے مومنین باجیا اور اے شیعیاں باصفا تم کو اپنی جیا اور صفا کی قسم ہے کہ قاضی نور اللہ شوستری کی اس تقریر لطیف کی لطافت دیکھو اور اس کے الفاظ اور مضامین کو سوچو کہ ائمہ اطہار اور نبات طیبات کی نسبت کیا کچھ فرمایا ہے اور نکاح ام کلثوم کو کن لفظوں سے تعبیر کیا ہے سبحان اللہ جناب سیدۃ النساء فاطمہ زہرا کی محبت کا دعویٰ بھی کرنا اور ان کی بنات طاہرات پہا لسی تہمت بھی کرنا اور ایسی بے ادبی کے الفاظ ان کی شان میں زبان سے نکالنا قریب ہے کہ زمین شق ہو و آسمان سے بجلی قہر کی گرسے کس منہ سے کس کی شان میں کیا کہتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ ام کلثوم اس معصومہ کی بیٹی ہیں جس کی صورت کسی نے نہیں دیکھی جس کی عصمت کی عصمت نے قسم کھائی جب قیامت کے دن میدان محشر میں ان کا گزر ہو گا تب منادی ندا کرے گا کہ غصوا ابصارکم یعنی سب اپنی

منہ مرنے ظلم و ستم کے نہ دیکھنا اپنی خلافت امامت کا دعویٰ کیا اللہ و رسول کے حکم کی خلاف ورزی کی اور اس امام کو جس نے اللہ اور رسول نے مقرر کیا تھا غضب کر کے مسلمانوں پر قبضہ جمایا یہ تمام امور اللہ کے نزدیک ہزار شرم، گاہوں کے غضب کرنے کی بہ نسبت ایک (ام کلثوم کی) شرمگاہ حاصل کرنے کے تعلق سے زیادہ برے تھے۔

آنکھیں بند کر لو کہ رسول کی بڑی عقیقہ معصومہ گزرتی ہے کسی کی اس پر نظر نہ پڑے عرض کہ جس کی ماں کی عصمت کی خدا کے نزدیک یہ قدر و منزلت ہووے اس کے جگر گوشہ کی حضرات امامیہ ایسی فضیلت و رسوائی بیان کریں اور جو باتیں ایک عامی کی سنت کسی کی زبان سے نہ نکلیں۔ ان کو ایسی جناب کی شان میں بیان کریں رہا وصیت رسول خدا، علیہ التحیۃ والسلام کا یہ ایسا عذر ہے کہ نہ عقلاً لائق تسلیم ہے نہ نقلاً عقلاً اس لئے کہ پیغمبر خدا خدا واسطے ہدایت خلق کے مبعوث ہونے تھے ان کا کام تھا خود وہ کام کرنا جس میں لوگ گمراہی سے بچیں اور اوروں سے خصوصاً اپنے جانشینوں اور وصیوں سے وہ کام کرنا جس میں خلق خدا ضلالت سے محفوظ رہے پس کیونکر عقل قبول کرے کہ پیغمبر خدا نے یہ وصیت حضرت امیر کو کی ہو کہ وہ خلفائے ثلاثہ خلافت غضب کریں اور تمہارا حق چھین لیں اور لوگوں کے مال پر متصرف ہو دیں اور خدا کی کتاب میں تحریف کریں اور میری سنت کو بد لیں اور تمہاری بیٹیوں کو چھین لے جاویں مگر وہ نہ مارنا اور چپ رہنا اور یہ سب جو روئے تم اپنے نفس پر گوارا کرنا بھلا کسی کی سمجھ میں یہ بات آوے گی کہ پیغمبر خدا نے ایسا فرمایا ہو غرض باللہ منہ اس سے بڑھ کر اور کیا تہمت پیغمبر خدا پر ہوگی رہا یہ عذر کہ اس واسطے پیغمبر خدا نے فرمایا تھا کہ لوگ ظاہر اسلام نہ چھوڑیں اور علانیہ کفر و شرک نہ کرنے لگیں تو یہ امر بھی عقل کے خلاف ہے اس لئے کہ اگر وہ لاکھ آدمی جنہوں نے برسوں پیغمبر خدا کی صحبت پائی ہو اور جنہوں نے ابتداً اسلام سے اس کی ترقی کے وقت تک وقتاً فوقتاً ایمان قبول کیا ہو اور جنہوں نے جہاد اور لڑائیوں میں اپنی جان دینے میں دریغ نہ کیا ہو اور جنہوں نے اپنی آنکھ سے ہزار ہا معجزات دیکھے ہوں اور جن کی شان میں خدا نے آیات فضیلت نازل کی ہوں وہ سب کے سب الہی تکیلا منہم ایسے منافق اور ناقص الایمان ہوں کہ وہ صرف حضرت علی کے مقابلہ کرنے سے ساتھ خلفائے ثلاثہ کے ظاہری اسلام کو بھی چھوڑیں اور اپنے کفر اصلی کو ظاہر کر دیں اور علانیہ مشرک ہو جاویں اور باوجودیکہ حضرت امیر حق پر ہوں اور صرف مسلمانوں کی جانوں اور مالوں کو ان کے دست تعدی سے محفوظ رکھنے اور خدا کے دین کو تغیر و تبدل سے بچانے اور لوگوں کے گمراہ نہ ہونے کے واسطے وہ ان کا مقابلہ اور ان سے مقابلہ کریں اور پھر بھی کوئی مسلمان ان کا ساتھ نہ دے بلکہ ساتھ دینا کیسا اسی قصور میں حضرت علی کو چھوڑ دیں اور ظاہری اسلام سے ہاتھ اٹھا کر بت پرستی اختیار کر لیں تو ایسی جماعت کے ایمان اور

انہا سلام سے کیا: ائدہ تھا اور بلکہ ان کا مسلمان رہنا اور کافر ہو جانا برابر تھا تو پھر پیغمبر خدا علیہ السلیٰم والثناء کا وصیت فرمانا اور حضرت علی کو بنیال کا ذریعہ ہونے ان لوگوں کے سبب پر تاکید کرنا کیا ضرور تھا اس لئے کہ جس امر کا اندیشہ تھا کہ لوگ ایمان و اسلام سے نہ پھر جاویں وہ موجود ہی تھا اور وہ سب کے سب ایمان و اسلام سے ہاتھ اٹھائے ہونے تھے ورنہ خیال کرنا چاہیے کہ اگر حضرت علی اس بات پر کہ ان کی خلافت خلیفہ جبریل نے غضب کی اور لوگوں کے بالوں پر تھرتھایا اور سنت نبوی کو تغیر کر دیا اور رسول کی نواہی کو غضب کر لے گئے ان خلفاء سے مقابلہ کرتے اور اصحاب رسول سے مدد چاہتے تو وہ بجائے مدد دینے کے کلمہ شہادت سے بھی منکر ہو جاتے اور خدا کی توحید اور رسول کی رسالت کا بھی انکار کرنے لگتے تو پھر ان کے اسلام کا لحاظ کیا ضروری تھا اگر ایسے دلی کافر ظاہری مسلمان ظاہریں کلمہ گو رہتے تو کیا ائدہ بت پرست ہو جاتے تو کیا صرف ان کے ظاہری اسلام کے لحاظ سے اس قدر ظلم و ستم اٹھانا اور خدا کے دین کو غارت ہونے دینا اور بیٹیوں کو بچپن سے جانے دنیا کیا معنی اور ایسے لوگوں کی خاطر وصیت کرنا پیغمبر خدا کا اور صبر و تحمل پر ثابت قدم رہنے کی اپنے وحی کو تاکید کرنے سے کیا حاصل تھا۔ اے حضرات یہ معاملہ نکاح ام کلثوم کا اسان نہیں کہ اول فرج غضب نہ بنا کہہ کر اس کو ٹال دو اور اس کو ایسی پوری لچر باتوں میں بہلا دو ذرا ائدہ نہ کہو کہ اگر کسی شخص کا غلام یا خدنگار یا ملازم جس نے چند ہی روز اپنے آقا کا نمک کھایا ہو وہ دیکھے کہ بعد مرنے اس آقا کے کوئی شخص اس کے مال کو غضب کرتا ہے یا اس کے خاندان کی کسی لڑکی کی عزت لیتا ہے یا کہ غضب کرنا کس کا عزت لینا کیسا وہ یہ سمجھے کہ اب ارادہ ہے رکھتا ہے تو اگر وہ نمک ہلال ہوگا تو ضرور اپنی جان دینے پر مستعد ہوگا اور اپنے جیتے جی اپنے آقا کی عزت و عزت میں داغ نہانے دے گا پس کیا چار لاکھ اصحاب رسول میں ایک بھی ایسا نہ تھا کہ وہ حضرت علی کا شریک ہوتا اور پیغمبر خدا کے خاندان کی عصمت و عفت بچانا اصحاب رسول کو جانے دو ان سب کو مرتدا اور منافق سمجھو کیا نبی ہاشم میں بھی کوئی شخص نہ تھا جو اپنی بیٹیوں کی عزت بچاتا اور دست تقدی سے ایک منافق کے ان کو محفوظ رکھتا شاید اس کا جواب حضرات شیعوں میں کہ پیغمبر خدا نے وصیت صبر کی کی تھی اور فرمایا تھا کہ کوئی شخص کتنا ہی ظلم کرے اور گوتمہارے لڑکیوں کو غضب کرے یا اسے اور جو چاہے سو کرے مگر کوئی دم نہ مارنا تب ہم کہیں گے کہ وہ وصیت جنگ شام اور صفین میں کیوں بھلا

دی گئی اور کس لئے ہزاروں آدمی کا خون کرایا تب شاید فرادیں کہ اس وصیت میں یہ بھی تھا کہ خلفائے ثلاثہ کے زمانے میں کچھ نہ کرنا مگر معاویہ سے لڑنا تب ہم کہیں گے کہ وصیت پیغمبر خدا کی کیا ٹھہری مرزا و بیرون میرا میں کامرئیہ ٹھہرا کہ جو مضمون ان کے ذہن میں آیا اسی وقت ایک روایت اپنی طرف سے چھوٹی سی بنالی اور اپنی شاعری دکھلا دی آخر اس وصیت کا کچھ سبب کوڈ بڑھ بھی ہے یا نہیں اگر یہ وجہ ہو کہ نوبت خون ریزی کی نہ پہنچے تو جنگ معاویہ میں وہ وجہ ہو ہوتی کہ ہزار ہا آدمی کے قتل کی نوبت آئی اور اگر یہ سبب ہو کہ کوئی اصحاب میں سے شریک نہ ہو گا تا حق علی کی جان جاوے گی تو اس کا حال جنگ معاویہ میں کھل گیا کہ تمام مہاجرین اور انصار اور اہل حل و عقد اور بزرگان دین حضرت علی کے ساتھ تھے اور ہزاروں ان کی اعانت میں شہید ہوئے تو کیا وہ لوگ جنہوں نے حضرت کو پیچھے بد دی پلے بد دند دیتے اور جس طرح معاویہ کے ساتھ لڑے اس طرح خلفاء کے ساتھ نہ لڑتے پس مہانت بلا ہے کہ یہ وصیت کا مضمون صرف بنایا ہوا اور ذاتی تہمت رسول خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ہے اگر شک ہو تو ہم اس کو نقل بھی ثابت کرتے ہیں پوشیدہ نہ رہے کہ قطع نظر و لائل غزالی کے جس سے بطلان اس وصیت کا ثابت ہوتا ہے اگر ہم احادیث و اخبار پر کتب شیعہ کے غور کرتے ہیں تو اس سے بھی غلط ہونا اس کا معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ ما حصل وصیت کا یہ ہے کہ حضرت علی خلفائے ثلاثہ کے زمانے میں صبر و تحمل کریں اور ان کے کسی ظلم و ستم پر کچھ نہ بولیں پس اگر حضرت علی ان کے زمانے میں صابر اور شاکر رہے ہوں اور ان کے ساتھ سختی اور دشمنی کے ساتھ پیش نہ آئے ہوں اور ان کا مقابلہ نہ کیا ہو تو بیشک ہم بھی تسلیم کر سکتے ہیں کہ شاید ایسی وصیت ہوئی ہو لیکن اگر یہ امر ثابت ہو جاوے کہ حضرت علی نے اپنے جلال و قدر کو کام فرمایا اور خلفائے ثلاثہ سے بے سختی پیش آئے اور ان سے مقابلہ کیا اور ان کو ہر طرح پر ڈرایا اور ان کے قتل پر آمادہ ہوئے تو کیونکر ہم قبول کریں کہ پیغمبر خدا نے وصیت کی تھی اس لئے کہ اگر وصیت کرتے تو ضرور حضرت علی اس پر عمل کرتے اور کسی امر میں چوں پرانہ فرماتے لیکن چھوٹی چھوٹی باتوں میں تو حضرت امیران کا مقابلہ کریں اور مرنے مارنے پر مستعد ہو جاویں اور وصیت نبوی کو بھلا دیں اور ایسے بڑے معاملے میں مثل غضب ام کاٹوم کے صبر و تحمل کریں اور وصیت پر عمل فرادیں یہ امر ہماری ناقص فہم کی سمجھ سے باہر ہے اور ذوق مضمون کو حضرت شہید ہی سمجھتے ہوں گے اب ہم چند احادیث و

انبار کتب معتبرہ شیخوہ کے نقل کرتے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علی ذرا ذرا سی بات پر مقابلہ نطقاً کا کرتے اور ان کے نقل پر مستعد ہونے تھے۔ پہلی روایت (کشف الغمہ میں محمد بن خالد سے ایک روایت لکھی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ ایک روز حضرت عمر نے اثناء منظرے میں لوگوں سے کہا کہ اگر میں چاہوں کہ تم کو معلومات دینیہ اور معتقدات یقینیہ اور احکام شرعیہ محمدیہ سے پھیر دوں اور یہ کہوں کہ اس کو چھوڑ کر ان قواعدوں پر چلو جو جاہلیت کے زمانے میں تھے تو تم میری اطاعت کر دو گے یا نہیں کسی نے کچھ جواب نہ دیا جب تمہیں مرتبہ اسی طرح پر حضرت عمر نے پوچھا تو حضرت علی نے فرمایا کہ اگر یہ حالت تمہاری ہم دیکھیں اور تم کو خدا کے دین پھیرا ہوا پاریں تو دوسرا نائب ہم مطلب کریں اور اگر تم توبہ کر دو تو تمہاری توبہ قبول کریں اگر توبہ نہ کرو تو ہم تمہاری گردن ماریں حضرت عمر نے یہ سن کر کہا کہ الحمد للہ کہ ہمارے دین میں ابھی ایسے آدمی ہیں کہ اگر میں منحرف ہواؤں تو وہ مجھے راہ راست پر لاسکتے ہیں فقط پس جب حضرت علی حضرت عمر کے پوچھنے پر ایسا جواب دیں اور ان کے قتل کرنے اور گردن مارنے پر اپنی مستعدی ظاہر کریں تو اگر حقیقت میں حضرت عمر دین سے پھر جانے اور احکام شرعیہ محمدیہ کو بدلتے تو حضرت علی اپنے قول کو پورا کرتے اور ضروران کو مار ہی ڈالتے پس حضرت علی سے مستعد کیونکر حضرت عمر کو اپنی بیٹی لیجانے دیتے اور کچھ چونر چہ لکرتے اصل ترجمہ بلفظ اس حدیث کا یہ ہے (لہ روایت سست از محمد بن خالد الضبی کہ فرماتے عمر بن خطاب در اثنا خطبہ از حاضران سوال کرد کہ اگر من خواہم کہ شمارانہ معلومات دینیہ و معتقدات یقینیہ و احکام شرعیہ محمدیہ صرف نمایم و گویم کہ از معتقدات برگردید۔۔۔ محمد بن خالد ضبی کا بیان ہے کہ ایک دن عمر بن خطاب نے اثناء خطبہ میں لوگوں سے پوچھا اگر میں تم کو امر مذہبی، اعتقادات یقینی اور احکام شرعیہ محمدیہ سے دو گراں کر کے کہوں کہ اپنے اعتقادات اسلامی چھوڑ کر زمانہ جاہلیت کے قواعد و رسوم کو توبہ و تہاس وقت کیا کر دو گے؟ میرے کھنے پر پلو گے یا نہیں؟ یہ سن کر سب لوگ خاموش رہے اور کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ عمر نے پھر دوبارہ اور سہ بارہ پوچھا اس پر شاہ دلایت علی نے کہا اگر تمہاری یہ حالت دیکھی جائے اور دین اسلام و محمدی سے دو گراں پایا جائے تو دوسرا نائب طلب کریں گے اور اگر تم توبہ کر دو گے تو تمہاری توبہ قبول کریں گے اور اگر توبہ نہ کر دو گے تو ہم تمہاری گردن اٹا دیں گے شاہ ادویا کا یہ کلام سن کر عمر نے کہا الحمد للہ ہمارے دین میں جو امر موجود ہیں اگر میں دین سے دو گراں ہواؤں تو لوگ مجھے راہ راست پر قائم و ثابت کریں گے۔

درجوع نماید بقواعد که در زبان جاہلیت بود شما با من چه خواہید کرد آیا تابع من در آن خواہید شد یا مخالف من مردمان ہمہ ناموش شدند و سچکس جواب نگفت عمر دیگر بار ہمیں سخن بلاعادہ کرد از سچکس جواب نثبند پس دیگر بار ہمیں مقالہ اعادہ کرد و شاہ ولایت فرمود کہ ہر گاہ از تو این حالت مشاہدہ کرد و در از دین مصطفیٰ منحرف یا بیم ناسب دیگر طلب کنیم و اگر توبہ کنی توبہ ترا قبول کنیم و اگر نکنی ترا کہ دن ز نیم عمر چوں این سخن از شاہ اولیائے گنبد گفت کہ در دین ما مردمان ہستند کہ اگر منحرف شویم ما را بطریق مستقیم مقیم و ثابت دارند) انتہی بلفظ۔

دوسری روایت) ابا بقر مجلسی نے حیوایہ القلوب میں ایک حدیث طویل نقل کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ عمر فاروق کے دل میں اس قدر خوف اور ہیبت شاہ مردان کی تھی کہ مجرد دیکھنے کے لرزہ آجاتا تھا چنانچہ بعد دیکھنے ایک قصہ طویل طویل کے اس مضمون کو ان لفظوں سے ادا کیا ہے (علی بن ابی اسیم از ابو ذر ثلثہ روایت کردہ است کہ گفت روزی با عمر بن خطاب بر اہی می رفتم ناگاہ اضطرابی در ماہ یافتم و صدای از سینہ او شنیدہ شد مانند کسی کہ از ترس مدہوش شود گفتم یہ می شود ترا ای عمر گفت مگر نہ بینی شیر بیشیم شجاعت را و معدن کرم و قوت را کشتہ طاغیان و باغیان دزدینہ شمتیرا و عمار صاحب تدبیر را چوں نظر کردم علی بن ابی طالب را دیدم رالی قولہ) تا این ساعت ترس ادا ز دل من بدر نہ رفتہ است و ہر گاہ کہ او را بنیم چنین ہر سال می شوم) فقط پس اب اس حدیث سے زیادہ اور کیا سند چاہیے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر حضرت علی کی صورت دیکھنے سے ڈرتے جاتے تھے اور ان کے بدن پر ہیبت سے لرزہ ہونے لگتا تھا اور ہیبت و یرتک ہوش و حواس ان کے درست نہ ہوتے تھے پس جب کہ حضرت علی کے دیکھنے سے یہ حال حضرت عمر کا ہوتا ہوا اور ان کے ہوش و حواس ان کی صورت دیکھنے سے جاتے رہتے ہوں تو کیوں کہ قیاس میں آدے کہ پھر ان کی بیٹی سے بچہ نکاح کر لیا ہو شاید حضرات شیعہ یہ فرمادیں کہ اس وقت حضرت علی کا جلال جاتا رہا تھا بلکہ معاملہ برعکس ہو گیا تھا۔

شہ علی بن ابراہیم نے ابو ذر کے ذریعہ بیان کیا کہ ایک دن میں عمر بن خطاب کے ساتھ جا رہا تھا اشارہ راہ میں انکو بیقرار دیکھا اور ایک بیٹے سے وہی آواز سنی جو خوف سے مدہوش ہو جاتا ہے کہ میں نے کہا اے عمر تمہیں کیا ہوا؟ کیا تم شیشہ شجاعت کو مہم جو اندری کی کان کھڑا اور باغیوں کو کھینچنے والے زبیر شمر صاحب تدبیر کو نہیں دیکھتے اتنے میں حضرت علی بن ابی طالب مجھے دکھائی دیئے تا ختم عبادت) اس وقت سے اب تک ان کا خوف میرے دل سے دور نہیں ہوا اور جب کسی میں انہیں دیکھتا ہوں حیران و پریشان ہو جاتا ہوں

تیسری روایت، جناب مولوی سید ولددار علی صاحب قبلہ عمادالاسلام میں لکھتے ہیں کہ کتب
امامیہ میں لکھا ہوا ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو حکم کیا کہ سب کے دروازے مسجد سے بند کر دیں اور
اپنے اور علی کے دروازے کے بعد چند روز کے حضرت عباس نے عرض کی کہ میرے لئے بھی خدا
سے عرض کیجئے کہ میرا دروازہ کھول دیا جاوے آپ نے کہا ممکن نہیں تب حضرت عباس نے کہا
کہ ایک میناب ہی کے لئے دعا کیجئے حضرت خاموش ہوئے اور خدا نے حضرت عباس کی
درخواست ثانی کو منظور کیا پس حضرت خود اٹھے اور حسب خواہش حضرت عباس کے سقف
خانہ پر پرینالہ نصب کیا چنانچہ وہ پرینالہ تین برس تک زمانہ خلافت عمر میں قائم تھا ایک روز
اس پرینالے کا پانی بہتا تھا کہ عمر کے کپڑوں پر گرا انہوں نے حکم دیا کہ یہ پرینالہ اکھاڑ دیا جا
چنانچہ وہ اکھاڑ دیا گیا اور عمر نے غیظ و غضب میں آکر کہا اگر کوئی اس کو پھر لگائے گا تو میں اس
کی گردن ماروں گا حضرت عباس اپنے لڑکوں پر تکیہ کر کے اسی شدت مرض میں حضرت امیر کے
پاس فریاد کو آئے اور کہا کہ میں دو آنکھیں رکھتا تھا ایک تو جاتی رہی یعنی پیغمبر خدا دوسری باقی
ہے یعنی علی بن ابی طالب میں نہ جانتا تھا کہ تمہارے جیتے جی مجھ پر یہ مصیبت ہوگی حضرت
امیر نے فرمایا تم اپنے گھر میں آرام سے بیٹھو دیکھو میں کیا کرتا ہوں رثم ناو سے یا قبر علی بنی
الفجار فقلہ ثم خرج الی المسجد والناس حولہ وقال یا قبر سعد ووالمنیر اب الی مکانہ فصعد قبر
فردہ الی موضعہ وقال علی وحق صاحب ہذا القبر والمنیر لئن قلعة قلع لا ضربن عنقہ وحق الامر لہ
بذلک لا صلبنا فی الشمس حتی ینفذوا فیبلغ ذلک عمر بن الخطاب فتھص ودخل المسجد ونظر الی المیزاب
وہونی موضعہ فقال لا یغضب احدنا بالحسن و فیما فعلہ وکفر عنہ عن الیمین فلما کان من الغداۃ
مضی علی بن ابی طالب اے عم العباس فقال کہ کیف اصبحت یا عم قال بافضل النعم ماومت
لی یا بن اخی فقال لہ یا عم طب نفسک وقر عینا فواللہ لو خا صنی اهل الارض فی المیزاب لکھتہم
تم قتلتم ببول اللہ وقوتہ ولانیا لک ضم ولا عم فقام العباس فقبل بین عینیہ وقال یا بن اخی
ما خاب من انت ناصرہ فکان ہذا فعل عمر بالعباس عم رسول اللہ وقد قال فی غیر موطن وصیۃ ،
منہ فی حمد ان عمی بالعباس بقیۃ الایاء والاحباد فا حفظونہ فیہ کل فی کتفی وانا فی کتف عمی العباس
فمن اذہ فعدا ذانی ومن عاواہ فقد عادانہ وسلمہ سلمی وحرہ حر بی وقد اذہ عمر فی ثلاث ،
موطن ظاہرہ غیر خفیۃ منہا قصۃ المیزاب ولولا خوفہ من علی علیہ السلام لم تیرکہ علی حالہ، اتھی
بلفظ پس حضرت امیر نے قبر کو آواز دی اور کہا کہ ذوالفقار لانا چنانچہ وہ ذوالفقار لایا اور

حضرت علی نے اس کو مماثل کیا اور ہمراہ آدمیوں کے مسجد میں آئے اور قبر سے کہا کہ پرنا لے
 کو جہاں تھا وہاں لگا دے۔ چنانچہ قبر نے لگایا بعد اس کے حضرت امیر نے فرمایا کہ قسم
 ہے مجھ کو صاحب قبر و منبر کی کہ اگر کسی نے اس پر نالے کو اکھیرا تو میں اس کی گردن ماروں
 گا یہ خبر عمر کو پہنچی تب وہ مسجد میں آئے اور پرنا لے کر اپنی جگہ دیکھا اور کہا کہ کوئی ابوالحسن یعنی
 امیر کو غضب میں نہ لادے وقت صبح کے حضرت امیر نے حضرت عباس سے پوچھا کہ کہیے کیا
 ہوا حضرت عباس نے کہا کہ جب تک تم زندہ ہو چہن و آرام سے گزرتی ہے حضرت امیر نے
 فرمایا کہ قسم ہے خدا کی کہ اگر تمام اہل زمین مجھ سے بخصومت پیش آویں سب کو قتل کر دوں
 فقط اس روایت کو مطاعن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں لکھ کر مجتہد صاحب فرماتے ہیں
 کہ اگر عمر کو علی کا خوف نہ ہوتا تو کبھی پرنا لے کر اپنی جگہ پر لگانے نہ دیتے۔ غرضیکہ ایک خفیف
 بات یعنی پرنا لے کے لگانے پر جناب امیر اسقدر غیظ و غضب میں آجادیں اور قبر سے،
 ذوالفقار متکا کر مسجد میں آویں اور اپنے سامنے کھڑے کھڑے پرنا نصب کر آویں اور باوجودیکہ
 حضرت عمر کو تین برس گزر چکے تھے اور ان کی خلافت کا زمانہ شباب پر تھا اور پھر بھی ان سے
 نہ ڈر میں اور ان کے قتل کرنے پر مستعد ہو جاویں بلکہ تمام دنیا کے قتل کا بحالت مخالفت
 دعویٰ کریں تو کیوں کر قیاس قبول کرے کہ پیغمبر خدا نے ان کو وصیت صبر کی کی ہوگی اگر واقعی
 حضرت نے وصیت کی ہوتی تو اس واقعہ میزاب میں جناب امیر کیوں اس کو بھول جاتے اور
 کس لئے ذوالفقار لے کر باہر آتے اور اگر حضرت علی سے حضرت عمر ڈرتے نہ ہوتے تو کیوں
 وہ چپ ہو جاتے اور کس لئے ان کے لگائے ہوئے میزاب کو اکھڑا نہ دیتے عجب حال ہے
 حضرات شیعوں کا کہ کبھی تو حضرت علی کو شیر و لیر بنا دیتے ہیں کہ ذرا ذرا سی بات پر ان کے قہر و جلال کے
 قصے بیان کرتے ہیں اور خفیف خفیف معاملات میں ان کا قتل و قتال پر مستعد ہو جانا ثابت
 کرتے ہیں اور کبھی ان کو ایسا خائف اور کمزور کر دیتے ہیں کہ بڑے بڑے معاملات میں ان کو صابر
 شاکر کہتے ہیں کیا حضرات شیعوں کے نزدیک حضرت ام کلثوم کا غضب ہونا حضرت عباس کے حق
 خانہ کے میزاب کے برابر بھی نہ تھا کہ اس پر اسقدر غیظ و غضب ہوئے اور اس پر صبر و سکوت کیا
 کیا جاوے۔ کاش جناب امیر میزاب کے معاملے میں سکوت فرماتے اور حضرت ام کلثوم کے
 معاملے میں اپنے جلال و قہر کو ظاہر کرتے اور قبر سے ذوالفقار لے کر باہر آتے اور عمر کے قتل
 کرنے اور گردن مارنے پر مستعد ہوتے تو یہ قہر و غضب بجائے خود ہوتا۔ معلوم نہیں کہ حضرت

شیعہ اس نکاح کو قبل از واقعہ میزاب کے روایت کرتے ہیں یا بعد اس کے اگر نکاح قبل از واقعہ میزاب تھا تو حضرت عباس کا جناب امیر کے پاس معاملہ میزاب میں فریاد کو آنا بعد از قیاس ہے اس لئے کہ حضرت عباس خوب جانتے تھے کہ حضرت عمر کے ڈر سے انہوں نے بیٹی کو دیدیا اور کچھ بھی نہ بولے تو کیونکر حضرت عباس پھر اپنے میزاب کے معاملے میں ان کے پاس فریاد کو جاتے کیونکہ جب جناب امیر لڑکی کے معاملے میں نہ بولے اور صبر کیا تو پھر ایسے نحیف، معاملے میں کیا بولتے اور اگر یہ نکاح بعد از واقعہ میزاب ہوا تو جب حضرت عباس حضرت علی کو سمجھانے گئے تھے کہ عمر آماؤہ فساد ہے تم نکاح ہونے دو ورنہ وہ تم کو تکلیف دے گا تب اگر حضرت عباس اس قصے کو بھول گئے تھے تو جناب امیر یا اولاد تے کہ چچا تم کو یاد نہیں ہے۔ کہ تمہارے میزاب کے معاملے میں میں نے کیا کیا اور عمر کو کیسا ڈرا دیا پس کیونکر ایسے بڑے معاملے میں اس سے ڈر جاؤں اور اس وقت قنبر سے تلوار منگا کر عمر کے پاس آتے اور ان کو میزاب کے معاملے کی طرح ڈرا دیتے اگر ایسا کرتے تو پھر کیا مجال عمر کی کہ وہ کچھ بولتے غرض کہ اب تو حضرات شیعہ ان روایات کو دیکھیں اور صبر یا وصیت کا نام زبان پر نہ لادیں اس لئے کہ ان روایات سے انکا ابطال ایسا نہیں ہوا ہے کہ کسی کو کچھ کہنے کی گنجائش رہی ہو (تیسری تاویل تقیہ) اگرچہ جو کچھ ہم نے صبر اور وصیت کی تاویل میں بیان کیا اس کا بھی بطلان بخوبی ہو گیا لیکن خاص اس لفظ سے ہم کچھ بحث کرتے ہیں بعض علماء شیعہ نے فرمایا ہے کہ حضرت امیر کو حکم تقیہ کرنے کا تھا اس لئے وہ معذور و مجبور تھے اور نکاح کو دینے میں وہ بجا آوری فرمان الہی کی کرتے تھے اور، امثال امرآئی مقتضی اجر ہے چنانچہ اسی مضمون کو بایں الفاظ صاحب نزہۃ اثنا عشریہ نے بجواب تحفہ کے ادا کیا ہے (قائلین یہ تقیہ میگوند کہ شارع فعلی را کہ بطریق تقیہ واقع شود مقام مامور بہ قرار دادہ پس در دنیا آوردن آل امثال امرآئی است و این معنی مقتضی اجر است) اور اسی طرح پر سید مرتضیٰ بلقب بہ علم الہدیٰ اور ابن مطہر علی نے بھی فرمایا ہے کہ یہ تقیہ اس سے زیادہ نہیں ہے جو کہ در باب امارت کے جناب میر نے کیا اور صاحب نزہۃ کی یہ عبارت بعینہ ترجمہ معائب النواصب کے اعتراض چہارم کا ہے غرض کہ ان روایات سے یہ امر ثابت ہے کہ جناب امیر نے تقیہ کے سبب نکاح کر دیا اور چونکہ حضرت امیر مامور بہ تقیہ تھے اس لئے اس لئے میں لوگ حضرت علی کی بابت کہتے ہیں کہ انہوں نے تقیہ کیا اور شارع نے جس کو بطور تقیہ واقع ہو مقام مامور بہ قرار دیا ہے اور ام کلثوم کی شادی کرنے کے بارے میں اللہ کے احکام بجالائے اور حکم الہی کی تعمیل موجب ثواب ہے۔

نکاح میں مستحق اجر ہوئے لیکن تاویل تفسیر کی باطل ہے چند وجوہ سے۔

درجہ اول (تقیہ خود تہمت حضرات شیعہ کی ہے اہل بیت کرام پر اور کبھی کسی امام نے نہ تقیہ کیا نہ وہ مامور بتقیہ تھے کہ اس کو ہم بحث تقیہ میں ثابت کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ، درجہ دوم) تقیہ کرنے کے در سبب خیال میں آنے ہیں یا خوف جان یا خوف عزت عزت تو اس نکاح کے کر دینے سے جاتی ہی رہی پس اسکا خوف تو باقی ہی نہ رہا جس کے لئے حاجت تقیہ کی ہوتی رہی، خوف جان اس کے سبب سے جناب امیر مامور بتقیہ نہ تھے اس کو علماء شیعہ نے خود تسلیم کیا ہے جیسا کہ تقلیب المکاند میں علامہ کنسوری لکھتے ہیں کہ۔ (شیعیان ہرگز نمی گویند کہ حضرت امیر المومنین بسبب خوف ہلاکت جان خود ترک قتل و قتال ابو بکر کردہ بود بکہ می گویند کہ حضرت امیر المومنین سچا پسر از فرایض و واجبات راترک نکردہ و تقیہ بہت خوف ہلاکت ہوا خود بود بکہ بہت خوف ہتک عرض ناموس بود بسرم اگر ہم تسلیم کریں کہ حضرت علی کو خوف جان کا تھا تو خود مقرر شیعہ اس کو قبول نہ کریں گے اس لئے کان کے مذہبی روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ اُن دن حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت امیر کے قتل کا ارادہ کیا تھا لیکن وہ بسبب شجاعت حضرت امیر کے پورا نہ ہوا جیسا کہ بلا باقر مجلسی، حق البقین میں لکھتے ہیں کہ جب حضرت علیؑ نے معاملہ فدک میں ابو بکرؓ کو بہت سخت دست کہا اودان سے معارضہ کیا تب حضرت ابو بکرؓ نے عمرؓ کو بلایا اور کہا کہ تم نے دیکھا کہ آج علی نے کیا کیا اگر ایک دفعہ اور ایسا ہی وہ کریں گے تو ہمارے سب کام درہم برہم ہو جاویں گے یہ سن کر عمرؓ نے کہا کہ میری صلاح یہ ہے کہ علی قتل کر دیئے جاویں اور اس خدمت پر خالد بن ولید کو متعین کیا اور صبح کی نماز کا وقت ان کے قتل کا مقرر ہوا چنانچہ جب صبح کی نماز کو حضرت علیؑ مسجد میں آئے اور براہ تقیہ ابو بکر کے پیچھے نماز کو کھڑے ہوئے اور خالد تلوار باندھ کر حضرت علی کے برابر کھڑے ہوئے مگر جبکہ ابو بکر تشہد کے لئے بیٹھے تب ان کو ندامت ہوئی اور فتنہ و فساد ڈرے اور شدت اور سطوت اور شجاعت حضرت امیر کی انکو معلوم تھی تب ایسا خوف ابو بکر پر غالب ہوا نماز ختم نہ کر سکے بار بار تشہد پڑھیں اور خوف کے مارے سلام نہ پھیریں آخر خار سے کہا کہ جو کچھ

مذہب میں بھی یہ نہیں کہتے کہ جناب امیر نے اپنی جان جانے کے خوف کے پیش نظر ابو بکر سے جنگ و جہاد ترک کی بلکہ شیعہ یہ کہتے ہیں کہ جناب امیر نے کوئی فرض و واجب ترک نہیں کیا اور آپ کا تقیہ کرنا اپنی جان جانے کے خوف کی وجہ نہ تھا بلکہ اس کا سبب ہتک عزت و ناموس تھا۔ اصل عبارت بحث تقیہ میں نقل ہوگی ۱۰ منہ۔

میں نے تم سے کہا ہے وہ نہ کرنا چنانچہ بعد نماز کے حضرت علی نے خالد سے پوچھا کہ تم سے ابو بکر نے کیا کہا تھا انہوں نے کہا کہ تمہارے قتل کو کہا تھا اور اگر وہ مجھے منع نہ کرتے تو ضرور میں تم کو مار ڈالتا کہ حضرت علی نے غصے میں اگر خالد کو بکیرا اوندھ میں یرد سے مارا جب عرش چلانے لگے اور لوگ جمع ہو گئے تب حضرت امیر نے خالد کو تو چھوڑ دیا اور گریبان عمر کا پکڑا اور کہا کہ اگر وصیت رسول خدا کی اور تقدیر الہی نہ ہوتی تو تم اس وقت دیکھتے کہ کون ضعیف ہے ہم یا تم اور ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت امیر نے خالد کو ایک انگلی پراٹھا لیا اور ایسا دبا دیا کہ اس کی جان نکلنے کے قریب ہو گئی اور خالد نے پاخانہ پھر دیا اور پاؤں میں ریشہ پڑ گیا اور بات زبان سے نہ نکل سکی اور جو کوئی نزدیک جاتا کہ خالد کو چھڑا دے اس کی طرف شیر خدا ایسی غضب کی نگاہ سے دیکھتے کہ وہ ڈر کے مار سے لوٹ جاتا کہ آخر حضرت عباس آئے اور انہوں نے قسم دے کر خالد کو چھڑا لیا فقط اسے حضرات شیعہ اس روایت کو دیکھو اور شیر خدا وصی رسول کی شجاعت اور مروانگی پر خیال کرو اور معاملہ نکاح ام کلثوم پر نظر کرو اور سوچو کہ اگر نکاح بجز واکراہ ہوتا اور حضرت امیر کو منظور نہ ہوتا تو عمر کی یا کسی شخص کی مجال تھی کہ وہ جناب امیر کو ڈرا کر انکی بیٹی لے لیتا اور حضرت علی قتل کے خوف سے کچھ نہ کہتے اگر حضرت امیر کو حضرت عمر نے خود ہن دلایا تھا اور ان کے مارنے کی دھمکی دی تھی تو کیوں حضرت علی خاموش ہو گئے اور کس لئے عمر کو ایک انگلی پراٹھا کر زمین پر نہ دے مالا اور اگر کوئی انکا حامی ہوا تھا تو کیوں اس کی طرف غضب کی نگاہ سے نہ دیکھا ہم اگر اس روایت کو ملاحظہ باقر مجلسی کی قبول کریں تو پھر کبھی ہمارے ذہن میں یہ بات نہیں آسکتی کہ حضرت علی ام کلثوم کے نکاح میں ایسے خوف زدہ اور مضطرب ہو جاویں کہ کچھ نہ فرمادیں اور اپنی بیٹی کا غضب ہونا پسند کریں اگر اس روایت پر بھی خاطر جمع نہ ہو تو ہم دوسری سند شجاعت علی رضی کی بیان کرتے ہیں کہ ملاحظہ باقر مجلسی حق الیقین میں لکھتے ہیں کہ بعد از غضب فدک حضرت امیر المؤمنین بہ ابو بکر نامہ نوشت در نہایت شدت و حدت و تہدید و وعید بسیار در ان درج نمود چون ابو بکر نامہ را خواند بسیار ترسید و خواست کہ فدک را و خلافت را بہر دور کند پس اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علی کی ایک خفگی کے خط سے حضرت ابو بکر صدیق ایسا ڈر گئے کہ فدک اور خلافت چھوڑنے پر مستعد ہوئے تو حضرت علی کو کون مانع تھا کہ حضرت ام کلثوم کے معاملے میں بھی حضرت عمر کو ایک نامہ لکھتے اور اپنی شجاعت اور مروانگی کی یاد دلانے اور جو تہو را و سطوت پہلے حضرت نے ظاہر کی تھی اس کا ذکر کر کے

ڈراتے حالانکہ یہ بھی کسی روایت سے شیعوں کے ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت علی نے کوئی خط لکھا ہو یا حضرت عمر کو ڈرایا ہو اگر کچھ نہ ہوتا تو حجت تو تمام ہو جاتی لیکن جناب امیر کے سکوت اور خاموشی کا سبب ایسے نازک معاملے میں ہماری سمجھ میں نہیں آتا اور تفتیح کرنے کی کوئی وجہ ایسے بڑے عظیم امر میں ہم کو معلوم نہیں ہوتی شاید اس معاملے میں کوئی سرسراہٹ سے ایسا ہو گا جو ہماری سمجھ میں نہیں آسکتا اسلئے کہ سرسراہٹ کو سوائے ملک مقرب اور پیغمبر سے کسی اور مومن کامل کے دوسرا سمجھ ہی نہیں سکتا ہے جیسا کہ ملا باقر مجلسی حق الیقین میں لکھتے ہیں کہ غالباً احوال و خفایا ہی سرسراہٹیں نہ مخلق نمیداند و تاب شنیدن آن ہا ندارد مگر ملک مقرب یا پیغمبر سے یا مومن کاملی کہ حق تعالیٰ دل اور استعجاب کردہ باشد بنور ایمان منور گردانیدہ باشند مجھے اس مقام پر ایک حدیث امام محمد باقر علیہ السلام کی یاد آتی ہے جو کہ کلینی نے بسند معتبر لکھی ہے کہ امام کی دس نشانیاں ہیں مغللہ ان نشانیوں کے نشانی ہم میں وہ لکھتے ہیں کہ جو فہلہ امام سے جدا ہوتا ہے اس سے مشک کی بو آتی ہے اور زمین کو خدانے موکل کر دیا ہے کہ وہ اس فضلے کو نگل جاتی ہے فقط پس نہایت تعجب ہے حضرات شیعوں سے کہ باوجودیکہ امام کے فضلے کی نسبت تو یہ اعتقاد کریں کہ اس کو زمین نگل جاتی ہے اور اس میں بدبو نہیں ہوتی بلکہ مشک کی بو اس سے آتی ہے اور پھر اسی امام کے جگر کے پار سے اور بدن کے ٹکڑے کی نسبت یہ کہیں کہ اس کو ایک غاصب نے غصب کر لیا اسے حضرات شیعہ ذرا تو سوچو کہ فضلہ امام کا کس لئے زمین کو سپرد ہوا اور خدانے کیوں اس میں مشک کی خوشبو رکھی اس واسطے کہ فضلہ ایک نجس اور ناپاک چیز ہے اگر وہ زمین پر رہے گا کیڑے پڑیں گے بدبو پھیلے گی لوگ دیکھ کر نفرت کریں گے اور چونکہ اس کو ایک تعلق امام سے ہے گو وہ تعلق نہایت تعلقات بعید سے ہے اس لئے خدانے امام کی فضیلت ظاہر کرنے کے لئے فضلے کو زمین کے سپرد کیا کہ وہ نگل جاوے تو کیا حضرت ام کلثوم جو حضرت سیدۃ النساء کی ایک بہنوئی اور حضرت علی کے جسم کی ایک ٹکڑا تھیں خدا کے نزدیک ایسی بے قدر تھیں کہ خدانے ان کی کچھ بھی حفاظت نہ کی اور ان کو ایک غاصب کے پنجے سے نہ بچایا کیا ان کو کچھ بھی نسبت حضرت علی سے نہ تھی اور کیا ان کو کچھ تعلق سیدہ پاک سے نہ تھا اور کیا ان کی ایسی بے عزتی سے کچھ لوٹا

عہ حضرت علی کے نام۔ حالات اور حقیقی اسرار کو مخلوق جانتی ہی نہیں اور آپ کے پوشیدہ حالات و اسرار سننے کی سکت لوگوں کو نہیں البتہ اسے عرف

مقرب فرشتے پیغمبر رسول اور کامل مومن ہی جانتے ہیں کیونکہ ان دونوں کا اللہ نے استمان بیکرا نہیں نور ایمانی سے درخشان و تابندہ کر دیا

دامن پاک پر جناب امیر کے نہ آتا تھا اور کیا ان کے غضب سے کوئی داغ اٹھا طہار کی شان میں نہ لگتا تھا اسے بھائی بوزرا سوچو اور شرماؤ اور انصاف کو دخل دو کہ سوائے اس کے کہ تم اقرار کرو کہ حضرت عمر صلاحیت زوجیت کی رکھتے تھے اور کسی طرح پر یہ الزام رفع ہو سکتا ہے یا نہیں (چوتھا قول) جب کہ حضرات شیعو نے دیکھا کہ نہ تاویل صبر کی درست ہوتی ہے نہ وصیت اور تقیہ کی توجیہ سے کچھ مطلب حاصل ہوتا ہے اس لئے بعضوں نے ان سب کو چھوڑ کر اور سی و عوی کیا اور صحبت اور ہم بستری سے انکار کیا چنانچہ صاحب سیف صادم فرماتے ہیں کہ اگرچہ درحقیقت قربت معصومہ طاہرہ یعنی وقوع اتصال و مواصلت جو کہ ظاہر میں غایت مناکحت ہے بموجب اقرار شیخ فانی اور ہم بسبب صغیرہ ہونے معصومہ کے ممتنع الوجود یقینی تھا اور باعتبار ظاہر کے ہیں اور باعتبار باطن کے اندرون علم باطنی کے بھی حضرت مولیٰ پر عہد تھا اور پھر بعد چند اوراق کے مؤلف مذکور لکھتے ہیں کہ مواظظ حسنیہ جناب غفران مآب وغیرہ بالکتب حقہ میں جو اہل ایمان تبصریح دیکھا چاہیں تو وہاں رجوع کر سکتے ہیں صاف واضح ہوگا کہ وصیت و قربت زن و شوہی ہرگز نہیں وقوع میں آئی بلکہ بطریقہ اہل بیت طاہرہ روایات صحیحہ مخبر ہیں اس بات کے کہ ظاہر میں یہ بیحد و صعوبت بے شک مولائے مومنین نے اپنے سر لیا لیکن حقیقت میں قربت و مواصلت با معصومہ ہرگز وقوع میں نہیں آئی بلکہ ازادہ اعجاز بہ عنایت کریم کار ساز ایک جہنیہ مشککہ بشکل جناح معصومہ جو الہ کی کئی اور جناب معصومہ تاحیات شیخ فانی نظر سے لوگوں کے غائب کی گئیں ذریعہ تصریح فی المبسوطات) انتہی بلفظہ جو کہ مؤلف سیف صادم نے بعد اس عبارت کے برسی بڑی کتابوں پر حوالہ دیا ہے اس سے مشتاقین کو اشتیاق ان کے دیکھنے کا بھی پیدا ہوگا تاکہ معلوم ہو دے کہ ان کے بڑوں نے کیا نکات اسرار لکھے ہیں اسلئے ہیں انکے علماء اعلام کے نول کو بھی نقل کرتا ہوں اور سامعین کے لئے حالت منتظرہ باقی نہیں رکھنا ہوں واضح ہو کہ قطب الاقطاب راوندی مؤلف خراج جرائح نے یہ دعویٰ کیا ہے اور جناب مولوی دلدار علی صاحب قبلہ نے مواظظ حسنیہ میں اس کو ان لفظوں سے بیان فرمایا ہے گفت عرض نمود

نہ دیوزدی شد منہ امام جعفر صادق سے عرض کیا لوگ ہم سے حجت کرتے ہیں در کہتے ہیں کہ علی نے اپنی بیٹی کی خلیفہ ثانی سے کیوں شادی کی؟ امام جو تیکہ کے سارے بیٹے ہوئے تھے یہ کھڑے ہو کر بیٹے اور کہا کیا لوگ اس قسم کی بکواس کرتے ہیں اور اس شادی کا یقین کرتے ہیں یہ اگر بزرگوار راست پر نہ آسکیں گے کیا جناب میر کو یہ قدرت نہ تھی کہ وہ خلیفہ ثانی اور اپنی بیٹی کے درمیان حائل ہو جاتے۔ کہتے ولے سب

بخدمت حضرت صادق علیہ السلام کہ مخالفین برما حجت می آند و می گویند کہ چرا علی دختر خود
 را بخلیفہ ثانی داد پس حضرت معلوات اللہ علیہ کہ تکیہ کرده نشسته بودند دست نشسته فرمودند کہ
 آیا چنین حرفهای گویند بدستیکہ تومی کہ چنین زخم می کنند لایستندون سواء السبیل سبحان اللہ حضرت
 امیر را این قدر قدرت نبود کہ حاصل شود میان خلیفہ دختر خود و رخ می گویند کہ ہرگز چنین نبود
 بدستیکہ چون خلیفہ ثانی پیغام عقد را بحضرت امیر داد حضرت انکار نمودند پس خلیفہ ثانی بعباس
 گفت کہ اگر دختر علی لا بمن عقد نمیکنی سقایت و زمزم اندوست تومی گیرم پس عباس بخدمت
 حضرت امیر آمدہ حقیقت حال را گفت حضرت انکار نمودند چون عباس باز الحاج نمود حضرت
 امیر با عمارہ خود جنبیہ را از اہل بخران طلبیدند و او یہودیہ بود پس او بموجب امر بصورت ام
 کلثوم ممثل گمہ دید و حضرت امیر ام کلثوم را با عمارہ خود از نظر ہا مستور گمہ فانیہ ند پس تا
 مدت دراز جنبیہ پیش او مانند تا این کہ یک روز بعضی از قرآن دد بافت نمود کہ زن او ام کلثوم
 نیست بلکہ بنی آدم ہم نیست گنت ندیدہ ام ساحترا زہبی ہاشم کسی را و چون خواست کہ این
 امر را اظہار نمایند خود کشتہ ش پس جنبیہ بخانہ خود رفت و ام کلثوم ظاہر گمہ دید انتہی، اسے
 حضرات شیعہ اپنے قطب لقطاب اور اپنے قبلہ و کعبہ کے علم و عقل و فہم کی داد و داد شکران
 کے احسان کا ادا کر و کر ایک نیکے میں سب مشکلیں حل کر دیں اور سنیوں ناصبیوں کے اعتراض
 کو ایک لطیفے میں دود کر دیا اور معصومہ کی عصمت و عفت بچانے کے لئے ان کی مقارنت

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۳۵) جوڑے اور پانچے میں واقع یہ ہے کہ خلیفہ ثانی نے جناب امیر کو حب شادی کا پیام بھیجا تو آپ نے
 انکار کر دیا۔ اس خلیفہ ثانی نے جناب عباس سے کہا اگر علی کی لڑکی سے میری شادی نہ کر دے گے تو پانی پلانے اور آپ زم زم کا حق
 تمہارے قبضہ سے لے لوں گا اس پر عباس بن عبدالمطلب کے پاس آئے اور حقیقت حال ظاہر کی۔ جناب امیر نے انکار کر دیا اور
 پھر جناب عباس کی عاجزی و التماس پر جناب امیر نے بطور معجزہ ایک دیوی زادی اہل بخران سے طلب فرما لی جو بیرون تھی
 اور اس دیوی زادی بیوی نے جناب امیر کے حکم کی تعمیل میں ام کلثوم کی صورت اختیار کر لی اور جناب امیر نے اپنے معجزہ کے ذریعہ
 ام کلثوم کو لوگوں کے نظر سے چھپا دیا اس طرح دو دیوی زادی بیویوں ایک عرصہ تک خلیفہ ثانی کے پاس رہی۔ ایک دن کسی قرینہ
 سے خلیفہ ثانی نے معلوم کر کے کہ یہ ان کی بیوی ام کلثوم نہیں اور لطف یہ کہ انسان بھی نہیں ہے کہا میں نے ہزار شتم سے زیادہ
 کسی اور کو جادو کر نہیں دیکھا۔ اور خلیفہ ثانی نے جب اس امر کا اظہار کرنا چاہا تو خود مارے گئے اور وہ دیوی زادی بیوی اپنے
 گھر چلی گئی اور ام کلثوم ظاہر ہو گئیں اسے اللہ تو شاہد ہے کہ ان تمام تراجم میں ہمارے اعتقادات حقہ کا کوئی دخل نہیں فقط
 ۲ استغفر اللہ ولی من کل زبیب و اتوب الیہ۔ (مترجم)۔

سے ساتھ حضرت عمر کے انکار کیا اور حضرت امیر کی قدرت اور معجزہ دکھلانے کے واسطے، ایک جزیہ کا بھشکل ام کلثوم کے مشکل کر دینے کا دعویٰ کیا حقیقت میں اس تقریر سے تمام اعتراض ناصبیوں کے باطل ہو گئے اب نہ کوئی معصومہ کی خدمت پر حرف رکھ سکتا ہے نہ کوئی حضرت امیر کو عاثر کہہ سکتا ہے نہ کوئی خلیفہ دوم کی فضیلت بیان کر سکتا ہے نہ اہل بیت کے ننگ و ناموس پر کوئی انگشت اٹھا سکتا ہے لیکن اس جو اب میں یہ امر لائق عرض کرنے کے ہے کہ اگر جزیہ بھشکل ام کلثوم کے بنا کر خلیفہ دوم کے پاس بھیج دی گئی تھی تو اولاد بھی اس سے پیدا ہوئی تھی یا کہ وہ ام کلثوم سے اور زید بن عمر جو بالغ ہو کر مرا مان اس کی وہی جزیہ تھی یا ام کلثوم *

تہنیت

یہ کتاب دوسری بار مطبع مصطفائی لکھنؤ میں ۱۳۱۵ھ
چھپی تھی جس کا قطعہ تاریخ مولوی مجیب اللہ مرحوم

نے یہ لکھا تھا

از فیض طبع مہدی دین المعنی عمر مطبوع شد سال ۱۳۱۵ھ

نام کتاب و نیز سن طبع اے مجیب آیات بینات رقم ساز با کتاب

۸۷۵ ۱۳۱۵ ۲۲۶

پھر پاکستان میں تیسری مرتبہ یہ کتاب مجنس دار الاشاعت کراچی

کے زیر اہتمام شائع ہوئی تھی

اب پرتھی مرتبہ اس کا ایڈیشن بعد تصحیح شائع ہوا

جون ۱۹۷۵ء

آیات بیانات

حصہ دوم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تہنید

جو کہ ہم بحث نکاح کو حضرت ام کلثوم کی نہایت تفصیل کے ساتھ لکھ چکے اس لئے اب ہم پھر فضائل صحابہ لکھنا شروع کرتے ہیں لیکن جس قدر فضائل از روئے کتب معتبرہ شیوخ کے اب تک ہم نے لکھے ان سے قدرت خدا کی نظر آتی ہے کہ باوجودیکہ حضرات شیوخ حد سے زیادہ دشمنی صحابہ سے رکھتے ہیں اور پھر بھی انہیں کی کتابوں میں اس کثرت سے فضائل صحابہ کی روایتیں موجود ہیں اور جب تک کہ لفظ بہ لفظ اس کی نقل نہ کی جاوے اور کتاب کھول کر نہ دکھلائی جاوے تب تک حضرات امامیہ اسکا اقرار ہی نہیں کرتے اور جہاں تک ہو سکتا ہے انکار ہی کرتے رہتے ہیں چنانچہ جناب سلطان العلماء مولوی سید ولد دار علی صاحب اپنی صوارم میں فرماتے ہیں کہ (امام احادیث فضائل صحابہ از طریق امامیہ باوجود کثرت احادیث مختلفہ در ہر امر جزئی از جزئیات اصلیہ و فرعیہ اگر تمام کتب احادیث امامیہ در قاور قابہ نیت تفحص مطالعہ در آرد منظنون آن ست کہ زیادہ از سہ چہار حدیث کہ سر و پا در ست نہ داشتہ باشد دست ہم نہ ہا ما احادیث مثالب اہل ہا پس بلا اغراق این ست کہ متجاوز از ہزار حدیث باشد لیکن اس قول کی تصدیق ہماری اس چھوٹی سی کتاب سے ہوتی ہے کہ بلا مبالغہ سو روایت سے زیادہ فضائل صحابہ میں بروایت کتب معتبرہ شیوخ کے پہلے ہی حصہ میں موجود ہیں چنانچہ کچھ تو اب ہم لکھ چکے اور کچھ اب لکھتے ہیں۔ حضرات شیوخ کو اگر تئو تک گنتی آتی ہو تو وہ شمارہ کر لیں کہ تئو سے زیادہ روایتیں فضیلت میں صحابہ کی موجود ہیں یا نہیں اور

سہ جہالت صحابہ مطبوعہ کلکتہ ۱۸۲۱ء پشت ورق ۴۵ مطبوعہ فضائل صحابہ کی احادیث لطیفہ فرقہ امامیہ جو اصلی و فرعی جزئیات میں مختلف ہیں اگر ایسی تمام کتب احادیث امامیہ بنظر تحقیق ورق ورق کر کے دیکھی جائیں تو یقین ہے کہ صرف تئو احادیث مل سکیں گی جن کا سرو با بھی درست نہ ہوگی اور انکی تفحص کی احادیث بلا حک و شبہ ہزار سے زیادہ نہیں

پھر اگر حضرات شیعہ انصاف کریں اپنے علماء کے جملہ بات پر بھی خیال فرمادیں اور خدا کو حاضر و ناظر جان کر عقل کی ترازو میں ہمارا تقریر کو اور ان کے جواب کو تریں ادا اپنے تیش اہل عدل سمجھ کر حق حق فرمادیں کہ کس کا پلہ بھاری ہے اور کس کا ہلکا اور بغض و عناد کا کچھ علاج ہی نہیں ہے جو کہ حضرات شیعہ عدلی عداوت صحابہ سے رکھتے ہیں اس لئے انکی فضیلت کا کسی طرح پر اقرار نہیں کرتے اور کیا خدا کے کلام کو کیا رسول کی حدیث کو کیا ائمہ کے اقوال کو جہاں تک ہو سکتا ہے تعریف لفظی و معنوی کر کے چاہتے ہیں کہ انکی زندگی ثابت نہ ہو مگر چونکہ آیت ویابی اللہ الا ان یتم نورہ ولو کرہ الکافرون خدا اپنے دوستوں کی بندگیوں کو دشمنوں کی زبان سے ظاہر کر دیتا ہے اور بمقتضای الفضل ما شہدت بہ الاعداء اس سے انکی فضیلت کو ثابت کرتا ہے چنانچہ ہم نے اپنی اس کتاب میں اس کا التزام کیا ہے کہ اپنی کتاب کے اس حصے کو صحابہ کے فضائل سے بروایات امامیہ بھر دیں گے اور شیعوں ہی کی کتابوں سے اتنی سندیں لادیں گے کہ آخر کار وہ سنتے سنتے اور دیکھتے دیکھتے تھک جاویں اور کلمہ شہادت میں ہمارے شریک ہو جاویں اور پھر اپنے فضل اور مجتہدین کے انصاف کی داد دیں کہ باوجود موجود ہونے ایسی روایتوں اور حدیثوں کے انہوں نے فضائل صحابہ سے کیسا انکار کیا ہے اور جس مجتہد نے سنیوں کی کتابوں کے جواب لکھے ہیں اس میں بغض کو کتنا دخل دیا ہے خصوصاً پچھلے مجتہدین نے سوائے گالیوں کے حقیقت میں کسی بات کا کچھ بھی جواب نہیں دیا اور جاہلوں کی سی باتوں سے اپنی کتابوں کو بھر دیا ہے اگر کسی کو شک ہو وہ مولوی ولد دار علی صاحب کی تالیفات کو دیکھے کہ وقت تخریر جواب کیے عامی بن گئے ہیں اور خلاف شان علما کے بات بات پر گالیاں دی ہیں مگر حقیقت میں یہ قصور ان کے متبر ہونے اور تقدس کا نہیں ہے بلکہ یہ قصور اس تہذیب کا ہے جو عمر بھر پاک لوگوں کی شان میں کہا کئے اور اذات دن لعنت لعنت کہتے رہے جس نے موافق حدیث کے انہیں پر رجعت کی میں نے بہت سی کتابیں اس فن میں شیعوں اور سنیوں کی دیکھیں اور میری نظر سے بہت سے رسالے علم کلام کے گزرے اور اکثر لوگوں کے کلام میں شوخی بھی پائی لیکن وہ خوبی جو تالیفات میں جناب قبلہ و کعبہ مولوی سید ولد دار علی صاحب کے ہے وہ کسی میں نہ دیکھی حضرت کی داب تالیف کیا ہے کہ اول تو دل بھر کے مولف کو جسکا جواب لکھتے ہیں گالیاں دینا اور پھر اس پر تبرا کرنا بعدہ کچھ تعریف اپنے تمبر اور فضیلت اور تقدس کی فرمانا اور خود ہی اپنی زبان سے اپنی تالیف کی نسبت یہ کہنا

لے پارہ ۱۰ سورہ توبہ رکوع ۵ ترجمہ اور اللہ نہ رہے بن پوری کے اپنی روشنی اور پڑے برامانیس منکر ۱۲ -
 وضع القرآن شاہ عبدالقادر دہلوی -

کے گمان فقیر چنیں ست کسوریں جہز زمان چشم روزگار نظیر اس کتاب نہ ویدہ باشد گوش جہز
 بریں نشیندہ) جب اس سے فارغ ہوں گے تب خارج از بحث گفتگو کریں گے اور ورق کے
 ورتق ان باتوں کے لکھنے سے رنگین کر دیں گے جن کو اس بحث سے کسی طرح کا کچھ بھی تعلق
 نہیں ہے صوفیوں کی برائیاں بیان کرنے لگیں گے اولیاء اللہ کی شان میں جو دل چاہے گا
 فرماویں گے اور مؤلف کتاب کے کلام کے نقص کی طرف متوجہ ہوں گے تب کسی معتزلی یا کسی
 شیعہ یا کسی گم نام کو فاضل سنی قرار دے کر اس کے اقوال کو معارضہ میں پیش کریں گے جس کو
 شک ہو وہ ذرا ذوالفقار اور صوام و غیرہ کو اٹھا کر دیکھے اور خود کرے کہ فقیر کے کلام کی تصدیق ہوتی
 ہے یا نہیں ذوالفقار میں صوفیوں کو گالی دینے کا کیا موقع تھا اور ان لوگوں کی شعروں اور شہنوی کی
 بیعتوں کی نقل کرنے سے جن کو علمائے کلام اپنے مناظرے میں آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے اور اپنے
 کسی اصولی فروعی مسئلے پر ان کو سند نہیں لاتے کیا حاصل تھا بجز اس کے کہ کتاب کو بڑھائیں اور
 اپنے رسالے کو ایسی پوچھ باتوں کے لکھنے سے موٹا کریں اور کیا نتیجہ نکلتا ہے صوام کو دیکھے کہ
 اس کا کیا حال ہے کوئی ورق اور کوئی صفحہ اس کا ایسا نہیں ہے کہ جس میں مغالطات نہ ہوں سطریں
 کی سطریں گالیوں اور لعنت سے سیاہ ہیں اور صفحے کے صفحے پوچھ اور یہودہ باتوں سے بھرے
 ہوئے ہیں اور جہاں حضرت سنا اور دلیل لائے ہیں وہاں اکثر اپنے استاد اور پیر ابی الحدید
 معتزلی شیعہ کے اقوال مردودہ کو نقل کیا ہے کہ اگر کوئی بیچارہ جاہل سنی اتنا بڑا نام جس میں دس حرف
 سے بھی زیادہ ہیں سنے اور عربی زبان میں بڑی لمبی چوڑی عبارت اس کی دیکھے اور سراسر مخالف
 اپنے مذہب کے اور مطابق حضرات شیعوہ کے پاوے تو اس کو حیرت ہو دے اور یہ خیال کرے
 کہ شائد یہ کوئی بڑا عالم اور فاضل سنیوں کا ہے اور اس کا کلام بھی مستند بین العلماء ہے وہو کے
 میں اگر ان مسائل میں شک کرنے لگے حالانکہ جناب قبلہ و کعبہ نے یہ خیال نہ فرمایا کہ جو ادنیٰ درجے
 کے طالب علم ہیں اور مکتب میں شرح عقائد اور شرح مواقف پڑھتے ہیں وہ بھی اس امر سے بخوبی
 واقف ہیں کہ ابن ابی الحدید معتزلی ہے اور اپنے اعتزال کے ساتھ تشیع کو ملائے ہوئے ہے اس
 کے کلام کو اہل سنت کے معارضے میں پیش کرنا بعینہا ایسا ہے جیسا کہ حضرات زرارہ اور ہشام
 ابن حکم کے قولوں کا حوالہ دینا اس لئے کہ سنیوں کے نزدیک دونوں برابر ہیں اور بمقتضائے
 لہ فقیر کا خیال ہے کہ اس عہد میں زمانہ کی آنکھوں نے اس جیسی کتاب دیکھی نہ ہوگی اور چرخ بریں گے کانوں نے اس قسم
 کے مضمون سماعت نہ کئے ہوں گے لہ جہاز صوام مطبوعہ بندر کلکتہ ۱۲۱۸ھ صفحہ ۱۲۵-۱۲۶۔

الکفر طرہ واحدہ کے پوجہ ترک سنت کے ابن ابی الحدید اور زبیرہ ایک دوسرے کے بھائی ہیں اور باوجودیکہ حضرت کی کتاب صوامم اسی کے اقوال مردودہ سے بھری ہوئی ہے پھر اس کتاب پر آپ کو اس قدر ناز ہے کہ اس کی خوبیوں کے بیان کرنے کے لئے الفاظ ہی میں اس کی تعریف لکھتے لکھتے کاغذ میں جگہ نہیں رہی اور صرف اپنی کتاب ہی پر ناز نہیں کرتے بلکہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کے طرف مقابل بننے پر بھی اپنا عار سمجھتے ہیں اور اس پر بھی افسوس ظاہر کرتے جاتے ہیں چنانچہ خطبے میں صوامم کے فرماتے ہیں کہ جب میں نے اماں رازی کی کتاب نہایت العقول کا جواب لکھ لیا تو پھر مجھے دوسرے جواب لکھنے کی خواہش نہیں رہی (چونکہ معلوم سنت و پیدا و ظاہر سنت و ہدایا کہ چون شاہ باز طبیعت بقید سمرخ مضامین عالیہ شوگر فتنہ باشد و دیگر مخالفین ہمت خود را بہ خون کمر گس کندیدہ نیالاید و سیکار ابقار افکار را بجبال خود آورده باشد نگاه التفات بہ طرف مجوزہ شوہان فرماید لیکن از آنجا کہ روزگار ناہمواری گزارد کہ ارباب ہم عالیہ از دست سفلہ ناس و بیخبردان حق ناشناس نجات یافتہ دے با تراحت بگذارانند و بار و شیاطین نمیشود کہ از اضلال بنی آدم دے تغافل نہایت قبل ازین تقریباً پنج شش سال باب دوز و ہم از کتاب بعضی ذوی الافاب در نقص مذہب عزت جانا رسالت مآب دریں بلکہ کہ الفاعل محل اقامت فقیرست برور یافت و شہادت مومہ و نہرینا ناس موعود ہائے موم مومنین لا منقبض ساختہ جہاں سنیاں را سر بادج مباحات رسید و آن صحیفہ

سہ یہ امر ظاہر دیاں ہے کہ جب شہاز طبیعت نے سمرخ مضامین عالیہ کی عادت بنا لی ہے تو پھر اپنی ہمت کے بیچوں سے کمر گس کا خون بہانا نہیں چاہتا اور جو تارہ باکرہ انکار کو اپنے عقید میں لئے آئے وہ بوڑھی عورت کی باب التفات نہیں کرتا۔ اس کے باوجود زمانہ ناہمواری ارباب ہم عالی کو اپنے دست سفلہ پر و حق ناشناس بے عقلوں کو نجات دے کر ایک لمحہ کے لئے بھی استراحت لینے نہیں دیتا۔ اور انسانوں کو بہکانے سے شیطان ایک لمحہ تغافل نہیں کرتا اب سے تقریباً پانچ چھ سال قبل بعض کم مرتبہ لوگوں نے بارہواں باب عورت رسالت مآب کے بارے میں اسی بلکہ حیدرآباد کن میں جہاں یہ فقیر مقیم ہے ظاہر کیا ان مومہ شہادت و نہرینا ناس نے طلب مومنین کو منقبض کیا کہ جس کی وجہ جہاں سنیاں کے موادج مباحات تک پہنچے اور یہ طعن کتاب ان عقل کے اندھوں کے ان کے لئے عصائے نبیانا ثابت ہوئی نظر بر آن سنیاں کے فدا کو ایک معقول دستاویز کے ساتھ جواب دینے کا خیال دامن گیر ہوا تاکہ ان کی کتاب کو راسر باطل ثابت کروں لیکن اس کتاب میں بے ہودہ کلام اول سے آخر تک اہل بیت کی عداوت کے سوا کچھ اور نہ تھا اس لئے میرا دل اس طرف متوجہ نہ ہوا اور میں نے ایسے جاہلوں سے گفتگو پسند نہیں کی اور اس حالت کے اندر میں نے خود سے مخاطب ہو کر کہا ایسے جاہل و غبی سے تم کو جو مجاہدہ و پیشی ہے وہ جہیز نہیں

عمومہ بلاشبہ عصای کوری این کور باطنان گم ویدوا حق و درین باب چون بدل خود رجوع می نمود نظر
 باینکه مثل کتاب نہایت العقول امام سنیان را جواب گفته و از سر تا پا منتفض و باطل ساخته ہرگز نہ نقض
 کلام نافرجام ناصب عداوت اہل بیت کہ از اول تا آخر آثار عداوت و خوایت ازان پیدا و امارات
 بعرض و عداوت حضرت رسول ظاہر و ہویہ را رضی نمیگیرد وید و طرف گفتگو شدن با چنین جاہل مدبر مار
 دانستہ ہرگز نہ بر خود نمی پسندید چون حال بریں مستوال مشاہدہ نمودم دل خود را مخاطب ساخته گفتم
 کہ این مجادلہ و معارضہ کہ ترا با چنین جاہل غبی پیش آمدہ لیس اول قارورۃ کسرت فی الاسلام و طرف
 گفتگو شدن تو با مثال چنین نادستان لیس ما عجب من مجادلہ الانبیاء الکریم والاصیاء النعمان مع
 معاصرہم من الکفرۃ الفجورۃ اللیام چرا نظر نمی نمائی و نگاہ التفات نمی فرمائی بحال جناب حضرت ابراہیم
 و حضرت موسیٰ و جناب ہارون علیہ السلام کے باں علوم و کمالات بتلا گم وید نہ بدہ مجادلہ نمودن
 بانرود مرد و فرعون ملعون کہ از کمال جہل و عداوت با وجود ظہور آثار مخلونیت و بلوج امارات افتکار
 دعویٰ خدائی می کردند و ہم چنین نگاہ کن بہ طرف جناب سید المرسلین صلعم کہ بالاتفاق افضل و اکمل
 مخلوق است چگونہ بتلا گم وید بہ مجادلہ جہال مشرکین قوم خود کہ بسبب فرط جہالت جماداتے چند
 کہ خود می تراشیدند عبادت و پرستش می نمودند و ہم چنین اند کے از خواب غفلت بیدار شو چشم
 بکشاید بین جناب یاب مدینہ علم رسول را کہ بالاتفاق اعلم ناس بود بعد رسول خدا صلعم چہ قسم بتلا
 گم وید بہ معارضہ و مجادلہ چند ناکس منافقین قریش و ہر گاہ حقیقت حال نموال باشد تا چار عنان
 التفات عالی خود را بنقض کردن کلام مورد ظلام اور منطف باید ساخت و براستیصال ہدیانات

البتہ حاشیہ ص ۱ بلکہ اس قسم کی شیہاں اسلام میں توڑی جا چکی ہیں۔ اور ایسے نکالو لوگوں سے مجادلہ و معارضہ بالکل وید
 ہی ہے جیسا کہ انبیاء کرام اور معزز اصیاء نے اپنے ہم عصر کافروں فاجروں اور ملعونوں سے کیا ہے اسلئے تم بالکل
 ان کی طرف نظر نہ کرو اور متوجہ نہ ہو خاص حالات میں جناب ابراہیم و موسیٰ و ہارون نے اپنے علوم و کمالات کی
 موجودگی میں مرد و نرود اور ملعون فرعون سے جو دعوائے الوہیت کرتا تھا مجادلہ کیا۔ اسی طرح افضل و اکمل مخلوق سید
 المرسلین نے اپنی جاہل مشرک قوم سے مجادلہ کیا جو اپنی جہالت سے پیہروں کو خود تراش کر ان کی پوجا کرتے تھے اور
 خواب غفلت سے بیدار ہو کر انکھ کھول کر باب مدینہ العلم کو دیکھو جو تمام لوگوں سے زیادہ عالم تھے وہ بھی منافق و نکال
 قریش سے مجادلہ کے لئے بتلا گئے گئے اور اگر یہی حالات درپیش ہوئے تو مجبوراً ہم اپنی بلند و بالا توجہ ان سنی علماء کے
 کلام کی تردید و تنقیص میں منطف کریں گے اور ان کے بیہودہ بکواس کا استیصال کریں گے یہ ہیں صوامر کے خطبہ
 کے الفاظ جو خلاصہ کے طور پر لکھے گئے ہیں۔

بے ہودہ اور ہمت والا نہمت خود را باید گماشت انتہی لفظہ لخصاً، غرضکہ یہ چند سطریں قبلہ و کعبہ کے تقدس اور تہذیب اور اجتہاد اور وقار کی نمونہ ہیں باقی کو اسی پر قیاس کرنا چاہئے لیکن ہم اس سے بحث نہیں کرتے اور اس کے جواب میں ہم جاہل اور عامی بن کر گالی کا جواب گالی سے نہیں دیتے ہاں حضرت کی لہجہ تراشیوں اور خود ستائی پر کبھی کبھی یہ خیال کرتے ہیں کہ اگر کاش قبلہ و کعبہ جواب بھی ایسے ہی دیتے جیسی گالیاں دی ہیں اور شاہ صاحب کے اعتراضات کو بھی اس خوبی سے رد فرماتے جس خوبی سے اپنا تعریف فرماتے ہیں تو یہ تعریف چنانچہ خود ہوتی اور اس تہذیب اور شائستگی پر بھی، خاک پڑھاتی یعنی یہ عیب بھی کچھ چھپ جاتا لیکن افسوس ہے کہ کسی مسئلے کے جواب میں حضرت نے اپنے وقار طبیعت کے جوہر نہ دکھلائے اور کسی عقیدے کے اثبات میں اپنے اجتہاد اور تجربہ کو ظاہر نہ فرمایا وہی پرانی باتیں جو ان کے پیشوا لکھتے آئے ہیں لکھ کر سکوت اختیار کیا اور انہیں تھکے، کہاڑیوں کو جو پشت در پشت سے سنتے آتے تھے نقل کر کے کتاب کو ختم کیا پس ہم کو افسوس اسی بات پر آتا ہے کہ حضرت نے اپنے آپ کو انبیاء الوالعمم کے ساتھ مشابہ بھی بنایا اور حضرت موسیٰ اور حضرت سید الانبیاء علیہ التیمہ والنشا کا عہدہ بھی اپنے ذمے لیا اور سید الاوصیاء باب مدینۃ العلم کی نیابت کا بھی دعویٰ کیا اور ہدایت خلاق کی اور ایک منافق جاہل کا مثل مولوسی شاہ عبدالعزیز صاحب کے جن کی کم علمی اور بے بضاعتی اور جہالت سے نہ ہندوستان بلکہ عرب اور عجم کے لوگ بھی واقع میں طرف مقابل بنا نہایت مجبوری سے گوارا کیا اور ایسے بڑے عار و ننگ کو صرف شیعیان پاک کے دین و ایمان کی خاطر سے اختیار کیا مگر افسوس ہے کچھ کر کے نہ دکھلایا اور جتنا دعویٰ کیا تھا اسے پورا نہ کیا اور اپنے آپ کو ان علماء کے زمرے میں داخل کیا جن کی صفت جتنا امیر علیہ السلام اپنے ایک خطے میں کرتے ہیں۔ وان بغض الخلق الی اللہ تعالیٰ رجل قمش علماً اغار فی اغباش الغتۃ سماہ اشباہ الناس و اراد لہم عالماً ولم یش فی العلم یوماً سالماً بکرفا سکر ما قل منہ خیر ما کثر حتی اذا ارتوی من ماء اجن و اکثر من غیر طائل

جلس للناس مفتیاً لتخلیص ما التبس علی غیرہ فان نزلت بہ احدی المبہمات ہباء لہا من رائی حسو الرائی فهو من قطع الشہات فی مثل نسیم العتکبوت لا یدری بخطا ام اصفاً کتاب جمالات خیاط عشوات یعتذر ما لا یعلم فیسلم ولا یغض علی العلم بفسوس تا طعم فیغتم یتکمند اللہ ماہ و تسهل بقضائہم الفروج الحرام لا علی والذہ ما صا را و رد علیہ و اھواھل لما فوض الیہ لولئک الذین حلت علیہم المثلاث و حقت علیہم النیاحۃ و الباء ایام الحیوۃ الدنیا۔

کہ سب خلق سے زیادہ تر دشمن خدا کے نزدیک وہ آدمی ہے جو آدمی اور خدا سے علم کو جمع کر کے ننتہ و فساد کی تاریکی میں جلد جلد دوڑتا ہے اور جس کو ایسے لوگ جو آدمیوں کی صورت رکھتے ہیں اور خفیت میں انسانیت سے بے بہرہ ہوتے ہیں عالم فاضل کہنے لگتے ہیں حالانکہ وہ ایک دن بھی علم سے سروکار نہیں رکھتا صبح ہوئی اور اس چیز کے جمع کرنے پر متوجہ ہوا جس کی قلت بہتر ہے اس کی کثرت سے یعنی مال یہاں تک کہ جب بٹرسے نجس پانی سے پیٹ بھر لیا وہ مفتی بن کر بیٹھا اور اپنی پوچھ لچھ رائے سے مشکلات اور شبہات کے حل کرنے پر آمادہ ہوا جس کی رائے ان کے حل کرنے میں وہی قوت رکھتی ہے جو کہ مگرسی کے جالے کو ہوتی ہے یہ بھی نہیں جانتا کہ خود اس نے خطا کی یا صحت وہ اندھوں کے موافق چلتا ہے اور ہر بات میں بے بصیرت ہوتا ہے اپنی لاعلمی کا غند نہیں کرتا تا کہ آفت سے بچ جاوے اور علم کو مضبوطی سے نہیں پکڑتا کہ قائدہ پاوے اس کے قوت سے ناحق خون بہائے جاتے ہیں جو کہ اسی کو روکتے ہیں اور اس کے علم سے بہت سی حرام فرجین حلال ہو جاتی ہیں نہ وہ اس لائق ہوتا ہے جو اس سے پوچھا جاتا ہے نہ وہ اس کام کی اہلیت رکھتا ہے جو اس کے سپرد کیا جاتا ہے پس وہ اس میں ہے جس پر عذاب حلال ہو جاتا ہے اور اور جس پر نوحہ و بکا کرنا زندگی پھر واجب ہوتا ہے۔

میں نے جو کچھ کہا اس کا ثبوت خود جناب والا کی تالیفات اور جوابات سے ہوتا ہے چنانچہ میں نے اپنی اس کتاب میں انشاء اللہ تعالیٰ ان کی ساری تالیفات سے جو یہ جواب تحفہ کے ہے بحث کر دیں گا اور کیا ذوالفقار اور کیا صوارم اور کیا حسام سب ان کی تلواروں کے دارا نہیں کے ہاتھ سے انہیں کے منہ پر مار دوں گا اور جو کچھ انہوں نے ان کتابوں میں لکھا ہے اس کو جس بحث کے متعلق ہے بالاستعیاب نقل کر کے اس کی خوبیاں ان کی پیروی کرنے والوں پر ظاہر کر دوں گا تاکہ مخالف بھی شہادت دینے لگیں اور زبان سے نہیں گمروں میں تو ضرور سنیوں کا کلمہ پڑھنے، لگیں اور قتل جہاں الحق و زہق الباطل ان الباطل کان ذھوقا کا شورا آسمان تک پہنچاویں۔

وہا ان اشرع فی بیان ما کتب فی صدوہ

جو کچھ میں نے اب تک لکھا یہ بیان میں فضائل صحابہ کے تھا کہ جس کو میں نے نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کیا اور خود شیعوں ہی کی کتابوں سے اس کو ثابت کیا اور جو کچھ جواب لے پارہ۔ صا۔ سورہ نبی اسرائیل رکوع ۹۔ ترجمہ اور کہہ آیا سچ اور نکل بجا گا جھوٹ اور بے شک جھوٹ ہے نکل بجا گئے دلائل

ان کے مالوں نے دیتے ہیں ان کو موقع موقع پر نفل کیا اب میں ان اقوال کو شیعوں کے بیان کرتا ہوں جو تمام آیات اور احادیث و فضائل صحابہ سے دیتے ہیں اور اسی کے ضمن میں بہت کچھ روایتیں ان کے فضائل کی بھی موقع بہ موقع لکھتا جاؤں گا۔

جواب شیعوں کی بہ نسبت آیات فضیلت صحابہ کے

جو آیات قرآن مجید کی شان میں صحابہ کے ہیں اور جن میں سے چند آیتوں کو اوپر میں نے بیان کیا ہے ان کی نسبت شیعوں کی طرف سے عام جواب یہ ہے۔

جو آیتیں مہاجرین کی شان میں اور ان کی بزرگیوں میں خدا نے نازل کی ہیں اور اپنی رضامندی کا اظہار ان کی نسبت فرمایا ہے اس سے حضرات شیعوں یہ جواب دیتے ہیں کہ ہجرت کی صحت میں اور اس پر مستحق ثواب ہونے میں ایمان اور صحت نیت شرط ہے چنانچہ تقلید اپنے بزرگوں کی جناب مولوی ولد ار علی صاحب قبلہ بھی ذوالفقار میں اس مقام پر جہاں کہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب نے والسا بقون الاولون من المهاجرین والانیصار الخ کا ذکر کیا ہے فرماتے ہیں اسے بیاید دانست کہ باتفاق اہل اسلام در صحت ہجرت و ترتیب ثواب بران ایمان شرط است و از نیجاست کہ دلیل پیغمبر خدا کہ درین ہجرت شریک ابو بکر بودہ مشرک بود چنانچہ در کتاب طبقات و تقدی تصریح ہاں واقع مقبول ہجرت نخواہد بود زیرا کہ باتفاق ایمان بشرط صحت عبادت است و ہمچنین باتفاق فریقین شرط ترتیب ثواب ہجرت صحت نیت است چنانچہ دلالت میکند بران حدیث متواترہ انما الاعمال بالنیات و لکل امرء ما آوی ومن

نے پارہ ۱۰ سورہ توبہ کو ساتھ اور جو لوگ قریم ہیں پہلے وطن چھوڑنے والے اور مد کرنے والے صریح کہ جانا چاہیے کہ ہجرت و ثواب کے میں نظر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ اس کے لئے ایمان شرط ہے اور پیغمبر خدا کی دلیل یہاں ہے کہ ابو بکر جو ان کے ساتھ شریک ہجرت تھے مشرک تھے جیسا کہ طبقات میں واقعہ نے صراحت کی کہ کئی ہجرت مقبول نہیں کیونکہ یہ مسئلہ متفق علیہ ہے کہ ہجرت کیلئے ایمان اور صحت عبادت شرط ہے نیز فریقین کے نزدیک یہ امر مسلم ہے کہ ہجرت کیلئے صحیح نیت اور حصول ثواب شرط ہے۔ صحیح عبادت ذوالفقار مطبوعہ مطبع مجمع البعریں در بیان ۱۲۷۱ھ صفحہ ۲۳-۲۴۔ لکن جب کہ اس حدیث متواتر شاہد ہے کہ اعمال کا دار نیت پر ہے الخ۔ اور یہ سب ہماری غرض میں لکھا ہوا ہے سو جب تک ہم کو ابو بکر کی صحت نیت کا ثبوت نہ ملے اس وقت تک ان پر آیت سابقون الاولون کا اطلاق نہیں ہوتا اور جب تک یقین نہ ہو اس وقت تک ان کو بلند رتبہ پر اس آیت کے تحت نہیں لایا جاسکتا۔

صانت ہجرتہ الی اللہ ورسولہؐ وہمہ انہما واولاہم صحیح بخاری وغیرہ مسطورست پس
 ما دامیکہ ما را علم بہ صحت نیت ابی بکر بہ ثبوت نرسد و دخول او در مدلول باین آیہ قیقن نمی شود
 و تا قیقن نشود و احتجاج باین آیہ بر علم مرتبہ او نمی تواند شد و در نیز اسی کتاب میں ایک دوسرے
 مقام پر جہاں کہ مولانا صاحب نے آیۃ **لَنْ نَقْبُرَهُ الْمُهَاجِرِينَ** اُثْرًا بَلْ هُمْ دِيَارِهِمْ كَاذِبًا كَرِيهًا
 مجتہد صاحب فرماتے ہیں کہ ہر فرض تسلیم فضیلت ہجرت و امثال آن از اعمال مشروطست
 بر ایمان بہ اجماع و اتفاق اہل اسلام و درستی نیت چنانچہ بخاری و صحیح خود از لیسٹ روایت
 نمودہ است کہ گفت شنیدم عمر خطاب را کہ ہر منبری گفت کہ شنیدم رسول خدا را کہ می فرمود
 انما الاعمال بالنیات و انما لكل امرئ ما نوى فمن كانت ہجرتہ الی اللہ فہجرتہ الی اللہ ورسولہ و من
 كانت ہجرتہ الی دنیا یصیبہا اولی امرأۃ ینکحہا فہجرتہ الی ما ہاجر الیہ و این ہر دو فیما نحن فیہ و
 معرض عدم تسلیمست (اور پھر ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ ایضاً احتجاج باین آیت موقوف
 ست کہ بہ ثبوت رسد کہ ہجرت ابو بکر با جازت حضرت نبوی واقع شدہ و شیوعہ اس را قبول نہارند
 اور پھر ایک جگہ اسی کتاب میں لکھتے ہیں کہ ہجرت و نصرت ممدوح امری ست کہ تعلق بہ
 صحت نیت دارد و آن امری ست باطنی (اب میں اس قول کو چند طرح سے رد کرتا ہوں۔
 اول جو سند احادیث بخاری کی قبلہ و عقبہ لائے ہیں اس سے سوائے اظہار فضیلت
 کے اور کچھ فائدہ نہیں ہے اس لئے کہ ہر عمل میں نیت شرط ہے اور تمام فرقے اسلام کے
 بلکہ سارے اہل مذہب اس پر متفق ہیں کسی کا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ کوئی عمل بغیر نیت کے
 مقبول ہے تو اس حدیث کی نقل کرنے سے بجز بڑھانے مجھ کتاب کے کیا فائدہ ہاں شاید
 مجتہد صاحب کی یہ غرض ہو کہ اس حدیث کو سن کر بعض جہلا شہہ میں پڑ جاویں اور یہ دوسرے
 کرنے لگیں کہ یہ حدیث انہیں ہجرت کرنے والوں کی نسبت ہے جو کہ پیغمبر صاحب کے ساتھ
 یا آگے پیچھے چند روز کے ہجرت کر کے مکہ سے مدینہ کو آئے اور جن کی شان میں خولنے آئیں
 نازل کی ہیں تو اگر وہ سب کے سب مستحور ذاب ہوتے تو پیغمبر خدا علیہ التحیۃ و التسلیم حدیث
 نہ فرماتے اور صحت نیت کی شرط ترتب ثواب پر نہ کرتے پس ظاہر ہوتا ہے کہ شاید بعض
 اصحاب ایسے بھی تھے کہ جن کی نیت ہجرت میں بخیر نہ تھی تو یہ شہہ ان کی اس تدلیس سے
 چارہ ۲۸ سورہ حشر کو ترجمہ و اسطغان مفسوں کے وطن چھوڑنے والوں کے جو نکالے گئے ہیں اپنے گھروں سے کہ
 عیارت و انصار مطبوعہ مطبع مجمع البحرین لریانہ سطر ۱۲۱۵ منہ ۱۲۱۵ عیانت مطبوعہ سطر ۱۲۱۵ منہ ۱۲۱۵ عیانت مطبوعہ سطر ۱۲۱۵ منہ ۱۲۱۵
 سطر ۱۲۱۵ منہ ۱۲۱۵

کسی کو نہیں ہو سکتا اس لئے کہ سب جانتے ہیں کہ ہجرت ختم نہیں ہوگی اور پیغمبر صاحب کی قید حیات تک جاری رہے گی اور سب لوگ مثل مہاجرین اولین کے خاص خدا و رسول ہی کے لئے ہجرت نہ کریں گے بلکہ بعض بعض دنیا اور عورتوں کے پیچھے اپنے گھر چھوڑ جاویں گے جیسا کہ آج کے زمانے میں ہم لوگ اپنی آنکھ سے دیکھتے ہیں کہ کوئی عورت کے پیچھے اپنا وطن چھوڑ دیتا ہے کوئی زندگی کی خاطر سے مسلمان ہو جاتا ہے یعنی مسلمانوں کے ساتھ کھانے پینے لگتا ہے تو اس حدیث کا مضمون انہیں لوگوں کے حق میں صادق ہو گا علاوہ اسکے جتنا قبلہ و کعبہ کو چاہئے تھا کہ شان نزول اس حدیث کا احادیث کی شرحوں میں دیکھتے اور اس بات کو دریافت فرماتے کہ یہ حدیث کس کے حق میں اور کس کے لئے حضرت نے فرمائی ہے اور مہربانی کر کے اسی میں لکھ دیتے تاکہ ہم بھی ان کی دیانت کی داد دیتے اور ان کو اہل عدل کہتے مگر وہ اسے کیوں لکھتے اس لئے کہ اس سے تو ان کا مطلب ہی ہاتھ سے جاتا ہے چونکہ حضرت نے اس کو نہیں لکھا اس لئے میں شرح مشکوٰۃ شیخ عبدالحق محدث دہلوی سے اسے لکھتا ہوں (واضح ہو کہ ایک شخص مدینے میں آیا تھا ایک عورت کی طلب کے لئے جس کا نام ام قیس تھا اس کے حق میں یہ حدیث پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی چنانچہ اس کو مہاجر ام قیس کہتے تھے کہ اس نے ہجرت عورت کے پیچھے کی تھی) اب اے حضرات شیعوہ اپنے قبلہ و کعبہ کی تقدس اور دیانت کی داد دو اور جو کچھ انہوں نے من ترانیاں فرمائی ہیں اس پر غور کرو چنانچہ خود حضرت نے صوامم میں نسبت شاہ صاحب قدس سرہ کے فرماتے ہیں کہ می بسید ہر گاہ شعور داشتہ باشد ارادہ تصنیف و تالیف نماید مادامیکہ قابلیت آن ہم نرساند با بجلد با امتحان رسید کہ ناصب عداوت اہل بیت ہر گاہ مسئلہ علیہ کہ اندک وقتی داشتہ باشد در انشائی تحریر آں دست و پا کم می کند از انجملہ است این مقام کہ دلائل کمال انتشار و پراگندگی بکار بردہ لکن نہ فہمید کہ ہر گاہ آتش قہر الہی مورد مستوقد گردید ہمہ تر و خشک او خواہد رسید و بیا در فنا خواہد داد و بیچ جیلہ و مکردہاں وقت مفید نخواہد

۱۔ جب شعور آیا ہو گا اور قابلیت پیدا ہوئی ہوگی اس وقت لکھا ہو گا اور امتحان و تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ اہل بیت کے دشمنوں کے معمول مسائل کی تحریر سے بھی ہاتھ پاؤں پھول جاتے ہیں ان مسائل میں سے ایک مسئلہ یہ ہے کہ جس پران کی ٹی گم ہوگئی اور وہ یہ نہیں سمجھے کہ جس وقت آتش قہر الہی بھڑکے گی تو ان کے خشک و تر کو جلا کر با دنا میں لٹا دے گی اور اس وقت کوئی جیلہ و فریب کا اندازہ لگایا جائے گا ۱۷۔ عبارت صوامم مطبوعہ بند کلاک ۱۲۱۸ھ پشتہ و قلم ۱۲۱۸ھ

اقتاد انتہی بلفظہ ملخصاً، اب کوئی مومن منصف انصاف کیسے کہ یہ مضمون خود جناب قبلہ
 و کعبہ پر اس روایت میں کتنا صادق ہے کہ انہوں نے کلام کو کتنا منتشر کیا ہے اور وہو کہ
 دینے کے لئے بیچ میں کی حدیث کا ذکر فرمایا ہے مہاجرین کو اس سے کچھ بھی تعلق نہیں ہے
 حقیقت میں قبلہ و کعبہ نے سچ فرمایا کہ نبی یا پیدائسان ہر گاشعور و انشتہ باشد ارادہ تصنیف
 و تالیف نہ نماید مادامیکہ قابلیت ان ہم نرسانند) دوسرے یہ فرمانا حضرت کا کہ دبا اتفاق
 اہل اسلام در صحت ہجرت و ترتیب ثواب بران ایمان شرط است ایہ بیان بھی سچ اور بالکل
 اور بالکل ٹھیک ہے نہ اس کے لئے کسی آیت کی سند لانے کی حاجت ہے نہ کسی حدیث کے
 نقل کرنے کی ضرورت ہے لیکن یہ فرمانا کہ (پس مادامیکہ مارا علم بہ صحت نیت ابی بکر بہ ثبوت
 نہ رسد و خول او در مدلول این آیت متیقن نہی شود) میں ہم کو جرح ہے چند طرح سے اول جناب
 صاحب تحفہ قدس سرہ نے اس آیت کو صرف شان حضرت صدیق اکبر ہی کے نہیں فرمایا
 بلکہ سب مہاجرین کے فضائل میں اس کو نقل کیا ہے پس حضرت نے سب کا ذکر تو چھوڑ دیا
 صرف نام حضرت صدیق اکبر ہی کا لکھا یہ خلاف داب مناظرہ کے ہے اگر شاہ صاحب اس
 آیت کو خاص نسبت صدیق اکبر کے بیان کرتے تو ان کو بھی جواب میں انہیں کے نام کی قید کرنی
 مناسب تھی واذلیس فلیس دوسرے اگر بہ خیال اس کے کہ حضرت صدیق اکبر مہاجرین میں
 بھی اول درجہ رکھتے ہیں اور ان کی نسبت اس قضیہ کی ابطال سے اور ان کے قضیہ کا ابطال
 خود اسی دلیل سے ہوگا حضرت قبلہ و کعبہ نے ان کا نام لکھا ہے تو خیر ہم اس سے بحث نہیں کرتے
 اسی کا جواب دیتے ہیں کہ آپ کو صحت نیت کا علم کیونکر ہو دے اور کس طرح آپ اس علم کو
 حاصل کرنا چاہتے ہیں اگر یہ خیال کر کے (کہ ان امر لیت) باطنی سوائے خدا کے دوسرا نہیں
 جانتا تو ہم تسلیم کرتے ہیں اور آپ کو خدا کے سپرد کرتے ہیں یقین ہے کہ خدا نے آپ کو
 اس کا حال قبر میں بتلایا ہوگا اور ابو بکر صدیق کی صحت نیت کا اب حال آپ پر کھل گیا ہوگا
 لہ جب تک انسان میں قابلیت پیدانہ ہو اس وقت تک تالیف و تصنیف نہ کرے بلکہ شعور حاصل کرنے
 کے بعد سلسلہ تالیف و تصنیف آفاذ کرے لکہ تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ ہجرت کی صحت اور حصول
 ثواب کے لئے ایمان لانا شرط ہے لکہ اور جب تک ابو بکر کی صحت نیت کا ثبوت ہمیں نہ مل جائے اس وقت تک
 یہ آیت ان پر حسیاں نہیں ہوتی لکہ وہ ایک باطنی امر ہے ۱۲ عہ عبارت ذوالفقار مطبوعہ مطبع مجمع البحرین لہجاء
 ۱۲ ص ۵۴ سطر ۲۲ عہ ایضا صفحہ ۵۷ سطر ۵۷ ص ۷۷ منہ -

اور اگر آپ نیت کا حال ان کے اعمال سے جو ہجرت کے انہوں نے کئے دریافت کرنا چاہتے ہیں تو اپنے ہی علماء کے اقوال سے دریافت کر لیجئے اور پیغمبر خدا کا ان کے گھر جانا اور اپنے ساتھ لے کر غار کو چلنا اور راہ میں ابو بکر صدیق کا حضرت کو دوش پر چڑھانا اور اپنے گھر سے کھانا پہنچانا ان سب باتوں کا اپنی ہی کتابوں سے ثبوت دیکھ لیجئے کہ اس کو ہم نہایت تفصیل کے ساتھ آیہ غار کی تفسیر میں بیان کر چکے ہیں جس کو دیکھنا ہو اس کتاب کے چند ورق الٹ کر اس ساری بحث کو جس پر حقیقت میں یہ مضمون صادق ہے دیکھیں جو زمان چشم روزگار نظیر اس بحث یعنی فضیلت صدیق اکبر از آیہ غار تدیدہ باشد و گوش چرخ بریں نشیند تو اس کے لئے اس مقام پر بھی ہم ایک روایت لکھتے ہیں جسے صاحب تحفہ نے ملا عبد اللہ کی کتاب انظار الحق سے نقل کیا ہے کہ وہ خود اپنے ہم مذہبوں کے اس انکار کو پوچھ اور یہودہ کہتا ہے کہ کمال کہ جواب گفتن این سخن بہار کتاب آنکہ در سبق ہجرت و نصرت ایمان شرط است و آن شخص یعنی ابو بکر معاف اللہ بیچ وقت ایمان نہ داشتہ چنین فعل از سنوح ناخوشی با امیر المومنین از انصاف و درست، مجتہد صاحب قبلہ اپنی ذوالفقار میں اس روایت کی نسبت فرماتے ہیں کہ پس معلوم است کہ یا ملا عبد اللہ از امامیہ نبودہ یا این کہ جامع کلمات این مرخرفات را از پیش خود داخل نمودہ و یا مراد او از ایمان ، و درین مقام اسلام است و معلوم است کہ خلیفہ اول از اول امر از ایمان بہرہ نہداشت با اتفاق من علی الامامیہ، اس جواب میں میں امر مجتہد صاحب نے لکھے ہیں اول انکار کرنا ملا عبد اللہ مشہدی کے امامیہ ہونے سے جس پر ہم ابھی زیادہ بحث نہیں کرتے اگر مجتہد صاحب اپنے سارے علماء کے امامیہ ہونے سے منکر ہو جائیں ہمارا کچھ حرج نہیں ہے اگرچہ سارے علماء نے اس زبانتک کہی کسی تا کہ نہ اس بحث میں ایسی مثال یعنی صدیق اکبر کی فضیلت کو آیت عار نہ دیکھی ہوگی اور آپ کی افضلیت آسمان کے کافوں نے کبھی دینی ہوگی نہ اس امر کے جو ب دینے میں کہنا لازم ہے کہ ہجرت و نصرت اسلام میں ایمان لانا شرط ہے اور ابو بکر کسی وقت بھی ایمان نہیں لائے یہ کہنا ملا اور امیر المومنین کی ناخوشی کا باعث ہے نیز انصاف سے بھی دور ہے کہ معلوم ہے کہ ملا عبد اللہ یا توشیو نہ تھے یا پھر ان تمام نقویات کو انہوں نے اپنی طرف سے بڑا دیا ہے یا پھر ایمان سے یہاں اسلام مراد ہوا اور یہ بات معلوم ہے کہ خلیفہ اول با اتفاق علمائے شیعا ابتدا میں اسلام نہیں لائے ۱۲۔ حد عبارت ذوالفقار مطبوعہ مطبع جمع البحرین لہ بیاز مشہد ۱۳۸۳ھ مطبع مطبوعہ مطبوعہ ۱۲۱۹ھ۔

نے ملا عبداللہ کے امامیہ ہونے پر بہت کچھ ثبوت دیا ہے مگر ہم مجتہد صاحب ہی کی بات کو
 ملتے ہیں اور اس کے امامیہ ہونے کا ثبوت دینا لغو سمجھتے ہیں لیکن افسوس ہے کہ صرف اس
 لئے مجتہد صاحب نے اس کے امامیہ ہونے سے انکار کیا ہے کہ وہ صحابہ کے ایمان کا
 قائل ہے تو اس کا ثبوت ان علمای امامیہ کے اقوال سے بھی ہوتا ہے جو کہ مجتہد صاحب
 کے پیشوا ہیں اور جن کے قول کو کالوجی المنزل من السماء جانتے ہیں چنانچہ قاضی نور اللہ
 شوشتری مجالس المؤمنین میں فرماتے ہیں کہ انا آنکہ تکفیر ابو بکر و عمر بہ شیعہ نسبت نمودہ
 است یعنی سنت بے اصل کہ در کتب اصول ایشان ازاں اثرے نیست و مذہب ایشان
 ہمیں سنت کہ مخالفان علی فاسق اند و محاربان او کافر اند، اس کا جواب جب مجتہد صاحب
 نے کچھ نہ دیکھا اور قاضی نور اللہ شوشتری کے امامیہ ہونے سے انکار کرنا خلاف ایمان
 جانا تو دوسری طرح سے اس قول کو باطل کرنا چاہا چنانچہ اس کے جواب میں ذوالفقار
 میں فرماتے ہیں کہ پوشیدہ نمائند کہ اس کلام پر تقدیر صحت و صدور آن را فاضل قاضی
 مقصود ما و مفید مطلوب اونمی شود زیرا کہ سابق گزشتہ کہ فاسق در مقابلہ مومن اطلاق
 شدہ، اب کوئی اس دھوکہ دینے کو خیال کرے کہ قاضی نور اللہ سامولف اور مجالس المؤمنین کا
 سی مشہور کتاب پر بھی جناب علامی فہامی فرماتے ہیں کہ تقدیر صحت و صدور آن از
 فاضل گویا ان لفظوں میں اس کا بھی انکار کرتے ہیں مگر صاف انکار کرنے سے کچھ تقدیر
 کا لحاظ فرماتے ہیں اگر حضرت کو دیانت کا دعویٰ تھا تو چاہیے تھا کہ ایسا دھوکہ نہ دیتے اور
 مجالس المؤمنین کی اصل عبارت کو جس میں کچھ تحریف نہ ہوئی ہوئی نقل کر دیتے چنانچہ بجز
 اس کے کہ شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ نسبت سے تکفیر جناب شیخین کا اہل سنت و جماعت
 نہ شیعوں کی طرف بہ نسبت کرنا کہ یہ ابو بکر و عمر کو کافر کہتے ہیں یہ وہ قول ہے جس کا کوئی ثبوت شیعوں کی کتب
 میں موجود نہیں البتہ شیعوں کا مذہب یہ ہے کہ علی کے مخالف فاسق اور ان سے جنگ کرنے والے کافر ہیں۔
 سہ واضح رہے کہ فاضل شوشتری کا یہ بیان ہمارے مقصود و مقصد پر ضربہ اور ان کے مطلب کے لئے مفید
 نہیں کیونکہ یہ کہا جا چکا ہے کہ مومن کا لفظ فاسق کے مقابلہ میں آیا ہے سہ بر بناء صحت و بیان فاضل
 شوشتری سہ شیخین کو کافر کہنے کی نسبت شیعوں کی جانب اہل سنت جو بتاتے ہیں یہ ایک بے اصل
 اور لغو بات ہے کیونکہ اس کا ثبوت شیعوں کی کتب اصول میں نہیں ہے۔ سہ عبارت ذوالفقار مطبوعہ مطبع
 مجمع البحرین لدھیانہ ۱۳۸۷ صفحہ ۵۲ سطر ۱۲ منہ سہ ایضاً صفحہ ۲۸ سطر ۲۲-۲۳ منہ

بہ شیعوہ نمودہ اند معنی سنت نبی اصل کہ در کتب اصول ایشاں اتان اثر می نیست، اور بلفظ عبارت مجالس المؤمنین کی وہ ہے جو او پر ہم نے نقل کی اگر کسی کو شک ہو وہ مجالس المؤمنین کو دیکھ لے اور مجتہد صاحب کے (بر تقدیر صحت و صدور آن از فاضل) لکھنے پر داد دے اور سب سے زیادہ مجھے یہ حیرت ہے کہ ایسے مجتہد فاضل نے (بر تقدیر صحت) اس عبارت کی نسبت کیونکر فرمایا اس لئے کہ مجالس المؤمنین میں نہایت شد و مد سے ملا نور اللہ شوشتری نے تکفیر حضرات شیعیان سے انکار کیا ہے اور صرف انہیں چند لفظوں سے اپنے انکار کو ثابت نہیں کیا بلکہ بہت لمبی چوڑی تقریر کی ہے چنانچہ مجلس سوم میں فرماتے ہیں:

(کہ از ایہ ادا میں مقدمہ دفع تو ہی سنت کہ در او ہام عامہ استقرار یافتہ کہ شیعوہ امامیہ تکفیر جمیع یا اکثر صحابہ می نمایند و اس معنی را مستبعد یافتہ عوام مذہب خود را بہ تقریر آن از مذہب حق متکفر نمودہ اند و چگونہ چنین باشد و حالانکہ افضل المحققین خواجہ نصیر الدین طوسی در کتاب تجرید فرمودہ کہ محاربوا علی کفرہ و مخالفوہ فسقہ و ظاہرست کہ اکثر صحابہ بآنحضرت محارب نہ کردہ اند بلکہ بہ قوت کثرت خیل و حشم بے نیت استعمال سبب و علم در مقام مخالفت در آمدہ بہ استقلال غضب منصب عزت رسول متعال نمودہ اند انتہی بلفظ غرضکہ اس عبارت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ قاضی نور اللہ شوشتری نے یہ دلیل قطعی تکفیر سے ان صحابہ کے جنہوں نے حضرت علی سے لڑائی نہیں کی بلکہ صرف مخالفت کی ہے انکار کیا ہے اس لئے کہ وہ خود لکھتے ہیں کہ اس مقدمے کے لکھنے سے ہماری غرض

۱۰۔ بہ باصحت لبنان فاضل شوشتری لہ بر بنا صحت۔

۱۱۔ اس مقدمہ کا مطلب ان کا اصل اور ہام کا دغیبہ ہے جو عام لوگوں کے ذہن نشین ہے کہ شیعوہ لوگ تمام صحابہ یا اکثر صحابہ کو کافر کہتے ہیں اور اس دغیبہ کی وجہ عام لوگ مذہب حق سے نفرت کرنے لگے ہیں اور وہ سے دور ہو گئے ہیں تاکہ صحابہ کافر نہیں ہو سکتے خواجہ طوسی نے اپنی کتاب تجرید میں لکھا ہے کہ علی سے لڑنے والے کافر اور مخالفت علی کرنے والے فاسق ہیں اور یہ امر خارج ہے کہ صحابہ نے حضرت سے جنگ نہیں کی بلکہ قوت شان و شوکت اور ساریوں کے ذریعہ آپ کی ہمداد کی اور مخالفین اسلام کے متبادل میں شمشیر و پرچم اپنے ہاتھ میں لئے اور عزت رسول اللہ قائم رکھنے میں استقلال دکھایا ہے اور حضرت علی سے جنگ نہیں کی بلکہ بغیر لڑائی و جنگ و جدال کے رسول اللہ کے پر عزت منصب خلافت کو غضب کر لیا (بہ تمہ پورے الفاظ)

یہ ہے کہ جو وہم سنیوں کو ہے کہ شیعہ امامیہ سب صحابہ کو کافر کہتے ہیں اور ان سے عوام کو فریب دے کر وہ شیعوں کے مذہب کی برائی ان کے دل میں پیدا کر کے امامیہ مذہب سے ان کو نفرت دلاتے ہیں حالانکہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ہم امامیہ مذہب کے لوگ سب اصحاب کو کافر کہیں، حالانکہ افضل المحققین خواجہ نصیر الدین نے تجربہ میں صاف لکھا ہے کہ علی کے مخالف فاسق ہیں اور ان کے والے کافر اور پھر قاضی نور اللہ شوستری اسی پر قیادت نہیں کرتے بلکہ اس قول کو لکھ کر آپ اپنے دعوے عدم تکفیر اصحاب کے ثبوت میں یہ لکھتے ہیں کہ یہ ظاہر ہے کہ اکثر اصحاب نے حضرت علی کے ساتھ لڑائی نہیں کی بلکہ بغیر لڑائی کے خلافت کو غصب کر لیا پس باوجود ایسی مدلل تحریر کے جو قاضی نور اللہ شوستری نے کی ہے جناب مجتہد صاحب اول تو (بر تقدیر صحت) فرماتے ہیں تاکہ عوام کو شبہ نہ ہو کہ یہ روایت ہی مجالس المومنین میں نہ ہوگی اور بر تقدیر صحت فرا کر اس کے یہ معنی لکھتے ہیں کہ (قارح مقصود و مفید مطلوب اوستی شوزیرا کہ سابق گزشتہ کہ فاسق در مقابلہ مومن اطلاق شدہ) یعنی اس سے کچھ ہمارے مطلب میں، قارح اور شاہ صاحب کے دعوے کو فائدہ نہیں ہوتا اس لئے کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ فاسق بہ مقابلہ مومن کے آیا ہے جس کے معنی کافر کے ہوتے ہیں سبحان اللہ ظہر میں عقل و دانش بیاید گریست کیا فہم و ذکا خدا نے حضرت کو دیا تھا کاپنے دعوے تکفیر صحابہ کو قاضی نور اللہ شوستری کے دعوے عدم تکفیر سے ملاتے ہیں اور پھر کیا شوخی اور بے باکی ہے کہ فرماتے ہیں کہ ہمارا ان کا مطلب ایک ہے در حقیقت وجود و عدم اور اسلام و کفر کو ایک سمجھنا حضرت کی فہم و فراست سے کچھ بعید نہیں ہے آپ کی سمجھ پر خیال کر کے ہم بھی کہتے ہیں کہ بیشک جو آپ فرماتے ہیں وہی درست و بجا ہے شاہ صاحب جاہل اور نادان تھے جنہوں نے قاضی نور اللہ شوستری کی عبارت کو عدم تکفیر صحابہ پر محمول کیا اسے حضرت امامیہ یہ حال ہے تمہارے مجتہدین و علما کے علم و فضل کا عرض کہ ثابت ہوا کہ قاضی نور اللہ شوستری اور محقق، نصیر الدین طوسی عدم تکفیر صحابہ کے معتقد ہیں اور سوائے صحابہ کے کسی کو کافر نہ جانتے تھے اب نیے کہ مجتہد صاحب کیا فرماتے ہیں جناب قبلہ و کعبہ اپنی ذوالفقار میں فرطے ہیں کہ دستا

ہمارے مقصد کی شکست اور خود ان کے مطلب کیلئے مفید نہیں کیونکہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ یہاں فاسق کا لفظ مومن کے مقابلہ میں ہے۔ حدیث ذوالفقار مصدقہ مطبوعہ مجمع البیروتیہ لبنان ۱۳۹۵ھ ۱۹۷۵ء۔ اسے تیسرا نکتہ اور پر موقوف ہے کہ جب کہ کتب اصول شیعہ کے لحاظ سے صحابہ اول سے مومن ہیں اور یہ جملہ و کلام ممنوعہ راقی اطہر صوفی

تعمیر مسطورہ موقوفست بریں کہ بنا بر اصول شیعہ اثبات رسائی کما صاحب تو از اول امر مومن
اندو این از جمله منتفات و محالات ست چه علمای ایشا بدلائل بسیار و اخبار بے شمار کفر
و نفاق پیشوایان شمارا و در کتب خود با ثبات رسانیدہ اند و بہر گاہ حقیقت حال چنین باشد
پس کلام تو از محل اعتبار ساقط باشد اب اے حضرات شیعہ تم کو اپنے دین و ایمان کی قسم
ہے اور تم کو اپنے دین و ایمان کی قسم ہے اور تم کو اپنے خزان کتاب کے تقدس و اجتہاد کی
کی قسم ہے کہ قاضی نور اللہ شوستر کی اس عبارت کو کہ آما آن کہ تکفیر ابو بکر و عمر بہ شیعہ نسبت
نمودہ است منحنے ست بے اصل کہ در کتب اصول ایشاں از ان اثر نے نیست جناب قبلہ
و کعبہ کی اس عبارت سے کہ علمای ایشاں بدلائل بسیار و اخبار بے شمار کفر و نفاق پیشوا
یان شمارا و در کتب خود با ثبات رسانیدہ اند ملا و اور ذرا کلمہ حق زبان پر لاؤ اور اتنا فرما
دو کہ ان میں سے کون صاحب پیچھے ہیں اور کون صاحب جھوٹے اور ہم بیچارے جاہل سنی
قاضی نور اللہ شوستر کی قول کو مانیں جو کہ نہایت زور شور سے فرماتے ہیں کہ یہ بات،
ایسی بے اصل ہے کہ ہماری کتابوں میں اصول کی اس کا اثر و نشان بھی نہیں ہے یا کہ
جناب قبلہ و کعبہ کی بات کو سنیں جو کہ نہایت مضبوطی سے فرماتے ہیں کہ ہمارے علمائے ان
کے کفر کو بدلائل بسیار و اخبار بے شمار سے ثابت کیا ہے اے حضرات یہ حال ہے تمہارے
علماء کا کہ خود ہی اپنی ایک بات پر قائم نہیں رہتے اور ایک دوسرے کے کلام کو نقص کرتا
ہے اور سبب اس کا یہ ہے کہ جہاں جیسا موقع ہوتا ہے وہاں ویسی ہی بات کہنے لگتے ہیں
اور ہر نکتہ مقامی وارد پر عمل کرتے ہیں جہاں دیکھا کہ صحابی کی تکفیر کہنے کا موقع ہے وہاں
ایسی دھوم دھام سے ان پر کفر کا اطلاق کریں گے کہ امام اول سے لے کر امام آخر تک کی زبان
سے ان کا کفر ثابت کریں گے اور جہاں دیکھا کہ اس سے اصول دین کے برہم ہوئے جاتے
ہیں اور اسلام ہی ہاتھ سے جاتا ہے وہاں اس زور شور سے انکار کرینگے کہ کانوں پر ہاتھ
دھرں گے اس کو سنیوں کی تہمت اور افترا کہیں گے اور تمام اپنے علماء کو نسبت سے

(بقیہ حاشیہ و محال ہے اس لئے کہ ہمارے علمائے بدلائل بسیار و ثبوت بے شمار صحابہ و پیشوایان مذہب
کو فاسق و کافر کہا ہے اگر حقیقت حال یہ ہے تو تمہاری بات ساقط اعتبار ہے عہ عبارت ذوالفقار مسطورہ
لے ابو بکر و عمر کو شیعوں کی زبانی کافر کہنا یہ ایسی بے اصل بات ہے جسکا شیعوں کی اصولی کتاب میں کوئی تذکرہ
نہیں ہے نہ ہمارے علمائے بدلائل کثیر و ثبوت بسیار سنیوں کے پیشواؤں و ان کے کافر ہونے کی اپنی کتابوں سے ثبوت دیا ہے ان

کفر کی بری کریں گے عجب جال ہے ان حضرات کا کہ ان کے اقوال اور روایات اور جوابات کو دیکھ کر عقل حیران ہے اور مجتہد صاحب صرف تکفیر شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر قناعت نہیں فرماتے اور اسی پر کفر کا دامن نہیں چھوڑتے بلکہ یہاں تک کفر کے پیچھے پڑے ہیں کہ ایک مقام پر صاف فرماتے ہیں کہ (قال الصادق علیہ السلام من شئت فی کفر اعدائنا فهو کافر یعنی ہر کہ در کفر اعلامی ما شک کند کافرست) اے حضرات شیعوہ اس عبارت پر غور کرو اور اپنے مجتہد صاحب کے اس ارشاد کو سنو اور بے چارہ محقق نصیر الدین، طوسی اور قاضی نور اللہ شوشتری وغیرہ اپنے مذہب کے علمائے اعلام پر شوق ذوق سے تبرا بھیجو اور ان کو کافر کہو اس لئے کہ ان کو کفر میں مخالفین علی مرتضیٰ کے شک ہے وہر کہ در کفر شان شک کند کافرست۔ افسوس ہے کہ جب مجتہد صاحب نے کتاب تالیف کی تھی اور اپنے اجتہاد کا لغارہ بجایا تھا اور یہ حدیث امام صادق علیہ السلام کی لکھی تھی و دونوں بچارے محقق اور قاضی مرثیٰ چکے تھے ورنہ ضرور وہ اس ارشاد کو قبلہ و کعبہ کے سن کر انہیں کو کافر کہتے اور ہر کہ ایشاں را کافر گوید کافرست۔ کہہ کے ہم سنیوں کا ساتھ دیتے اس مقام پر میں جناب مجتہد صاحب کی دیانت کو اور بھی ثابت کرتا ہوں اور ان کے تبحر اور تقدس کو ظاہر کرتا ہوں کہ حضرت نے قاضی نور اللہ شوشتری کی تکذیب اس روایت میں نہیں کی ہے بلکہ اور مقامات پر بھی درپردہ تو بہ تو بہ درپردہ کیسا صاف اور صریح الحق بنایا ہے یا اپنی دانش مندی کو ظاہر فرمایا ہے چنانچہ صاحب تحفہ قدس اللہ سرہ اسی باب دوازدہم میں ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ قاضی نور اللہ شوشتری در مجالس المؤمنین خود آورده کہ مفهوم تشیع آنست کہ خلیفہ بلا فصل بعد از حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرتضیٰ علی ست و لعن و سب و در معتبر نیست مینگند کہ نام حضرات خلفائے ثلاثہ ہر زبان شیعوہ جاری شود و اگر جاہلان لہ یعنی جو شخص ہمارے دشمنوں کے کافر ہونے میں شک کرے وہ کافر ہے کہ اور جو انہیں کافر کہے وہ خود کافر ہے کہ نور اللہ شوشتری نے مجالس المؤمنین میں لکھا ہے شیعوں کا مسلک یہ ہے کہ رسول اللہ کے بعد خلیفہ بلا فصل حضرت علی ہیں۔ اور خلفائے ثلاثہ پر لعنت ملامت کرنا درست نہیں ہے ہو سکتا ہے کہ اسی سلسلہ میں خلفائے ثلاثہ کا نام شیعوں کی زبان پر آئے ۱۲۷۵ عبارت ذوالفقار مطبوعہ مطبع مجمع البحرین ۱۲۸۱ء ۱۲۷۵ سطر ۱۲۔ ۱۲۷۵ اگر لعن کو جاہل شیعوہ واجب جانتے ہیں تو ان کا قول (باتی اگے مفری)

شیعہ حکم بہ وجوب لعن کردند سخن ایشان معتبر نیست و آنچه شبث و فحش در بارہ ام المومنین عائشہ نسبت بہ شیعوں می کند حاشا ثم حاشا کہ واقع باشد چه نسبت فحش بکافہ آدمیان حرام است چه جائے حرم حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم و بعد از ان متصل ہمیں کلام گفته است کہ اس ضعیف حدیثی در کتاب حدیث از کتب شیعہ ویدہ باین مضمون کہ عائشہ در خدمت امیر از حرب توبہ کردہ ہر چند قصہ حرب متواترست و حکایت توبہ خبر واحد ما بنا بریں طعن کردن در حق وے جائز نیست) اب ذرا گوش ہوش مجتہد صاحب

کے کلام سننے پر متوجہ کیجئے کہ حضرت ذوالفقار میں یہ جواب اس کے کیا ارشاد فرماتے ہیں کہ اما انچہ لیسید نور اللہ شوشتری نوشتہ پس البتہ در نقل تدلیس و تلبیس نمودہ بالجملہ سب و شتم البتہ نزدیک امامیہ در حق پیچ کس از کفار و مسلم جائز نیست اما تبر او بیزاری از اعدائے دین واجب و لازم گونج حسب اتفاق اگر از زبان نگوید قیاحت نباشد لیکن اگر گناہ دانستہ نگوید البتہ گنہگار بلکہ بہ نسبت ناکشیں و قاسطین و مار قین اگر گناہ دانستہ نگوید از ایمان بیرون می شود چه او در نیصورت منکر ضروری مذہب امامیہ شیعہ) دلائل انصاف خود فرمائیں کہ یہ تلبیس و تلبیس صاحب نحو توصاف صاف قاضی نور اللہ شوشتری کے کلام کو بیان کرتے ہاتے ہیں اور مجتہد صاحب مجالس المومنین اٹھا کر ملاحظہ نہیں فرماتے اور صرف سناپنی تدلیس و تلبیس کے ظاہر کرنے پر بلا مقابلہ کتاب کے ان پر تلبیس کی تہمت کرتے ہیں اسے حضرات امامیہ اپنے مجتہد صاحب کی تدلیس کے کیا اب بھی قائل نہ ہوں گے

فقیر حاشیہ) غیر معتبر ہے امام المونیہ حضرت عائشہ کے بارے میں فحش کلامی کن شیعوں کی جانب منسوب کیا جاتا ہے توبہ تو بائیں جانب کوئی برائی نہیں کہی جاسکتی۔ جب کہ دوسرے آدمیوں کو گالیاں دینا حرام میں تو حرم محترم رسول اللہ کو گالیاں کیسے دی جاسکتی ہیں اس کے فوراً ہی یہ ایک ضعیف حدیث شیعوں کی کتب حدیث کی لکھی ہے کہ عائشہ نے جنگ کرنے سے خود منہ علی میں توبہ کی اور یہ جنگ کا واقعہ متواتر ہے بلکہ توبہ کو نیکی حکایت خبر واحد ہے لیکن اس بنا پر عائشہ پر لعن کرنا جائز نہیں ہے۔ قاضی نور اللہ شوشتری کے حوالے سے جو گمایا ہے اس کے نقل کرنے میں مکرر فریب اور لگ لپیٹ سے کام لیا گیا ہے اور فرقہ شیعہ کے نزدیک کسی کافر و مسلم کو سب و شتم اور گالیاں دینا جائز نہیں بلکہ دشمنان سے بیزاری و تبرکنا واجب حرام ہے مگر زبان سے تبرکنا جائز ہے تو کوئی قیاحت نہیں لیکن مگر جو کہ گنہگار جان کر تبرک کہے تو ایسا شخص خود گنہگار ساقط المعاہرہ ظالم اور دین سے خارج ہے اور اگر گناہ کو دانستہ نہ کہے تو ایمان سے ہاتھ دھرتا ہے کیونکہ اس حالت میں وہ ضروریات مذہب امامیہ کا منکر ہے۔ عہد تجارت ذوالفقار مطبوعہ مطبع مجمع البحرین

اور ان کے اجتہاد میں اس طرح کی برائیوں سے بھی کچھ شک نہ کرو گے خیال کرو کہ مجالس المؤمنین علامہ عبداللہ کی اظہار الحق نہیں ہے کہ جو نہ ملے یا اس کے انکار کرنے سے صحیحاً چھوٹ جائے یا وہ کتاب ایسی نادر الوجود نہیں ہے کہ مجتہد صاحب کے پاس نہ ہوتی اور قبلہ و کعبہ کا کتب خانہ اس سے خالی ہوتا تو اگر شاہ صاحب نے اپنی طرف سے ان کی نسبت کچھ تہمت کی تھی اور جو قاضی صاحب نے نہ لکھا تھا اور نہ کہا تھا وہ ان کی طرف منسوب کیا تھا تو کیا مشکل تھا کہ مجالس المؤمنین کو اٹھا لیتے اور اصل عبارت اس کی صاف صاف نقل کر دیتے یہ عجیب قسم کی تدلیس ہے کہ کتاب تو نہیں دیکھتے ناویدہ و دانستہ اس سے انعام کرتے ہیں اور صاحب تحفہ کو برا بھلا کہتے ہیں بیشک یہ پیروی ان کی تو ضرور ہے کہ انہوں نے ایسی روایت جو مخالف عقیدہ امامیہ کے ہے ایسے عالم کی کتاب سے نکال دی جو رکن اعظم شیعوں کا ہے اور جس نے جان بھی اپنی اس مذہب پر قربان کر دی ہے لیکن اس اجمال پر کفایت کرنے کا یہ سبب ہے کہ اگر صاف لکھیں کیونکر اصل عبارت کو نقل کریں مگر کچھ فرق ہو یا کچھ اپنی طرف سے شاہ صاحب نے ملا دیا ہو تو اسے لکھیں اور اگر اس کا صاف صاف اقرار کریں تو پھر جواب میں کیا خاک بلا لکھیں اس لئے شیطان الطاق کے وتیرے پر چلے اور ہمارا قرار اور ہم انکار کر کے پہلو بچا گئے مگر افسوس ہے کہ اسی عبارت کے بعد دو لفظ ایسی حضرت کے حکم سے نکل گئی ہیں لکھا اس سے تصدیق اس مضمون کی ہوتی ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ (مراد سید نور اللہ ہر جا کہ گفتہ باشد مگر گفتہ باشد مستحدثت ایشان ہرگز با پنجہ نیز گفتہ مخالفت ندارد) اس عبارت کو دیکھ کر بے ساختہ دل چاہتا ہے کہ جناب عمران ماب کی شان میں کچھ لکھوں مگر سوائے این گل دیگر شکفت کے کچھ نہیں لکھتا اور یہی کہہ کے ان کے مقلدین سے پوچھتا ہوں کہ بھائیو شاید میری کلمہ کی غلطی ہے جو میں دونوں مضمونوں کو مخالف پاتا ہوں کوئی بھی مجھے یہ سمجھاو سکے قاضی نور اللہ شوستری کی اس عبارت کا کہ (مفہوم تشیع آں است کہ خلیفہ بلا فصل بعد از حضرت مرتضیٰ علی ست و سب و لعن و در معتبر نیست) مضمون کیونکر اس عبارت سے مجتہد صاحب

۱۰۔ سید نور اللہ شوستری نے جہاں کہیں جو کچھ لکھا ہے اسی سے مراد وہی ہے جو ہماری ہے اور ان کی کوئی عبارت میری عبارت کے مخالف نہیں ہے شیعوں کا مسلک یہ ہے کہ رسول اللہ کے بعد علی مرتضیٰ بغیر کسی قتل کے خلیفہ ہیں اور درمیانی خلفاء پر لعن طعن جائز نہیں ہے۔

۱۱۔ عبارت و دانفتار مطبوعہ مجمع البحرین لدھیانہ ۱۲۸۱ھ ص ۴۷ سطر ۲۱۔

کے مطابق ہے کہ امامیہ تبراویزی از اعدای دین واجب، اور نیز قاضی نور اللہ صاحب کے اس فقرہ کو کہ (اگر جاہلان شیعہ حکم بوجوب لعن کر دن سخن ایساں معتبر نسبت) کس طرح قبلہ و کعبہ کے اس فقرہ کے مطابق ہے کہ گو بسبب اتفاق اگر از زبان نہ گویند قباحت نباشد لیکن اگر گناہ دانستہ نگوید البتہ گنہگار بلکہ بہ نسبت ناکشین و قاسطین و مارقین اگر گناہ دانستہ نگوید از ایمان بیرون می شود) میں قاضی صاحب کی تقریر کا یہ مطلب سمجھتا ہوں کہ ان کے نزدیک سب و لعن تشیع کے لئے معتبر اور ضرور نہیں ہے اور حکم بوجوب لعن جاہلوں کی بات اور مجتہد صاحب کے قول سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک سب و لعن تشیع کے لئے ضرور ہے بلکہ جو تبراویزی وہ مومن نہیں ہے اور پھر باوجود ایسی مخالفت مضمون کے مجتہد صاحب فرماتے ہیں کہ (عبارت ایساں ہرگز بہانہ فقیر کفہ مخالفت ندارد) اب اس پر کیا کہا جاوے حقیقت میں جو کچھ ناز و افتخار ذوالفقار کی تالیف پر حضرت کو ہوا ہے وہ بجا ہے اگر حضرت خود اس کی تعریف اپنی زبان سے نہ کرتے اور بقول صاحب شعر

تنائے خود بخود گردن نمی زید ترا صاحب جوزن لیستان خود مالہ خطوط لعن کا باید

خود ستائی سے احتیاط کرنی تب تھی جبکہ خود کتاب حضرت کی ثنا و صفت کرتی اور اب تو خدا کے فضل سے حضرت کی ستائش کی تصدیق ہوتی ہے اور جو کچھ خود بد دولت نے اپنے شیخ اور اپنی کتاب کی نسبت فرمایا ہے اس کا ثبوت ہوتا جاتا ہے دیکھو حضرات امامیہ وہ کتاب ذوالفقار ہے جس میں حکیمانہ تقریریں بھری ہوئی ہیں اور جس کی نسبت حضرت نے صوارم میں فرمایا ہے کہ جب باب دوازدهم تحفہ کا ہم نے ملاحظہ فرمایا تو بہ خیال اس کے کہ ایک جاہل حامی آدمی کی طرف مقابل بننا موجب عار و ننگ ہے دل جواب لکھنے پر متوجہ نہ ہوا مگر یہ خیال کر کے کہ بڑے بڑے پیغمبر اور اماموں کو زمانہ نے مجبور کر دیا ہے اور ان کو کافروں اور جاہلوں کا جواب دینا پڑا میں نے اس کا جواب لکھا چنانچہ مجد اللہ

لے لیکن دشمنان دین سے بیزاری اور ان پر تبراویزی نا دینی حاجات میں سے ہے گنہ اگر جاہل شیعہ لعنت ملامت کو واجب جانتے ہوں تو ان کی بات معتبر نہیں ہے لہذا اتفاقاً اگر زبان سے تبراویزی کریں تو کوئی قیامت نہیں لیکن مجتہد اگر گناہ کو دانستہ تبراویزی کرے تو ایسا شخص خود گنہگار بلکہ ساقط العابدہ ظالم اور دین سے خارج ہے اور اگر گناہ کو دانستہ نہ کہے تو ایمان سے خارج ہو جاتا ہے۔ حصہ ایضاً ص ۱۲۱ سطر ۱۹ منہ حصہ ایضاً ص ۱۹ ہوامنہ۔ لے ان کی عبارت میری عبارت کے متضاد نہیں ہے چنانچہ مجد اللہ سنی زمانہ میں دس بیس دن کے

یعنی لکھے منوچہ

تعالیٰ درہمان ادا ان سعادت تو امان در عرصہ وہ نسبت روز بصرہ قلیلیے از اوقات بہ نقض
 آن پر واختم و بیہودہ گوئی اور ابہ بیان واضح برہ کس و نا کس ظاہر و لائحہ ساختہ و رسالہ
 مذکور اباسم ذوالفقار اختصا ص وادہ مع جلد کتاب عماد الاسلام پیش آن ناصب مولف
 کتاب تحفہ اثنا عشریہ مسل و اشتم تا شاید از خواب غفلت بیدار شود و از سرستی جہل مرکب
 ہوشیار کرد و ولکہ الحجۃ البالغۃ کہ مدت پنج شش سال منقضی گشتہ کہ آن رسالہ در اطراف بلاد
 نشاع و منتشر گردیدہ و از نظر بسیارے از فضلائے سنیان گذشتہ نظر متانت و استحکام
 کلام کہ در اثنائے نقض شبہات و کشف عیوب موہبات اور بلا اللہ کتاب تکلفات و تعسفات
 مذکور ساختہ ام ہیچ کس چہ آن ناصب عداوت اہل بیت مصنف کتاب مذبور چہ عزیز او از
 فضلائے مذہب مسطور مجال این نیافتہ اند کہ بہ نقض آن پروانہ دور جواب آن چیز می بر
 نگانند و بقتضائے این کہ الحق بعلو اولیٰ انتہی بلفظہ ملخصا، حقیقت میں جو کچھ حضرت
 نے اس ذوالفقار کی نسبت فرمایا وہ سب بجا اور درست ہے عبارت بھی اس کتاب
 کی فصاحت اور متانت سے بھری ہوئی دلائل بھی اس کے سب حکیمانہ دیانت اور
 امانت اس کی سطر سطر سے عیان اور کلف اور تعسف کا تو ذکر ہی نہیں ہے جو کچھ حضرت نے
 لکھا ہے صاف صاف سچ سچ بیان کر دیا ہے اور اپنی فضیلت اور تبحر کو بخوبی ظاہر کر دیا
 ہے مگر قصور اتنا ہو گیا کہ اس کے لکھنے میں جلدی بہت کی تھی اور صرف بیس روز میں
 اس کو ختم کر دیا تھا حالانکہ ایسی کتاب کو سوچ سمجھ کر لکھنا چاہیے تھا اور فضیلت اور سوائی
 کا خیال بھی کرنا لازم تھا اگر سواری کی طرح پانچ چھ برس میں اس کو بھی لکھتے اور کسی ایرانی
 سے عبارت بھی اس کی درست کر لیتے تو شاید عبارت بھی درست ہو جاتی تقریب میں یہودگی
 بھی کم ہوتی تب البتہ جس طرح سواری کا جواب ایک بیچارے ملتان نے لکھ دیا اور حضرت
 اندر تھوڑے سے اوقات میں اس کتاب کی تنقید کرتے ہوئے اس کی بیہودگی ظاہر کریں تاکہ ہر ایک پر واضح ہو جا
 کہ ان کی بیہودگی کیا کہی اور ایک رسالہ کہ صورت دے کر اس کا نام ذوالفقار رکھا اور وہ کتاب بلا
 لاسلام کے ساتھ نام مراد لکھا۔ تحفہ اثنا عشریہ اور ما کیا تھا کہ خواب غفلت سے بیدار ہوا اور
 جہل مرکب کی سرستیوں سے ہوشیار ہو جائے حجۃ البالغۃ میں کے لئے ہے کہ پانچ چھ سال کی
 مدت میں میرے اس رسالہ کا جواب اس ایسی سنی رعیزوں نے لکھا ہے کہ اس کی حق بلند ہوتا ہے
 اور سنیوں کو کبھی نہیں ہوتا۔ ختم ذوالفقار خلاصہ عہ عبارت سواری مذکورہ بندر کلکتہ ۱۵۰۰ ص ۱۰۰

شده باشد لکن چون مخالف ضروری دین سنت محل اعتبار تھا شد پس چنان روایت ہم
 باشیعیاں ضرر نخواهد رسانید زیرا کہ اگر روایت توبہ او صحیح می بود جناب ائمہ ساز و تبرائی نمودند
 و معلوم سنت کہ جناب صادق علیه السلام بعد ہر نماز عبادت و انتہ از و از غیر او کہ اعدائے
 دین می بودند تبرائی فرمودند اس قول میں بھی حضرت نے دیانت کو کام فرمایا کہ صرف
 اس خیال سے کہ سید نور اللہ بڑے مجاہد تھے اور آخر تشیع کی بدولت شہید بھی ہو گئے وہ کیونکر
 ایسی روایت لکھیں گے اس روایت کو صاف قبول نہ کیا لیکن الحمد للہ کہ اس سے انکار
 بھی نہ فرمایا اور مجالس المؤمنین سے نقل کر کے اس میں کچھ تعریف شاہ صاحب کی ثابت
 نہ کی پس ہم حضرت کے خیال کو صرف و سوسہ شیطانی سمجھتے ہیں اور جو کچھ بہ نسبت منقول
 ہونے روایت جسم اور مکان باری تعالیٰ کے حضرت نے لکھا اس میں بھی تملیس کو دخل
 دیا یعنی فرماتے ہیں کہ مذہب اہل اسلام میں ایسی روایتیں ہیں تاکہ لوگوں کو دھوکہ ہو کہ شاید
 سنیوں کے یہاں ایسی روایتیں ہیں حالانکہ اس تعجب سے بیچارے سنی محروم ہیں یہ دولت
 صرف حضرات شیعوہ کے قدام اور علما کے حصے میں ہے اس لئے بجائے اہل اسلام کے اہل
 تشیع لکھنا چاہئے تھا تاکہ لوگ دھوکے میں نہ پڑتے اور سمجھ جاتے کہ جب باری تعالیٰ
 کی جسمیتہ اور مکان کی روایتیں مذہب تشیع میں موجود ہیں اور اس سے باوجود کیا اس کے
 اعتقاد رکھنے والے اور ان روایتوں کو اسلوب ائمہ میں نقل کرنے والے علماء کرام تھے
 اور صرف علما نہ تھے بلکہ نائب ائمہ اور نہ فقط نائب ائمہ بلکہ جان اور جانکوار ائمہ کے کماں
 کو ہم خاص ایک بحث میں ثابت کریں گے اور پھر ان روایتوں سے متاخرین امامیہ معکرہوں
 گے تو پھر کیا تعجب ہے کہ حضرت عائشہ کی روایت توبہ کے اگلے مقرر تھے اور اب پچھلے منکر
 ہیں علاوہ بریں اس قول کو مجتہد صاحب کے دیکھنا چاہئے کہ وہ معاذ اللہ حضرت امام جعفر
 صادق کی نسبت تبرائی کرنے کی تہمت کرتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ وہ ہر نماز کے بعد عبادت سمجھ
 کہ حضرت عائشہ اور خلفائے تبرائی تھے حالانکہ قاضی نور اللہ شوشتری اسکے وجوب کو جابلہ

القبہ بابیہ) مذہب اسلام میں اللہ کا جسم ہونا اور اللہ کا کسی مکان و مقام میں ہونا لکھا ہے لیکن چونکہ اس عقیدے
 سے انحراف کو نادین کے لئے ضروری ہے اس لئے ایسی آیات ناقابل اعتبار ہیں اس لئے اس قسم کی روایات
 شیعوں کے لئے نقصان رساں نہیں اس لئے کہ اگر ان کی توبہ کی روایت ہوتی تو ائمہ ان سے بیزار ہی نہ کرتے اور باہر
 معلوم ہے کہ جناب صادق ہر نماز کے بعد بطور عبادت ان سے اور دوسرے دشمنان دین پر تبرائی کرتے تھے۔

کو مجتہد صاحب کے بیان کرتے ہیں جو انہوں نے ذوالفقار میں دیا ہے اور جس میں حضرت نے اپنی وقاد طبیعت کے جوہر دکھائے ہیں فرماتے ہیں کہ (بر تقدیر مطلب عبارت محقق طوسی علیہ الرحمہ کہ چیزے باشند کہ بذہن قاصر اور رسید و جہر استحقاق لعن الیسا منحصر در محاربه حضرت امیر المومنین نیست چه بر تو سابق برین ظاہر گشته و ہم عنقریب واضح خواهد شد کہ ہر کہ منکر کیے از اصول دین و یا منکر کیے از ضروریات دین و یا مذہب باشند ملعون است گو محارب نباشد و محقق طوسی علیہ الرحمہ نگفتہ کہ کل من لا یؤمن محاربا لا یؤمن کافرا الجواز ان یؤمن المحمول انہ) اس حکیمانہ تقریر کے شروع میں جو لفظ بر تقدیر کا ہے۔ اس پر شور کرنا چاہیے کہ اس سے پایا جاتا ہے کہ مخالفہ فسقہ و محاربا کفرہ کا مطلب، جو شاہ صاحب سمجھے ہیں وہ گویا غلط سمجھتے ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مخالفان علی فاسق ہیں اور محاربان علی کافر پھر معلوم نہیں کہ اس کا مطلب کیا ہے اور ان نقطوں کے اور کیا معنی ہیں۔ اگر شاہ صاحب نے اس کے معنی سمجھتے ہیں غلطی کی اور خطبہ شفتیر کی طرح بغیر قاموس اور صحاح جوہری کے دیکھنے کے اس کا مطلب سوائے مجتہد صاحب کے دوسرا نہیں سمجھ سکتا تو جو کچھ قاضی نور اللہ شوستری اس کا مطلب سمجھے ہیں اور انہوں نے فارسی میں اس کو بیان کیا ہے وہ بھی تو یہی ہے چنانچہ بلفظ نقل اس کی ہم اور پر لکھ چکے ہیں پس معلوم نہیں کہ بادیہ و ایسی سلامت القانظ اور راحت معنی کے لفظ بر تقدیر مجتہد صاحب کے قلم سے کیونکر نکلا ہے۔ اب مجتہد صاحب کے معنی سنئے کہ وہ جو کچھ اس کا مطلب سمجھے ہیں اس کو خود ہی بیان کرتے ہیں کہ (الما قولہ ان مخالفہ فسقہ بمعناہ انہ لا بد من ان یؤمن، سے محقق طوسی کی عبارت کا مطلب جو بر تقدیر کے ساتھ شاہ صاحب کے ذہن قاصر میں آیا وہ کچھ اور ہے حالانکہ ان پر لعنت و ملامت کی وجہ امیر المومنین سے جنگ کرنا نہیں بلکہ وہ ہے جس کا تم سے پچھے اظہار کیا جا چکا ہے اور پھر عنقریب واضح ہو جائیگا کہ جو کوئی اصول دین یا کسی ضرورت دین و مذہب کا انکار کرے تو وہ ملعون ہے اگرچہ اس نے جنگ نہ کی ہو۔ محقق طوسی نے یہ نہیں کہا کہ جو جنگ نہ کرے وہ ملعون و کافر نہیں بلکہ جائز ہے اس پر یہ بھی صادق آئے ۱۲ سے محقق طوسی کا مطلب ظاہر ہے کہ مخالف علی بن ابی طالب جب ضرورت دین کا منکر ہو گا ہو گا تو وہ لازماً فاسق ہے جیسا کہ تمام دیگر مخالفین یعنی دنیا میں ان پر احکام اسلام جاری ہوں گے اور آخرت میں وہ ہمیشہ کے لیے دوزخ میں رہیں گے علامہ عبارت ذوالفقار مطبوعہ مطبع البحرین لدھیانہ ۱۲۸۱ھ ص ۲۳۱ سطر ۱۲۱ منہ ۱۲۸۱ھ ص ۲۳۱ سطر ۲۲۲ منہ ۱۲۸۱ھ۔

فاسقاً لانه لا یكون الا فاسقاً فانه من ضروریات مذہبنا ان بعض انواع مخالفہ نجرالی الکفر و مستلزم للفسق، کہ معنی اس کے یہ ہیں کہ ضرور ہے کہ مخالف علی فاسق ہوں نہ یہ کہ مخالف ان نہ ہو گا مگر فاسق اس لئے کہ ہمارے مذہب کی ضروریات سے ہے کہ بعض اقسام مخالفت علی مرتضیٰ کے منجر بہ کفر مستلزم فسق ہوتے ہیں اور بعد اس کے فرماتے ہیں کہ رہم یتواند شد کہ مراد محقق مابین باشد کہ مخالف علی ابن ابی طالب علیہ السلام مادامیکہ منکر یکے از ضروریات دین نباشد مسلم فاسق ست چنانچہ سائر مخالفین اعنی دروار دنیا احکام اسلام برآ نہا جاری می شود مگر دروار، آخرت مخلد بہ نار خواہند بود، اس معنی پر مثل مضمون المعنی فی بطن الشاعر بلکہ مقولہ توجیہ القول مالایرضی بہ قائلہ کا یاد آتا ہے اب ہم اس سے بحث کرتے ہیں کہ حضرت مجتہد صاحب قبلہ آگے چل کر فرماتے ہیں کہ اکثر اوقات استعمال فسق در خصوص معنی خروج عن طاعتہ اللہ مع الایمان می شود و ازین لازم نمی آید کہ ہر جا کہ لفظ فاسق مستعمل شود ہی معنی مراد باشد کیف و جناباً حق سبحانہ تعالیٰ میفرماید وَلَقَدْ أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ وَمَا يَكْفُرُ بِهَا

إِلَّا الْفَاسِقُونَ يَا فَاؤُلَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ۔ وظاہرست کہ او سبحانہ تقدس و تعالیٰ در دنیا لفظ فاسق بر مرتداً اطلاق کرده و امثال این آیات در کلام مجید بسیار است و ازین مبرہن می شود کہ این متعصب کلام محقق علیہ الرحمہ را درین مقام محض بر سبیل تدلیس و مغالطہ ذکر نموده بر کلام سفاہت نظام خود آن را دلیل شمرده و حالانکہ کلام محقق علیہ الرحمہ در غایت جودت و متانت است اس ساری تقریر کا جس میں حضرت نے بہت بحث کر کے دوچار آئیں

تقریر مذکورہ سے ایضاً صفر ۱۸۷۲ء - ۱۸۷۳ء کے اکثر اوقات فوق کا استعمال اپنے خاص معنوں یعنی ایمان کے ساتھ اللہ کا اطاعت

سے خارج ہو جانے کے معنی میں استعمال ہوا ہے اس سے یہ لازم نہیں ہوتا کہ جہاں لفظ فاسق استعمال ہو وہاں یہی

معنی کیے لئے جاسکتے ہیں اللہ نے کہا ہے ہم نے واضح آیتیں اتاریں اب ان سے وہی لوگ انکار کریں گے جو فاسق

اور بے شکے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہاں فاسق کا لفظ مرہم کے لئے اللہ ہی نے کہا ہے اس قبیل کی آیتیں قرآن کریم میں

بکثرت ہیں اور ان سے واضح ہوتا ہے کہ اس متعصب شخص نے محقق طوسی کے کلام کو یہاں بطور مغالطہ بیان کیا

ہے اور اپنے بیوردہ کلام کو خود ہی ثبوت میں پیش کیا ہے۔ حالانکہ محقق طوسی کا کلام نہایت خوب و متین ہے ۱۲ ص ۱۲۰ پارہ

اول سورہ بقرہ رکوع ۱۳۔ ترجمہ ہم نے اتاریں تیری طرف آیتیں واضح اور منکر نہ ہوں گے ان سے مگر وہی جو بے حکم

ہیں ۱۲ موضع القرآن صفحہ پارہ ۲ سورہ آل عمران رکوع ۶۔ ترجمہ تو وہی لوگ ہیں بے حکم ۱۲ موضع القرآن

ذوالفقار مطبوعہ مطبعہ محمدیہ ۱۲۰۰ء - ۱۲۰۱ء - ۱۲۰۲ء - ۱۲۰۳ء - ۱۲۰۴ء - ۱۲۰۵ء - ۱۲۰۶ء - ۱۲۰۷ء - ۱۲۰۸ء - ۱۲۰۹ء - ۱۲۱۰ء - ۱۲۱۱ء - ۱۲۱۲ء - ۱۲۱۳ء - ۱۲۱۴ء - ۱۲۱۵ء - ۱۲۱۶ء - ۱۲۱۷ء - ۱۲۱۸ء - ۱۲۱۹ء - ۱۲۲۰ء - ۱۲۲۱ء - ۱۲۲۲ء - ۱۲۲۳ء - ۱۲۲۴ء - ۱۲۲۵ء - ۱۲۲۶ء - ۱۲۲۷ء - ۱۲۲۸ء - ۱۲۲۹ء - ۱۲۳۰ء - ۱۲۳۱ء - ۱۲۳۲ء - ۱۲۳۳ء - ۱۲۳۴ء - ۱۲۳۵ء - ۱۲۳۶ء - ۱۲۳۷ء - ۱۲۳۸ء - ۱۲۳۹ء - ۱۲۴۰ء - ۱۲۴۱ء - ۱۲۴۲ء - ۱۲۴۳ء - ۱۲۴۴ء - ۱۲۴۵ء - ۱۲۴۶ء - ۱۲۴۷ء - ۱۲۴۸ء - ۱۲۴۹ء - ۱۲۵۰ء - ۱۲۵۱ء - ۱۲۵۲ء - ۱۲۵۳ء - ۱۲۵۴ء - ۱۲۵۵ء - ۱۲۵۶ء - ۱۲۵۷ء - ۱۲۵۸ء - ۱۲۵۹ء - ۱۲۶۰ء - ۱۲۶۱ء - ۱۲۶۲ء - ۱۲۶۳ء - ۱۲۶۴ء - ۱۲۶۵ء - ۱۲۶۶ء - ۱۲۶۷ء - ۱۲۶۸ء - ۱۲۶۹ء - ۱۲۷۰ء - ۱۲۷۱ء - ۱۲۷۲ء - ۱۲۷۳ء - ۱۲۷۴ء - ۱۲۷۵ء - ۱۲۷۶ء - ۱۲۷۷ء - ۱۲۷۸ء - ۱۲۷۹ء - ۱۲۸۰ء - ۱۲۸۱ء - ۱۲۸۲ء - ۱۲۸۳ء - ۱۲۸۴ء - ۱۲۸۵ء - ۱۲۸۶ء - ۱۲۸۷ء - ۱۲۸۸ء - ۱۲۸۹ء - ۱۲۹۰ء - ۱۲۹۱ء - ۱۲۹۲ء - ۱۲۹۳ء - ۱۲۹۴ء - ۱۲۹۵ء - ۱۲۹۶ء - ۱۲۹۷ء - ۱۲۹۸ء - ۱۲۹۹ء - ۱۳۰۰ء - ۱۳۰۱ء - ۱۳۰۲ء - ۱۳۰۳ء - ۱۳۰۴ء - ۱۳۰۵ء - ۱۳۰۶ء - ۱۳۰۷ء - ۱۳۰۸ء - ۱۳۰۹ء - ۱۳۱۰ء - ۱۳۱۱ء - ۱۳۱۲ء - ۱۳۱۳ء - ۱۳۱۴ء - ۱۳۱۵ء - ۱۳۱۶ء - ۱۳۱۷ء - ۱۳۱۸ء - ۱۳۱۹ء - ۱۳۲۰ء - ۱۳۲۱ء - ۱۳۲۲ء - ۱۳۲۳ء - ۱۳۲۴ء - ۱۳۲۵ء - ۱۳۲۶ء - ۱۳۲۷ء - ۱۳۲۸ء - ۱۳۲۹ء - ۱۳۳۰ء - ۱۳۳۱ء - ۱۳۳۲ء - ۱۳۳۳ء - ۱۳۳۴ء - ۱۳۳۵ء - ۱۳۳۶ء - ۱۳۳۷ء - ۱۳۳۸ء - ۱۳۳۹ء - ۱۳۴۰ء - ۱۳۴۱ء - ۱۳۴۲ء - ۱۳۴۳ء - ۱۳۴۴ء - ۱۳۴۵ء - ۱۳۴۶ء - ۱۳۴۷ء - ۱۳۴۸ء - ۱۳۴۹ء - ۱۳۵۰ء - ۱۳۵۱ء - ۱۳۵۲ء - ۱۳۵۳ء - ۱۳۵۴ء - ۱۳۵۵ء - ۱۳۵۶ء - ۱۳۵۷ء - ۱۳۵۸ء - ۱۳۵۹ء - ۱۳۶۰ء - ۱۳۶۱ء - ۱۳۶۲ء - ۱۳۶۳ء - ۱۳۶۴ء - ۱۳۶۵ء - ۱۳۶۶ء - ۱۳۶۷ء - ۱۳۶۸ء - ۱۳۶۹ء - ۱۳۷۰ء - ۱۳۷۱ء - ۱۳۷۲ء - ۱۳۷۳ء - ۱۳۷۴ء - ۱۳۷۵ء - ۱۳۷۶ء - ۱۳۷۷ء - ۱۳۷۸ء - ۱۳۷۹ء - ۱۳۸۰ء - ۱۳۸۱ء - ۱۳۸۲ء - ۱۳۸۳ء - ۱۳۸۴ء - ۱۳۸۵ء - ۱۳۸۶ء - ۱۳۸۷ء - ۱۳۸۸ء - ۱۳۸۹ء - ۱۳۹۰ء - ۱۳۹۱ء - ۱۳۹۲ء - ۱۳۹۳ء - ۱۳۹۴ء - ۱۳۹۵ء - ۱۳۹۶ء - ۱۳۹۷ء - ۱۳۹۸ء - ۱۳۹۹ء - ۱۴۰۰ء - ۱۴۰۱ء - ۱۴۰۲ء - ۱۴۰۳ء - ۱۴۰۴ء - ۱۴۰۵ء - ۱۴۰۶ء - ۱۴۰۷ء - ۱۴۰۸ء - ۱۴۰۹ء - ۱۴۱۰ء - ۱۴۱۱ء - ۱۴۱۲ء - ۱۴۱۳ء - ۱۴۱۴ء - ۱۴۱۵ء - ۱۴۱۶ء - ۱۴۱۷ء - ۱۴۱۸ء - ۱۴۱۹ء - ۱۴۲۰ء - ۱۴۲۱ء - ۱۴۲۲ء - ۱۴۲۳ء - ۱۴۲۴ء - ۱۴۲۵ء - ۱۴۲۶ء - ۱۴۲۷ء - ۱۴۲۸ء - ۱۴۲۹ء - ۱۴۳۰ء - ۱۴۳۱ء - ۱۴۳۲ء - ۱۴۳۳ء - ۱۴۳۴ء - ۱۴۳۵ء - ۱۴۳۶ء - ۱۴۳۷ء - ۱۴۳۸ء - ۱۴۳۹ء - ۱۴۴۰ء - ۱۴۴۱ء - ۱۴۴۲ء - ۱۴۴۳ء - ۱۴۴۴ء - ۱۴۴۵ء - ۱۴۴۶ء - ۱۴۴۷ء - ۱۴۴۸ء - ۱۴۴۹ء - ۱۴۵۰ء - ۱۴۵۱ء - ۱۴۵۲ء - ۱۴۵۳ء - ۱۴۵۴ء - ۱۴۵۵ء - ۱۴۵۶ء - ۱۴۵۷ء - ۱۴۵۸ء - ۱۴۵۹ء - ۱۴۶۰ء - ۱۴۶۱ء - ۱۴۶۲ء - ۱۴۶۳ء - ۱۴۶۴ء - ۱۴۶۵ء - ۱۴۶۶ء - ۱۴۶۷ء - ۱۴۶۸ء - ۱۴۶۹ء - ۱۴۷۰ء - ۱۴۷۱ء - ۱۴۷۲ء - ۱۴۷۳ء - ۱۴۷۴ء - ۱۴۷۵ء - ۱۴۷۶ء - ۱۴۷۷ء - ۱۴۷۸ء - ۱۴۷۹ء - ۱۴۸۰ء - ۱۴۸۱ء - ۱۴۸۲ء - ۱۴۸۳ء - ۱۴۸۴ء - ۱۴۸۵ء - ۱۴۸۶ء - ۱۴۸۷ء - ۱۴۸۸ء - ۱۴۸۹ء - ۱۴۹۰ء - ۱۴۹۱ء - ۱۴۹۲ء - ۱۴۹۳ء - ۱۴۹۴ء - ۱۴۹۵ء - ۱۴۹۶ء - ۱۴۹۷ء - ۱۴۹۸ء - ۱۴۹۹ء - ۱۵۰۰ء - ۱۵۰۱ء - ۱۵۰۲ء - ۱۵۰۳ء - ۱۵۰۴ء - ۱۵۰۵ء - ۱۵۰۶ء - ۱۵۰۷ء - ۱۵۰۸ء - ۱۵۰۹ء - ۱۵۱۰ء - ۱۵۱۱ء - ۱۵۱۲ء - ۱۵۱۳ء - ۱۵۱۴ء - ۱۵۱۵ء - ۱۵۱۶ء - ۱۵۱۷ء - ۱۵۱۸ء - ۱۵۱۹ء - ۱۵۲۰ء - ۱۵۲۱ء - ۱۵۲۲ء - ۱۵۲۳ء - ۱۵۲۴ء - ۱۵۲۵ء - ۱۵۲۶ء - ۱۵۲۷ء - ۱۵۲۸ء - ۱۵۲۹ء - ۱۵۳۰ء - ۱۵۳۱ء - ۱۵۳۲ء - ۱۵۳۳ء - ۱۵۳۴ء - ۱۵۳۵ء - ۱۵۳۶ء - ۱۵۳۷ء - ۱۵۳۸ء - ۱۵۳۹ء - ۱۵۴۰ء - ۱۵۴۱ء - ۱۵۴۲ء - ۱۵۴۳ء - ۱۵۴۴ء - ۱۵۴۵ء - ۱۵۴۶ء - ۱۵۴۷ء - ۱۵۴۸ء - ۱۵۴۹ء - ۱۵۵۰ء - ۱۵۵۱ء - ۱۵۵۲ء - ۱۵۵۳ء - ۱۵۵۴ء - ۱۵۵۵ء - ۱۵۵۶ء - ۱۵۵۷ء - ۱۵۵۸ء - ۱۵۵۹ء - ۱۵۶۰ء - ۱۵۶۱ء - ۱۵۶۲ء - ۱۵۶۳ء - ۱۵۶۴ء - ۱۵۶۵ء - ۱۵۶۶ء - ۱۵۶۷ء - ۱۵۶۸ء - ۱۵۶۹ء - ۱۵۷۰ء - ۱۵۷۱ء - ۱۵۷۲ء - ۱۵۷۳ء - ۱۵۷۴ء - ۱۵۷۵ء - ۱۵۷۶ء - ۱۵۷۷ء - ۱۵۷۸ء - ۱۵۷۹ء - ۱۵۸۰ء - ۱۵۸۱ء - ۱۵۸۲ء - ۱۵۸۳ء - ۱۵۸۴ء - ۱۵۸۵ء - ۱۵۸۶ء - ۱۵۸۷ء - ۱۵۸۸ء - ۱۵۸۹ء - ۱۵۹۰ء - ۱۵۹۱ء - ۱۵۹۲ء - ۱۵۹۳ء - ۱۵۹۴ء - ۱۵۹۵ء - ۱۵۹۶ء - ۱۵۹۷ء - ۱۵۹۸ء - ۱۵۹۹ء - ۱۶۰۰ء - ۱۶۰۱ء - ۱۶۰۲ء - ۱۶۰۳ء - ۱۶۰۴ء - ۱۶۰۵ء - ۱۶۰۶ء - ۱۶۰۷ء - ۱۶۰۸ء - ۱۶۰۹ء - ۱۶۱۰ء - ۱۶۱۱ء - ۱۶۱۲ء - ۱۶۱۳ء - ۱۶۱۴ء - ۱۶۱۵ء - ۱۶۱۶ء - ۱۶۱۷ء - ۱۶۱۸ء - ۱۶۱۹ء - ۱۶۲۰ء - ۱۶۲۱ء - ۱۶۲۲ء - ۱۶۲۳ء - ۱۶۲۴ء - ۱۶۲۵ء - ۱۶۲۶ء - ۱۶۲۷ء - ۱۶۲۸ء - ۱۶۲۹ء - ۱۶۳۰ء - ۱۶۳۱ء - ۱۶۳۲ء - ۱۶۳۳ء - ۱۶۳۴ء - ۱۶۳۵ء - ۱۶۳۶ء - ۱۶۳۷ء - ۱۶۳۸ء - ۱۶۳۹ء - ۱۶۴۰ء - ۱۶۴۱ء - ۱۶۴۲ء - ۱۶۴۳ء - ۱۶۴۴ء - ۱۶۴۵ء - ۱۶۴۶ء - ۱۶۴۷ء - ۱۶۴۸ء - ۱۶۴۹ء - ۱۶۵۰ء - ۱۶۵۱ء - ۱۶۵۲ء - ۱۶۵۳ء - ۱۶۵۴ء - ۱۶۵۵ء - ۱۶۵۶ء - ۱۶۵۷ء - ۱۶۵۸ء - ۱۶۵۹ء - ۱۶۶۰ء - ۱۶۶۱ء - ۱۶۶۲ء - ۱۶۶۳ء - ۱۶۶۴ء - ۱۶۶۵ء - ۱۶۶۶ء - ۱۶۶۷ء - ۱۶۶۸ء - ۱۶۶۹ء - ۱۶۷۰ء - ۱۶۷۱ء - ۱۶۷۲ء - ۱۶۷۳ء - ۱۶۷۴ء - ۱۶۷۵ء - ۱۶۷۶ء - ۱۶۷۷ء - ۱۶۷۸ء - ۱۶۷۹ء - ۱۶۸۰ء - ۱۶۸۱ء - ۱۶۸۲ء - ۱۶۸۳ء - ۱۶۸۴ء - ۱۶۸۵ء - ۱۶۸۶ء - ۱۶۸۷ء - ۱۶۸۸ء - ۱۶۸۹ء - ۱۶۹۰ء - ۱۶۹۱ء - ۱۶۹۲ء - ۱۶۹۳ء - ۱۶۹۴ء - ۱۶۹۵ء - ۱۶۹۶ء - ۱۶۹۷ء - ۱۶۹۸ء - ۱۶۹۹ء - ۱۷۰۰ء - ۱۷۰۱ء - ۱۷۰۲ء - ۱۷۰۳ء - ۱۷۰۴ء - ۱۷۰۵ء - ۱۷۰۶ء - ۱۷۰۷ء - ۱۷۰۸ء - ۱۷۰۹ء - ۱۷۱۰ء - ۱۷۱۱ء - ۱۷۱۲ء - ۱۷۱۳ء - ۱۷۱۴ء - ۱۷۱۵ء - ۱۷۱۶ء - ۱۷۱۷ء - ۱۷۱۸ء - ۱۷۱۹ء - ۱۷۲۰ء - ۱۷۲۱ء - ۱۷۲۲ء - ۱۷۲۳ء - ۱۷۲۴ء - ۱۷۲۵ء - ۱۷۲۶ء - ۱۷۲۷ء - ۱۷۲۸ء - ۱۷۲۹ء - ۱۷۳۰ء - ۱۷۳۱ء - ۱۷۳۲ء - ۱۷۳۳ء - ۱۷۳۴ء - ۱۷۳۵ء - ۱۷۳۶ء - ۱۷۳۷ء - ۱۷۳۸ء - ۱۷۳۹ء - ۱۷۴۰ء - ۱۷۴۱ء - ۱۷۴۲ء - ۱۷۴۳ء - ۱۷۴۴ء - ۱۷۴۵ء - ۱۷۴۶ء - ۱۷۴۷ء - ۱۷۴۸ء - ۱۷۴۹ء - ۱۷۵۰ء - ۱۷۵۱ء - ۱۷۵۲ء - ۱۷۵۳ء - ۱۷۵۴ء - ۱۷۵۵ء - ۱۷۵۶ء - ۱۷۵۷ء - ۱۷۵۸ء - ۱۷۵۹ء - ۱۷۶۰ء - ۱۷۶۱ء - ۱۷۶۲ء - ۱۷۶۳ء - ۱۷۶۴ء - ۱۷۶۵ء - ۱۷۶۶ء - ۱۷۶۷ء - ۱۷۶۸ء - ۱۷۶۹ء - ۱۷۷۰ء - ۱۷۷۱ء - ۱۷۷۲ء - ۱۷۷۳ء - ۱۷۷۴ء - ۱۷۷۵ء - ۱۷۷۶ء - ۱۷۷۷ء - ۱۷۷۸ء - ۱۷۷۹ء - ۱۷۸۰ء - ۱۷۸۱ء - ۱۷۸۲ء - ۱۷۸۳ء - ۱۷۸۴ء - ۱۷۸۵ء - ۱۷۸۶ء - ۱۷۸۷ء - ۱۷۸۸ء - ۱۷۸۹ء - ۱۷۹۰ء - ۱۷۹۱ء - ۱۷۹۲ء - ۱۷۹۳ء - ۱۷۹۴ء - ۱۷۹۵ء - ۱۷۹۶ء - ۱۷۹۷ء - ۱۷۹۸ء - ۱۷۹۹ء - ۱۸۰۰ء - ۱۸۰۱ء - ۱۸۰۲ء - ۱۸۰۳ء - ۱۸۰۴ء - ۱۸۰۵ء - ۱۸۰۶ء - ۱۸۰۷ء - ۱۸۰۸ء - ۱۸۰۹ء - ۱۸۱۰ء - ۱۸۱۱ء - ۱۸۱۲ء - ۱۸۱۳ء - ۱۸۱۴ء - ۱۸۱۵ء - ۱۸۱۶ء - ۱۸۱۷ء - ۱۸۱۸ء - ۱۸۱۹ء - ۱۸۲۰ء - ۱۸۲۱ء - ۱۸۲۲ء - ۱۸۲۳ء - ۱۸۲۴ء - ۱۸۲۵ء - ۱۸۲۶ء - ۱۸۲۷ء - ۱۸۲۸ء - ۱۸۲۹ء - ۱۸۳۰ء - ۱۸۳۱ء - ۱۸۳۲ء - ۱۸۳۳ء - ۱۸۳۴ء - ۱۸۳۵ء - ۱۸۳۶ء - ۱۸۳۷ء - ۱۸۳۸ء - ۱۸۳۹ء - ۱۸۴۰ء - ۱۸۴۱ء - ۱۸۴۲ء - ۱۸۴۳ء - ۱۸۴۴ء - ۱۸۴۵ء - ۱۸۴۶ء - ۱۸۴۷ء - ۱۸۴۸ء - ۱۸۴۹ء - ۱۸۵۰ء - ۱۸۵۱ء - ۱۸۵۲ء - ۱۸۵۳ء - ۱۸۵۴ء - ۱۸۵۵ء - ۱۸۵۶ء - ۱۸۵۷ء - ۱۸۵۸ء - ۱۸۵۹ء - ۱۸۶۰ء - ۱۸۶۱ء - ۱۸۶۲ء - ۱۸۶۳ء - ۱۸۶۴ء - ۱۸۶۵ء - ۱۸۶۶ء - ۱۸۶۷ء - ۱۸۶۸ء - ۱۸۶۹ء - ۱۸۷۰ء - ۱۸۷۱ء - ۱۸۷۲ء - ۱۸۷۳ء - ۱۸۷۴ء - ۱۸۷۵ء - ۱۸۷۶ء - ۱۸۷۷ء - ۱۸۷۸ء - ۱۸۷۹ء - ۱۸۸۰ء - ۱۸۸۱ء - ۱۸۸۲ء - ۱۸۸۳ء - ۱۸۸۴ء - ۱۸۸۵ء - ۱۸۸۶ء - ۱۸۸۷ء - ۱۸۸۸ء - ۱۸۸۹ء - ۱۸۹۰ء - ۱۸۹۱ء - ۱۸۹۲ء - ۱۸۹۳ء - ۱۸۹۴ء - ۱۸۹۵ء - ۱۸۹۶ء - ۱۸۹۷ء - ۱۸۹۸ء - ۱۸۹۹ء - ۱۹۰۰ء - ۱۹۰۱ء - ۱۹۰۲ء - ۱۹۰۳ء - ۱۹۰۴ء - ۱۹۰۵ء - ۱۹۰۶ء - ۱۹۰۷ء - ۱۹۰۸ء - ۱۹۰۹ء - ۱۹۱۰ء - ۱۹۱۱ء - ۱۹۱۲ء - ۱۹۱۳ء - ۱۹۱۴ء - ۱۹۱۵ء - ۱۹۱۶ء - ۱۹۱۷ء - ۱۹۱۸ء - ۱۹۱۹ء - ۱۹۲۰ء - ۱۹۲۱ء - ۱۹۲۲ء - ۱۹۲۳ء - ۱۹۲۴ء - ۱۹۲۵ء - ۱۹۲۶ء - ۱۹۲۷ء - ۱۹۲۸ء - ۱۹۲۹ء - ۱۹۳۰ء - ۱۹۳۱ء - ۱۹۳۲ء - ۱۹۳۳ء - ۱۹۳۴ء - ۱۹۳۵ء - ۱۹۳۶ء - ۱۹۳۷ء - ۱۹۳۸ء - ۱۹۳۹ء - ۱۹۴۰ء - ۱۹۴۱ء - ۱۹۴۲ء - ۱۹۴۳ء - ۱۹۴۴ء - ۱۹۴۵ء - ۱۹۴۶ء - ۱۹۴۷ء - ۱۹۴۸ء - ۱۹۴۹ء - ۱۹۵۰ء - ۱۹۵۱ء - ۱۹۵۲ء - ۱۹۵۳ء - ۱۹۵۴ء - ۱۹۵۵ء - ۱۹۵۶ء - ۱۹۵۷ء - ۱۹۵۸ء - ۱۹۵۹ء - ۱۹۶۰ء - ۱۹۶۱ء - ۱۹۶۲ء - ۱۹۶۳ء - ۱۹۶۴ء - ۱۹۶۵ء - ۱۹۶۶ء - ۱۹۶۷ء - ۱۹۶۸ء - ۱۹۶۹ء - ۱۹۷۰ء - ۱۹۷۱ء - ۱۹۷۲ء - ۱۹۷۳ء - ۱۹۷۴ء - ۱۹۷۵ء - ۱۹۷۶ء - ۱۹۷۷ء - ۱۹۷۸ء - ۱۹۷۹ء - ۱۹۸۰ء - ۱۹۸۱ء - ۱۹۸۲ء - ۱۹۸۳ء - ۱۹۸۴ء - ۱۹۸۵ء - ۱۹۸۶ء - ۱۹۸۷ء - ۱۹۸۸ء - ۱۹۸۹ء - ۱۹۹۰ء - ۱۹۹۱ء - ۱۹۹۲ء - ۱۹۹۳ء - ۱۹۹۴ء - ۱۹۹۵ء - ۱۹۹۶ء - ۱۹۹۷ء - ۱۹۹۸ء - ۱۹۹۹ء - ۲۰۰۰ء - ۲۰۰۱ء - ۲۰۰۲ء - ۲۰۰۳ء - ۲۰۰۴ء - ۲۰۰۵ء - ۲۰۰۶ء - ۲۰۰۷ء - ۲۰۰۸ء - ۲۰۰۹ء - ۲۰۱۰ء - ۲۰۱۱ء - ۲۰۱۲ء - ۲۰۱۳ء - ۲۰۱۴ء - ۲۰۱۵ء - ۲۰۱۶ء - ۲۰۱۷ء - ۲۰۱۸ء - ۲۰۱۹ء - ۲۰۲۰ء - ۲۰۲۱ء - ۲۰۲۲ء - ۲۰۲۳ء - ۲۰۲۴ء - ۲۰۲۵ء - ۲۰۲۶ء - ۲۰۲۷ء - ۲۰۲۸ء - ۲۰۲۹ء - ۲۰۳۰ء - ۲۰۳۱ء - ۲۰۳۲ء - ۲۰۳۳ء - ۲۰۳۴ء - ۲۰۳۵ء - ۲۰۳۶ء - ۲۰۳۷ء - ۲۰۳۸ء - ۲۰۳۹ء - ۲۰۴۰ء - ۲۰۴۱ء - ۲۰۴۲ء - ۲۰۴۳ء - ۲۰۴۴ء - ۲۰۴۵ء - ۲۰۴۶ء - ۲۰۴۷ء - ۲۰۴۸ء - ۲۰۴۹ء - ۲۰۵۰ء - ۲۰۵۱ء - ۲۰۵۲ء - ۲۰۵۳ء - ۲۰۵۴ء - ۲۰۵۵ء - ۲۰۵۶ء - ۲۰۵۷ء - ۲۰۵۸ء - ۲۰۵۹ء - ۲۰۶۰ء - ۲۰۶۱ء - ۲۰۶۲ء - ۲۰۶۳ء - ۲۰۶۴ء - ۲۰۶۵ء - ۲۰۶۶ء - ۲۰۶۷ء - ۲۰۶۸ء - ۲۰۶۹ء - ۲۰۷۰ء - ۲۰۷۱ء - ۲۰۷۲ء - ۲۰۷۳ء - ۲۰۷۴ء - ۲۰۷۵ء - ۲۰۷۶ء - ۲۰۷۷ء - ۲۰۷۸ء - ۲۰۷۹ء - ۲۰۸۰ء - ۲۰۸۱ء - ۲۰۸۲ء - ۲۰۸۳ء - ۲۰۸۴ء - ۲۰۸۵ء - ۲۰۸۶ء - ۲۰۸۷ء - ۲۰۸۸ء - ۲۰۸۹ء - ۲۰۹۰ء - ۲۰۹۱ء - ۲۰۹۲ء - ۲۰۹۳ء - ۲۰۹۴ء - ۲۰۹۵ء - ۲۰۹۶ء - ۲۰۹۷ء - ۲۰۹۸ء - ۲۰۹۹ء - ۲۱۰۰ء - ۲۱۰۱ء - ۲۱۰۲ء - ۲۱۰۳ء - ۲۱۰۴ء - ۲۱۰۵ء - ۲۱۰۶ء - ۲۱۰۷ء - ۲۱۰۸ء - ۲۱۰۹ء - ۲۱۱۰ء - ۲۱۱۱ء - ۲۱۱۲ء - ۲۱۱۳ء - ۲۱۱۴ء - ۲۱۱۵ء - ۲۱۱۶ء - ۲۱۱۷ء - ۲۱۱۸ء - ۲۱۱۹ء - ۲۱۲۰ء - ۲۱۲۱ء - ۲۱۲۲ء - ۲۱۲۳ء - ۲۱۲۴ء - ۲۱۲۵ء - ۲۱۲۶ء - ۲۱۲۷ء - ۲۱۲۸ء - ۲۱۲۹ء - ۲۱۳۰ء - ۲۱۳۱ء - ۲۱۳۲ء - ۲۱۳۳ء - ۲۱۳۴ء - ۲۱۳۵ء - ۲۱۳۶ء - ۲۱۳۷ء - ۲۱۳۸ء - ۲۱۳۹ء - ۲۱۴۰ء - ۲۱۴۱ء - ۲۱۴۲ء - ۲۱۴۳ء - ۲۱۴۴ء - ۲۱۴۵ء - ۲۱۴۶ء - ۲۱۴۷ء - ۲۱۴۸ء - ۲۱۴۹ء - ۲۱۵۰ء - ۲۱۵۱ء - ۲۱۵۲ء - ۲۱۵۳ء - ۲۱۵۴ء - ۲۱۵۵ء - ۲۱۵۶ء - ۲۱۵۷ء - ۲۱۵۸ء - ۲۱۵۹ء - ۲۱۶۰ء - ۲۱۶۱ء - ۲۱۶۲ء - ۲۱۶۳ء - ۲۱۶۴ء - ۲۱۶۵ء - ۲۱۶۶ء - ۲۱۶۷ء - ۲۱۶۸ء - ۲۱۶۹ء - ۲۱۷۰ء - ۲۱۷۱ء - ۲۱۷۲ء - ۲۱۷۳ء - ۲۱۷۴ء - ۲۱۷۵ء - ۲۱۷۶ء - ۲۱۷۷ء - ۲۱۷۸ء - ۲۱۷۹ء - ۲۱۸۰ء - ۲۱۸۱ء - ۲۱۸۲ء - ۲۱۸۳ء - ۲۱۸۴ء - ۲۱۸۵ء - ۲۱۸۶ء - ۲۱۸۷ء - ۲۱۸۸ء - ۲۱۸۹ء - ۲۱۹۰ء - ۲۱۹۱ء - ۲۱۹۲ء - ۲۱۹۳ء - ۲۱۹۴ء - ۲۱۹۵ء - ۲۱۹۶ء - ۲۱۹۷ء - ۲۱۹۸ء - ۲۱۹۹ء -

بھی لکھی ہیں یہی مطلب ہے کہ لفظ فاسق کبھی معنی مرتد اور کافر کے لئے استعمال کیا جاتا ہے سو ہم تسلیم کرتے ہیں لیکن قرینہ اور سیاق عبارت کا ہونا ضرور ہے کہ وہ آیات قرآنی میں موجود اور کلام محقق طوسی میں مفقود بلکہ کلام طوسی میں کسی طرح پر لفظ فاسق سے کافر کے معنی لینا درست ہی نہیں ہو سکتا بلکہ مطلب ہی اس کا فوت ہوا جاتا ہے اس لئے کہ اگر کسی موقع و محل پر صرف اتنا کہتے کہ مخالفو فسقوا اور اس کے مقابل میں محاربوہ کفرہ نہ فرماتے تو گنجائش اس کی ہوتی کہ مراد فاسق سے کافر ہے لیکن وہ دو فریق بحال بیان کرتے ہیں اور دونوں کے احکام کو بھی جدا جدا کر کے کرتے ہیں تو بحالت اتحاد معنی محمول کے تو اس مقام پر اتحاد معنی موضوع میں ضرور لازم ہے پس جب انہوں نے در فریق قائم کئے ایک وہ جنہوں نے حضرت علی سے مخالفت کی دوسرے وہ جنہوں نے ان سے لڑائی کی اور ان دونوں کی نسبت دو حکم قائم کئے مخالف کو فاسق قرار دیا اور محارب کو کافر تو اگر یہاں فاسق کے معنی کافر کے لئے جاریں تو مطلب ہی فوت ہوتا ہے بلکہ یہ جملہ ہی خبط ہوا جاتا ہے اور محقق طوسی سے علامہ کا کلام وہ بھی تجریدی کتاب کا جو باعتبار الفاظ معنی کے تہایت ہی متین ہے مہمل ہوتا ہے اس لئے کہ اگر مراد ان کی فاسق سے کافر تھی تو بجائے مخالفو فسقوہ و محاربوہ کفرہ کے اتنا ہی کہہ دیتے کہ مخالفوہ کفرہ تاکہ محارب بھی اس میں آجاتے یا اگر بہت تصریح کرتے تو مخالفوہ و محاربوہ کفرہ فرماتے یا اگر کفر ہی پر ان کو قناعت ٹھہرتی اور بغیر لفظ فسق کے ان کو صیرنہ آتا تو یہ کہتے کہ مخالفوہ و محاربوہ کفرہ فسقہ میں محقق کا ان سب عبارتوں کو چھوڑنا اور پھر جملے کے جداگانہ موضوع کے لئے جدا ہی محمول لانا صاف اس پر دلالت کرتا ہے کہ دونوں کے معنی علیحدہ علیحدہ ہیں اور مجتہد صاحب جوان دونوں کے ایک معنی بیان کرتے ہیں یہ صرف خوش فہمی حضرت کی ہے قطع نظر اس کے مجتہد صاحب کو قاضی نور اللہ شوشتری کے قول پر بھی غور کرنا چاہیے تھا کہ وہ صاف تکفیر سے شیخین کی انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ (نسبت تکفیر حضرت شیخین کے اہلسنت و جماعت بہ شیعوہ نمودہ اند سخنی ست بی اصل کے در کتب اسول ایشان اذ ان اثری نیست ما اور اپنے اس قول کے ثبوت میں نصیر الدین طوسی کے اس قول کو سند بیان کرتا ہے کہ اتقول علیہ چنانچہ نصیر الدین طوسی در تجرید آورده مخالفوہ فسقہ و محاربوہ کفرہ) تو اگر معنی فاسق کے لہ سنہوں کا یہ بیان کہ شیخ جماعت شیخین کو کافر کہتی یہ بات بالکل بے اصل ہے کیونکہ کتب شیعوہ میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ جیسا کہ نصیر الدین طوسی نے اپنی تجرید میں لکھا ہے کہ علی کے مخالف فاسق اور ان سے جنگ کرنے والے کافر ہیں۔

کافر کے لئے جائیں تو ساری تحریر قاضی اللہ شوستری کی گوزشتہ ہو جاوے اور تہذیب، مجاہدین میں داخل سمجھی جاوے اگر اس پر بھی مجتہد صاحب کے ذہن مبارک میں نہ آیا تھا تو قاضی نور اللہ شوستری کی اگلی عبارت کو دیکھتے کہ وہ کہتا ہے۔ (بمقتضی حدیث حربک حربی و سلک سلمی واقع ست و ظاہر ست کہ حضرت شیخین یا امیر المؤمنین علیہ السلام حرب نہ نمودہ اند) کہ اس سے کیسا صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہاں مراد فاسق ہے کافر نہیں ہے بلکہ خروج عن طاعة اللہ مع الایمان مراد ہے اب گویا اس پر بھی مقلدین مجتہد صاحب کے ان کے اجتہاد کے زبیر پر خیال کر کے ان کو سفیہ نہ کہیں اور ان کی سمجھ پر افسوس نہ کریں اور ذوالفقار کی متانت اور استحکام کا دعویٰ ہی کرتے جاویں تو بس ان کے حق میں سوائے اس کے کیا کہے کہ شعر

بیخ آباے و تریبے جو ا ہر چہ می خواہد دل تنگت بگو

اور فقط مجتہد صاحب کو لفظ فاسق کے اطلاق سے یہ معنی مرتد یا کافر کے جو قرآن مجید میں میں شبہ ہوا ہے تو ہم پوچھتے ہیں کہ کیا جہاں لفظ فاسق بولا جاوے گا اور اس سے کافر ہوگا اگر یہ ہے تو ہم ان سے استفتاء کرتے ہیں کہ ایک مجتہد نے شراب پی ہے یا زنا کیا ہے یا عمداً نماز نہیں پڑھی ہے وہ کافر ہے یا فاسق اگر جواب دیں گے کہ فاسق ہے تو ہم کہیں گے کہ مجتہد کافر ہو گیا اس لئے کہ خدا نے قرآن مجید میں فرمایا ہے **وَالْكَافِرِينَ الْاِذَا فَاَسَقُوْنَ** قسم اس خدا کی جس نے مجھے پیدا کیا ہے کہ میں مبالغہ سے نہیں کہتا ہوں اور مطلق تعصب کو دخل نہیں دیتا کہ جو تحریر مجتہد صاحب نے اس مقولہ طوسی کی کی ہے وہ ایسی پوچھا دلچسپ اور سفاکت سے بھری ہوئی ہے کہ حضرت تو مجتہد اور علامہ اور غور العلماء اور سلطان العلماء میں ان کی نسبت کیا کہوں چھوٹا منہ بڑی بات ہے لیکن اگر کسی اور شخص عامی کے قلم سے نکلی ہوئی تو میں دو حرف بھی اس کے جواب میں نہ لکھتا اور اس کی تردید میں ایک لمحہ بھی اپنی عمر عزیز کا ضائع نہ کرتا کیوں کہ یہ تقریر ایسی پوچھا لچر ہے کہ اسکی تردید میں جو کاغذ صرف ہوا اس کی قیمت بھی وصول نہیں ہوتی بار خدایا یہ کیسے مجتہد تھے اور ان کی فضیلت اور تجربہ شیعوں کو کیسا ناز تھا اور کیسے پاک با حیات تھے کہ ایسی تقریروں پر ناز کرتے تھے لہ اور بلحاظ حدیث کہ تم سے جنگ مجھ سے جنگ اور تم سے صلح مجھ سے صلح ہے۔ اور ظاہر ہے کہ حضرت شیخین نے امیر المؤمنین سے جنگ نہیں کی۔

اور ایسی بیہودہ باتوں کے لکھنے پر جانے سے نکلے جاتے تھے استغفر اللہ استغفر اللہ اب میں اس امر سے بحث کرتا ہوں کہ جو کچھ مجتہد صاحب نے فرمایا ہے کہ سارے ضروریات دین میں سے کسی کا بھی منکر ہو وہ کافر ہے پس اس سے مقولہ محقق طوسی کے کچھ معنی نہ بدل جاویں گے اور جو کچھ اس نے فرمایا ہے اس میں فرق نہ ہو گا اس لئے مجتہد صاحب کو چاہیے تھا کہ بجائے اس کے کہ گڑھ گڑھ کے اس کے کلام کے معنی بتاتے اور اس کے لفظوں سے وہ معنی نکالتے جو اس نے خواب میں بھی نہ خیال کئے ہوں گے اور اگر وہ زندگی میں اپنے کلام کے ایسے معنی سنتا تو معنی بنانے والے کے سر پر ٹپکتا صاف یہ کہہ دیتے کہ گو نصیر المرینی، طوسی یا تاضی نور اللہ شوشتری نے یہ لکھا ہے مگر چونکہ مخالف احادیث ائمہ اور جمہوری علما شیخ امامیہ کے ہے اس لئے ان سے غلطی ہوئی ہے ہم اسے تسلیم ہی کرتے ہیں جس طرح ہم علامہ اللہ کے کلام نہانے سے مجتہد صاحب پر وارو گیر نہیں کرتے اس طرح اس کو سب کر چپ ہو جاتے اور حقیقت میں یہ ساری نہیں ہے اس لئے کہ یہ ضرور نہیں ہے کہ اہل مذہب کو ہر مجتہد اور ہر عالم کے سب قولوں اور سب باتوں کا ماننا ضرور ہے خصوصاً وہ بات جو کہ صرف اپنی رائے سے کسی نے لکھی ہو یا کہی ہو بلکہ قرآن و حدیث کا ماننا ضرور ہے پس اگر مذہب شیعہ کے عالم ہیں یا سنیوں کے جس کا کلام مطابق قرآن و حدیث کے ہو گا اس کلام کو ماننا اس مذہب والے کو فوراً ورنہ کچھ ضرور نہیں چنانچہ ہم صرف علامہ طوسی کے اسی قول پر تنکیر کر کے نہیں بیٹھے بلکہ حسن راہ پر مجتہد صاحب چلیں چلنے کو ماننا ہے اور جسکو چہرہ کا مذہب کہیں اور جس پر اپنے اجتہاد کا مدار رکھیں اسی پر جرح کرنے کو مستعد میں شعر۔

رشتہ در گرو نم افکند دوست
می بود ہر جا کہ خاطر خواہ دوست

جناب قبلہ و کعبہ شروع کتاب میں فرماتے ہیں کہ رپوشیدہ و مخفی نامہ کسایں عبارت ناصب کا اور نیجا التزام نمودہ کہ بانچہ دین اجزا بر شیعیان احتجاج نماید در عدم استحقاق لعن اصحاب ثلثہ و احزاب آنها از اصول مقررہ پیش شیعہ باشد و اصلاً قول اہل سنت را نہ واضح ہے کہ ناصب دشمنی نے یہ عبارت اس جگہ اس لئے لکھی ہے کہ ان اجزا کو درپوشیوں سے احتجاج کرے کہ اہل سنت و جماعت کے ساتھ یہ لعنہ سلامت کرنا تمہارا اصول ہے اور اس میں کسی کو شامل نہ کرے اور جانا چاہیے کہ بارہ ہمارے کے ماننے والوں شیعوں کا اصول دین میں دین وہ ہے جس میں توحید، نبوت، امامت، اور قیامت داخل و شامل ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ اصول مذکور میں سے کسی اصول کا جو کوئی ذکر کرے وہ شیعوں کے نزدیک مومن نہیں ہے بلکہ ایسے شخص کو ملعون گروانتے ہیں۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ جو کوئی امامت کا انکار کرے اور توحید و نبوت و معاد کا اقرار کرے تو ایسے شخص کو کافر نہیں جانتے یعنی کافروں والے احکام ایسے شخص پر دنیا میں جاری نہیں کرتے۔

دران دخل نہ وہ ہیں انکہ از جملہ اصول مقررہ پیش شیعہ اثنا عشریہ اصول دین است کہ عبارت از توحید و عدل و نبوت و امامت و معاد باشد پس شکی نیست کہ امامیہ منکر یکی از اصول مذکورہ را مؤمن نمیدانند و اورا از جملہ ملاحظین میانگاز آری منکر امامت را با وجود اقرار او توحید و نبوت و معاد کافر نمیدانند یعنی احکام کفار را در دنیا بر آں با جاری نمی سازند، اور پھر ایک مقام پر یہ بھی لکھتے ہیں کہ از کلام بعضے معلوم می شود کہ کفر واقعی ایشان را اجماعی میدانند، بعد اس کے فرماتے ہیں کہ سرگاہ این دانستہ شد پس بنا بریں می گویم کہ منشای تبر انصاحب ثلثہ و عائشہ و حفصہ و طلحہ و زبیر و معاویہ و احزاب آنہا مخالفت ہر یکی از اصول معتبرہ مقررہ نزدیک شیعہ امامیہ است چہ اتفاق معلوم است کہ ایشان و تبر ایشان با امامت ائمہ اثنا عشریہ قائل نبودند و نمیشند بخود کہ شیعہ قائل اند و این نیز ثابت است کہ ائمہ باعلیہم السلام از ان ہا تبر افرمودہ اند و رعیت خود را حکم نمودہ اند کہ تبر انانہا نمایند و حکم بنفاق اینہا بکنند، اور حضرت والا مقدمہ چہارم کے جواب میں فرماتے ہیں کہ باید دانست کہ تنازع عامہ با خاصا باں مانند زن با مرد خاصہ نماید زیرا کہ معلوم است کہ صد و ششام زن بیک و ششام مرد مقادرت نمی تواند کرد مصداق این حرف این است تطویلات بلا طائل کہ بکار بردہ دیک حرف کے عدم ثبوت ایمان اصحاب ثلثہ و نظر اسی ایشان از جہت عدم اعتراض با امامت ائمہ اثنا عشریہ است کافی است و باز ہرگز احتیاج گفتگو باقی نمی ماند پھر ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ (محقق طوسی علیہ الرحمۃ

طہ بعض کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے کافر ہونیکوہ اجماع طور پر پانتے ہیں عہ عبارت ذوالفقار مطہ و جمع البحریہ لہ صلبہ مطہ و مطہ منہ۔ عہ جب یہ معلوم ہوئی تو میں صاف صاف کہتا ہوں کہ اصحاب ثلثہ عائشہ و حفصہ و طلحہ و زبیر ساہیہ اور انکی ساتھیوں پر تبر انانہا اسلئے ہے کہ یہ امامیہ شیعوں کے مقررہ معتبرہ اصول کے مخالف تھے اور متفقہ طور پر مسلم ہوا سہ کہ یہ ان کے پیرو بارہ اماموں کی امامت کے قائل نہ تھے اور جس طرح شیعہ مانتے ہیں یہ نہیں مانتے تھے۔ اور یہ بھی واضح ہے کہ ہمارے اماموں نے ان سب سے بیزاری کی اور اپنے ماننے والوں کو ان پر تبر ان کرنے اور انکی منافق ہونیکا حکم دیا ہے تاکہ جاننا چاہیے کہ عامہ خاص کا تنازعہ یہ ہے جو اس کے لئے مصداق ہے کہ عورت اپنے خاند سے جگرتی ہے اور یہ ظاہر و معلوم ہے کہ عورت کی سوگالیاں مرد کی ایک گالی کے مقابلے کی تاب نہیں لاسکتیں اور بے کار و لا فائز گفتگو بے سود ہے۔ اصحاب ثلثہ اور انکی ساتھیوں کے مومن نہ ہونے کے لیے یہی حرف کافی ہے کہ وہ بارہ اماموں کی امامت کے قائل و مستوف نہ تھے عہ محقق طوسی نے رسالہ قواعد العقائد میں لکھا ہے کہ شیعوں کے نزدیک اسول ایمان تھے ہیں ایک یہ کہ انہ اپنی صفات و ذات میں واحد ہے دوسرے پیغمبر کے پیغمبر کی دلیلیہ ایک پیغمبر

در رسالہ قواعد العقائد گفتہ اصول ایمان نزد شیعیہ سہ چیز است تصدیق بواحد زینت خدا در ذات او و در افعال او و تصدیق بر پیغمبری پیغمبران و تصدیق با امامت ائمہ بعد از پیغمبران انتہی کلام المحقق رحمہ اللہ و این کلام برہاں قاطع سست بر فساد ذہن داعی و حجاج طبع این معاند مجاہول کہ از عبارات تجرید محقق مینخواہد کہ کفر را مخصوص بحار بن گروانیدہ خلقای ثلاثہ خود را از ان نجات دہد و نجات مقصود نیست) جو کچھ قبلہ و کعبہ نے فرمایا مثل اسی کے اور علمای متاخرین امامیہ نے بھی ارشاد کیا ہے چنانچہ بڑے بھائی جناب منشی سبحان علی خاں کے جواب میں ایضاً ح لطافتہ المقال کے فرماتے ہیں کہ (حالانکہ بجواب معارضہ کہ حضرت مخدومی فرمودہ اندہر یہ ح حاضر طبع ماہر است گزارش می رود و آں این است کہ لمحض معارضہ جناب این کہ قدمای امامیہ قاطبہ مقتد کفر منکران امامت بودہ اند و از کلام خواجہ نصیر الدین طوسی و علامہ علی

زینبہ حاشیہ) تصدیق اور تیسری یہ کہ پیغمبری کے بعد امامت حق ہے اور یہ کہ کلام اس دشمن کے فساد ذہن و کج روی طبیعت پر دلیل قاطع ہے اس دشمن کی خواہش محقق طوسی کے کلام کے بیان سے یہ ہے کہ علی سے جنگ کرنے والوں ہی کو کافر قرار دے اور خلفائے ثلاثہ کو کفر سے چھٹکارا دلا دے حالانکہ نجات نہیں ہے۔ عہد ایضاً صفحہ ۲۳ و ۲۴ و ۲۵ ایضاً صفحہ ۲۶

سہ ایضاً صفحہ ۲۳ سطر ۱۶-۱۷ منہ] لے جناب محترم کے کتابی مقابلہ کے جواب میں عرض ہے کہ جناب کا خلاصہ جواب ہے کہ اعتقاداً منکرین امامت کو مقتدین امامیہ نے قطعاً کافر کہا ہے اور خواجہ نصیر الدین طوسی علامہ علی و زور لاشعری کے کلام سے منکرین امامت کا فاسق ہونا ظاہر ہے اور خادم عرض کرتا ہے کہ بارہ اماموں کے سامنے والے مقتدین ہوں یا متاخرین سب کے نزدیک یہ کہ امیر المؤمنین علی ابن طالب سے چاہے کوئی جنگ کرے یا نہیں ان کا ماتم کافر ہے اور ایسے شخص پر کافر کا اطلاق نبایا آخرت ہے کہ وہاں اس کا نتیجہ جواب ہے دنیا میں اس کے ساتھ کافروں جیسا ہوتا نہیں کیا کہ ان کے ساتھ نکاح نشست و برخاستہ دھیرہ جاؤ ہے۔ اس عقیدہ کا وہ سبب نہیں جو جناب نے پیش فرمایا ہے جیسا کہ وہ حدیثوں میں ہے کہ رسول اللہ کی رحلت کے بعد ہزار کے تمام صحابہ مراد ہو گئے اور جناب خاص حدیث کو بدتم خود بکثرت آیات و احادیث کے خلاف تصور فرمایا ہے حالانکہ واقعہ یہ نہیں ہے اور یہ حدیث حسب موقع لکھی جائے گی اور بہتر ہے کہ علی بن ابی طالب کی بفضائل امامت دوسرے ائمہ کی امامت فرقہ امامیہ کے نزدیک اصول دین میں سے اسی طرح ہے جیسے کہ توحید و نبوت کا اصول ہے اور اگر امامت ایک رکن دین ہے یہ جزو اسلام نہیں ہے اور کافر ہونا باقتدار آٹھ کے ہے یعنی جو کوئی انکان دین کا انکار کرے وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا اور ایسے منکر کو چونکہ وہ کلمہ شہادت میں پڑتا ہے اس لئے مونیادی طہد ہے نہیں کہتے مگر چہ وہ من بھی نہیں ہے

و میر نور اللہ شوشتری فسق ایٹھان مستفاد می گرد و بندہ عرض می کنم کہ مختار جمہور امامیہ اثنا عشریہ
خواہ از متقدمین و یا از متاخرین ہیں سست کہ مخالف جناب امیر المؤمنین علی بن ابی طالب علیہ
السلام اہم من این کیوں محاذ با املا کافر است لیکن الطلاق کافر اور نظر الی دار الاخرۃ و سوء کمال او
سست نہ باعتبار در دار دنیا مثل جواز مناکحت یا مجالست و امثال آن و وجہ این عقیدہ نہ
آن سست کہ ملازماں خیال فرمودہ اندامنی در و وحدتیکہ مضمونش این سست کہ بعد رحلت حضرت
رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہم گین صحابہ متزدد شدہ و بجز چہار کس و جناب بزم خود این حدیث
را منافی آیات کثیرہ اسما و بیٹ شہیرہ نمیدہ اند مع ان لامر لیس کذا لک چنانچہ بوجہ و حیدہ این حدیث
بہ موقع مناسب خواهد آمد بلکہ احسن این کہ امامت بلا فصل علی بن ابی طالب علیہ السلام و ہم
چنین امامت سائر ائمہ نزد امامیہ از اصول دین مثل توحید و نبوت سست و گنی ازارہ کان ایمان
نہ جزو اسلام سست و این مماثلت باعتبار دار آخرت سست یعنی منکر نہ کی ازینہا مخلد بہنم سست
نہ باعتبار این در چہ معترف بہ شہادتیں را و در دار دنیا کافر نمی گویند گو مومن نباشد غرض کہ ان
ساری تقریروں کا خلاصہ یہ ہے کہ اصحاب ثلاثہ اور ان کے تابع امامت ائمہ اثنا عشریہ
منکر تھے اس لئے وہ کافر ہیں اور دنیا میں ان پر سب احکام کفر کے جاری نہیں ہیں بسبب
اقرار توحید و نبوت کے ان پر اسلام کا اطلاق ہے لیکن قیامت میں ان پر سب احکام کافروں
کے جاری ہوں گے اور وہ مخلد فی النار ہوں گے اب ہم چند طرح سے اس کا جواب دیتے
ہیں۔

اول مجتہد صاحب قبلہ نے خلفائے ثلاثہ اور حضرت طلحہ و زبیر اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ
عنہم کی نسبت فرمایا کہ (ایٹھان و تبعہ ایٹھان با امامت اثنا عشریہ قائل ہووند) مگر یہ خیال
نہ فرمایا کہ ان بیچاروں کے زمانہ میں ائمہ اثنا عشریہ کہاں تھے اور سوائے حضرت علی کے اور
بہت آخری زمانہ میں سوائے حسین کے نو امام پیدا تک نہ ہوئے تھے اور بعد ان سب لوگوں
کے مرنے کے ان کا ظہور ہوا تھا تو اگر وہ ائمہ اثنا عشریہ پر ایمان نہ لائے تو یہ فصول ان کا
ہے یا معاذ اللہ خدا کا کہ کیوں اس نے سب اماموں کو ان کے سامنے پیدا نہ کر دیا۔ سبحان اللہ
کیا عقل و دانش ہے حضرت قبلہ و کعبہ کی کہ لکھنے کے وقت لفظوں کا خیال بھی نہیں فرماتے
اداپنے کمال کے نشے میں ایسے مدہوش ہو جاتے ہیں کہ پھر نظر ثانی بھی نہیں فرماتے۔ اسے
لے یہ اور ان کے ماننے والے بارہ اماموں کی امامت کے کائنات دانی تھے۔

مومنین خدا کے لئے انصاف کر دے کہ اللہ جل شانہ تو فرماتا ہے کہ لا یكلف اللہ نفسا الا وسعہا کہ خدا طاقت بشری سے خارج کسی امر کی کسی کو تکلیف نہیں دیتا اور جناب قبلہ و کعبہ صحابہ رسول کو اس حکم سے مستثنیٰ کرتے ہیں اور ان کو اس وجہ سے کافر بتلاتے ہیں کہ (ایٹھاں بالامت ائمہ اثنا عشر قائل نبو ذند) آفرین ایسی سمجھ پر شاہانہ ایسے فہم پر۔

دوسرے اگر مجتہد صاحب کا یہ مطلب ہو کہ ائمہ اثنا عشر سے مراد صرف ذات علی مرتضیٰ ہے اس لئے کہ ان کی امامت کا اقرار اس وقت میں گویا ائمہ اثنا عشر کی امامت کا اقرار تھا اور اس سے صحابہ منکر تھے خیر ہم اس عذر کو بھی قبول کرنے میں اور ایسی پوچھ تو جیہ کو بھی مانتے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ خدا نے جب مہاجرین اور انصار کی شان میں آیتیں نازل کیں اور جب ان کی ہجرت اور نصرت جہاد ویران کی نشاد صفت کی کبھی فرمایا کہ ولسا یقولن الا اولون من المهاجرین والانصار کبھی ارشاد کیا الذین آمنوا و ہاجرنا و جاہدوا فی سبیل اللہ کبھی فرمایا کہ رضی اللہ عنہم و رضو عنہ کبھی کہا کہ لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبا یعونک تحت الشجرة تو اس وقت میں جب یہ آیتیں نازل ہوئیں کیا سوائے توحید اور نبوت کے امامت بھی اصول دین سے تھی اور علی مرتضیٰ کی امامت کا منکر کافر کہلاتا تھا اگر کوئی آیت قرآن مجید میں ہو تو فدا کھلا دیجئے جب یہ آیتیں نازل ہوئیں اس وقت کچھ ذکر بھی امامت کا نہ تھا۔ اس لئے کہ کہ امامت کہتے ہیں خلافت کو اور خلافت کی بنیاد ہے بعد وفات پیغمبر خدا علیہ التعمیۃ والثناء کے تو ان لوگوں کو جو کہ پیغمبر صاحب کے سامنے ایمان لائے اور ان کے ساتھ ہجرت کی اور ان کے ساتھ جہاد کیا اور ان کی شان میں خدا نے آیتیں نازل کیں قبل شروع ہونے زمانہ ، خلافت کے اور قبل قائم ہونے ایک نئے اصول امامت کے کافر کہنا حقیقت میں پیش ازمرگ داویلا کرنا ہے۔ ہاں موافق اصول شیعوہ کے ان لوگوں کے حق میں اطلاق کفر کا ہو، سکتا ہے جنہوں نے زمانہ خلافت کا پایہ اور جنہوں نے انکار امامت علی مرتضیٰ کا کیا۔

۱۔ پارہ ۳ سورہ بقرہ رکوع ۲۔ ترجمہ۔ اللہ تکلیف نہیں دیتا کسی شخص کو مگر جو اس کی گنجائش ہے ۲۔ موضع القرآن ۳۔ پارہ ۱۱ سورہ توبہ رکوع ۱۳۔ ترجمہ اور جو لوگ قدیم ہیں پہلے وطن چھوڑنے والے اور مدد کریں والے موضع الا ان ۱۳۔ پارہ ۱۰ سورہ توبہ رکوع ۳۳۔ ترجمہ۔ جو یقین لائے اور گھر چھوڑ آئے اور لڑے اللہ کی راہ میں ۱۲۔ موضع ۱۱۔ پارہ ۶ سورہ ماثرہ رکوع ۱۶۔ ترجمہ اللہ ماضی اپنے اور وہ ماضی ۱۱۔ موضع ۱۲۔ پارہ ۶ سورہ فتح رکوع ۲۔ ترجمہ اللہ خوش بہو ایمان والوں سے جب ہاتھ ملانے لگے ۱۱۔ ترجمہ سے اس درخت کے نیچے ۲۔ موضع القرآن

تیسرے اگر کوئی شیعہ کہے کہ جن لوگوں نے زمانہ خلافت علی مرتضیٰ کا پایا اور جنہوں نے ان کی امامت سے انکار کیا ان میں خلفائے ثلاثہ داخل ہیں اسی واسطے ہم ان کو کافر کہتے ہیں اور ان کو ان آیات کی فضیلت سے مستثنیٰ کرتے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ ان کا کفر بھی موافق اس اصول شیعہ کے کہ منکر امامت کافر ہے اس زمانہ سے شروع ہوا ہے جبکہ خلافت علی مرتضیٰ سے وہ منکر ہوئے اور خود خلیفہ بن بیٹھے کہ یہ زمانہ بعد پیغمبر صاحب کی وفات کے شروع ہوا ہے اور قرآن مجید بھی پیغمبر صاحب کے سامنے اترا ہے اور ہجرت اور نصرت اور جہاد کو کچھ مہاجرین نے کیا ہے وہ پیغمبر صاحب کے سامنے اور انہیں کاموں اور خدمتوں کو خدا نے قبول کر کے ان کی تعریف میں آیتیں نازل کیں ہیں تو جب تک ان بیچاروں نے نجلافت کو غضب نہیں کیا اور امامت سے امام اول کی منکر نہیں ہوئے وہ کس تصور میں ان آیتوں کی فضیلت سے محروم کئے جاتے ہیں اور کس جرم میں باوجود مہاجر اور انصار ہونے کے *والمسا بقون الاولون من المهاجرین والانصار کے زمرے سے خارج کئے جاتے ہیں۔* چونکہ بعد خدا یا کوئی قابل اٹھ کر اگر یہ فرماوے کہ پیغمبر صاحب نے اپنے ہی سامنے حضرت علی کو خلیفہ کر دیا تھا اور ان کا خطبہ پڑھ دیا تھا اور من کنت مولاه فعلی مولاه کہہ کر سب سے ان کی امامت کا اقرار لے لیا تھا اور صحابہ پیغمبر صاحب کے سامنے ہی منکر امامت ہو گئے تھے اس لئے وہ کافر ہیں اس کا ہم دو طرح سے جواب دیتے ہیں اول یہ کہ خلافت علی مرتضیٰ کی پیغمبر خدا نے کس وقت سے ظاہر کی آیا شروع اسلام کے زمانے سے جب کہ اپنی نبوت کو اظہار کیا اسی وقت حضرت علی کی امامت کو قائم کیا اگر خدا نے ایسا کیا ہے تو دنیا اس کا نشان دیکھے ہم جہاں تک سمجھتے ہیں ہمارے نزدیک کوئی دانشمند اگرچہ مولوی و لدار علی صاحب قبلہ بھی کیوں نہ ہوں ایسی بات زبان سے نہ نکالے گا اور آخر یہی کہیگا کہ حجۃ الوداع میں خم غدیر پر خطبہ خلافت کا پڑھا اس کا جواب یہ ہے کہ اخیر زمانہ وفات پیغمبر خدا کا ہے اور بعد اس کے بہت ہی کم آیتیں نازل ہوئی ہیں اور الیوم اکملت لکم دینکم موافق قرار شیعہ کے دین کے کامل ہونے پر شاہد ہے اور جو آیتیں فضائل میں صحابہ کے ہیں وہ یا لکی ہیں یا مدنی اور حجۃ الوداع سے برسوں پہلے نازل ہو سکی ہیں تو اس سے بھی ان آیتوں کی مصداق سے صحابہ کے خارج نہیں ہو سکتے دوسرے پیغمبر

لدا اسکا ترجمہ صفحہ میں دیکھو ۱۳ منہ لکھ پارہ ۱۶۰۰ اندر دیکھو ۶ آج میں پورا دے چکا تم کو دینی تمہارا موضح ابن

صاحب کے سامنے بقول شیعوں کے کسی نے امامت کا انکار نہیں کیا اور سب نے اس کو ظاہر میں قبول کر لیا تو اس وقت میں بھی انکار صریح زبان سے کسی نے حضرت علی کی عظمت پر نہیں کیا اور جب تک زبان سے کوئی شخص انکار تو جید اور نبوت سے نہ کرے وہ کافر نہیں ہوتا ظاہر میں تو بعض امامت سے ظاہر میں انکار نہ کرے وہ کیونکر کافر ہوگا بغرض کہ مجتہد صاحب کا یہ قول کہ (اصحاب ثلثہ و عائشہ و طلحہ و زبیر و غیر ہم با امامت ائمہ اثنا عشر قائل نبودند) اور نہ حضرت کا یہ ارشاد کہ (عدم ایمان اصحاب ثلثہ و نظر امی ایساں از جہت عدم اعتراف با امامت ائمہ اثنا عشرست کافی ست) ایسا پوچھ اور یہودہ ہے کہ بعد اس تقریر کے جو میں نے کی ہے اس پر کوئی انہیں کے اس مقولہ کو کہ تنازع عامہ با خاصہ ہاں ماند کہ زن بامرد مخاصمہ نماید زیرا کہ معلوم ست کہ صد و شنام زن بیک و شنام مرد و متقاومت نہی تواند کردہا نہیں پر اعادہ کرے اور یہ کہے کہ تنازعہ خاصہ یعنی حضرات شیعہ با عامہ یعنی سنیاں ہاں ماند کہ زن بامرد مخاصمہ نماید زیرا کہ معلوم ست صد و شنام زن بیک و شنام مرد و متقاومت نہی تواند کردہ۔ تو کیسا ٹھیک اور درست ہے لیکن ہم اپنی زبان سے کچھ نہیں کہتے اور گالی گلوچ نہیں لڑتے۔ اے حضرات شیعوں اپنے غفران مآب کے تقدس اور تہذیب اور متانت کو دیکھو کہ حضرت قبلہ و کعبہ مثال بھی دیتے ہیں تو گالی گلوچ ہی کی کاش بجائے اس کے دوسری مثال دیتے اور اپنی تہذیب اور متانت کو کام فرماتے تو لوگوں کے سامنے شرمندگی نہ ہوتی۔

دیکھو کہ ذوالفقار میں ودق کے ودق اس اصول کی تصدیق میں کہ علما شیعوں کے نزدیک امامت کا منکر کافر ہے سیاہ کئے ہیں اور ناحق کتاب کا عجم بڑھا یا ہے تاکہ لوگ سمجھیں کہ بڑی موٹی کتاب لکھی ہے حالانکہ سب کا مطلب یہی ہے کہ شیعوں کے نزدیک امامت اصول دین سے ہے اور منکر اس کا کافر لیکن اس سے کچھ جواب صاحب تحفہ کے کلام کا نہیں ہوتا اس کے لئے وہ تمام سنیوں کے ایمان شہادت کرنے پر مجتہد نہیں

لے اصحاب ثلثہ، عائشہ، طلحہ اور زبیر و غیرہ ائمہ اثنا عشر کی امامت نے ناسخ نہ تھے۔ لے اصحاب ثلثہ اور ان کے جیسوں کا صاحب ایمان نہ ہونا اس لئے کافی ہے کہ وہ سب بارہ اماموں کی امامت کے معترف نہ تھے لکہ، سنیوں اور شیعوں کا جھگڑا بالکل ویسا جیسا کہ عورت اپنے مرد سے جھگڑتی ہے۔ اور یہ امر واضح ہے کہ عورتوں کی سوگالیاں مر کی ایک گالی کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

کرتے کہ جس پر موافق اصول شیعہ کے بسبب انکار امامت ائمہ اثنا عشر کے عدم ایمان یا کفر کا اطلاق ہو بلکہ وہ صرف صحابہ سے بحث کرتے ہیں اور اس امر کا دعویٰ کرتے ہیں کہ اصحاب رسول پر کفر کا اطلاق نہیں ہوتا اور اس کے ثبوت میں آئیں جو شان میں صحابہ کے نازل کرے ہوئی ہیں نہیں کرتے ہیں اور ملا نصیر الدین طوسی اور نور اللہ شوشتری وغیرہ کے کلام کو اسکی تائید میں لاتے ہیں اور مجتہد صاحب اس فرق میں کو تو ملاحظہ نہیں کرتے اور صاحب تحفہ کی تحریر کا مطلب تو نہیں سمجھتے دونوں امروں کو خلط ملط کر کے عامیوں کی طرح جواب دیتے ہیں کہ ہمارے اصول سے یہ ہے کہ منکر امامت ائمہ اثنا عشر کافر ہے اسے صاحب آپ کے اصول دین میں منکر امامت ائمہ اثنا عشر کافر کیا اگر آپ کے اصول میں آپ کے تقدس اجتہاد کا منکر بھی کافر ہو صاحب تحفہ اس سے محبت بھی نہیں کرتے پس حقیقت میں جو کچھ مجتہد صاحب نے لکھا اس سے صرف یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ منکر امامت کافر ہے اور چونکہ انکار امامت اصحاب نے نہیں کیا مگر بعد وفات پیغمبر خدا کے اس لئے انکا اس اصول سے کافر ہونا حالت حیات نبوت میں ثابت نہ ہوا اور جب انکا کفر ثابت نہ ہوا تو جو آئیں مہاجرین و انصار کی شان میں نازل ہوئی ہیں ان میں بدرجہ ادنیٰ انکا داخل ہونا واقع ہو اس لئے کہ ایمان اور ہجرت اور جہاد اور نصرت اور بیعت وغیرہ جو باتیں آیتوں میں خدا نے بیان کی ہیں ان صفات کا مہاجرین و انصار خصوصاً خلفاء ثلاثہ میں بدرجہ کامل ہونا ثابت ہے پس کیا وجہ ہے کہ یہ لوگ اس سے خارج ہوں اور اگر یہی خارج ہوں گے تو پھر سوائے ایک حضرت علی اور دو تین ان کے خاص احباب کے کون رہے گا اور ساری آیتوں کا اطلاق صرف حضرت علی ہی کی شان میں کہنا اور سب مہاجرین و انصار کو اس سے خارج کرنا حقیقت میں صاف قرآن مجید کی تحریف کی ہے۔

میں اس موقع پر اس قول کو بھی بغیر باطل کے چھوڑنا مناسب نہیں سمجھتا جو کہ مجتہد صاحب نے محقق طوسی کا ان کے رسالہ قواعد العقائد سے نقل کیا ہے جس کو اوپر ہم لکھ چکے ہیں اور جس سے انہوں نے اس امر کو ثابت کیا ہے کہ محقق موصوف، امامت کو اصول دین سے سمجھتا ہے سو وہ کیوں کہ کفر کو مخصوص محاربین سے کرے گا۔ جواب اس کا یہ ہے کہ ادل تو محقق کا یہ قول جو انہوں نے رسالہ قواعد العقائد میں لکھا ہے بہت سے علماء شیعہ کے مخالف ہے اس لئے کہ وہ لکھتے ہیں کہ۔

اصول ایمان نزد شیعوں سے چیز سست تصدیق بہ واسطہ انبیت خدا و تصدیق بہ پیغمبری و تصدیق
 بامامت) اور اکثر علمائے لکھا ہے کہ اصول دین کے پانچ ہیں چنانچہ خود قبلہ و کعبہ نے
 اپنی کتاب ذوالفقار میں فرمایا ہے کہ (از جملہ اصول مقررہ پیش شیعا اثناعشر یہ اصول
 دین سست کہ عبارت از توحید و عدل و نبوت و امامت و معاد باشد) پس محقق صاحب نے
 دو اصول یعنی عدل اور معاد کو توڑا اسی دیا اور پانچ کو چھوڑ کر تین کو اختیار کیا توحید
 ان کو تین سے ایسی محبت تھی کہ اصول دین کے بھی تین ہی لکھے تو اگر تینوں خلیفہ و اس
 کو انہوں نے مخالفوہ فسقہ کہہ کر کفر سے خارج کر دیا تو کیا عجب ہے۔

علاوہ بریں یہ قول محقق صاحب کا جو انہوں نے رسالہ قواعد العقائد میں لکھا ہے
 در حقیقت ان کے اس مقولے کو جو تجرید میں لکھا ہے کچھ باطل نہیں کرتا اس لئے کہ یہ قول
 کہ (اصول ایمان نزد شیعوں سے چیز سست) یہ عام ہے اور وہ قول کہ (مخالفوہ فسقہ و محاربوہ
 کفرہ) خاص ہے۔ (امامین عام الاو قد خص پس گویا وہ صحابہ جنہوں نے مخالفت کی
 اس حکم سے مستثنیٰ ہیں اگر کوئی کہے کہ جب تم مجتہد صاحب کی توجیہ کو نہیں مانتے جو انہوں
 نے مخالفوہ فسقہ کی نسبت کی ہے تو تم کیوں ایسی توجیہ کرتے ہو اس کا جواب یہ ہے کہ
 اس توجیہ کی ہم سند رکھتے ہیں اور ایک دوسرے محقق شیعی کے قول سے اس کی تائید ہوتی ہے
 یعنی قاضی نور اللہ شوشتری مقولہ محقق طوسی کی تائید میں فرماتے ہیں کہ حضرت شیخین با
 امیر المومنین علیہ السلام حرب نہ نمودند بلکہ بیرحمت قتال و تکلف استعمال سیف القتال
 و کثرت خیال الرجال حق اولیٰ ابطال نمودند و غضب خلافت رسول متعالیٰ انو نمودند
 پس اگر ان کے نزدیک غضب کرنا خلافت کا موجب کفر خلفا میں ٹٹہ ہوتا تو وہ کیونکر
 غضب خلافت کو بے جنگ و جدال کے ثبوت میں عدم کفر مخالفین جناب امیر کے بیان
 کرتے ہیں اگر مطلب قاضی نور اللہ شوشتری کا اس عبارت سے اور کچھ سو تو بیان فرمائیے۔

سے شیعوں کے نزدیک ایمان کے تین اصول ہیں ایک واسطہ انبیت خدا کی تصدیق دوسرے پیغمبری اور تیسرے
 امامت کی تصدیق۔ لکھ بارہ اماموں کے ماننے داسے شیعوں کے نزدیک جملہ اصول مقررہ دین یہ ہیں۔ توحید و عدل و
 انصاف۔ نبوت۔ امامت۔ اور آخرت لکھ عہدت ذوالفقار مطبوعہ طبع مجمع البحرین لدھیانہ ۱۳۰۶ ہجری بمطبعہ
 ۱۲۰۶ سنہ۔ لکھ شیعوں کے نزدیک اصول ایمان تین ہیں یہ حضرت شیخین نے امیر المومنین سے جنگ نہیں کی
 بلکہ بغیر شمشیر زنی کے بولوں کو اپنا کر علی کا حق باطل کر دیا اور خلافت رسول کا حق علی سے غصب کر لیا۔

فعلیکم البیان وعلینا وفعہ بالبرہان۔ اگر کوئی کہے کہ جس طرح پر تم اپنی توجیہ کے لئے دوسرے
محقق کی سند لائے اسی طرح پر جناب قبلہ وکعبہ بھی سند لائے ہیں بلکہ تم تو دوسرے شخص کی
سند لائے قبلہ وکعبہ تو محقق طوسی ہی کی دوسری کتاب سے سند لائے ہیں اس کا جواب یہ
کہ بیشک ہم دونوں اپنی اپنی توجیہ پر سند لائے ہیں مگر دونوں میں فرق ہے ہماری توجیہ مطابق
لفظ اور عبارت اور معنی ظاہری محقق کے ہے اور سند سے اس کی تائید بصراحت ہوتی ہے
اور قبلہ وکعبہ کی توجیہ مخالف اور عبارت اور ظاہری معنی محقق کے ہے اور سند سے بھی
اس کی تائید بصراحت نہیں ہوتی۔ ہم نے جو معنی کہے وہ کھلے ہوئے ہیں اور صاف ظاہر
ہیں اور قبلہ وکعبہ نے جو معنی بنائے ہیں وہ ایسے بیچ دار ہیں کہ قواعد صرف و نحو سے اس
کی مطابقت نہیں ہوتی۔ اگر شک ہو تو کسی طالب علم عربی خوان کے سامنے دونوں کے
معنی رکھو اور طالب العلم بھی وہ ہو جو نہ سنی ہو۔۔۔ نہ شیعہ اور اس سے پوچھو کہ کون
سے معنی صحیح ہیں تو ضرور وہ یہ کہے گا کہ یہی معنی صحیح ہیں جو یہ سنی کہتا ہے اور جو معنی مجتہد
صاحب فرماتے ہیں وہ ان نظروں سے نہیں نکلتے ایسے دقیق مضمون کو شاید امام سمجھیں گے
اس لئے سرمن رائے جا کر امام صاحب سے پوچھو پس جب تک امام ظاہر نہ ہوں اور
مجتہد صاحب کی فہم و فراصت اور جودت طبع کی تعریف کر کے ان کے بنائے ہوئے
معنی کی تصدیق نہ کریں تب تک کوئی بھی ان کے معنی کو تسلیم نہ کرے گا۔

جو کہ اس بحث کو ہم لکھ چکے اس لئے اب اس قول سے بحث کرتے ہیں کہ اطلاق
اسلام کا صحابہ کبار اور خلفائے ابراہیم پر موافق اصول شیعہ کے ہوتا ہے نہیں چنانچہ
مجتہد صاحب اس کا اقرار کرتے ہیں اور فرماتے کہ منکر امامت کا نہ نہیں ہے یعنی
احکام کفر کے دنیا میں اس پر جاری نہیں ہیں چنانچہ اس قول کو اوپر ہم نقل کر چکے
اور جواب ایضا لطائف المقال سے اس کی تائید کر چکے اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ علماء
شیعہ کے نزدیک موافق قول مجتہد صاحب کے تین درجہ ہیں ایک ایمان جو پانچوں
اصول توحید نبوت امامت عدل معاد کا قائل ہو دوسرے کفر جو ان پانچوں اصول کا
یا سوائے امامت کے ایک کا بھی منکر ہو کہ نہ اس پر ایمان کا اطلاق ہو گا نہ اسلام
کا۔ تیسرا اسلام جو فقط امامت کا منکر ہو کہ وہ قیامت میں تو مثل کافروں کے ہو گا
مگر دنیا میں احکام کفر کے اس پر جاری نہیں ہیں۔

اور عرض ان تینوں درجوں کے قائم کرنے سے یہ ہے کہ صحابہ کو کافر بھی کہنے کا، موقع رہا اور مسلمان کہنے کا بھی یعنی جب ان کو توحید اور نبوت کے اقرار میں سچا اور اعمال حسنہ میں کامل اور دین میں پکا دیکھتے ہیں اور کسی طرح کا نقص ظاہری اعمال میں ان کے نہیں پاتے تو کہتے ہیں کہ وہ مسلمان تھے اور حسب ان کو آیات فضیلت کے مصلحت سے خارج کرتے ہیں اور ان کو برا کہتے ہیں تب فرماتے ہیں کہ وہ مومن نہ تھے یعنی اصول دین میں سے ایک اصول یعنی امامت کے منکر نہ تھے اسی واسطے درمیان کفر اور ایمان کا ایک نہیں ہے۔ تب سراسر واسطہ قائم کیا اور اس کا نام اسلام رکھا۔

اب آگے سنئے کہ جب یہ خیال کیا کہ جو شخص اس تفرقہ کو سنے گا وہ سنسے گا اور ایسے اصول قائم کرنے والوں کو احمق کہے گا اس لئے کہ دین کے پانچ اصول تو قائم کئے اور پانچوں کو برابر درجہ دیا اور پھر چار اصول تو ایسے ہیں کہ اگر ان میں سے چاروں کا یا ایک کا بھی کوئی انکار کرے وہ اسلام سے خارج ہو جاوے اور کفر کا اس پر اطلاق ہو جائے اور ایک اصول امامت ایسا ہو کہ جسکا منکر نہ کافر ہو نہ مومن بلکہ مسلم رہے اور وہ دائرے اسلام سے خارج نہ ہووے تو یا تو یہ اصول امامت حقیقت میں اصول دین سے نہیں ہے فروع سے ہے یا اگر اصول دین سے ہے تو اس کا منکر بھی کافر ہے تو اس سفاہت کے جتانے کے لئے اس کی وجہ اور علت تحریر کرنے پر بحث کی اور اس کا سبب خاص بیان فرمایا جس سے سوائے اس کے کہ سفاہت پر پردہ پڑے بے ہودگی اسکی اور دو بالا ہو گئی چنانچہ اب میں اس وجہ کو بیان کرتا ہوں اور اپنے قول کی تائید کرتا ہوں کہ جناب قبلہ و کعبہ ذوالفقار میں فرماتے ہیں کہ (بیٹا برو دو احادیث بسیار

لے بجزت احادیث کے حوالے سے شیعوہ محققین نے اپنی کتابوں میں صراحت کی ہے کہ مخالفین علی بلحاظ آخرت کافر ہیں جو دوزخ سے ہرگز باہر نہ نکل سکیں گے۔ اور اس دنیا میں بھی وہ کفار کے احکام میں شریک ہیں اور خدا کو معلوم تھا کہ امام صاحب الزمان کے ظہور سے پہلے حکومت حق پر باطل کی حکومت غالب آئے گی۔ اور شیعوں کی اپنے مخالفین سے معاملات معاشرتی کرنے پڑیں گے اس لئے باطل حکومت کہنے والوں کو مسلمان کہنے کے احکام جاری کر دیئے تاکہ شیعوں کی جان و مال محفوظ رہے اور ان سنیوں کو پاک کہیں ان کے ذبیحہ کو حلال سمجھیں۔ اسکی لڑکیوں سے شادی کریں ان کو میراث دیں اور ورثہ لیں اور دوسرے احکام اسلام ان پر جاری رکھیں تاکہ شیعوں پر سنیوں کی حکومت میں دنیاوی کاروبار تک نہ ہوں اور جب امام صاحب الزمان کا ظہور ہو تو سنیوں پر بت پرستیوں باقی آگئے سنیوں پر

محققین امامیہ در کتب خود تصریح نموده اند کہ مخالفین در عقوبتی حکم کفار دارند و بہرگز از جہنم بیرون نمی آیند و دریں دنیا نیز احکام کفار شریک اند اما چون علام الغیوم می دانست کہ وقت حق پیش از ظہور قائم آل محمد غالب خواهد گردید و شیعیان را معاشرت و مواصحت و مصلحت با مخالفان ضرور خواهد شد و دریں دولت ہائے باطل احکام اسلام را برایشان جاری کردانید کہ جان و مال ایشان محفوظ بودہ باشد و حکم بہ ظہارت ایشان بہ کنند و ذبیحہ ایشان را حلال فائدہ و دختر از ایشان بخواہند و میراث با ایشان بدہند و انانیت ایشان بگیرند و دیگر احکام اسلام برایشان جاری کنند تا بر شیعیان کار تنگ نہ نشود و در دولت ایشان و ہر گاہ حضرت صاحب الامر ظاہر شود حکم بت برستان را برایشان جاری کند و در ہمہ احکام مثل سائر کفار باشند و این تفضل خداست بسبب بحال شیعیان زیرا کہ فرق کفار بسیار اند اگر بر بنیان نیز و دریں ایام احکام کفار جاری می گردید و امور مسطورہ عشرتے بر شیعیان می شد کہ مزیدی بران متصور نیست) اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بحیثیت اس کے کہ خدا کو معلوم تھا کہ شیعی بیچارے ذلیل و خوار رہیں گے اور عزت اور دولت سنیوں کو ملے گی پس اگر سنیوں پر حکم کفار جاری کیا جائے تو بیچارے شیعی روٹی کہاں سے پادیں گے اور ان کو کھانا کون دے گا اور چونکہ شیعیوں کو بجمہوری سنیوں کی خدمت گزار می کرنی پڑے گی اور سنیوں کے دست نگر رہیں گے۔ اگر سنیوں پر کفر کے احکام جاری کر دیئے جائیں اور شیعی ان کو کافر کہنے لگیں تو سارے شیعیان پاک بھوکوں کے مارے مرجائیں گے اور سنی ان کا نان نفقہ بند کر دیں گے بلکہ غصے میں آکر کافر کہنے پر ان کو جان ہی سے مار ڈالیں گے۔ اور اگر ایسا ہوا تو دین جعفری جاتا رہے گا اور کوئی خدا اور رسول کا نام لینے والا دنیا میں نہ رہے گا۔ گویا خدا کی عبارت حضرات شیوہ کے فنا ہوتے ہی دنیا سے موقوف ہو جائے گی اور چونکہ بیچارے شیعیوں کی مظلومیت اور غربت پر خدا کو بڑا رحم ہے۔ اور ان کے حال نار پیہ اس کو بہت توجہ ہے اس لئے کہ حضرات شیوہ کے طفیل میں خدا نے سنیوں کو دنیا میں کفر سے بچایا اور ان کو مسلمان رکھا مگر یہ اسی وقت تک ہے بنظر عنایت و مہربانی جب

(یعنی عاصیہ) کے احکام جاری کریں اور اس وقت سنیوں پر تمام کافروں کی طرح احکام جاری ہوں۔ شیعوں پر یہ اللہ کا فضل و کرم ہے۔ کیونکہ کافروں کے فرقوں کی اکثریت ہے۔ اگر اس زمانہ میں سنیوں پر کافر مہونے کا حکم لگادیا جائے تو شیعیوں پر عرصہ حیات دنیاوی استقامت تنگ ہو جائے گا جس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

تک کہ امام صاحب الزماں پیدا ہوں جب کہ امام شیعوں کے غار سرمن رای سے ظہور فرمائیں گے اور بعد چندین ہزار سال سنیوں کے خوف سے نجات پادیں گے اسی وقت پر کیا ہی کار مدار شیعوں کا ہے سلطنت اور حکومت ان کی ہے کسی کے ہاتھ میں حضرت عباس کا علم ہوگا کسی کے دوش پر امام کا شمار کھا ہوگا کوئی ذوالفقار حونے کے لئے دوڑا جاتا ہوگا کوئی سوار دم صمصام اپنی کھولتا ہوگا کوئی زرارہ کے غول میں بھاگتا ہوگا کوئی ہشام اور شیطان الطاق کو ڈھونڈتا ہوگا پس اس وقت وہ دھوم دھام شیعوں کی ہوگی کہ لوگ محرم کی دسویں کو صول جا دیں گے اور یا امام کا غل آسمان پر پہنچاویں گے تو جب ایسے زور شور کا امام شیعوں کا ہوگا اور کچھ بھی عرض شیعوں کی ان سے نہ رہے گی پس اس وقت امام شیعوں کے پکار کر کہہ دیں گے کہ آج اسلام کا حکم تو موقوف ہوا کفر کے حلانیہ اطلاق کرنے کا زمانہ آگیا۔ اب ہمارے شیعوں کو کچھ کام سنیوں سے نہیں رہا اس لئے کوئی آج سے کسی سنی کو مسلمان نہ کہے اور لفظ اسلام کا بھی زبان پر نہ لائے اب ان کو کافر مطلق جانو اور خمس سمجھو اور بت پرستوں کے احکام ان پر جاری کرو نہ ان کے ہاتھ کا ذبیحہ کھاؤ نہ ان کے ہاتھ کا پانی پیو بلکہ اپنی اپنی ذوالفقار اور حسام نکال کر خوب ان کو قتل کرو بہت دنوں تک انہوں نے ہمارے شیعوں کو دبا یا اور صد ہا برس تک ان سے تقیہ کرایا انہیں کبھی سنیوں کے سبب سے ہمارے شیعوں کو جھوٹ بولنا پڑا بلکہ شیعہ کیسے خود ہم اماموں کو سچ بولنا مشکل ہو گیا اور بہ مجبوری اذد جہین بنا چلا بہت کچھ تکلیف ان کبجنتوں نے ہم کو اور ہمارے شیعوں کو دی ہے اب خوب بدلا لو اور مزے سے چین کرو حکومت کا نقارہ بجادو ذوق شوق سے سلطنت کرو اور اپنے ہزار برس کے دلی عذاب سنیوں سے نکالو۔

پس اے سنیو خدا کے واسطے شیعوں کا شکر ادا کرو کہ انہیں کی بدولت تم کفر سے بچے اور انہیں پر رحم کر کے خدا نے تم کو تانا ظہور امام کافر نہ کرنا اور احکام اسلام کے تم پر جاری کئے اگر شیعہ نہ ہوتے تو یہ لطف تمہارے حق میں خدا ہرگز نہ کرتا۔ یہ وجہ جناب جو قبیلہ و کعبہ نے عدم اطلاق لفظ کفر کی نسبت سنیوں کے تانا ظہور امام بیان فرمائی اس سے بیشک سارے اعتراض دفع ہو گئے سب شیخی سنیوں کی جاتی رہی بھلا کس سنی کی مجال ہے کہ اس پر کچھ اعتراض کرے اور اسی وجہ کو جو دلائل فلسفہ سے بڑھ کر مدلل ہے رد کر کے بے شک ہم بارے اور مجتہد صاحب جلیتے۔

اس تقریر کا جس کی متانت اور استحکام پر اس کے الفاظ و معانی خود شاہد ہیں ہمارے پاس کچھ جواب نہیں ہے اسے حضرات اما میہ تم غور سے سنو اور اس وجہ کو دل میں جگہ دو کہ بہت بڑی باریکیاں قبلہ و کعبہ نے فرمائی اور نہایت حکمت کی تقریر تم کو سکھائی ہے مجتہد ہوں تو ایسے اور محقق ہوں تو ایسے کہ جن کی تقریر پر ہر شخص کی زبان سے آمنا و صدقاً کے سوا دوسرا کلمہ نہ نکلے اور جن کی بات کو سوائے بجا اور درست کے کوئی رد نہ کر سکے۔

اذا قالت خدام لصدوقہا فان القول ما قالت خدام
جب میں نے صوامم میں مجتہد صاحب کی دیکھا تھا کہ انہوں نے ذوالفقار پر بڑا ناز کیا ہے اور اس کی تقریر و تحریر کو لا جواب تصور فرمایا ہے اور اس کی نسبت یہ بھی ارشاد کیا کہ اب تک کسی نے جواب نہیں لکھا تو مجھے ذوالفقار کے بالاستیعاب دیکھنے کا شوق ہوا تاکہ دریافت ہو کہ وہ حکیمانہ دلیلیں اور فلسفی تقریریں کیا حضرت نے اس کتاب میں بھری ہیں کہ کسی نے اس کا جواب نہ لکھا جب اس کو اول سے آخر تک دیکھا تو خدا آگاہ ہے کہ میں مبالغے سے نہیں کہتا ہوں کہ اس کے برابر کیا باعبار عبارت کے اور کیا باہی ان مضمون کے اور کیا بنجیال انتشار مطالب اور کیا بوجہ غلط مبحث اور تقریر طائل کے میں نے کسی عالم کی کتاب کو اس سے زیادہ پوری لچر نہیں پایا اور نظر اٹھا کر دیکھنے کے لائق بھی اسے تصور نہ کیا اس واسطے شاید اس وقت تک کسی نے اس کا جواب نہ لکھا ہو گا اگر کسی کو شک ہو تو، جس قدر تقریریں اس کتاب کی میں نقل کر چکا ہوں ان کو بخوبی دیکھے اور میرے کلام کی تصدیق کرے۔

اب میں خاص اس وجہ پر جو عدم اطلاق کفر کی نسبت سنیوں کے مجتہد صاحب نے بیان کی ہے کچھ در ایک لطیفے لکھتا ہوں اور شیعوں کو سناتا ہوں جو شائق ہوں وہ سنیں کہ میں جو کہتا ہوں وہ بڑے کام کی بات ہے اور بمقتضائے کاتدرین تدران۔ قابل سننے کے ہے بس ایہا المؤمنین غور سے سنو کہ۔

۱۔ خدام ایک عورت تھی عرب میں کہ جب وہ کچھ بات کہتی اس کے عاشق سنا کرتے اور کچھ زبان سے نہ کہتے، اسی عورت کے حال میں کسی شاعر نے یہ شعر کہا ہے کہ جس کے معنی یہ ہیں کہ جب کوئی بات خدام کہے اس کی تصدیق کر داور کچھ نہ بولو کیونکہ بات تو وہی ہے جو وہ کہتی ہے اس کی بات کو کون رد کر سکتا ہے۔ ۱۲۔

سخن ماسخیدننی وارد جلوہ مفت ست دیدنی وارد
 اول یہ۔ کہ خدا نے سنیوں پر اطلاق اسلام کے لئے صرف یہی وجہ قرار دی ہے کہ
 تاہم شیعیان کا ارتگ شود تو اس خدا نے ان کے حال پر خدا زیادہ رحم کیوں نہ کیا اور سارے
 بت پرستوں اور کافروں کو ان کا بھائی کیوں نہ بنا دیا اور ان کی خاطر سے جس طرح ایک
 اصول امامت کے انکار سے باوجود یکہ وہ صریح کفر ہے سنیوں پر اطلاق اسلام کا کیا کس لئے
 ان کی خاطر سے پانچوں اصول کے منکر پر لفظ اسلام کا اطلاق نہ فرمایا اس لئے کہ اب اسلام
 کے معنی وہ تو باقی ہی نہیں رہے جو کہ قرآن و حدیث میں مذکور ہیں بلکہ یہ ایک اصطلاح جدید
 مقرر ہوئی ہے۔ ولما ساحتہ فی الاصطلاح۔ تو پھر جس طرح پر کہ باوجود کفر کے اور مخلد فی التار
 ہونے ان کے شیعوں کے اوپر مہربانی کر کے ان کے اوپر اسلام کا لفظ اطلاق کیا اسی طرح
 پر اور کافروں پر بھی اسکی اطلاق کی اجازت دیتا تا شیعوں کا دائرہ کار اور بھی زیادہ وسیع ہو جاتا۔
 دوسرے۔ شیعوں کی خاطر سے تا ظہور امام محرمات کو حلال کیوں نہ کر دیا۔ تاکہ
 بر شیعیان تنگ نشود جب ان کی خاطر ہی پر کفر اور اسلام کا اطلاق ٹھہرا اور خدا نے اپنے
 آپ کو انہیں کے اختیار میں دے دیا تو مناسب تھا کہ ان کے سب حرام چیزوں کو حلال
 کر دیتا کہ وہ خوشی سے شراب ارغمانی کے جام کے جام اٹاتے اور زنانہ پارہ کے ساتھ ہمبستر
 ہو کر خوب ذوق شوق سے حرام کرتے سارے دنیا کے مال و متاع کو ان کے لئے حلال کر دیتا
 کہ جس کے گھر سے جو چاہتے لے جاتے اور خوب لوٹ مار کر کے اپنے معیشت کے دائرے
 کو وسیع کرتے سب جانوروں کو اگر چہ خوک ہی کیوں نہ ہوں ان کے لئے حلال کر دیتا تاکہ
 وہ خوب مزے سے نوش فرماتے اور بیچارے کسی بات کی ذرا بھی تکلیف نہ پاتے نماز کو ان
 پر سے ساقط کر دیتا روزے کو ان پر واجب نہ فرماتا تاکہ بیچارے کسی بات کی ذرا بھی تکلیف
 نہ پاتے اگرچہ میں نے اس کو اپنے نزدیک نہایت ہی عجیب اور عزیز ممکن تصور کر کے ،
 لکھا ہے۔ مگر حقیقت میں بہت سی باتوں کو حضرات شیعوں نے اپنے لئے حلال کر رکھا اور کھو
 پانچ نماز کے بدلے ہمیں ہی دقت پڑتے ہیں۔ دو وقت کی تکلیف سے محفوظ ہیں نکاح کی
 قید سے آزاد ہی ہو گئے ہیں متعہ کی بدولت خوب چلین سے جس کو چاہتے ہیں رات بھر
 لے تاکہ شیعوں پر عرصہ حیات تنگ نہ ہو۔

کے تاکہ شیعوں کے کاروبار بند نہ ہوں۔ اور تکلیف میں مبتلا نہ ہوں۔

کی اجرت دے کر اپنے صرف میں رکھتے ہیں اور خدا کا شکر ادا کرتے ہیں لیکن بہتر سو کہ وہ تانا
ظہور امام کے سب قیدیوں شریعت کی جو تھوڑی بہت رہ گئی ہیں اڑا دیں اور خاصے ملحد بن
جائیں اور اگر کوئی اعتراض کرے تو اپنے قبلہ و کعبہ کا قول نقل کر دیں کہ اسے تفضل خداست
نسبت بحال شیعیان)۔

تمیسرے۔ اگر حقیقت میں خدا نے صرف شیعوں کے حال پر رحم کر کے سنیوں کو ظاہری
کفر سے بچایا تو قید زمانہ ظہور امام کی بیجا ہے بلکہ ظہور مجتہد کی قید کافی تھی اور خدا کو یہ کہ دینا
چاہیے تھا کہ جب تک کسی مجتہد کا ظہور نہ ہووے تب تک یہ حکم ہے ورنہ جب کسی خطہ میں
زمین کے اس قدر عزت شیعوں کی ہو جاوے کہ مجتہد صاحب مسند اجتہاد پر بیٹھ جا دیں
اور دو چار ہزار دنیا طلب ان کے گرد حاضر ہوں اور وہ سنیوں کی رو میں کتابیں لکھنا بھی
شروع کر دیں تب یہ حکم موقوف کر دیا جائے اس لئے کہ امانات العلاء نارت المعلول۔ پس
تعجب ہے کہ لکھنؤ اور ابراہن میں یہ حکم کیوں اب تک جاری نہ ہوا اور ظہور امام کے لئے وہاں
کس کا انتظار رہا جب کہ مجتہد صاحب نے ذوالفقار کو در السلطنت لکھنؤ میں لکھ کر منتشر کیا
اس وقت تو ان کو ایسی بات لکھنی زیادہ تھی اس لئے کہ جو روز مشور تشیع کا ان کے وقت میں
وہاں تھا۔ اس سے زیادہ ہونا تو کبھی ممکن ہی نہیں ہے اس لئے ان کو لکھنؤ میں یہ حکم جاری
کر دینا تھا۔ لیکن حقیقت میں انہوں نے جساری کر دیا تھا، گو کتاب میں
صاف نہیں لکھا مگر سنیوں کے کفر اور نجاست کا فتویٰ دے دیا تھا یہ حال لکھنؤ میں ہو گیا
تھا کہ اگر کوئی سنی کسی شیعہ پاک کے فرش پر جاتا تو وہ اسی وقت اس کو دریا پر دھونے کے
لئے بھیج دیتا اور ان کے یہاں کے کھانے پینے کو حرام اور ناپاک سمجھتا پس حقیقت میں فرمانا
حضرت کا کہ حکم بطہارت ایٹھاں بکیند و دیگر احکام اسلام برایشاں جاری کنید، فقط کتاب
کی زینت دینے کے لئے ہے یہ عمل کرنے کے لئے حقیقت یہ ہے کہ شیعوں کے مجتہد ٹھیک
ٹھیک جیسا سنیوں کے پوپ اور پادریوں کے موافق ہیں جس طرح وہ اپنے آپ کو معلوم
جانتے ہیں اور سارے احکام شریعت کے رد و بدل پر اختیار رکھتے ہیں وہی حضرات مجتہدین
کا حال ہے کہ احکام نبوی کو اپنے اختیار میں سمجھتے ہیں جو چاہا کفر کا اطلاق کر دیا جب،

سنہ شیعوں کے حال پر یہ اللہ کا فضل و کرم ہے۔ سنہ سنیوں کی طہارت کا حکم تھا میں اور ان پر در سے،

احکام اسلام جاری کریں۔

چاہا اسلام کا حکم دیا چونکہ خدائی ان کے اختیار میں ہے اس لئے جو چاہیں سو کریں اور جو
دل میں آدے وہ فرمادیں قیامت کو اس کا حال معلوم ہوگا ہم ہوں گے اور کہہ بیان مجتہد
صاحب کا۔

چوتھے۔ مجتہد صاحب نے اپنی تقریر میں میراث کے باب میں فرمایا کہ میراث بائیشاں بدہند
وازایشاں بگیرند اور نکاح کی نسبت کہا کہ دختر از ایشاں بخوانند اور براہ دیانت دختر بائیشاں
بدہند کے کہنے سے شرم فرمائی گویا سنیوں کو لڑکی دینا جائز نہیں ہے کہ حال اس کی شناخت
کا اس شخص کو ظاہر ہو سکتا ہے جو چند ورق ہمارے کتاب کے لوٹ کر بحث نکاح حضرت
ام کلثوم کو دیکھے۔ یہ بحث جو میں نے لکھی ہے اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ مجتہد صاحب
ایمان کا اطلاق خلفائے ثلاثہ پر نہیں کرتے بلکہ ان پر اسلام کا اطلاق کرتے ہیں اور اسی کے
ثبوت میں بہت سی سندیں لاتے ہیں مگر حقیقت میں یہ قول بھی ان کا غلط ہے اور انہیں
کے محققین اور محدثین نے اس کو باطل اور غلط قرار دیا ہے پس تعجب ہے حضرت مجتہد
صاحب سے کہ نہ اس کو دیکھا اور نہ اسے نقل کیا اور خلاف اپنے پیشواؤں کے اسلام کا
اطلاق کیا افسوس ہے کہ اپنے تشیع میں بھی کامل نہیں ہیں اور اپنے اصول سے بھی اچھی
طرح واقف نہیں ہیں اور تالیف کرنے پر مستعد ہیں اور ناحق اپنے اہل مذہب کو اپنی
پوچھ تقریروں سے اور فضیحت کرتے ہیں و لہذا باقیل کل
و کفر ہم کامل نہ زائد از سوا کمن

اب اس قول کو سنیہ جو علماء و اعلام شیعہ نے اس باب میں لکھا ہے وہ نہ وہ علماء
مثل عبد اللہ کے ہیں جس سے حضرت مجتہد صاحب انکار کریں نہ وہ ایسے گناہ ہیں کہ جن
کے نام سے واقف نہ ہوں بلکہ اس علامہ اور محقق کی سند پیش کرتا ہوں جسکے علم و اجتہاد
کا انکار گویا امامت کا انکار ہے اور اس کے تقدس کا اقرار گویا چھٹا اصول دین کا ہے وہ کون
ہیں جناب فضیلت مآب جامع معقول و منقول حاوی فروع و اصول فاضل محقق مخیر
مدقق جناب ملا باقر مجلسی علیہ الرحمۃ کہ وہ حدیث ارتداد صحابہ کو کافی سے نقل کر کے
فرمایا۔ تم میں کہ (بیان حولہ علیہ السلام ان یرتدوا عن الاسلام ای عن ظاہرہ و التکلم
علہ باقر مجلسی کا بیان ہے جو شخص اسلام سے ظاہری طور پر پھر جائے۔ اور کلمہ شہادت کا ارتداد ہو تو لوگوں کو چاہئے کہ اسے
عہ علیہ الرحمۃ کے وہی معنی سمجھے جائیں جو علماء شیعہ نے امامان عادلان کی شرح میں بیان کئے ہیں۔ البقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

بالشہادتین الی قولہ لیا تی ان الناس ارتدوا لثلثہ لان المراد منها ارتدوا وہم عن الدین واقواء
 ہذا محمول علی بقائہم علی صوۃ الاسلام و ظاہرہ وان کاتوفی اکثر الاحکام الواقعیۃ فی حکم الکفار
 وقص ہذا بمن لم یسمع النص علی امیر المؤمنین علیہ السلام ولم یغضہ ولم یعادہ فان من فعل
 شیئا من ذلك فقد ان کر قول البنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و کفر ظاہرا ایضا لم یبق لہ شئی
 من احکام الاسلام و وجب قتله، خلاصہ مطلب اس کا یہ ہے کہ جن اصحاب نے پیغمبر خدا سے
 نص خلافت علی مرتضیٰ کو نہیں سنا اور نہ ان کے ساتھ دشمنی رکھی ان پر تو احکام اسلام کے
 جاری ہیں گو بسبب بیعت نہ خلفا کے اکثر حقیقی احکام میں کفار کے حکم میں داخل ہیں مگر جس نے
 نص کو سنا ہے اور یا حضرت علی سے دشمنی رکھی ہے وہ ظاہر میں کافر ہو گیا اور کوئی حکم احکام
 اسلام سے اس کے حق میں باقی نہ رہا اور اس کا مسلمان کہنا جائز نہیں ہے اور اس کا
 قتل کر دینا واجب ہے۔

اگر کسی کو یہ شک ہو کہ ماباقر مجلسی نے ایسا فرمایا ہوتا تو کیونکر مجتہد صاحب پھر
 خلاف اس کے خلفا پر اطلاق اسلام کا کرتے اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارا کام اس روایت
 کی تصحیح کر دینا ہے اور تمہارا کام ہے اس کا تصفیہ کرنا کہ مجتہد سے ہیں یا ماباقر مجلسی
 حق پر ہیں ہم نے جو کچھ لکھا ہے سو اس کی تصدیق ہم سے سنو کہ ذکر اگر غرض از نقل اس عبارت
 محض اثبات اس معنی است کہ صاحب بجا ثلثہ و اتباع ایشاں را کافر میدانند پس البتہ اس
 معنی بسرد چشم مقبول است اصلا جای استنکاف و انکار نیست اور بجا اللانوار ترجمہ فارسی
 کی یہ عبارت ہے کہ دایں حکم یعنی بقای ظاہر اسلام مخصوص بکسی است کہ از رسول خدا اصلے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸۲) اسلام کی جانب لوٹائیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ یہ واقعی اسلام سے انحراف کر رہا ہے اور اس صورت میں
 ایسے شخص کو بظاہر مسلمان سمجھیں گے اگرچہ اس کے حقیقی طور سے کافر ہو نیکاکم ہے اور اس پر قیاس کر لو اور اس کا جو
 امیر المؤمنین علی کے احکام نہ بنے اور ان سے عداوت نہ رکھے اور جو شخص افعال مندرجہ کرے تو گویا اس نے رسول کریم ﷺ
 کے قول کا انکار کیا۔ اور اس کا کافر ہونا ظاہر ہے اور اس کے لئے احکام اسلام باقی نہ رہیں گے بلکہ اس کا قتل واجب ہے۔

لہذا اگر اس عبارت کے نقل کرنے سے یہ غرض ہے کہ اصحاب ثلثہ اور ان کے متبعین کو صاحب بجا کافر جانتا ہے تو معنی
 مزانکھوں پر مقبول و منظور ہیں اور ان معنوں سے ہرگز کسی قسم کا تنگ و عار اور انکار نہیں ہے بلکہ یہ حکم یعنی ظاہری اسلام
 کا باقی رہنا اس شخص سے جس مخصوص ہے جس نے امیر کی خلافت کا حکم رسول اللہ سے نہ سنا ہو اور علی سے
 بغض و عداوت نہ رکھتا ہو۔ کیونکہ ان امور کا کرنے والا اصل رسول اللہ کے قول کا منکر ہے اور ظاہری طور پر کافر بھی ہے
 (بقیہ اگلا صفحہ ۲۸۲)

اللہ علیہ وآلہ وسلم نص پر خلافت امیر علیہ السلام نہ نشینیدہ و بغض و عداوت آل حضرت نہ داشتہ
 چیمہ تکب این امور منکرہ قول پیغمبر است صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم و بحسب ظاہر ہم کافرست
 و بیچک از احکام اسلام برامی او ثابت نیست و قتلش واجب است انتہی بلفظ غرضکہ اگر
 حضرات شیعہ انصاف کریں اور تعصب و عناد کو دخل ندیں تو جناب قبلہ و کعبہ کے تقدس
 و دیانت پر افسوس کریں کہ حضرت نے سارے اقوال جو مفید اس مقام کے تھے نقل کئے
 اور ان سے یہ نتیجہ نکالا کہ دورِ فاروقیہ احکام اسلام برامی ہا جاری می شود گو در دارِ آخرت
 مخلد بنا نہ خواہد بود، اور اپنے امام علامہ کے قول کو نقل نہ کیا جس سے اسلام ظاہری سے
 اطلاق کرنا بھی خلفا پر نادرست ہے بلکہ کفر ہے عجب حال ہے حضرات شیعہ کا کہ کسی بات
 پر ثابت قدم نہیں رہتے اور ایک کلمہ پر قائم نہیں رہتے کبھی کہتے ہیں کہ اصحاب و خلفا
 مسلمان تھے ظاہر میں ان پر احکام اسلام کے جاری تھے کبھی فرماتے ہیں کہ وہ کافر
 مطلق تھے اور ان کا قتل کرنا واجب تھا خدا اس قوم کو اپنے عدل کا ذائقہ چکھا دے کہ اور
 جو کچھ خرابی دین محمدی کی انہوں نے کر رکھی ہے اس کا بدلہ لے ایہا المؤمنین ذرا ذوالفقار
 کو اٹھا کر دیکھو کہ اس میں اجرانی احکام ظاہری اسلام کا خلفا ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی
 نسبت کس زور شور سے دعویٰ کیا ہے اور پھر بحار الانوار اور استقصار کو دیکھو کہ انہوں نے
 اپنا کفر کس صفائی سے ظاہر کیا ہے اور اپنے اس اختلاف کی خود داد و وقار معتبر دایا اولی
 البصار و انظر و الی ہولاء الکبار لانہم فی کل وادی یمیون و فی کل تیمہ یسبون تلک آیات اللہ
 نکلوا علیک بالحق قبامی حدیث بعد اللہ و آیاتہ یومنون ۔

جو کچھ ہم نے اب تک بیان کیا اس سے یہ ثابت ہوا کہ علمای شیعہ کفر و اسلام میں
 صحابہ کے مختلف ہیں یعنی ان پر اسلام کا اطلاق کرتے ہیں اور اکثر ہیں اور جو لوگ اسلام کا اطلاق
 کرنے ہیں وہ بھی صرف بنظر ترجمہ حال شیعہ ان علی کے اور بیان میں کفر و اسلام کو برابر سمجھتے ہیں
 بغیر مابعدہ علیہ السلام اور اس کے حقائق کو حکم اسلام باقی نہ رہے گا بلکہ اس کا عمل واجب ہے ۔ ایسے شخص پر دینا میں احکام اسلام
 جاری ہوں گے اگر پر آخرت میں وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔

گے ہیں خود کردارے صاحبان ہینائی اور دیکھو طرف بڑوں کے تحقیق وہ لوگ بیچ ہر جنگل کے گھر سے والے ہیں اور بیچ
 ہر میدان کے پھرنے والے ہیں یہ باتیں ہیں اللہ کی ہم سنا تے ہیں جھکو پھر ٹھیک پھر کوئی بات کو اللہ اور رسول کی باتیں پھوڑ کہ
 باتیں گے ہا مولوی انہام اللہ سلے رہا۔

اس لئے اب ہم اس سے بحث کرتے ہیں کہ ان پر کفر کا اطلاق کس وجہ سے نہ آیا اس وجہ سے کہ وہ توحید کے منکر تھے خدا کو ایک نہ جانتے تھے لات و عزیٰ کی عبادت کرتے تھے مثل ابوبہ اور ابوجہل وغیرہ کے بت پرست تھے۔ یا نبوت کے منکر تھے پیغمبر صاحب کو سچا نبی نہ جانتے تھے بلکہ اور کافروں کی طرح تکذیب ایمان میں کرتے تھے یا صرف امامت کے منکر تھے اور توحید و نبوت میں کامل تھے پس ہم تینوں صورتوں سے علیحدہ علیحدہ بحث کرتے ہیں۔ بعض علما شیعوہ کے تینوں امروں کا دعویٰ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حقیقت میں اول ہی سے خلفائے ثلاثہ ایمان نہیں لائے اور خدا کی توحید اور پیغمبر صاحب کی نبوت کے سچے دل سے معتقد نہیں ہوئے چنانچہ یہ امر شیعوں کے نزدیک مسلمات سے ہے اور اس پر سند لانے کی کچھ حاجت نہیں ہے اور خود مجتہد صاحب ذوالفقار میں جا بجا لفظ اول ابراہیم یا نبوت کا تحریر فرماتے ہیں۔

اس کے جواب میں چو کچھ ہم کو لکھنا تھا وہ اوپر بحث ایمان شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں لکھ چکے اب انہیں تقریروں کو اعادہ نہیں کرتے لیکن علاوہ ان دلیلوں کے ان کے ایمان کو اور دلائل سے ثابت کرتے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ جو دعویٰ نفاق کا بہ نسبت صحابہ کے حضرت شیعوں نے کیا ہے وہ باطل ہے۔

اثبات ز منافق ہونے صحابہ کے بدلائل

دلیل اول: یہ تو ظاہر ہے کہ خلفاء ثلاثہ اور صحابہ کبار ظاہر میں مسلمان تھے اور اقرار توحید و نبوت کا کرتے تھے پس ظاہری ایمان سے ان کے تو انکار ہو ہی نہیں سکتا باقی یہ ہا یہ کہ دل میں منکر توحید اور نبوت کے تھے اور اس وجہ سے وہ منافق تھے تو اس کا ثبوت دینا چاہیے ورنہ ہر خارجی اور ناصبی جناب امیر علیہ السلام کی نسبت دعا شاہنا بہم من ذالک بھی کہہ سکتا ہے پس جس طرح پر تم ان خارجیوں کا جواب دو گے اور جس طرح سے ایمان کو جناب امیر کے ثابت کر دو گے وہی ہماری طرف سے حق میں صحابہ کے سمجھو۔

دلیل دوم: اگر صحابہ منافق ہوتے جیسا کہ جا بجا مجتہد صاحب اور ان کے بزرگوں نے دعویٰ کیا ہے تو ضرور ہے کہ پیغمبر خدا علیہ التیمہ والنشان سے بیزار ہی کرتے اور ان کو اپنے مشورے اور صلاح میں شریک نہ کرتے اور خدا بھی ان سے بیزار ہی کا حکم دیتا اور پیغمبر صاحب

کو ان کی صحبت سے منع کر دیتا اور ان کے اوپر جہاد کا امر کرتا۔ اور ان کو بدترین وقت کی حالت پر پہنچاتا اس لئے کہ خدا نے منافقین کے حق میں ایسا ہی فرمایا ہے اور ایسا ہی کیا ہے اور افسوس ہے کہ جناب قبلہ و کعبہ نے ذوالفقار میں بعض ان آیات کو خود ہی نقل کر کے ہماری طرف سے جواب دیا ہے چنانچہ جو آیتیں شاہ صاحب نے تحفہ میں فضائل صحابہ میں لکھی ہیں ان کے معارف میں وہ آیتیں جو کہ منافقین کی شان میں ہیں جناب قبلہ و کعبہ نے پیش کیں اور یہ نہ خیال کیا کہ انہیں آیتوں سے ان کا دعویٰ غلط ہوتا ہے اور خدا ان کو اپنے کلام سے جھوٹا کرتا ہے چنانچہ منجملہ ان آیتوں کے ایک آیت یہ ہے کہ من اهل المدینۃ مردو علی لفاق لا تعلمہم نحن نعلمہم و سنعدہم مترجمین ثم یردوہن الی عذاب عظیم کہ بعض اہل مدینہ سے، منافق ہیں چنانچہ تو نہیں جانتا مگر ہم جانتے ہیں قریب ہے کہ ہم دوسرے ان کو عذاب دیں اور پھر وہ بڑے عذاب کی طرف پھرے جاویں۔

اب خدا کے لئے آیت میں لفظ من اهل المدینۃ کا خیال کر دو سوچو کہ مضمون اس آیت کا خلفاء ثلاثہ پر جو کہ کے رہنے والے تھے کیونکہ صادق ہو گا علاوہ بریں خدا اس آیت میں خبر دیتا ہے کہ وہ دوسرے عذاب دئے جاویں گے اور ظاہر ہے کہ اس سے مراد عذاب دنیاوی ہے تو سوائے منافقین کے جن کا حال کھل گیا اور جو مارے گئے اور ذلیل ہوئے اس آیت کا مضمون صحابہ کی بار پر کیوں کر صادق ہو گا اور اس آیت کے اس آیت میں خدا فرماتا ہے کہ لا تعلمہم نحن نعلمہم کہ تو ان کو نہیں جانتا بلکہ ہم اوپر حدیث سے بروایت زاد المعاد نقل کرتے ہیں اور جس سے ثابت ہوتا ہے کہ پیغمبر خدا نے ان کے نفاق کا حال حدیث صحابہ سے بھی کہہ دیا تھا۔ ایک دوسری آیت مجتہد صاحب معارف میں فضائل صحابہ کے اپنی ذوالفقار میں لکھتے ہیں کہ لولا کتب من اللہ سبق لمسکم فی ما نخذتم عذاب عظیم اس آیت کی ہم اوپر تشریح کر چکے ہیں مگر اب اور زیادہ تصریح کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ یہ آیت اور حقیقت فضیلت میں حضرت عمر فاروقؓ کی ہے اس لئے کہ جب بعد فتح ہونے بعد کی لڑائی کے بیشتر کافر قید ہوئے تو پیغمبر خدا نے مشورہ کیا کہ ان قیدیوں کی نسبت کیا کیا جاوے چنانچہ حضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کو نہیں جانتا ہم کو معلوم ہیں ان کو عذاب

کرنے کے پھر وہ باوجود پھر جانگے بڑے عذاب ہیں ۱۲ سورۃ النور ۱۰ سورۃ انفال ۶ و ۹۔ ترجمہ اگر نہ ہوتی ایک بات کہ لکھ چکا

ان آیتوں سے تو تم کو پڑتا اس لیے میں بڑا عذاب ۱۲ موضع القرآن۔

سرخ نے اور سعد بن معاذ انصاری نے فرمایا کہ قتل کئے جاویں اور حضرت ابو بکر نے فرمایا کہ فدیرہ لیا جاوے چنانچہ حضرت نے فدیرہ لیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اس کی تصدیق خود مفسرین شیعہ کرتے ہیں۔

پہلا ثبوت۔ علامہ طوسی اپنی تفسیر مجمع البیان میں فرماتے ہیں کہ (قال عمر بن الخطاب یارسول اللہ کذبوک وانترجوبک فقد ہم واضرب اونا قہم وکن علیا من عقیل فیضرب عنقہ وکنی من فلان اضرب عنقہ فان ہولاء ائمة الکفر وقال ابو بکر ہکذا وکونک خذ منہم فدیرہ لیکون لنا قوۃ علی الکفار قال ابن زید قتال رسول اللہ لوزل عذاب من السماء ما نجا منکم غیر عمر بن الخطاب و سعد بن معاذ) ترجمہ یعنی حضرت عمر نے پیغمبر خدا سے کہا کہ یا رسول اللہ ان کافروں نے آپ کو جھٹلایا اور آپ کو نیکے سے نکالا ان کی گردنیں مارنا چاہیں عقیل کو علی کے سپرد کر کہ وہ اسے مارے اور فلاں شخص کو مجھے سپرد کر کہ میں اسے قتل کروں کیوں کہ یہ کفر کے پیشوا ہیں اور ابو بکر نے کہا کہ یہ سب تیری ہی قوم کے آدمی ہیں ان سے فدیرہ لے کر انکو چھوڑ دینا چاہیے چنانچہ وہ چھوڑ دیئے گئے ابن زید کہتا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر عذاب نازل ہوتا تو سوائے عمر بن خطاب اور سعد بن معاذ کے کوئی نجات نہ پاتا۔

دوسرا ثبوت۔ کاشانی تفسیر خلاصۃ النجیح میں لکھتا ہے کہ (روز بدر ہفتاد تن امیر شدند حضرت دریا ب ایساں با اصحاب مشورہ کرد ابو بکر کہ از مہاجرین بود گفت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکابر و اصاغر این قوم اقارب و عشائر توانند اگر ہر یک بقدر طاقت و استطاعت فدائی بدہ باشند کہ روزے بدولت اسلام برسند ان) اسے مومنین تم کو دل سے اپنے مجتہد صاحب کے تہجد اور فضیلت کی داد دینی چاہیے کہ معارضے میں فضائل صحابہ کی وہ آیت پیش کی جس سے اور بھی فضیلت خلیفہ ثانی کی ثابت ہوگئی صحیح ہے الحق بعباد اولیٰ اللہ شعر عدد شود سبب خیر کہ خدا نوابد خیر مایہ دوکان شیشہ گر سنگ ست

اس آیت کے معارضے میں پیش کرنے سے بھی دل و جان سے شکر اس کا ادا کرتے ہیں اور ان کے تقدس اور فضیلت کی داد دیتے ہیں لیکن اگر کسی ان کے مقلد کو صرف ایک

سے جنگ، بدر میں سداڑوں کے ہاتھ تتر مشک و کافر قید ہو سے رسول اللہ نے ان کے ہرے میں اصحاب سے مشورہ کیا ابو بکر جو مہاجر ہیں سے تھے انہوں نے کہا یا رسول اللہ یہ قوم کے بڑے اور چہرے آپ ہی کے رشتہ دار ہیں۔ اگر ان میں سے ہر ایک اپنی حیثیت کے موافق غیر دسے کر دیا ہو جائے تو امید ہے کہ ایک دن مسلمان ہر جائیں گے۔

تفسیر مجمع البیان کی روایت پر سب سے پہلے اور وہ اس کی تائید میں دوسری روایت کا طالب ہو تو بسم اللہ ہم دوسری سند اسی قول کی تائید میں ایک بڑے عالم فاضل شعبی کی پیش کرتے ہیں۔

تیسرا ثبوت۔ ابن جہور صاحب غزالی اللہی جو اکابر امامیہ میں بہ علم و فضل مشہور ہے روایت کرتا ہے کہ ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اخذ سبعین اسیراً یوم بدر وفہم العباس و عقیل بن عمہ فاستشار ابابکر فہم فقال وقولک وابلک واستبقہم لعل اللہ یتوب علیہم واخذ الفدیۃ لفقوی بہا احب ابک فقال عمر بن ذک و اخر جوک فخذہم واضرب اعناقہم فانہم ائمة الکفر و لا تاخذہم القداء مکن علیا من عقیل و حمزہ من العباس و مکنی من فلان و فلان فقال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان اللہ لیس فی قلوب رجال حتی تکون الین من اللبس و یقتسی قلوب رجال حتی تکون اشد من الحجارة نثلک یا ابابکر مثل ابراہیم اذ قال فمن تبعنی فانہ منی ومن عصانی فانک غفور الرحیم لو نثلک یا عمر مثل نوح اذ قال رب لا تدر علی الارض من الکافرین دیار اثم قال ان شئتم قتلتم وان شئتم فادیم ویستشہد منکم بعدہم فقالوا بل ناخذ القداء ما استشہد بعدہم فاخذکما قال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس علامہ کی تحریر کا جو لفظ نقل کی گئی اصل مطلب تو وہی ہے جو اوپر مجمع البیان سے منقول ہوا۔ مگر اس عالم نے اتنا اور زیادہ کر دیا ہے کہ پیغمبر خدا نے ابوبکر صدیق اور عمر فاروق کی باتوں کو سن کر کہا کہ کیا خدا کی شان ہے کہ بعضوں کے دلوں کو تو مثل پیغمبر کے سخت کر دیتا ہے اور یہ کہہ کر حضرت نے فرمایا کہ ابوبکر تیری مثال ابراہیم کی سی ہے کہ انہوں نے خدا سے کہا کہ جو میری اطاعت کرتا ہے وہ مجھ سے ہے اور جو نافرمانی کرتا ہے سو تو بخشنے والا مہربان ہے اور اے عمر مثال تیری نوح کی سی ہے کہ انہوں نے خدا سے کہا کہ اسے پروردگار زمین میں کسی کافر کو نہ چھوڑ۔

پس اے حضرات مومنین جن کو تمہارے مجتہدین منافق کہتے ہیں وہ ایسے منافق تھے کہ اپنے باپ بھائیوں کو خدا کے پیچھے قتل کرنے پر مستعد تھے اور قتل کرتے تھے اور پیغمبر خدا علیہ التحیہ و الثناء ان کی تمثیل پیغمبروں سے دیتے تھے شان ہے خدا کی کہ ایسے لوگوں کو منافق کہتے ہیں۔ منافق کچھ بھی فخر و حیا کا خیال نہ کریں اور جنہوں نے کفر و نفاق کی جڑ عرب سے کھودی انہیں کو کافر اور منافق کہیں۔ کبریت کلمۃ تخرج من افواہہم ان یقولون الا

نہ پارہ ۵ سورۃ بقرہ رکوع ۱۰ ترجمہ کی بڑی بات ہے کہ نکلتی ہے انکے منہ سے سب جھوٹ ہے جو کہتے ہیں ۱۲۔ موضع القرآن

کذبا اگر اس روایت پر بھی سیری نہ ہو وہ اور فارسی خواں شیعی کسی فارسی تفسیر سے اس روایت کی تصدیق چاہیں تو بے فائدہ تعالیٰ وہ بھی حاضر ہے۔

چوتھا ثبوت۔ کثیر العرفان سے شیعوں کے علامہ رازی نے اپنی تفسیر میں اس مضمون کو ان لفظوں سے نقل کیا ہے۔ سردار آیت سنت کہ در روز بدر ہفتاد تن اسیر گرفتہ بودند از نجد عباس و عقیل بودند حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم دیاب ایشاں یا سحاب مشورہ فرمود ابو بکر گفت کسا کا بروا صاعز این قوم اقلاب عشتراؤ تو اند اگر ہر یک بقدر طافت واستطاعت فدائی بدہند باشد کہ روزیہ ہدایت برسند و حالاً عدد وہ و مسلمان زیادہ شود و عمر گفت یا رسول اللہ ویناں تکذیب کو دند تراو بیرون کو دند اینہا ائمہ کفر اند ہمراہ بفرمان تا گردن زندو گیر از ایشاں نصیرا عقیل را علی سپار عباس را بجزہ و فلان را بمن تا گردن ز نیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمود کہ حق سبحانہ تعالیٰ دلہامی مردم را آگاہ ست کہ نرم میسازد و برترتہ کہ نماز خمیر ست و دیگر دلہامی باشد کہ سخت تراز سنگ است مثل تو اسے ابو بکر ہماں مثل ابراہیم ست علیہ السلام کہ گفت من تبغی فانہ منی و من عصانی فانک غفور رحیم و مثل تو اسے عمر ہجو مثل نوح ست و قتیکہ گفت رب سے لاتذر علی اللارض من الکافرین و یارام غرضنکہ اسے حضرات امامیہ ذرا غفلت کی آنکھ کھولو اور اپنے قبلہ و کعبہ کے حال پر رحم کرو کہ جو کچھ انہوں نے لکھا تھا اس سے الٹی فضیلت صحابہ کی ثابت ہوئی اور ساری محنت ان کی خاک میں مل گئی۔ اصل یہ ہے کہ ذوالفقار کی تالیف کی نسبت خود حضرت مکہ چکے ہیں کہ دس بیس روز کے عرصے میں تالیف کی تھی اور جلت بہت ذرا ہی

یہ روایت ہے کہ جنگ بدر میں ستر آدمی مسلمانوں کے اتھورن اسیر ہوئے جنہیں حضرت عباس و عقیل بھی تھے۔ رسول اکرم نے

ان لوگوں کے بارے میں مشورہ کی جس پر ابو بکر نے کہا۔ یہ قن بڑے اور چھوٹے آپ سے رشتے دار ہیں اگر ہر ایک اپنی استطاعت

کے بموجب خرید دیکر وہی حاصل کر میں تو امید ہے کہ ایک دن یہ ہدایت یافتہ ہو جائیں گے اور مسلمان کی اکثریت ہو جائے

گی اس پر عرض کیا یا رسول اللہ ان لوگوں نے آپ کو حبس لایا اور آپ کو دلہ سے نکالا۔ یہ کافروں کے سردار ہیں ان سب کی گردن

زدن کا حکم صادر فرمایا جائے۔ اور ان سے خرید لیا جائے عقیل کو علی کے حوالے کیجئے عباس کو نزعہ کے حوالے کیجئے اور فلان

کو میرے سپرد فرمائیے تاکہ ہم ان کی گردن اڑادیں اس پر رسول اکرم نے فرمایا اللہ تعالیٰ واقع ہے جو اپنے بندوں کے دل دہ

ہے زیادہ نرم کرنا ہے اور اکثر دنوں کو تہاری طرح پتھر سے زیادہ سخت بنا دیتا ہے اور اسے ابو بکر عجمی مثال ابراہیم کی طرح

ہے جنہوں نے کہا جس نے میری پردی کی وہ میرا ہے اور جس نے میرا کمانا تو اسے اللہ تو بخشنے والا اکرم پرورد ہے۔ اور اسے عمر تہاری

مثال نوح کی مانند ہے جیسا کہ انہوں نے ایک تہذیب کہا تھا کہ اسے لہساہنی زمین پر کسی کافر کا آباد گھرباق نہ رکھو (تفسیر اگے صفحہ پر)۔

تھی اسی سے یہ خرابی ہوئی اگر سوچ سمجھ کر لکھتے اور خود تامل کو دخل دینے تو ایسی غلطی کبھی نہ فرماتے اور فضیلت کی آیت کو معارضے میں پیش نہ کرتے خیر اب تو جو کچھ ہوا اب بجز اس کے کہ حضرات شیعہ افسوس کریں اور دل میں شرمائیں کیا ہوتا ہے۔ اسے حضرات اسی سے ہم نے اوپر کہا ہے اور پھر کہتے ہیں کہ زلزلہ اور ہشام کے اقوال ہی کی سند لایا کرو لہذا خدا کے واسطے قرآن مجید کی طرف توجہ نہ کرو اور اس کی آیتوں سے سند نہ لاؤ اس لئے کہ تم کو اس کے مطلب سے واقفیت نہیں ہے اور اس کے شان نزول سے آگاہ نہیں ہو اور اس کو قرآن محرف اور سیاق عثمانی جانتے ہو اگر ہمیشہ دیکھا کرو اور اس کے نظم پر غور کرتے رہو تو ایسا دھوکا نہ کھاؤ ورنہ ایسے ہی مغالطے ہوں گے اور جس امر کے اثبات میں کوئی آیت لاؤ گے اسی سے تردید اس کی ہوگی اس قرآن دانی پر شاہ صاحب مؤلف تحفہ کے جواب لکھنے کا قصد کیا بلکہ ان کی طرف مقابل بننے پر اظہار عار و ننگ فرمایا اور استاد کا یہ شعر جس کو صوارم میں خود حضرت نے لکھا ہے بھول گئے کہ شعر۔

مشوہم پنجہ بامن گر چہ سحر سامری داری ز بانم و سخن گفتن بد بیضا ست میگویم

میں اس بحث کو اپنی ختم نہیں کرتا اور ایک اور شبہ کو جو اکثر حضرات شیعہ کیا کرتے ہیں بیان کرتا ہوں کہ بعض حضرات کہا کرتے ہیں کہ پیغمبر خدا کی نسبت جو ناصبی یہ تہمت کرتے ہیں کہ وہ شیخین یا اور صحابہ سے مشورہ لیا کرتے تھے ان کی تہمت ہے یہ امر کیوں کر ممکن ہے کہ پیغمبر خدا صاحب الوحی والا الہام کسی سے مشورہ کریں اور اس ابلہ فرسی کی تقریر کو سن کر جہلا گھبرا جاتے ہیں اور کہنے لگتے ہیں کہ سچ تو ہے کہ رسول مقبول جس پر ہر معاملے کے لئے وحی خدا بھیجے اور جس سے سب باتیں جبرئیل کہہ جاویں اور جن کی شان و مانیطق عن الہوائیہ ان ہوا لا وحی لوجی ہو وہ ابو بکر یا عمر وغیرہ سے صلاح لیں بیشک یہ بات عقل کے خلاف اور قیاس سے باہر ہے اور ایسی تقریروں سے قرطاس وغیرہ کے مطاعن کو خوب رونق دیتے ہیں اس لئے میں ان حضرات سے کہتا ہوں کہ وہ اس آیت پر غور کریں جس کو مجتہد صاحب نے صحابہ کی برائی ظاہر کرنے کے لئے تحریر فرمایا ہے اور پھر ان کی تفسیروں کو دیکھو اور پھر

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸۸) پارہ ۳ سورہ ابراہیم رکوع ۶۔ ترجمہ سورہ جو کوئی میری راہ پر چلا سو وہ تو میرا ہے اور جس نے میرا کھانا کھانا سو تو

بخشنے والا میرا ہے۔ ۱۲ موضع القرآن ۱۵ سورہ نوح پارہ ۵ رکوع ۶۷ ترجمہ اے رب چھوڑ زمین پر منکروں کا ایک گھر

۱۰ پارہ ۲ سورہ نجم رکوع ۱۰ ترجمہ اور نہیں بوتا اپنی چاہ سے یہ تو حکم ہے جو نہیں ہے اس کو ۱۲ موضع القرآن۔

دیکھو کہ اس سے مشورہ کرنا صحابہ سے ثابت ہوتا ہے یا نہیں اور مشورہ دینے والوں میں سب سے اول ابو بکر صدیق کا اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا نام ہے یا نہیں دیکھو اور پھر دیکھو اور خوب غور سے دیکھو کہ مشورہ کرنا رسول کا ان سے اور صلاح دینا ان کا حضرت کو تمہارے مفسرین کے قول سے ثابت ہوتا ہے یا کچھ اس میں فرق ہے۔ **فَاذْهَبْ بِالْبَصْرِ لِمَنْ تَمَازُنْ فَنُطَوِّرْ** تم ارجع البصر کرتے ہیں نیقلب الیک البصر خاسئا و هو حسیرہ سبحان اللہ سبحان اللہ شیعوں کو ایسے لوگوں کی نسبت منافق کا لفظ کہتے ہوئے کچھ خدا کا خوف رسول کا لحاظ بھی ہوتا ہے یا، نہیں اور قیامت کے مواخذے سے بھی ڈرتے ہیں یا نہیں جناب مجتہد صاحب نے ایسے صحابہ کبار کے منافق لکھنے میں یہ بھی خیال نہ کیا کہ آخر ایک روز انتقال کرنا ہے اور خدا کو جواب دینا ہے جو کچھ ہم کتاب میں لکھتے ہیں اس کا خدا کو کیا جواب دیں گے رسول کو کیا منہ دکھائیں گے جو ہم نے ان کے حواریوں اور اصحاب کو جن سے وہ مشورہ لیتے تھے جن کو اپنا مصاحب بنائے ہوئے تھے منافق کہتے ہیں اگر یہ ڈر ہوتا اور اس پر یقین رکھتے ہوتے کہ قیامت کے دن جب ہاتھ میں نامہ اعمال دیئے جائیں گے اور ذوالفقار کی کفریات پر ملائکہ عذاب، **اقْرَأْ كِتَابَكَ كَفَىٰ بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا**۔ خدا کی طرف سے کہیں گے اس وقت کیا حال ہوگا نہ ان کے مقلدین بچا سکیں گے نہ ان کا اجتہاد کام آئے گا تو بہ تو بہ جان بوجھ کر یہ لوگ کفریات بکتے ہیں اور مراتب صحابہ پر یقین رکھ کر اسی سے انکار کرتے ہیں اور اپنے آپ کو مسلمان کہہ کر وہ لغویات منہ سے نکالتے ہیں کہ جن کو سن کر کفار بھی الامان الامان پکارتے ہیں حقیقت میں یہ نہ بالغیر ہے نہ تعصب ہے اسحق کا اظہار ہے کہ جس طرح پر دین محمدی کو اس فرقے نے اور خوارج نے خراب کیا ہے وہ کسی دوسرے نے نہیں کیا وہ باتیں دین میں داخل کی ہیں کہ جن کو خدا کسی مسلمان کے کان تک نہ پہنچائے ان کے کفریات اور ہزلیات اور لغویات پر شیطان بھی حیران ہوگا اور وہ بھی **ع**

مسلمان شنو اور کافر مبیناؤ

ان کی شان میں کہتا ہوگا اگر کوئی حضرات شیعہ نہایت ہی غور کو دخل دیں اور اس آیت کو قرآن مجید کی مکرر مکرر عینک لگا کر پڑھیں اور دو چار مجتہد جی ان کے مل کر یہ فرماویں

۱۵ پارہ ۱۵۔ سورہ بنی اسرائیل رکوع ۶۔ ترجمہ: پڑھ لے لکھا اپنا تو ہی میں ہے آج کے دن اپنا حساب لینے والا

۱۰۔ سورہ القرآن۔ مسلمان کو نہ سنو سنو اور کافر کو نہ دکھلاو سے۔ ۱۶ پارہ ۱۹ سورہ ملک رکوع ۱

کہ خاص آیتیں تو ذکر مشورہ کرنے کا نہیں ہے اس لئے ہم اسے نہیں مانتے اور جو تفسیریں تم نے بیان کیں ان کو بھی ہم قبول نہیں کرتے اگر مشورہ لینے کا حکم خدا کا ہوتا تو اس آیت میں اس کا ذکر ہوتا جو اب اس کا یہ ہے کہ قرآن کو ذرا اول سے آخر تک پڑھو اور دیکھو کہ خدا نے مشورہ کو نیک حکم کیا ہے یا نہیں چنانچہ اب ہم اسی آیت کو بیان کرتے ہیں۔

دلیل سوم۔ اللہ جل شانہ فرماتا ہے ﴿فَمَا رَحْمَةٌ مِّنَ اللَّهِ لَئِن لَّمْ يَكُنِ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا﴾
 اللطيف لا يفتؤ من تركك فاعف عنهم واستغفر لهم وشاورهم في الامر ترجمہ کہ بہ نسبت رحمت خدا کے تو ان پر نرم ہو گیا ہے اگر تو سخت ہوتا تو وہ تیرے پاس سے بھاگ جاتے پس عفو کر ان سے اور استغفار کر ان کے لئے اور مشورہ کر ان سے اور جب کسی کام کرنے پر مستعد ہو جا تو خدا پر بھروسہ کر کہ خدا پر بھروسہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے خیال کرنے کی بات ہے کہ جناب احدیت کس قدر عنایت سے پیغمبر خدا کو صحابہ پر رحم کرنے کا اور ان کے زلات اور قصورات کو معاف کرنے کا اور ان سے مشورہ لینے کا حکم کرتا ہے اور اس سے کیسی کچھ خدا کی مہربانی صحابہ کی نسبت ظاہر ہوتی ہے پس اس سے زیادہ اصحاب رسول کی فضیلت کے لئے کون سی دلیل و برہان چاہیے اور آیات خدا سے بڑھ کر کس کی شہادت ہم پیش کریں اب ہم اس آیت کی تفسیر کو جو علما شیعہ نے کی ہے بیان کرتے ہیں۔ علامہ طوسی مجمع البیان میں فرماتے ہیں کہ رفاعف عنهم ما بینک و بینہم واستغفر لهم و بینہم و بینہم و قیل معناه رفاعف عنهم فرار ہم باحد و استغفر لهم من ذالک الذنب و شاورہم فی الامر ای استخرج لهم ما علم ما عندہم ما خلو انی فاعف عنہم ایاہم مع استغناء ما یوجی عن تعریف صواب الی ای من الجہا علی اقوال احدہ ان ذالک علی رعب الطیب لتقرہم و التاقد لهم والرفع من اقدہم بتیسیر انہم ممن یوثق باقوالہم و یرجع الی آرائہم من قناتہ والزیجہ رابن اسحاق و ثانیہا ان ذالک لتقتدی بہ امتہ فی المشارۃ ولم یبدہا نتیجۃ کا ترجمہ انہم شوری عنہم عن سفیان بن عیینہ و ثالثہا ان ذالک لامرین لاجلال اصحابہ ولیقندی امتہ فی ذالک عن الحسن والنضاک و رابعہا ان ذالک لیمتہنہم بالمشارۃ لیتمیز الناس من الناس و خامسہا ان ذالک فی امور الدنیا و مکائد الحرب و لعاقد الصدوقی مثل ذالک بوزان لیتبعین بآرائہم عن ابی علی البہا فی انتہی بلقظ۔ یعنی خدا کے اس کہنے کا کہ معاف کر ان سے یہ مطلب ہے کہ جو کچھ تیرے اور ان کے بیچ میں ہے اور اگر اس میں وہ چوک جاویں یا کچھ تیرا قصور کریں تو تو معاف کر اور استغفار

لہ پارہ ۴۔ سورہ آل عمران، رکوع ۱۷۔ ترجمہ سو کچھ اللہ کی مہربانی ہے جو تو نرم دل طا ان کو اور اگر ہوتا سخت گو اور سخت حق تو منتشر ہو جاتے تیرے گرد سے سو تو ان کو معاف کر اور ان کے واسطے بخشش مانگ اور ان سے مشورت لے کام میں (۱۲۔ سورہ القرآن)

کہ ان کے لئے اس کا یہ مطلب ہے کہ جو معاملے ہمارے اور ان کے بیچ میں ہے اور اس میں وہ چوک جائیں یا گناہ کریں تو تو ان کی معافی کے لئے ہم سے استغفار کرو اور مشورہ کرو ان سے اس کا یہ مطلب ہے کہ ان کی رائے لے اور دیکھو کہ وہ کیا کہتے ہیں۔ اور پھر یہ فقیر بیان کرتا ہے کہ مشورہ لینے کے فائدہ میں اختلاف ہے کہ باوجود مستغنی ہونے سے پھر خدا کے بوجہ وحی کے دریافت رائے صواب سے کسی بندے سے مشورہ لینے کا کیوں حکم ہوا اور اس میں لوگوں نے بہت سے قول کہے ہیں۔

اول قول۔ یہ کہ یہ حکم اس لئے ہے کہ تاکہ اصحاب رسول کے دل خوش ہوں اور ان کو محبت اور الفت پیدا ہو دے اور ان کا مرتبہ بلند ہو اور قدر ان کی ہو کہ یہ بھی ان لوگوں میں سے ہیں جن کے قول پر اعتماد کیا جاتا ہے اور جن سے رائے لی جاتی ہے یہ قول ہے قتادہ اور ربیع اور ابن اسحاق کا۔

دوسرا قول۔ یہ ہے کہ تاکہ امت نبوی اس کی اقتدا کریں اور اس کو عیب نہ سمجھیں جیسا کہ صحابہ رسول کی تعریف میں کہا جاتا ہے کہ وہ جو کام کرتے تھے سو صلاح و مشورے سے کرتے تھے یہ قول ہے سفیان بن عیینہ کا۔

تیسرا قول۔ یہ ہے کہ اس سے دو فائدے منظور تھے ایک صحابہ کی عورت دوسرے امت کی اقتدا اس باب میں قول ہے حسن اور ضحاک کا۔

چوتھا قول۔ یہ ہے کہ امتحان ہو جاوے کہ دوست کون ہے اور دشمن کون۔
پانچواں قول۔ یہ ہے کہ یہ مشورہ لینے کا حکم امور دنیا میں اور لڑائی کی باتوں میں ہے اور ایسی باتوں میں ان سے صلاح لینا جائز ہے۔ یہ قول ہے ابی علی جہانی کا فقط اس فقیر سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

اول یہ کہ خدا اپنے پیغمبر سے فرماتا ہے کہ اگر یہ لوگ بمقتضائے بشریت تیرا قصور کریں تو تو اسے معاف کر دے اور اگر میرا گناہ ان سے ہو جاوے تو ان کے لئے مجھ سے استغفار کرو سبحان اللہ کیا مہربانی ہے خدا کی سال پر صحابہ کے کہ ان کی خطاؤں کو عفو کے لئے اپنے پیغمبر سے ان کی سفارش کرتا ہے اور ان کے گناہوں کے خود معاف کرنے کے لئے اپنے پیغمبر کو ان کے واسطے شفاعت کا حکم دیتا ہے انیسویں ہے شیعوں کے حال پر کہ وہ ایسے ہی لوگوں کو کافرا و منافق کہتے ہیں۔

دوسرے یہ کہ جنگ احد کے فرار کا عنوان سے ثابت ہوتا ہے جس پر بہت کچھ زبان داری حضرات شیعہ کرتے ہیں۔

تیسرے یہ ثابت ہوا کہ صرف ان کے اظہارِ قدر و منزلت کے لئے خدا نے یہ حکم پیغمبر صاحب کو دیا کہ ان سے مشورہ کیا کر۔ اس تفسیر کی نسبت اگر بعض حضرات یہ فرماویں کہ قتادہ وغیرہ بسنت تھے جس سے صاحب مجمع البیان نے ان اقوال کو نقل کیا ہے بجواب اس کے ہم کہیں گے کہ جو کچھ اقوال مختلفہ کے نقل کرنے سے پہلے مفسر موصوف نے کہا ہے وہ تو کسی سے نقل نہیں کیا اور جن اقوال کو اس نے نقل کیا ہے وہ فوائد اور وجوہ میں مشورہ لینے کے ہیں اگر تم کسی قول کو منجملہ ان اقوال کے نہ مانو تو ذرا بیان فرماؤ کہ خود صاحب مجمع البیان کا کیا قول ہے اور پھر شاید ہم فی الامر کے کیا معنی ہیں اور اس حکم دینے کے کیا فائدے ہیں۔

دلیل چہارم۔ یہ سب مسلمان جانتے ہیں کہ سب سے پہلے لڑائی بدر کی ہے اور جو لوگ اس میں پیغمبر خدا کے ساتھ تھے ان کا بڑا رتبہ ہے اس لئے کہ اللہ جل شانہ نے فرشتوں کو مدد کے لئے بھیجا اور آیات قرآنی نازل کر کے اپنے احسان کو ظاہر کر دیا اسی واسطے تمام اصحاب نبوی میں وہی لوگ بڑے رتبے کے شمار ہوتے تھے جو کہ اس لڑائی میں شریک تھے۔ اب ہم کو دیکھنا، چاہیے کہ وہ اصحاب جن کو حضرات شیعہ کا فرادہ منافق کہتے ہیں وہ اس لڑائی میں کس طرف تھے پیغمبر صاحب کی طرف یا کفار کی طرف اگر کوئی حضرات شیعہ یہ ثابت کر دے کہ خلفائے ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس وقت پیغمبر صاحب کی طرف نہ تھے اور وہ اس لڑائی میں شریک نہ تھے تو ہم ان کے دعویٰ کو تسلیم کرتے ہیں اور اگر ہم ثابت کر دیں کہ عین معرکہ میں موجود تھے بلکہ خاص پیغمبر صاحب کی خدمت میں حاضر تھے تو حضرات شیعہ کو چاہیے کہ وہ تشیع سے فارغ خطی لکھیں اس لئے میں لڑائی کے شروع ہونے اور عین لڑائی کے وقت کا حال حملہ حیدری سے نقل کرتا ہوں کہ ایسا مقصوب کیا لکھتا ہے لڑائی شروع ہونے سے پہلے کا حال مؤلف موصوف اس طرح لکھتا ہے کہ جب پیغمبر خدا نے سنا کہ مشرکین قریش واسطے لڑائی کے آتے ہیں تب اپنے اصحاب سے مشورہ کیا تو اس وقت سب سے اول حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر نے جواب دیا اور جہاد پر آمادہ ہونے پر اپنی رغبت ظاہر کی چنانچہ اشعار اس کے یہ ہیں

اشعار

پس اندازیں خبر سید المرسلین یکی انجن ساخت با اہل دین

بغز نمودانگہ باصحاب خویش
بدانید کز کعبہ اہل جفا
رسیدند نزو یک آمد خبہ
شمار کنوں چسیت تدبیر کار
پاشخ ابو بکر از جائے خاست
بگفتند یا سید المرسلین
کہ بادشمن دین چہامی کنیم ؟
وزاں پس زجا خاست مقداد نیز
بود تا بن جان و در کف توان
الان گشتہ خوش دل رسول خدا
چنین خواست پس بہترین بشر
وگر بار فرمود کائے دوستان
زجا خاست این بار سعد معاذ
کہ با جان و دل با ہمیں عہد دست
سرو مال و فرزند و خویش و تبار
پہر پر ایشان نمود آفرین ؟

کہ امی حق پرستان پاکیزہ کیش
کمر بستہ بر کین و پر خاشش ما
بیانید خود ہم بروزِ دگر ،
کہ دشمن رسید از چپے کارزار
وزاں پس عمر نیز قد کہ در راست ،
قدم پیش بگذار و مارا بہ بین ،
چہ سان در پیت جان فدای کنیم
بگفت امی حبیب خدا امی عزیز
بیاریم شمشیر بہ دشمنان
بغز نمود در حق ایشان دعا
کہ از راز انصار یا بد خبہ
چہ گوئید اندر حق دشمنان
چنین گفت از روی صدق و نیاز
بدست تو روزیکہ دادیم ہست
ہماں روز کہ دیم بر تو نثار
براں صدق و ایمان انصار دین

پس اسے حضرات امامیہ ذرا منافقین کے ایمان اور جان نثاری کو خیال کر داور
ان کے صدق و اخلاص کو دیکھو سمجھو تو کہ ابو بکر صدیق اور عمر فاروق ایسے منافق تھے کہ سب
سے پہلے جان بازی پر مستعد ہوئے اور اول سب سے پیغمبر خدا سب کے ساتھ ہوئے اور
اپنے اخلاص کو اپنے اعمالوں سے سب پر ظاہر کر دیا اور خطاب افضل المہاجرین کا خدا
کے حضور سے پایا اسے حضرات پیغمبر خدا کو دینے کے منافقین نے جو بعد شوکت اسلام کے
ظاہر میں کلہ گور ہو گئے تھے ایسے ہی اخلاص کے جواب دیشے ہیں اور وقت پر اسی طرح کا
ساتھ دیا ہے اور رسول مقبول نے ان منافقوں کے حق میں اسی طرح دعا اور آفرین کی ہے۔
مجتہد صاحب اپنی ذوالفقار میں منجملہ اور آیات کے جو اثبات فضائل صحابہ کے

نہ عبارت ذوالفقار مطبوعہ مطبع جمع البحرین لدھیانہ ۱۳۸۱ھ صفحہ نمبر ۶۳ سطر ۱۴ ۱۶ منہ۔

معارف میں پیش کی ہیں ایک یہ آیت لکھتے ہیں :-

إِذَا أَنْزَلَتْ سُورَةً مِّنْ مَّحَكَّةٍ مُّؤَكَّدَةٍ بِهَا الْقِتَالُ رَأَيْتَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ يُنظَرُونَ

ایک نظر المفضی علیہ من الموقت مکہ جب کوئی سورت جہاد کی نازل ہوتی ہے تو جن کے دل میں بیماری ہے وہ تجھ سے پیغمبر بری نگاہ سے دیکھتے ہیں اور اس آیت کو گویا وہ حق میں خلفائے ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے صادق سمجھتے ہیں آیت :-

وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَأْتِكُم مِّنْهُم مَّوَدَّةٌ كَمَا جَاءتْ بَنِي إِسْرَائِيلَ إِذْ قَالُوا لَنُجَاهِدُنَّ فِي سَبِيلِ اللَّهِ نَجِدُ لَكَ إِيمَانًا بِحَسَبِ قُوَّةٍ أَلَمْ نَكْفِ بِكَ مِنْ آلِ مَرْيَمَ إِذْ قَالَنَّ لَهَا تَصْبِرِينَ وَتُحِبِينَ

ہیں کہ آپس شک نیست درین کہ از صحابہ کسانیکہ ایمان داشتند و ہجرت و جہاد بہ نیت صحیح کہ دند و لالت بر فضیلت آں ہا دار و لیکن چوں ایمان خاصین حق ولایت و ہجرت این ہا بہ نیت درست بہ ثبوت نہ رسیدہ استدلال بدیں آیات بر فضیلت ایشان بھی نہاد و لایسما، نظر بایں کہ او سبحانہ تعالیٰ مقارن این ہر دو صفت صفت جہاد و نیز مذکور نمودہ و کیفیت جہاد ایشان در جنگ احد و خیبر و حنین و غیر ہا نظر من الشمس ست پس ایشان را ازین آیہ بہرہ خواہد بود بلکہ ایشان از مصداق قول او سبحانہ تعالیٰ دین یولہم یومئذ ویرہ المخط وافر دارند پس کوئی شخص حلقہ جہد ری کے ان اشعار کو حضرت کی قبر پر پڑھ دے کہ شاید ان کی روح کو خبر ہو جاوے کہ ان کی ساری تقریر و تحریر یا نہیں کے ایک شاعر کے قول سے رد و باطل ہو گئی بعد وفات بڑے قبلہ و کعبہ کے جب ان کے ولیعہا و صاحبزادے یعنی دوسرے قبلہ و کعبہ مولوی

۱۰ پارہ ۲۶ - سورہ محمد رکوع ۲ ترجمہ جہاد ہی ایک سورت جاچی ہوئی اہ ذکر ہوا اس میں لٹائی کا تو دیکھتا ہے بن کعدل میں روگ ہے لکھتے ہیں تیری طرف جیسے تکتا ہے کوئی یہ ہوش پڑا مرنے کے وقت ۱۲ موضع القرآن

۱۱ پارہ ۴ - سورہ توبہ رکوع ۳ ترجمہ - جو بیٹھا لائے اور گھر چھوڑ آئے اور لڑے اللہ کی راہ میں اپنے ال اور جان سے ان کو بڑا درجہ ہے اللہ کے پاس ۱۲ موضع -

۱۲ عبارت ذوالفقار مطبوعہ مطبع البری لہ جیانہ ۱۳۸۱ صفحہ ۶۳ سلر ۱۹ - ۲۰ - فقط ۱۲ منہ -

۱۳ ترجمہ اس میں شک نہیں کہ صحابہ میں سے جو مسلمان تھے اور ہجرت و جہاد صحیح نیت سے کیا ان کی فضیلت کی دلیل ہے۔ لیکن جب کہ خاصین حق ولایت نے ایمان اور ہجرت کی نیت کی درستگی کا ثبوت ہمہ دست نہیں ہوا ہے تو آیات متذکرہ سے ان کی فضیلت کا استدلال درست نہیں ہو سکتا۔ خاص طور پر اس امر کے پیش نظر کہ اللہ نے ان دونوں صفات کے ساتھ صفت جہاد کا بھی تذکرہ کیا ہے اور خاصین حق ولایت کے جہاد کی کیفیت جنگ احد و خیبر و حنین وغیرہ میں روز روشن ہے اس لئے ان کو ان آیات سے بہرہ مند نہیں کیا جاسکتا بلکہ یہ لوگ اللہ کے موافق اور جن لوگوں نے آج کے دن بڑے پھیری کے حقدار ہیں۔

سید محمد صاحب نے حملہ حیدری کی اصلاح کی تھی اور اس کو تصحیح کر کے نظر ثانی فرمائی تھی تب امید تھی کہ شاید وہ ان اشعار کو دیکھ کر متنبہ ہوں گے اور اپنے والد ماجد کی تحریر پر خط نسخ کھینچ دیں مگر افسوس ہے کہ انہوں نے دیانت کی آنکھ بند کر لی اور ذوالفقار کے اوپر ان اشعار کا حاشیہ نہ لکھ دیا تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جاتا کہ حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس جہاد میں جو کہ سب سے اول ہو ا کس فریق میں تھے منافقین کے یا مخلصین کے اور انہوں نے رسول مقبول کی خدمت میں سب سے اول لڑائی پر امداد کی ظاہر کی تھی یا اد کسی نے اور لڑائی کے وقت پیغمبر صاحب کی خدمت میں حاضر تھے یا نہیں۔

باقی رہا حال لڑائی اسد اور خیر وغیرہ کا کہ بار بار مجتہد صاحب کے قلم سے احوال مذکور اور قرطاس کا لفظ نکلتا ہے اور ہر ورق اور ہر صفحہ میں موقع اور بے موقع اسی کا نام آتا ہے سو حضرات امامیہ ذرا صبر کریں و دوسرا حصہ مطالعین صحابہ کے جواب کا چھیننے دیں تب اس کی بھی حقیقت کھل جائیگی اور جو کچھ حضرت نے لکھا ہے اس کا حال سب کو معلوم ہو جائے گا مگر بالفعل ایک آیت کو لکھ کر اس کا جواب دیتا ہوں کہ جنگ احد میں جو صحابہ سے لغزش ہو گئی اس کو خدا قرآن مجید میں بیان فرماتا ہے کہ **إِنَّ الدِّينَ قَوْلُ اللَّهِ وَخُذُوا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَيْنِ إِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطَانُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوا وَلَقَدْ عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ** پس اس کو خدا نے خود صاف کر دیا بعد اس کے عفو کے اسکا تکذیب کرنا ہے کہ اس کو بھی مجتہد صاحب نے ظاہر کر دیا اور خدا کو جھٹلا دیا و تعوذ باللہ منہ چنانچہ اسے ذوالفقار میں فرماتے ہیں کہ **ذُرِّعَ صَحَابِهِ وَرَدَّ رِزْقَهُ مَتَّقِينَ وَعَفَا ابْتِغَاءَ بَحْثِيَّتِي** کہ مطلق ماواہی ایساں وہ جہنم نباشد مشکوک و الیقین لا یزول الا بیقین مثلاً، اب ذرا سوز سے حضرت کے الفاظ کو جو ہم نے اوپر محض نقل کئے دیکھنا چاہیے کہ خدائے جل شانہ تو صاف فرماتا ہے **لَقَدْ عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ** کہ جو میں نے ان کو معاف کر دیا اور حضرت فرماتے ہیں کہ عفو یقینی نہیں ہے۔ اب جو شخص خدا کے قول کو بھی جھٹلا دے اول اللہ جل شانہ کے کلام میں بھی شک کرے اور اس کو یقینی نہ سمجھے گا عجب حال ہے ان حضرات کا کہ صرف اصحاب نبوی کی عداوت سے

۱۔ ۲۔ ۳۔ ۴۔ ۵۔ ۶۔ ۷۔ ۸۔ ۹۔ ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔

ایسے جاہل اور خدانا شناس ہو گئے ہیں کہ ایسی صریح اور صاف آیات الہی میں بھی شک کرتے ہیں۔ خیر اس وقت تو اس بحث کا موقع نہیں ہے مطالعین کے باب میں ہم اس اعتراض کو تفصیل کے ساتھ بیان کر کے حضرات شیعہ کی خدمت میں پیش کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

اب میں پھر جنگ بدر کا حال لکھتا ہوں عز منکھ لڑائی شروع ہونے سے پہلے جو حال مہاجرین و انصار کا تھا وہ تو ظاہر ہو گیا اب میں عین لڑائی کے وقت کا حال اسی کتاب سے نقل کرتا ہوں اسے مونسو سنو مولف موصوف لکھتا ہے کہ جب لڑائی کی صفیں آراستہ ہو گئیں اور لڑائی قریب تھی کہ شروع ہوئے تب پیغمبر خدا نے بحضور کبریاء عالی اور جو کچھ حضرت نے دعائیں فرمایا اس کا حال ان اشعار سے ظاہر ہوتا ہے۔

اشعار حملہ حیدری کے حال میں جنگ بدر کے

بنالید و مالید رو را بہ خاک
فرستندہ انبیا بر عباد
بہ حکم تو بودم نہ برامی خویش
مکن نصرت خویش از من دریغ
کہ کردند حکم ترا انبیا و
نہ دیدند پیش و کم دشمنان
بیابند از دست دشمن شکست
نہ گرد و پرستندہ امی دانوگر

کہ خواہش بفرمان حق در بود
ز بس کرد خورشید تاریک شد
بگفت امی بحق خلق را رہنمائی
چہ فرمائی اکنون برامی قتال

پس آورد و سوی یزدان پاک
بگفت امی نمایندہ عدل و داد
تو دانی کہ من رہنمائے قریش
کشیدم برایشان بحکم تو تیغ
الہی گراں چہن دشمن از عباد
بحکم تو بستند ہر کس میان
بماند از فتح کوتاہ دست ،
بروی زمین تا قیامت دگر ،

باین زاری و عجز او بچہیدہ بود
دران دم صف خشم نزدیک شد
ابو بکر نزدیک داشت جائے
در آمد بہ تنگی سپاہ مظلالم

کہاں ہے انصاف کی آنکھ اور ایمان کے کان جو حضرات شیعہ اس مولف کے الفاظ کو دیکھیں اور سنیں اور اس کے مطلب کو سوچیں کہ ساری نفاق کی باتیں اور کفر کے کلمے خاک میں مل گئے اور ایمان بھی اور اخلاص بھی اور ہجرت بھی اور نصرت دیاری بھی

سب کا مہاجرین و انصار کی نسبت ثبوت ہو گیا۔ اسے مسلمانوں خدا کے لئے دیکھو کہ اب اس سے زیادہ اصحاب نبوی کی فضیلت کیا ہوگی کہ پیغمبر خلیلان کے حق میں خدا سے عرض کرتے ہیں کہ خدا یا ان چند آدمیوں نے صرف تیرے حکم سے جہاد پر مستعدی کی ہے اگر ان کو شکست ہوئی اور یہ مارے گئے تو پھر قیامت تک کوئی تیری عبادت نہ کرے گا۔ پس اہل سنت اور کیا کہتے ہیں انہیں، باتوں پر اصحاب نبوی سے محبت رکھتے ہیں اور ایسی ہی فضیلتیں ان کی بیان کرتے ہیں جب پیغمبر خدا ان کے حق میں یہ فرماویں کہ یہی لوگ تیری عبادت پھیلانے اور تیرے نام بلند کرنے کا ذریعہ ہوں گے اگر یہ مارے گئے تو دین کا خاتمہ ہو جائے گا اور قیامت تک کوئی تیرا نام نہ لے گا اور قیامت تک کوئی تیرا نام نہ لے گا تو کیونکر ہم اہل سنت ان کو مومن اور مخلص نہ جانیں اور کس طرح صرف ایک عبداللہ ابن سبا یہودی کے بہکانے سے ایسے پاک لوگوں کو منافق کہہ کر ایمان سے دست بردار ہوں اور خدا کی قدرت کا تماشا کرنا چاہیے کہ اس مقام پر بھی اس مؤلف کے قلم سے خدا نے نام ابوبکر صدیق کا لکھو دیا اور وہ بھی ایسے موقع پر کہ جس سے قربت نبوی ثابت ہوتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق پیغمبر صاحب کے برابر ہی کھڑے تھے جیسا کہ مؤلف موصوف فرماتا ہے کہ مصرح۔

ابوبکر نذوبنی داشت جائے

اسے یار و کیا مؤلف حملہ حیدری کا نا صبی اور نسی ہے جس نے اپنے مذہب کی خاطر سے ابوبکر صدیق کا نام لکھ دیا یا اس کو ابوبکر صدیق سے محبت تھی جس وجہ سے اس نے ان کے حق میں یہ کچھ کہہ دیا آخر کیا سبب ہے خدا کے لئے کچھ سبب تو اس کا بتلاؤ بجز اس کے بھائیوں و دیگر کوئی سبب نہیں ہے کہ قربت نبوی حضرت ابوبکر صدیق کو ایسی حاصل تھی کہ اس سے انکار کرنا اور ان کا نام نہ لکھنا حد حقیقت آفتاب کو چھپانا تھا بادل بے بدل کو مجتہد صاحب کی سی جرأت نہ ہوتی کہ وہ ایسی کھلی ہوئی بات کو چھپانا اور جو بات تمام مہاجرین اور انصار میں مشہور تھی اور جس کا مشہور اس وقت سے اب تک ہے اس سے انکار کرتا۔ اسے مومنین ذرا غور کرو کہ جو وہاں پیغمبر خدا نے اصحاب کی نسبت کی ہے اور جو حال ان کا خدا کے سامنے انہوں نے بیان کیا ہے اس سے بھی ان کا نفاق ثابت ہوتا ہے کیا منافقوں کے حق میں پیغمبر خدا نے ایسا ہی ارشاد کیا ہے کیا منافقوں کے حق میں یہ پیغمبر خدا نے فرمایا ہے کہ اگر فتح نہ ہوگی تو خدا یا تیری

لے ابوبکر و رسول اللہ کے پاس ہی تھے۔

جہاں قیامت تک پھر کوئی نہ کرے گا کیا باوجود ایسی نص صریح ہونیکے کی جس کا ثبوت تمہارے ہی مذہب والوں کے کلام سے ہوتا ہے تم ان کو کافر اور منافق کہتے رہو گے اور کیا ایسی باتوں کو سن کر بھی لفاق سے توبہ نہ کرو گے اگر باوجود اس کے بھی تم ان کی نسبت لفاق کا اطلاق کرو تو معلوم ہوتا ہے کہ تمہاری اصطلاح میں اخلاص اور ایمان اور قربت نبوی کے معنی لفاق کے ہیں لامشاحہ فی الاصطلاح مجتہد صاحب بار بار اپنی کتاب ذوالفقار و بخیرہ میں یہی فرماتے ہیں کہ شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ان کے متابعین کی نیت بخیرہ تھی اور جب تک نیت بخیرہ ہونے کا حال نہ معلوم ہوا ثبات فضیلت کی مصداق سے ان کو کچھ حصہ نہیں ہے اس لئے میں نہایت ادب سے عرض کرتا ہوں کہ اگر خوارج لغزم اللہ ہی سوال بہ نسبت جناب امیر علیہ السلام کے کریں تو اسے حضرات شیعہ تم کیا جواب دو گے اگر قرآن مجید سے ان کا نام نکال دو اور پھر ہم ابو بکر صدیق کا نام نہ نکال دیں تو بیشک تم سے ہم جھوٹے جب قرآن مجید میں تو کسی کا نام ہی نہیں ہے تو جس طرح تم ابو بکر صدیق کی فضیلت سے باوجود ان کے عالی مراتب سے باوجود ان کے ان فضائل اور درجات کے انکار کرتے ہو اس طرح پر وہ جناب امیر کے فضائل سے باوجود ان کے عالی مراتب کے انکار کرتے اب ذرا غور کرو کہ جب تم جناب امیر کے فضائل کو ان کے اعمال اور حالات سے ثابت کرو گے اور ان کی صدق نیت کو جو کہ امر ناطق ہے ان کے اعمال حسنہ ظاہری سے ظاہر کرو گے ہم ابو بکر صدیق کی نسبت ثابت کرتے ہیں ذرا غور سے دیکھو کہ جس طرح پر تم آیہ انما ولیکم اللہ ورسوله والذین آمنوا الذین یقیمون الصلوة و یؤتوا الزکوٰۃ و هم ذاکرینہ سے امامت حضرت علی کی ثابت کرتے ہو کیا اس کے برابر یہی ہمارا ثبوت صدق نیت کا ہجرت میں نسبت ابو بکر صدیق کے نہیں ہے آیہ انما ولیکم اللہ میں تو کوئی ایسی تیز خاص کے باب میں نہیں ہے جیسے کہ آیہ غار میں ہے کہ وہاں اول قول بفاہجہ کا صاف لفظ ہے جو دلالت کرتا ہے کہ مراد اس سے وہی یار ہے جو غار میں تھا اور غار میں ہونا سوا ہی ابو بکر صدیق کے دوسرے کسی کے قول سے بھی ثابت نہیں ہوتا پس غور کرو کہ قرآن مجید سے تمہارا دعویٰ ثابت ہوتا ہے یا ہمارا۔

سہ پارہ ۶ - سورہ مائدہ - رکوع ۶ - ترجمہ تبار رفیق و ہم اللہ ہے اور اس کا رسول اور ایمان واسے بر قائم ہیں فلا

پر اور دیتے ہیں زکوٰۃ اور وہ نوسہ ہیں - موضع القرآن

سہ پارہ ۱۰ - سورہ توبہ - رکوع ۶ - ترجمہ کہنے لگا اپنے رفیق کو ۱۲ موضع -

ذرا اور دونوں کو ملا کر دیکھو اور انصاف کرو کہ کون اپنے دعوے میں غالب ہے اور کون ضعیف

آشانی سے شانے کو ملا دیکھو ^{شعر} قدر میں ہمیں کچھ بلند ہوں گے
قرآن کو جانے دو اس کو بیاضی عثمانی سمجھ کر اس کی سند نہ لو تو اپنے اور اپنے بھائیوں خواجہ کی
کتابوں پر نظر کرو دیکھیں تم خواجہ مخدو لوں کی کتاب سے جناب امیر کے کس قدر فضائل ثابت
ہو اور پھر ان کو کن گری علیحدہ کرو اور پھر ہم سے شمار کر کے اس سے تمہیں سے زیادہ صحابہ کے مسائل ثابت کرتے
میں اپنی کتابوں کی سند لو آخر جب ایک فرقہ خواجہ کا دشمن اہل بیت ہو گیا اس نے کیا کیا
نہیں کیا ہے جو کہ تم صحابہ کی نسبت کرتے ہو وہ بھی جناب امیر کو ساری فضیلتوں کی آیتوں
سے ویسا ہی خارج سمجھتے ہیں۔ وعود باللہ من ہنوا انہم جیسا کہ تم خلفائے راشدین کو وہ بھی
ساری مطاعن کی آیتوں کو ذات پاک سید الاولیاء کی نسبت صادق سمجھتے ہیں جیسا کہ تم صحابہ
کیا کی نسبت وہ بھی ساری خوبیوں سے جناب امیر علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ
کی اسی طرح انکار کرتے ہیں جس طرح کہ تم اصحاب نبوی کی خوبیوں سے وہ بھی ہزاروں احوال
اور مطاعن جناب امیر کی شان میں قائم کرتے ہیں جیسا کہ تم پیغمبر صاحب کے یاروں کی شان
میں وہ بھی اسی برائی سے ان کے پاک نام کو لیتے ہیں جیسا کہ تم صحابہ کے ناموں کو غرضکہ ایک
ترازو میں تم اپنے آپ کو اور خواجہ کو تول دو دونوں کا پلہ برابر ہے تم کم ہونہ وہ زیادہ نہ تم
زیادہ ہونہ وہ کم ہیں۔

پس ذرا انصاف کرو کہ جب تم نے دشمنی صحابہ کو اپنے معتقدات اور اصول دین میں
قائم کر لیا تو تم ان کی فضیلت کا کیونکر اقرار کرو گے لیکن خدا کی شان ہے کہ اپنے رسول کے
یاروں کی فضیلت ظاہر کرنے کے لئے تمہارے ہی مذہب کے عالموں اور محدثوں کی،
کی زبان سے بعض کلمے فضیلت کے ظاہر کر دیتے اور کیسی باتیں ان کی قدر و منزلت کی تمہارے
مؤرخین کے قلم سے نکال دیں کہ اگر وہ سب جمع کی جاویں تو نام بنام خلفاء راشدین کی
شان میں ہزار حدیث و اقوال سے متجاوز ہوں گے اور جس سے ان کے ایمان اور اخلاص
اور جہاد اور امامت اور خلافت سب کا ثبوت اچھی طرح پر ہو گا چنانچہ بطور نمونے کے
میری اس چھوٹی سی کتاب میں سو حدیث و اقوال داخرا سے زیادہ ہوں گے اور جس میں
یا قرار تمہارے محدثین کے ائمہ علیہم السلام کی زبان سے ان کی صدیقیت اور امامت اور فضیلت

کا ثبوت ہوتا ہے پس ان سب کو جب تم سنتے ہو تو کیا یہ خیال نہیں ہوتا کہ باوجود اس بغض و عناد کے جب ہمارے محدثین و علما کے اقوال سے ان کے فضائل ثابت ہوتے ہیں تو حقیقت میں وہ کیسے افضل ہوں گے اگر حقیقت میں تم سوچ کر اور سمجھ کر جاتے ہو اور بمقتضائے اہذب النار علی النار کے ترک مذہب کو گوارا نہیں کرتے تو خیر مجبوری ہے اور اگر نہیں سمجھتے ہو تو پھر ایسی سمجھ کا کیا علاج خدا کی کتاب سے سمجھایا مہاجرین و انصار کی شان میں آیات بنیات کو کھول کر دکھایا احادیث نبوی کو جو تمہارے ہی کتابوں میں ہے نقل کر کے ان کی فضیلت کو ثابت کیا اقوال ائمہ کرام سے تمہارے ہی مذہب کے موافق ان کے ایمان اور مراتب کو ظاہر کیا ان کے اعمال حسنہ کو بھی تمہارے مؤرخین و علماء کی شہادت سے ثابت کر دیا اور پھر جب تم کہو تو یہی کہو کہ نیت اصحاب کی بخیر نہ تھی اور وہ منافق تھے تو سوائے خدا کے جس کی شان ہے کہ یہدی من یشاء ویصل من یشاء ہم تم کو ہدایت نہیں کر سکتے اور ہم کسی نسخے سے تمہاری بیماری کی دوا نہیں دے سکتے لانا اعمالنا و لکم اعمالکم شعر۔

ہمارا کام کہہ دینا تھا یا رو اب آگے چاہے تم مانو نہ مانو

عرض کہ جو آیت لولا کتاب من اللہ کو مجتہد صاحب نے معارف میں پیش کیا تھا اس نے کس خوبی سے صحابہ کے فضائل کو ثابت کیا خصوصاً حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں باقرار علماء شیعہ پھر خدا نے کیا کچھ فرمایا سبحان اللہ صحابہ کے نقص و عیب ثابت کرنے کے لئے جو سارے قرآن کو ڈھونڈ کر حضرت نے آیتیں نکالیں ان سے بھی ان کی فضیلتیں ثابت ہوئیں پس جو آیتیں خاص ان کی فضیلت میں ہیں انکا حال اسی پر قیاس کرنا چاہیے کہ ان سے کیا کچھ فضیلت ثابت ہوئی ہوگی جو کہ تین آیتوں سے جگہا ذکر مجتہد صاحب نے کیا تھا بفضہ ذرا غنت ہوگی اب میں ایک اور چوتھی آیت کو نقل کرتا ہوں جس کو مجتہد صاحب نے اظہار معائب صحابہ کے لئے ذوالفقہار میں نقل کیا ہے۔

قوله تعالى بَعَثْنَا نَبِيًّا أَنْ يَتَكَلَّمَ لَهُ أَنْ سُرِّيَ حَقِّي يَتَخَبَّرُ فِي الْأَرْضِ تَرِيدُونَ عَرَفْنَ الدُّنْيَا وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ اس آیت کے لکھنے سے عرض حضرت کی یہ

سہ ترجمہ ہدایت کرے وہی اللہ جسے چاہے اور گمراہ کرے وہی اللہ جسے چاہے مولوی عبدالعزیز ریس

۲۵ سورہ شوریٰ رکوع ۲ ترجمہ ہم کو لکھنے میں ہمارے کام اور تم کو تمہارے کام ۱۲ موضع القرآن - لولا کتاب کا ترجمہ صفحہ ۱۲ دیکھو ۱۲ - پارہ ۲ سورہ انفال رکوع ۹ ترجمہ کیا چاہیے نبی کو کہ اس کے ہاں قیدی آویں جب تک ضرورت کرے ملک میں رہا جاتا ہے نہیں دنیا کی اور اللہ چاہتا ہے آخرت اور اللہ زور آور ہے حکمت والا ۳ موضع القرآن -

ہے کہ بعض لوگ پیغمبر خدا علیہ التعمیر والثناء کی نسبت کچھ اور خیال کرتے تھے اور حضرت کی تقسیم کو پسند نہ کرتے تھے پس اس سے یہ مطلب حضرت کا ثابت نہیں ہوتا کہ وہ کہنے والے جن کے حق میں یہ سورت نازل ہوئی ہے وہ خلفاء راشدین یا صحابہ کبار تھے بلکہ خود مفسرین شیعہ کے اقرار سے اسی آیت سے اہل بدر کی جن کا حال ابھی ہم لکھ رہے ہیں فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ کاشانی خلاصۃ المہج میں اسی آیت کی تفسیر میں لکھتا ہے کہ اگر نہ حکمی و فرمانی می بود از خدای تعالیٰ کہ پیشی گرفتہ شدہ اثبات آن در لوح محفوظ کہ بے نہی صریح معقوبت نوزاد پیریا اصحاب بدر را عذاب نہ کند، پس اس آیت سے بھی صاف فضیلت اہل بدر کی ثابت ہوتی کہ خدا ان کے حق میں وعدہ کر چکا ہے کہ ان پر عذاب نہ کرے گا تو ایسی آیت کو معرض مناظرہ میں اس وقت مجتہد صاحب کو پیش کرنا چاہیے تھا جب کہ پہلے اس کی تفسیر کو ملاحظہ کر لیا ہوتا آخر اس کی تفسیر سے بھی فضیلت اہل بدر کی ثابت ہوئی اصحاب بدر کی فضیلت اور ان کی مغفرت کا وعدہ خدائے پاک کی طرف سے بہ اقرار مفسرین شیعہ کے ایسا ثابت ہے کہ ان کو اس سے انکار کرنے کا کوئی موقع نہیں ہے چنانچہ ہم اس کو تفاسیر شیعہ سے بخوبی علاوہ اس روایت کے ثابت کرتے ہیں۔

واضح ہو کہ آریہ ۱۱ مَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ
کی شان نزول میں مفسرین امامیہ کے لکھتے ہیں کہ ایک شخص تھا حاطب بن ابی بلتعہ صحابی اس نے کفار مکہ کو بنظر حفاظت اپنے خویش و اقارب کے یہ لکھ بھیجا کہ پیغمبر خدا تمہارے اوپر حملہ کرنے کا قصد رکھتے ہیں سو تم بھی مستعد رہنا چنانچہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی سے اس کا حال معلوم ہوا تب پیغمبر خدا نے پوچھا اس نے جواب دیا کہ میں نے بوجہ ارداد کے یہ نہیں کیا بلکہ اپنے اہل و عیال کی اعانت کی نظر سے پیغمبر خدا نے اس کا عند قبول کیا حضرت عمر نے کہا کہ یا رسول اللہ! جازت ہو تو میں اس کو قتل کر دوں کہ یہ منافق ہے رسول مقبول نے فرمایا کہ نہیں پہلے بدر سے ہے اور خدائے تعالیٰ سنان لوگوں کے لئے جو جنگ بدر میں شریک تھے وعدہ مغفرت کا کیا ہے اور ان کے حق میں فرمایا ہے کہ (اعملوا ما شئتم فقد غفرت لكم) کہ جو چاہو کرو

۱۔ اگر اللہ تعالیٰ کا حکم و فرمان ہوتا تو ان کو اپنی پیشی میں سے کہ لوح محفوظ میں ان کو سزا دینے کا صاف حکم لکھ دیتا یا پھر اصحاب بدر کو عذاب دیتا ۲۔ پارہ ۲۸۔ سورہ مستند کو ح ترجمہ ۱ سے ایمان والوں نے پکڑو میرے اور اپنے

دشمنوں کو دوست ۱۲ ص ۲

میں نے تم کو بخش دیا پس امید ہے کہ خدا اس کے نامہ سیاہ کو مغفرت کے پانی سے دھو دے۔ یہ خلاصہ ہے اس تقریر کا جو مفسرین امامیہ نے کی ہے چنانچہ میں بلفظ خلاصہ المنہج سے جو کہ معتبر تفاسیر شیعہ سے ہے اس کو نقل کرتا ہوں تاکہ کسی شیعہ کو یہ کہنے کی جرأت نہ ہو دے کہ شاید کچھ تعریف کر دی ہوگی وہ ہونڈہ (حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بارگاہ حقانیت عزیمت مکہ داشت سارہ کنیز ابی عمر (الخ)۔

اور مطابق اسی روایت کے مضمون مغفرت اہل بدر کا ہے تفسیر مجمع البیان میں کہ مفسر موصوف لکھتا ہے کہ (وما یدر یک یا عمر لعل اللہ طلع علی اہل بدر فغفر لہم فقال) اعلو ما شتم فقد غفرت لکم (اس روایت سے جو جواب علماء شیعہ دیتے ہیں اس کا حال سوال و جواب سے جو باہم منشی سبحان علی خان صاحب اور مولوی نور الدین کے ہوئے ہیں ظاہر ہوتا ہے۔ منشی سبحان علی خان صاحب سوال کرتے ہیں کہ (در تفسیر مذکور از ابتدا سورہ ممتحنہ در مطاوی بیان حال حاطب بن ابی بلتعہ مسطور است کہ جناب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بحق او فرمودند کہ اورا بجالتش بگنارند و از واز و از اہل بدر است و بدریان را حق تعالی و عدو مغفرت فرمودہ امید ہست کہ نامہ عصیان اور آیاب مغفرت بشوید انتہی خلاصہ حال حاضر منست کہ اصحاب شمشہ ہم از بدریاں ہستند می بیاید کہ ایشان را ہم بحال ایشان گزاشتہ شود و لعن ملعن بحق ایشان کردہ نشود) اس کے جواب میں مولوی صاحب نہایت درد دینی سے لکھتے ہیں کہ (قصہ حاطب برای خلفائے ثلاثہ بر اصول امامیہ قیاس مع الفارق است

سے رسول اکرم نے عینہ طور پر کہ جانے کا ارادہ کیا ابو عمرو کی کوٹھی سارہ آگے بڑھی (جلد دوم)

کہ اور کیا جانتے ہو تم اے عمر شاید اللہ آگاہ ہو اہل بدر پر پس بخشا واسطے ان کے پس کہا کہ تم جو چاہو پس تحقیق بخشا میں نے واسطے تمہارے ۱۷ مولوی افہام اللہ سلمہ

کہ تفسیر مجمع البیان میں سورہ ممتحنہ کے آغاز میں حاطب بن ابی بلتعہ صحابی کی بابتہ تحریر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حاطب کے بارے میں فرمایا اسے اس کے حال پر چھوڑ دو دیر اصحاب بدر میں سے ہے اور بعد والوں کو معاف کرنے اور بخش دینے کا اللہ نے وعدہ کیا ہے۔ امید ہے کہ ان لوگوں کے گناہوں کو وہ خود آپ مغفرت سے دھو ڈالے گا۔ اس بنا پر میں عرض کرتا ہوں کہ اصحاب ثلاثہ بھی اہل بدر میں سے ہیں اس لئے ان کو بھی ان کے حال پر رہنے دیا جائے اور ان پر اللہ سے ملامت نہ کی جائے۔ کہ حاطب کا قصہ خلفائے ثلاثہ کے حق میں اصول امامیہ کے پیش نظر قیاس مع الفارق کی حیثیت رکھتا ہے کیونکہ اصول جمع کرنے والوں کی روایات اس امر کا ثبوت ہے کہ یہ تینوں خلفاء لیبیاء کے لیے

زیرا کہ آیات جامعین اصول والات بران وارد کہ اینہا ہرگز باسحق و قلب سوی جناب ختمی
 مآب مائل بنود تمامی امور ایشان از صلاح و تقوی ہم در حیات شریف و ہم بعد وفات مبنی
 بر سمدہ و ریاد اینہا کلہم معتقد کاہنیں و منجین بودند بدالات احادیث بخلافت حاطب کہ مثل
 اینہا بودالی قولہ پس عفو از حاطب مستلزم عفو از مشائخ سنیال نیست علاوہ گناہ حاطب
 را ملاحظہ فرمائید کہ فقط افشائے امر سیت بی آنکہ فرمودہ باشند کہ این راز را ہرگز فاش نہاید
 کہ دوہر گاہ دختران اول و ثانی بعد منع تہ حضرت را فاش کردند و توبہ شان مقبول انا و چنانچہ
 از مجمع و غیرہ ظاہرست پس عفو حاطب بطریق اولی و اں ہم برای آنکہ کفار قریش سرپرستی
 اہل و عیالش نمایند بخلاف حال کسانیکہ جناب ختمی مآب را بزہر کشند و چند معصوم را شہید
 کردند و ہزاران نسخ قرآن مجید را با آتش نہادند و آنچه باقی گراشتند و را نہم داد و تحریف دادند خلاصہ
 اس کا یہ ہے کہ چونکہ خلفاء ثلاثہ کا کوئی کام مکر و فریب اور نفاق سے خالی نہ تھا اس لئے بسبب
 عدم ایمان ان کے وہ اس فضیلت سے محروم ہیں جو کہ اہل بدر کو ہے اور یہ کہنا حقیقت
 میں مثل اس کہنے کے ہے کہ حضرات شیخین بدر میں بترک ہی نہ تھے یا بدر کی لڑائی فی نفسہ ہوئی
 نہ تھی یا شیخین دنیا میں پیدا ہی نہیں ہوئے یا پیغمبر صاحب نے دعویٰ پیغمبری ہی کا نہیں
 کیا کہ ایسے منکرین کا کسی کے پاس سوائے خدا کے کچھ جواب نہیں ہے۔ اس عبارت اعلیٰ
 ما شتم فقد عرفت لکم کی نسبت بعض حضرات شیخہ یہ بھی اعتراض کرتے ہیں کہ یہ امر بچہ پانہ
 قیاس ہے کہ خدا کسی سے وعدہ کرے کہ جو چاہو کہ وہم نے تم کو بخش دیا ہے اور ان کے

بقیہ صفر ۱۳۱۳، نیک نیتی کے ساتھ رسول اکرم کی جانب مائل ہوتے تھے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اور آپ کی رحلت کے بعد ان تینوں کے صلاح و تقوی کے کام مرف
 دکھاہے اور دیا کاری پر منحصر ہے اور یہ سب واصل کاہنوں اور نجومیوں کے معتقد تھے جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے اور
 حاطب کی کیفیت ان سے جانتے۔ حاطب کو معاف کر دینے سے سینوں کے سرداروں کو معاف کر دینا لازم نہیں آتا حاطب
 کا جرم فقط یہ تھا اس نے راز فاش کیا جو یکہ ممانعت کر دی تھی کہ راز کو ہرگز فاش نہ کرنا اور جب کہ اس کی دونوں روکیوں
 نے رسول اللہ کا راز فاش کیا تو ان کی توبہ قبول ہو گئی جیسا کہ مجمع و غیرہ نے لکھا ہے اس لئے حاطب کو معاف کر دینے بطریق
 اولی درست تھا۔ اس وجہ سے بھی کہ کفار قریش اس کے اہل و عیال کی سرپرستی و ذمہ داری کیسے اس کے خاندان و
 لوگ جنہوں نے رسول اکرم کو زہر دیکر ہلاک کیا اور کئی معصوموں کو شہید کیا اور قرآن کریم کے ہزاروں نسخے نذر آتش
 کئے اور ہزار کچھ بچے تھے ان میں تحریف و تبویلی کی۔ مسہد کاتب سبحان علی خان ص ۱۱۱

و اسلئے محرمات کو حلال کر دے اس کا جواب تحقیقی یہ ہے کہ اللہ اعلم بحیثیت صحیحان و رسالہ،
کہ خدا کو خوب خبر ہر شخص کی ہے وہ موافق اپنے علم اور تقدیر کے ہر کام کرتا ہے جب اس کو
اہل بدد پر اطمینان تھا تب اس نے یہ ارشاد فرمایا اور جواب الزامی یہ ہے کہ ذرا اپنے یہاں
کی ان روایتوں کو دیکھیں جو مغفرت میں شیعوں کی ہیں کہ جن میں صاف لکھا ہے کہ پس قدر
علی کی کافی ہے کسی گناہ کی، قابلہ اس کے پس شہیرا نے کہا اس کو تم اس کے مقام پر
سدا ہا اقوال سے ثابت کریں گے پس اسی طرح پر خدا اصحاب بدر کے حال پر رتہ نہ رکھ کر اگر
خدا نے یابن نیا را کہ انہوں نے اپنے گمراہوں کو چھوڑا اپنے وطن سے ہجرت کی اپنے عزیز
قریبوں سے علائقہ قطع کیا اپنے مال و دولت کو لٹایا اپنی جان اور مال کو خدا کی راہ میں نثار
کیا اور پھر اپنے بھائی بندوں کے قتل پر مستعد ہوئے اور ان کے مارنے میں بمقابلہ محبت
خدا کے کچھ بھی خوف نہ کیا اور جن کے مرتبہ بڑھانے کو خدا نے ملائکہ کو ان کی مدد کے واسطے بھیجا
اور سب سے پہلے لڑائی اسلام کی ان کے ہاتھوں سے فتح ہوئی اور اول معرکہ میں ان کی شہادت
قدمی اور جا نثار ہی، خدا نے سب پر ظاہر کر دی اور علیہ اسلام کا ان کے ہاتھ پر کیا اور آیتہ کو
دروازہ فتوحات اور اجراء اسلام کا ان کی تلواروں سے کھول دیا اور یہ سب کچھ ان خدا کے ماشو
رسول کے یاروں نے اس پاک ذات کی تسخیری میں کیا جو خدا کا محبوب تھا اور جو سارے
پیغمبروں کا سردار تھا جس کی شفاعت سے بڑے بڑے کبیرہ گناہوں کو خدا بخش دے گا۔
اور جس کی سفارش سے ان لوگوں کو جنہوں نے سوائے اقرار توحید و نبوت کے کوئی بھی نیک
کام نہ کیا ہو گا اور جس کی ساری عمر محرمات کے ارتکاب میں گزری بخش دیگا پس جب ایسے رول
اور دین و دنیا کے بادشاہ کے ساتھ ہو کر جو سپاہی اول لڑائی میں لڑے ہوں اور ایسے خدا کے
محبوب اور ممتاز کے قدموں پر اپنی جانوں کے نثار کرنے پر سب سے اول آمادہ ہوئے ہوں اور
اور نہ صرف منافقانہ مستعدی اور ظاہری آمادگی دکھلائی ہو بلکہ جو کہا ہے وہ کر دکھلایا ہو اور
جن کے لڑنے پر پیغمبر خدا نہایت بجز دانت سے خدا سے دعا کرتے ہوں کہ ابھی ان بچارے
چنانچہ نزمیوں محتایوں نے صرف تیری ہی رضا حاصل کرنے کے لئے اپنی جانوں کو قربان
کرنے کا ارادہ کیا ہے ان کو فتح دینا ہی لوگ تیرا نام بلند کرنے کے ذریعے اور تیرا دین پھیلانے
کے وسیع ہے اگر ان کو فتح نہ ہوئی تو پھر قیامت تک تیری عبادت کوئی نہ کرے گا اور پھر

سند پارہ ۸ - اور رسالہ کے صفحہ ۱۵۰ پر مذکور ہے کہ اللہ بہتر جانتا ہے جہاں بھیجے اپنے پیام ۱۲ موضع۔

انہوں نے ان کے ہاتھ پر فتح بھی دی اور انہوں نے باوجود بہت قلیل ہونے کے ایک فوج کی فوج کو کفار کی مٹا دیا اور بڑے بڑے نامی قریشی کافروں کو مثل ابو جہل وغیرہ کے تہ تیغ کیا اور ان دشمنوں کو جنہوں نے نہایت ایذا اور مصیبت سے پیغمبر خدا کو لے کے نکالا اور جن مردوں نے کمال دکھ اور تکلیف سے خدا کے حبیب سے اس کا گھر چھڑایا تھا، مذلت پر اٹایا اور ان کے گوشت پورسہ کو طعمہ زاع و ذعن کا کر دیا اور جن کے اس غلبے سے کافروں کے کلیجے دہل گئے اور کفار قریش کے بدن کا پٹھ لگے اور بڑے بڑے سلاطین میں ان کے ایمان اور شوکت کا شہرہ ہو گیا تو پھر اگر ایسی محنتوں اور کوششوں اور ایمان اور اخلاص کے صلے میں خدا نے جو نکتہ نواز اور جو اپنے رحم و کرم سے ایک عمل کے بدلے میں ستر اور سات سو حصہ زیادہ ثواب دیتا ہے اور جو صورت اپنے فضل سے براہ بندہ نوازی صرف زبان و دل سے بغیر کسی عمل کرنے کے توبہ قبول کر لیتا اور جو جب آیہ کریمہ **يَسْئَلُ اللّٰهُ نِيَا تَمِيْرًا حَسَنًا** کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دیتا ہے ان پاک لوگوں سے وعدہ مغفرت کا کر لیا اور ان کی شان میں اعمال و امانتیں فقط حضرت مکرم فرمادیا کہ کیا مقام تعجب اور حیرت کا ہے کیا اسے حضرات امامیہ تم خدا کو رحیم نہیں جانتے کیا تم اللہ جل شانہ کو نکتہ نواز نہیں سمجھتے کیا وہ اپنے بندوں پر فضل نہیں کرے کیا وہ ان کے اعمال سے ہزار حصہ زیادہ ثواب نہیں دیتا تو جب تمام آدمیوں کے ساتھ بلکہ گنہگاروں کے ساتھ بلکہ کافروں کے ساتھ اس کے رحم و کرم کا یہ حال ہو کہ اگر گنہگار سالہا اور مشرک ہفتاد سالہ جس نے اپنی ساری زندگی بت پرستی اور کفر میں ضائع کر دی، ہو ایک دفعہ صدق دل سے کلمہ شہادت پڑھے اور توحید و نبوت کا مقرر ہو جاوے تو خدا اس کے ایک لہر کے ایمان پر اس کے سو برس کے کفر اور مشرک کو بخش دیتا ہے تو پیغمبر خدا کے یاروں اور رسول مقبول کے اوپر جان نثاروں کے حق میں بغیر و بچھے ان کے ایمان، ارادہ خاص اور ہجرت اور جہاد اور نصرت کے وعدہ مغفرت کا کیا تو تم کیا بعید از قیاس سمجھتے ہو کیا تم نہیں جانتے کہ اکثر اعمال جو جوہر خاص زیادہ عزت اور عمدہ صلہ کے مستحق ہو جاتے ہیں مثلاً دنیا کے حال پر خیال کر دو کہ اگر کوئی سپاہی کسی جمعدار کے ساتھ کسی چھوٹی لڑائی پر جاوے اور فتح کر لے تو اس کی کیا عزت ہوگی اور وہی سپاہی خاص بادشاہ کے ساتھ کسی جباری لڑائی میں جاوے اور فتح ہووے تو اس کی کیا عزت ہوگی اور اس کو جمعدار کے ساتھ لڑنے میں کیا انعام ملے گا اور

۱۰ پارہ ۱۹ سورہ زمرہ ۶ ترجمہ بدل دے گا اللہ بانیوں کی جگہ جہلیوں ۱۲ مریض القرآن۔

بادشاہ کے ساتھ ہو کر لڑنے اور فتح ہونے پر کیا تمغہ ملے گا اگر تم دونوں میں کچھ فرق نہیں کرتے اور دونوں حالتوں کو برابر سمجھتے ہو تو حقیقت میں تم لائق خطاب نہیں ہو اور اگر دونوں کے تئیں میں تمیز کرتے ہو تو پھر اس وعدے کو خدائی تمغہ جو صلہ میں ایسی بڑی بھاری لڑائی کے جو سید الانبیاء سند الاصفیاء محبوب کبریا شاہ ہر دوسرا کی معیت میں ہو کیوں نہیں سمجھتے دیکھو حدیث شریف میں آیا ہے کہ قیامت کے دن اگر گنہگار ایسے دوزخ میں پڑے رہ جاویں گے جن کے گناہوں کی کثرت اور شدت سے انبیاء بھی بلکہ سید الانبیاء بھی شفاعت نہ کریں گے تو خدا ان کے حال پر خود رحم کرے گا اور ان کو دوزخ سے نکال کر جنت میں بھیج دے گا اور ان کی نور کی گردنوں میں نور کی تختی پر نور سے لکھ دے گا کہ ہذا عسقا و الرحمن من النیر ان کہ یہ آزاد کے ہوئے ہیں خدا کے دوزخ سے جن کا نہ کوئی شفع تھا اور نہ جن کا کوئی سفارشی پس اگر خدا نے ان لوگوں کو جو کہ خاص اس کے بندے تھے اور جنہوں نے اپنے قصور کو ظاہر بھی کر دیا اور ان کے نیک کاموں کا نتیجہ بھی ظاہر ہو گیا اپنے فضل سے دنیا میں نور کا تمغہ کہ اعمال و امانت و تقویٰ لکم و یدیا تو سوائے کفار اور فاسقین کے کون اس پر تعجب کر سکتا ہے اور کس کو خدا کی قات سے اس بخشش پر تعجب ہو سکتا ہے ذرا ان روایتوں کو چند صفحے لوٹ کر دیکھو کہ پیغمبر خدا نے جب مادگی جہاد پر ظاہر کی اور مہاجرین و انصار سے پوچھا تو انہوں نے کیا جواب دیا اور پھر ان میں بھی سب سے اول کون بولا سوائے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اور کون پہلے اٹھا اور کس نے پیغمبر خدا کے قدم چوم کر یہ کہا کہ یا حضرت ہم تو اول ہی جان و مال اپنا آپ پر قربان کر چکے اور اپنے گھر بار کو آپ پر لٹا چکے بھائی بندوں کو چھوڑا یا دوستوں کو چھوڑا اب ایک جان باقی ہے وہ بھی آپ پر نثار ہے اور ایک جان کیا ہزار جانیں ایسی آپ پر قربان ہیں یا رسول اللہ

قطعہ

می خواہم از خدا بدعا صد ہزار جان تاصد ہزار بار بھیرم برائے تو
 من کینتم کہ بہر تو جان ما فدا کنم . ای صد ہزار جان مقدس برائے تو
 حضرت ابو بکر صدیق کہنے نہ پائے تھے کہ حضرت عمر اور سعد بن معاذ اٹھے انہوں نے
 بھی اپنی جان نثار ہی کا شوق ایسا ہی بیان کیا دیکھو تمہارے ہی مذہب کا مورخ ان
 اصحاب کبار کے دلوائے اور شوق اور عشق اور آمادگی کو کون لفظوں سے لکھتا ہے ۔ وہ کہتا ہے

کہ جب پیغمبر خدا نے سوال کیا تب۔ اشعار

پیا سخی ابو بکر از جامی خاسته
بگفتند یا سید المرسلین
کہ بادشمن دین چہا مے کنیم
بود تا بن جان و در کف تو ان
ز بانخواست این بار سعد معاذ
کہ با جان دل با ہمیں جہد دست
وزاں پس عمر نیز موکر و راست
قدم پیش بگذار و مارا بہ بین
چہ سانی در پیت جان فدا می کنیم
بیاریم شمشیر بہ دشمنان
چنین گفت از روی صدق و نیاز
بدست تو روزیکہ و ایم ہست

سر و مال و فرزند و خویش و تبار

ہماں روز گردیم بہ کونش

پس جب ان اہل بدر کے شوق اور محبت اور ایمان اور اخلاص کا یہ حال ہو تو تم صرف ایک اگلو امانت پر تعجب کرتے ہو اور ان وعدوں کو جو خدا نے ان کے واسطے جا بجا قرآن مجید میں کئے ہیں کچھ خیال نہیں کرتے اس سے تو صرف مغفرت ثابت ہوتی ہے ذیہ قرآن مجید کھول کر دیکھو کہ مہاجرین و انصار کی شان میں خدا نے کیا کیا فرمایا ہے دیکھو رضی اللہ عنہم و رضوانہ ان کی شان میں فرمایا ہے یا نہیں انہم جنات تجری تحتہا الانہار ان کے حق میں کہا ہے یا نہیں ذلک الفوز العظیم ان کی نسبت قرآن میں آیا ہے یا نہیں پس جو جو وعدے خدا نے ان سے کئے ہیں اس سے تو سارا قرآن بھرا ہوا ہے تم ایک ہی وعدہ پر تعجب کرتے ہو اور ان کی ساری خوبیوں سے چشم پوشی کر کے ان کے معائب تلاش کرتے ہو اسے یاد دہانہ انصاف کرنا اور خدا کے لئے اپنے یہاں کی حدیث اور سیر کی کتابوں کو دیکھو کہ شیعیاں کوئی نے حضرت علی کے ساتھ کیا کیا اور ان کی کیسی قدر کی اور کوفہ کے فضائل میں تمہارے یہاں کے محدثین کیا کہتے ہیں وہی شیعیاں کوئی تمہے جنہوں نے امام حسن کا ساتھ نہ دیا جنہوں نے ان کے قدموں سے مچھلے تک نکال لیا وہی کوئی تمہے جنہوں نے اول حضرت مسلم کے ساتھ بیعت کی اور پھر وقت پر سب کے سب پخت ہو گئے

صفحہ پارہ ۱۱۔ سورہ توبہ رکوع ۳۴ ترجمہ اللہ راضی ان سے اور وہ ماضی اس سے ۲۲ موضع القرآن

صفحہ پارہ ۱۱۔ سورہ توبہ رکوع ۳۴ ترجمہ اللہ راضی ان کے باغ نیچے جتنی خبریں ۲۲ موضع القرآن

صفحہ پارہ ۱۱۔ سورہ توبہ رکوع ۳۴ ترجمہ اللہ راضی ہے جڑ کا مراد یعنی ۲۲ موضع القرآن۔

اور آخر پچارے مسلم تنہا مع دو معصوم بچوں کے شہید ہو گئے وہی کوئی تھے جنہوں نے امام حسینؑ کو بلایا اور بڑے شوق و ذوق کے خط لکھے چنانچہ بارہ ہزار خط شیعہوں نے امام کو بھیجے اور جن کے سرنامہ پر یہی تھا کہ یہ خط علی اور تمہارے شیعہوں کی طرف سے ہے اور پھر ان خطوں میں کیسا اپنا شوق بیان کیا کہ کچھ بیان نہیں ہوتا پس جب اس تمنا سے بلاویں اور نہایت ہی اپنی آرزو ظاہر کریں کہ یا ابن رسول اللہ آپ جلد تشریف لائیے اور اس خط کو رونق دیجئے زمین کو نہ کی ہمت چشم انتظار ہو رہی ہے درود یوار سے آواز خیر مقدم کی آرہی ہے ہر شخص کی زبان پر لبیک لبیک کی صدا ہے سہرا دمی جمال باکمال کے انتظار میں محو ہو رہا ہے ذرا جلد تشریف لائیے ہم سب جاں نثاریں کو حاضر ہیں پھر دیکھئے ہم کیا کرتے ہیں۔ اشعار

سپاہی چو آشفته پیلان مست
ز تو را بیت فتح انساختن
ہمہ نیزہ دگر زو بخبر بدست
زما لشکر بے کران بساختن
چو پائیخ آہنگ خون آوردند
چو تیر از کسان در کین آوردند
سر آسمان بر زمین آوردند

اور جب حضرت امام جاوید تو ایک بھی ساتھ نہ دے اور غرور فریب کر کے یکہ
تنہا امام کو شہید اور تین دن کا بھوکا پیاسا قتل کریں جس کے سال پہا سمان و زمین کو
قیامت تک رقت ہے اور باوجود اس کے کوفہ کی وہ عزت بیان کی جاوے کہ مکے و مدینے
کو بھی وہ عزت نہیں ہے چنانچہ ملا باقر مجلسی تحفۃ الزائرین لکھتے ہیں کہ (در حدیث معتبر
دیگر از حضرت امام جعفر صادق منقول است کہ حق تعالیٰ عرض کرد ولایت ما را بر اہل ہر شہر
پس قبول نہ کردند مگر اہل کوفہ انتہی بلقظہ کہ امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ خدا نے ہماری
دوستی کو سارے شہروں پر عرض کیا مگر کسی شہر کے رہنے والوں نے ہماری محبت کو قبول نہ
کیا سوائے کوفہ کے رہنے والوں کے اس سے صاف ثابت ہوا ہے کہ جو توبہ خدا نے کوفہ کو
دیا ہے اور اس کے رہنے والوں کو وہ نہ مکے کو ہے نہ مدینے کو بلکہ ایک حدیث میں امام زین العابدین
کی طرف سے ملا باقر مجلسی نے صاف لکھ دیا ہے کہ امام زین العابدین فرماتے ہیں کہ (بقدر

سنہ ایک دوسری معتبر حدیث امام جعفر صادق کی زبانی یہ ہے کہ تمام شہروں پر اللہ نے ہم سے دوستی کرنے کو کہا مگر اسے صرف
کوفہ نے (۱) کیا لہذا مدینہ میں گھر رکھنے کی بہ نسبت کوفہ میں صرف ایک پاؤں رکھنے کی جگہ خیرے نزدیک زیادہ اچھی ہے۔

جای پاؤں کو فہ نزد من بہترست از خانہ کہ ۱۰ رینہ داشتہ باشم کہ ایک قدم رکھنے کی جگہ کوفے کی میرے نزدیک اس گھر سے بہتر ہے جو دینے میں ہو اور یہ کوئی شبہ نہ کرے کہ کوفے کے رہنے والے شیونہ تھے اس لئے کہ بہ مقتضای الحدیث بعضا یفسر بعضا خود ملاحظہ باقر مجلسی مجالس المؤمنین میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں ذرا اس کو سنیے عبداللہ بن ولید سے روایت ہے کہ (گفت در زمان نبی مروان بخد مت امام جعفر صادق علیہ السلام رفتم آنحضرت از من در فیتان من پر سیدند کہ شامچہ کسانید گفتم از اہل کوفہ ایم آل حضرت فرمودند وسیح یک از بلاوا بقدر دوست نداریم کہ در کوفہ بعد از ان فرمودند کہ اینہا العصابہ ان اللہ ہدایتکم لاسر جملہ الناس وحبہمونا وایفقتنا الناس وایعیتونا وخالفتنا الناس ووافقتونا وکذبنا الناس وصدقتمونا فاجیبناکم اللہ حیانا واما تمکم مما تنان) اور اس حدیث کو کہیں کہیں ملاحظہ باقر مجلسی لکھتے ہیں کہ بالجملہ شیع اہل کوفہ حاجت بہ اتا مت دلیل ندارد اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ عبداللہ بن ولید روایت کرتا ہے کہ میں ایک روز مروانیوں کی سلطنت کے زمانہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا امام نے پوچھا کہ تم کہاں رہتے ہو میں نے جواب دیا کہ کوفہ میں حضرت نے فرمایا کہ کسی شہر میں ہمارے اتنے دوست نہیں ہیں جتنے کہ کوفہ میں اور پھر فرمایا کہ خدا نے تم کو فیوں کو اس بات کی ہدایت کی ہے جس سے اور سارے لوگ جاہل رہے تم کو فیوں نے ہم سے محبت کی اور سب نے ہمارے ساتھ دشمنی رکھی تم کو فیوں نے ہماری بیعت کی اور سب نے مخالفت تم کو فیوں نے ہمارا ساتھ دیا اور سب نے ہم کو جھٹلایا تم کو فیوں نے ہماری تصدیق کی ہے خدا تم کو ہماری زندگی پر جیتا رکھے اور ہماری سی موت پر تمہاری بھی موت ہو پس اے مؤمنین اب دبیر اور انیس کے مشیے جلاؤ اور کتاب خوانی موقوف کرو اس لئے کہ جن کو فیوں کی تم شکایت کرتے ہو اور تنہوں نے امام حسین کو شہید کیا وہ خاص اس کوفہ کے تھے جہاں کے رہنے والے امام کی جان و جگر

سے مروانیوں کے دور میں ایک تہہ میں امام جعفر صادق کی خدمت میں حاضر ہوا انہوں نے میری اور میرے دوستوں کی بابت دریافت کیا کہ تم کہاں کے ہو میں نے عرض کی ہم کوفی ہیں۔ فرمایا تمام شہروں کی بنیبت ہم کوفہ کو زیادہ دوست رکھتے ہیں اس کے بعد فرمایا اے لوگو اللہ نے تم کو اس کا لگی ہدایت کی جسے اللہ لوگوں نے بھلا دیا تم نے ہمیں دوست رکھا اور اور دوسروں نے ہم سے بغض رکھا تم نے ہماری بیعت کی دوسروں نے مخالفت کی تم نے ہماری موافقت کی اور دوسروں نے ہمیں جھٹلایا تم نے تصدیق کی اللہ تمہیں ہماری سے زندگی و موت دے۔

تھے اور جس کا رتبہ مکے مدینے سے بھی زیادہ امام کے نزدیک تھا اور جس کے رہنے والوں کی موت اور زندگی امام کی سی تھی پس وہ کوفہ جس کو ایسی عزت ہو اور وہ کوئی جن کی یہ قدر و منزلت ہو عزت کے لائق نہیں ہیں ان کی شان میں فصیح سے مدح کے کہو اور ان پر حرمت بھی جو اس لئے کہ کوفہ معیار تشیع ہے کوئی ہونا دلیل شیعوہ ہونے کی ہے چنانچہ ملا باقر مجلسی تمہاری مجالس المؤمنین میں فرماتے ہیں کہ کوئی ہونے کی دلیل تشیع است اگرچہ ابوحنیفہ کوئی باشند پس اسے حضرات شیعوہ جن کو فیوں کے حالات آج کل تمہارے چھوٹے چھوٹے بچے بھی جانتے ہیں اور جاہل لڑکے بھی ان کے حق میں الکوئی لایونی پڑھتے ہیں اور جن کے حالات مکہ و عذرا و بیوقائی کے محرم میں علی رؤس الناہر تمہارے چھوٹے بڑے سب بیان کرتے ہیں اور جن کا امام کو تشیعہ کام شہید کرنا ہر آدمی پر ظاہر ہے اور مضمون اس شعر کا کہ شعر از آب ہم مضائقہ کردند کوفیاں خوش داشتند حرمت مہمان کرلا

سب پر روشن ہے ان کی شان میں ائمہ کرام کی ایسی ایسی تعریفیں تمہارے محدثین نقل کریں اور اس کو امام کی طرف نسبت دیں اور امام کی زبان سے ان کے حق میں یہ کلمہ کہ تم کو خدا ہماری سی زندگی اور ہماری سی موت دے نقل کریں اور کوفہ کی ایک مشیت خاک کو مدینہ منورہ کی زمین سے بھی زیادہ امام کے نزدیک محبوب ہونا بیان کریں اور کوفیوں کو محبوب اور دوست ائمہ کا کہیں اور بسبب دوستی ائمہ کے ان کو جنتی اور بہشتی جانیں اور پھر ان لغویات اور بیانات کو سن کر تمہارے ایمان کی رگ کو ذرا بھی جنبش نہ ہو اور تمہارے پاک دلوں کو کچھ بھی وسوسہ پیدا نہ ہو بلکہ ان کوفیوں کی حرکتوں کی ہر سال خود نقلیں کر کے ماہزہ التماثل الی انتم لہا عکفون ہ کا مضمون ادا کرو اور ان قصص و حکایات باطل کو بیان کر کے کبھی تشیع سے نفرت نہ کرو اور اپنے مجتہدین اور محدثین کی نسبت ان کو ایسا کاؤبہ اور انوال مہملہ کے نقل کرنے پر کچھ غیرت ایمانی کا جوش نہ دکھاؤ بلکہ سب کو غلط ہو یا صحیح تھوڑے ہو یا سچے آمنا و صدقنا کہہ کر تصدیق کرو اور جب رسول کے یاروں اور پیغمبر کے حواریوں کا نام آوے اور بدلیوں کی نسبت وعدہ مغفرت کا کسی بیچارے سنی کی زبان سے سنو تو بس سنتے ہی سارے بدن کا خون جوش کرنے لگے اور تمام جسم تعصب کی آگ سے

سند کسی کا کوئی ہونا اس شیعوہ ہونے کا ثبوت ہے۔ اگرچہ ابوحنیفہ ہی کوئی ہوں۔

صفحہ ۲۷ سورہ انبیاء کو سورہ ۵۵ ترجمہ یہ کیا موزنیں ہیں جن پر تم لگے بیٹھے ہو ۱۲ مخرج۔

پھٹنے لگے تیش کا وہ جوش ہو کہ رگ رگ مار سے منھے کے پھول جاوے عداوت کا وہ غلیان ہو کہ سودا صفر اسپ ایک ہو جاوے اس وقت سارے دوسرے شیطانی دل میں پیدا ہو جاوے لفظ لفظ پر گرفت بات بات پر شبہ کرنے لگو سبحان اللہ اپنے کونیوں کے برابر بھی بدریوں کا رتبہ نہیں سمجھتے اور ان کے حق میں جن باتوں اور جن قولوں کو صادق سمجھتے تھے ان کو پیغمبر کے پاروں کے حق میں غیر صادق کہتے ہو یہ کون ایمان ہے کہ نام تو لور رسول کا اور کلمہ پڑھو عبد اللہ بن سبا کا ایمان تو تم کو نصیب ہو بطفیل خلفا کے جہاد کے اور شکر ادا کرو اس یہودی ملعون کا اور پھر پاک صاف بن کر سنیوں کے سامنے ہو کر مباحثہ کا قصد کرو اور خدا کی آیتوں اور رسول کی حدیثوں اور ائمہ کے قولوں کو چند مفتری مکاروں کے مقابلے میں جھٹلاؤ سمجھاؤ یہ کیسا دین اور ایمان ہے یا تو مسلمانوں کو چھوڑو پاک صاف ، یہودی بن جاؤ یا اگر مسلمان ہو تو مسلمانوں کے سے عقیدے رکھو اس خرافات و اہیانت مذہب پر جس کی بنا سراسر جھوٹ اور فریب پر ہے تیرا بھی جو اس کے بانیوں پر لعنت کر دو نہ ایسے دو لفظ ہیں چھوٹا جھوٹا کاذب چھوٹے جھوٹے منہ سے ایسا بڑا دعویٰ ایمان کا اچھا نہیں معلوم دیتا مسلمان ہونا اور پھر رسول خدا کے یا من کو ہا سمجھنا عجب ایمان ہے کہ جو لفظ ہی لفظ ہے جس کے کچھ معنی نہیں اور پوست ہا پوست ہے جس میں کچھ مغز نہیں سچ کہا ہے جس نے کہا ہے۔

و جد و منع بادہ اسے زاید پرہ کافر نعمتی است

دشمنی می بودن دہم رنگ مستان ز لستین

غرض کہ جو فضیلت خدا نے اہل بدد کو دی اور جس کا ثبوت قرآن مجید سے ہوتا ہے اور جس کا اقرار مفسرین شیعوہ بھی کرتے ہیں اور جن کے اعمال بھی اس پر دلالت کرتے ہیں وہ کسی قدر ہم فکر چکھاب بمقابل اس کے ایک قول مجتہد صاحب ثانی کا جو مقالہ ثالثہ میں اپنی کتاب کے لکھا ہے اور جس کا جواب از الة العین ہے نقل کرتے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ حضرت شیعوہ کے نزدیک ان کا درجہ کیسا ہے مجتہد صاحب فرماتے ہیں کہ (دعویٰ نفاق ایشاں و عذراہل بدر و رضوان علی مدعائی ماست ماہم لہم چند عون اللہ والذین امنوا و ما چند عون الانفسہم و ما یشعرون ۔ سبحان اللہ کیا دین و ایمان ہے کہ کوئی نواہل و فاقہوں اور اصحاب بدر اہل عفرہ ہوں خدا اس قوم سے سمجھے اور ان کے کفریات سے پارنا سورا بقرہ کو ع ۱۲ ترجمہ ۔ و خابزی کرتے ہیں اللہ سے اور ایمان والوں سے کہیں کو دعائیں دیتے مگر کچھ اور نہیں پوچھتے ۱۰

کا بدلہ دے فقوڑ باد من ہوا اہم۔ مجتہد صاحب قبلہ ذوالفقار میں آیات تفسیرت صحابہ کے معارضے میں ایک اور آیت لکھتے ہیں یعنی لہ اذرایتہم تعجبت اجسامہم وان یقولوا تسمع لقولہم کا تہم خشب مسندۃ یحسبون کل صیحة علیہم ہما العدا و فاحذر قتلہم اللہ انی یوفکون ہ مگر اس میں بھی مجتہد صاحب نے مخالفت دیا اور تحریف کو کام فرمایا اور انہی کی آیتوں کو چھوڑ کر بیچ میں سے ایک دو آیتیں لکھ دیں اب میں ان کو لکھ کر اس کی تفسیر بیان کرتا ہوں۔ واضح ہو کہ یہ آیت جو مجتہد صاحب نے معارضہ میں تفسیرت کے پیش کی ہے یہ سورۃ منافقوں کی ہے جو کہ منافقین کی شان میں خدا نے نازل کی ہے اور شروع اس کا یہ ہے اذ جاؤک المنافقون قالوا نشہد انک لرسول

اللہ واللہ یعلم انک لرسولہ واللہ یشہد ان المنافقین لکذبون ہ اتخذوا ایمانہم حینۃ فصدوا عن سبیل اللہ لانہم ساء ما ضاعوا یعملون ہ ذالک یانہم امنوا ثم کفروا فطبع علی قلوبہم فہم لا یفقہون ہ واذ ارایتہم تعجبت اجسامہم وان یقولوا تسمع لقولہم کا تہم خشب مسندۃ یحسبون کل صیحة علیہم ہ العدا و فاحذرہم قتلہم اللہ انی یوفکون ہ واذ اذیل لہم تعالوا یتغفر لکم رسول اللہ لو واروسہم ورایتہم یصدون وہم

سہ پارہ ۲۸ سورہ منافقوں رکوع ۱۔ ترجمہ جب تو دیکھے ان کو خوش گلیں تجہ تو ان کے ذیل ادا کر بات کہیں سے تو ان کی بات کیسے ہیں جیسے لکڑی لگا دی دیوار سے جو کوئی پیچھے جائیں ہم ہی پر بلا آئی وہی دشمن ان سے بچنا گرن مارے انکو اللہ کہاں سے پھرے جاتے ہیں۔ ۱۲ موضع القرآن سہ پارہ ۲۸ سورہ منافقوں رکوع ۱۔ ترجمہ جب آویں تیرے پاس منافق کہیں ہم قائل ہیں تو رسول ہے اللہ کا اور اللہ جانتا ہے کہ تو رسول ہے اس کا اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافق جھوٹے ہیں رکھی ہیں اپنی تمہیں ڈھال بنا کر پھر دو کہ ہیں اللہ کی راہ سے یہ لوگ بڑے کام ہیں جو کہ پھر میں یہاں پر کرت وہ ایمان لائے پھر منکر ہو گئے پھر مہر ہو گئی ان کے دل پر اب وہ نہیں بوجھتے اور جب تو دیکھے انکو خوش گلیں تجہ ان کے ذیل اور گہات کہیں سے تو انکی بات کیسے ہیں جیسے لکڑی لگا دی دیوار سے جو کوئی پیچھے جائیں ہم ہی پر بلا آئی وہی دشمن ان سے بچنا گرن مارے انکو اللہ کہاں سے پھرے جاتے ہیں اور جب کہے انکو اوصاف کردادے تم کو رسول اللہ کا شکاتے ہیں مراد تو دیکھتے ہیں اور غرہ کرتے ہیں اور برابر ہے ان پر تو ساقی چاہے انکی یا نہ چاہے ہرگز نہ صاف کر گیا انکو مقرر اللہ راہ نہیں دیتا بے حکم لوگوں کو رہی ہیں جو کہتے ہیں مت فرح کرمان پر جو پاس رہتے ہیں رسول اللہ کے جب تک کہ کھنڈ جاویں اور اللہ کے ہیں خوانے آسمانوں کے اور زمین کے لیکن منافق نہیں بوجھتے کہتے ہیں البتہ اگر ہم پھر گئے مدینہ کو تو نکال دے گا جس کا اندر ہے یہ قدر لوگوں کو اور زور اللہ کا ہے اور اس کے رسول کا اور ایمان والوں کا لیکن منافق نہیں سمجھتے ۱۲ موضع القرآن

مستکبرون • سوام علیہم استغفرت لهم ام لم تستغفروا لهم من یغفر الله لهم لن یغفر الله لهم ان الله لا یهدی القوم الفاسقین • هم الذین یقولون لا تقربوا کلین عند رسول الله حتی ینفضوا و اللہ خزائن السموات والارض و لکن المنفقین لا یففقون • یقولون لئن رجعنا الی المدینة لیمرحن الاعز منها الاذل و الله العزیز و لرسولکم و للمؤمنین و لکن المنفقین لا یعلمون •

ساری ان آیتوں کی نقل ہی کر دینے پر جواب مجتہد صاحب کا ہو گیا اور جو مغالطہ اور دھوکا حضرت نے دیا تھا وہ کھل گیا اور معلوم ہوا کہ یہ آیتیں منافقوں کی نسبت ہیں مگر حضرات شیعوں سے کب امید ہے کہ وہ صرف الفاظ قرآن مجید اور اس کے معنی پر قناعت کریں ضرور ہے کہ وہ اس پر بھی ساکت نہ ہوں گے اس لئے ہم انہیں کی تفسیر سے شان نزول اسکے بیان کرتے۔

ہیں۔ واضح ہو کہ تفسیر علی بن ابراہیم قمی میں ہے کہ استاد ابو جعفر کلینی کے تھے سورہ منافقون کے نزول کا سبب اس طور پر لکھا ہے کہ شہہ ہجری میں جبکہ غزوہ بنی المصطلق پر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے گئے جب وہاں سے لوٹے تو راہ میں ایک کنوئیں پر حضرت عمر بن خطاب کے اجورہ دار فی جبکاتام جہاہ تھا انس بن سیار کو جو کہ انصار کا منہ بولا بھائی تھا مارا عبداللہ بن ابی کو جو کہ مدینہ کا رہنے والا تھا یہ خبر ہوئی اس کو ناگوار ہوا اور اپنے لوگوں یعنی مدینہ والوں سے کہا کما سی لئے میں قریشیوں کا آنا نہیں چاہتا تھا یہ سب تمہارے کام ہیں کہ تم نے ان کے رہنے والوں کو اپنے گھروں میں اتارا اور اپنے مالوں کو ان پر خرچ کیا اور اپنی جانوں کو ان کے پیچھے تلف کیا اور اپنی جو رددوں کو بیوہ اپنے بچوں کو قسیم ان کی خاطر سے کیا تب یہ ذلت ہوئی اگر تم ان کو نکال دیتے تو وہ دوسروں،

کے اوپر جا پڑتے اور یہ کہہ کر یہ کہا کہ لئن رجعنا الی المدینة لیمرحن الاعز منها الاذل اس قوم میں ایک لڑکا موجود تھا جس کا نام تھا زید بن ارقم اس نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ خبر کہہ دی حضرت کو اس بات کے سننے سے بڑا رنج ہوا اور انہوں نے کوچ کی تیاری کی کہ سعد بن عبادہ دڑ سے آئے اور کہا کہ یا رسول اللہ یہ تو وقت آپ کے کوچ کرنے کا نہیں ہے آنحضرت نے فرمایا کہ تم نے اپنے صاحب کی باتیں سنیں انہوں نے جواب دیا کہ یا رسول اللہ ہاں صاحب تو سوائے آپ کے دوسرا کوئی نہیں ہے تب حضرت نے فرمایا کہ عبداللہ بن ابی گمان کرتا ہے کہ اگر مدینہ کو لوٹے

لے اس حوالہ درجہ صفحہ ۵۶ میں دیکھو ۳۱۵

تو عزت والے ذلیلوں کو نکال دیں گے تب سعد بن جبادہ نے جواب دیا کہ یا حضرت آپ اور
کے اصحاب عزت والے ہیں اور عبداللہ بن ابی اور اس کے اصحاب اہل ذلت ہیں غرض کہ یہ
سن کر خزرج جو ایک قبیلہ مدینہ والوں کا ہے عبداللہ بن ابی پر لعنت طامت کرنے لگے اس نے
حلف کیا کہ میں نے تو کچھ نہیں کہا تو لوگوں نے کہا کہ اچھا چل کر پیغمبر صاحب کے سامنے غد
کراس نے اپنی گردن جھکا کر تب دوسرے دن صبح کو وہ پیغمبر صاحب کے سامنے آیا حلف
کیا کہ زید نے میرے اوپر جھوٹی تہمت کی تھی پھر لوگ زید پر طامت کرنے لگے آخر خدا نے یہ
سورۃ منافقون نازل کی اور پیغمبر خدا نے وہ سورۃ اصحاب کو جمع کر کے سنائی فقط۔

غرض کہ یہ قول ایک بڑے مفسر سے ثابت ہوا کہ یہ سورۃ شان میں عبداللہ بن ابی بن
سلول منافق کے نازل ہوئی اور جناب قبلہ و کعبہ نے نہ معنی سمجھے نہ شان نزول پر خیال فرمایا نہ
نہ اپنی تفسیروں کو دیکھنا اور یہ وہاں کچھ آیتیں اوپر کی آرا دیں اور کچھ نیچے کی بیچ میں کی دو
آیتیں لکھ کر اصحاب کی فضیلت کے معارضے میں پیش کیں اگر ایسا ہی معارضہ کرنا تھا تو جو
آیتیں قرآن مجید میں بنی اسرائیل اور فرعون اور نمرود و شداد کی شان میں ہیں ان سب کو آیات
فضیلت صحابہ کے معارضے میں لکھ دیتے تاکہ کتاب کا حجم بھی بڑھ جاتا اور حضرت کی قرآن
دانی کا بھی لوگ اقرار کرنے لگتے غرض کہ جناب قبلہ و کعبہ ان آیات کو لکھ کر فرماتے ہیں کہ وہ مثال
ایں دیگر آیات سے ہیں لابلست کہ وہ جمع بین الآیات گفتہ شود کہ مورد آیات مناقب غیر مورد
آیات ذم است پس بعضی صحابہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جہاں با شند و بعض مذموم و ایں میں مطلوب
شیعیان است پس یہ وہم جناب قبلہ و کعبہ کو قرآن مجید کی آیات کے معنی نہ سمجھنے سے پیدا
ہوا ہے اس وہم کا علاج تفسیر اور شان نزول کا مطالعہ تھا اگر حضرت شان نزول دیکھتے،
اور اپنی ہی تفسیروں کو ملاحظہ فرماتے اور اگلی پھلی آیتوں کو ملا کر غور کرتے تو حضرت یہ ضابطہ
اور کلیہ جمع بین الآیات کا ارشاد نہ فرماتے اس لئے کہ جو آیتیں کافروں اور منافقوں کی شان میں
ہیں ان سے مہاجرین و انصار و اصحاب نبوی کو کچھ تعلق ہی نہیں ہے۔ اور یہ آیتیں جس میں

لہ مندرجہ بالا آیات کی مانند بھی آیات ہیں اور ضروری ہے کہ جمع آیات کے بارے میں وضاحت کی جائے کہ آیات
مناقب اور آیات مذمت جن کے بارے میں نازل ہوئیں یہ لوگ الگ الگ ہیں۔ یعنی رسول اللہ کے بعض صحابہ
قابل تعریف اور بعض قابل مذمت ہیں اور شیعوں کا کہنا بھی یہی ہے ۸۲ عبادت ذوالفقار مطبوعہ مطبعہ مجمع المہاجرین
لہ صیاد: ۲۵ ص ۶۳ سطر ۲۱-۱۲ ص ۱۲۔

کفر و نفاق اور نفاق اور دین میں سستی وغیرہ کا ذکر ہے وہ شان میں منافقوں کی ہیں جو اصحاب نبوی میں داخل نہیں ہیں اصحاب نبوی اور منافقوں میں نسبت تناقص کی ہے نہ توافق کی اس لئے ان آیتوں کا جو کہ اصحاب کی فضیلت میں ہیں ان آیتوں سے ملانا بخدا کہ منافقین کی مذمت میں ہے درحقیقت جمع میں آیات نہیں ہے بلکہ حضور جمع میں انقضائیں ہے جو کہ ہمارے نزدیک متمنع اور آپ کے نزدیک ممکن ہے پس اپنے لئے آپ گھر بیٹھے ایسی آیتوں کو جمع کیا کیجئے اور اپنے دل میں قاعدے بنایا کیجئے اور انہیں موضوع اور غلط اصول پر کسی کو خارج کسی کو داخل کیجئے یہاں تو خدا کی ہدایت و ضلالت کے ہم کو اس جمع سے فدا کر دیا جن کو چاہا مہاجرین و انصار میں داخل کیا جن کو چاہا منافقین میں شامل کیا۔

پانچویں دلیل صحابہ کے منافق نہ ہونے کی

جو شخص قرآن مجید پر ایمان رکھتا ہو گا وہ مہاجرین و انصار کی نسبت منافق کی لفظ کو ہرگز اطلاق نہ کرے گا اس لئے کہ قرآن مجید میں بہت سی آیتیں ہیں جس میں صاف یہ حکم ہے کہ منافقوں سے دلو ان سے راضی نہ رہو اور ان کو اپنے ساتھ جہاد میں نہ رکھو ان کا کچھ غدر نہ سنو پس اگر مہاجرین و انصار خصوصاً خلفائے ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم منافق ہوتے تو کیوں پیغمبر صاحب ان کو دلیل دے کر لے اور کیوں ان کو اپنی صحبت میں رکھتے اور کیوں ان سے صلاح و مشورہ لیتے اور کیوں ان کو اپنے ساتھ جہاد میں رکھتے چنانچہ جو دعویٰ میں نے کیا ہے اس کے ثبوت میں دو عین آیتوں کو لکھتا ہوں۔

پہلی آیت۔ اللہ جل شانہ فرماتا ہے یَعْتَذِرُونَ إِلَيْكُمْ إِذْ أُرْجِعْتُمُ إِلَيْهِمْ قُلْ لَا تَعْتَذِرُوا لَنْ نُّؤْمِنَكُمْ قَدْ نَبَأْنَا اللَّهُ مِنْ آخِبَارِكُمْ وَمِنْ عِنْدِ اللَّهِ مَلَكٌ وَمَوْلَاهُ ثُمَّ تَرَدُّنَ إِلَىٰ عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ سَيُخْفُونَ بِاللَّهِ لَكُمْ إِذْ أَنْقَلَبْتُمْ إِلَيْهِمْ تَعْرَضُوا عَنْهُمْ ط فَاَعْرَضُوا عَنْهُمْ أَتَنْهَرُونَ وَمَا وَهَمْتُمْ بِحِزَابٍ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝ سَيُخْفُونَ لَكُمْ لَنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ ط فَاتَّوَضَعُوا عَنْهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَرُوفِي عَنِ الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ ط

نہ پارہ ۱۱۔ سورہ توبہ رکوع ۳۰۔ ترجمہ یہاں ہے کہ تمہارے پاس جب پھر کر جاؤ گے ان کی طرف تو کہہ بہانے مت بناؤ ہم دماغ میں گے تمہاری بات ہم کو بتا چکا ہے اللہ تمہارے احوال اور ابھی دیکھے گا اللہ تمہارے کام اور اس کا رسول پھر جاؤ گے طرف اس جاننے والے چھپے اور کھلے کے سواہ بتا دیا تم کو جو کہ رہے تھے اور تمہیں کھائیں گے (یعنی اگلے صفحہ پر)

ان آیتوں سے چند باتیں ثابت ہوئیں اول غدر کرنا منافقوں کا اور اس پر یقین نہ کرنا پیغمبر صاحب کار و دوسری آگاہ ہونا پیغمبر خدا کا ان کے حال سے۔ تیسری جلد سزا پانا ان کا اپنے اعمال کے بدلے یہ جو تھکی پیغمبر صاحب کو ان سے روگردانی کرنے کا حکم ہونا اور ان سے ملنے کی ممانعت۔ پانچویں کتنا ہی وہ حلف دیں کہ راضی ہوں سے راضی ہونے کی امتناع چھٹی ان کا ذلت چاہنا مسلمانوں کا اور ہمیشہ اسی فکر میں رہنا اور پھر خود ہی ان کا ذلیل ہونا۔ آٹھ ان باتوں میں سے صرف ایک ہی بات کو مہاجرین و انصار خصوصاً خلفائے ثلاثہ سے مطابق کر دیجئے یا پیغمبر صاحب کو باوجود ایسے احکام الہی کے اور نفاق خلفائے ثلاثہ کے ان سے روگردانی نہ کرنے پر پیغمبر صاحب کی شان میں جو چاہیے سو کیجئے ہماری زبان سے تو کچھ بے ادبی کا کلمہ نہیں نکلتا اور عدول حکمی یا تقیہ کا ایسے پاک صاف کی نسبت اطلاق نہیں ہو سکتا۔

دوسری آیت۔ یا ایہا النبی جاہد الکفار والمنافقین کہ اسے پیغمبر جاہد کافروں اور منافقوں پر تو اگر مہاجرین و انصار منافق تھے تو اتنا ارشاد کر دیجئے کہ کب اور کس کے ساتھ پیغمبر خدا نے ان پر جہاد کیا یا باوجود منافق ہونے ان کے پیغمبر صاحب نے خدا کے حکم کی تعمیل نہ کی۔

تیسری آیت۔ فان رجعت اللہ الی طائفتہ منہم فاستاذون للخروج فقلین تجرحوا معی ابدًا وکم تقاتلو معی عدوًا اس آیت کے مطالعے بعد یہ فرما دیجئے کہ پیغمبر صاحب اپنے ساتھ جہاد پر ان لوگوں کو جنہیں تم منافق کہتے ہو لے گئے یا نہیں اگر نہیں معلوم نہ ہو تو چند ورق الٹ کر حملہ حمیدی کے اشعار جنگ بدر کے دیکھ لو۔

چوتھی آیت۔ یحذر المنافقون ان تنزل علیہم سورۃ تنہم بما فی قلوبہم

(بقیہ صفحہ ۳۱۷) اشکی تمہارے پاس جب پھر کراؤ گے ان کی طرف تاہن سے درگزر کرو سو درگزر ان سے وہ لوگ خاک میں اور

الکافر کا ادب ہے بدلائن کی کمانی کاتیں کھاویں گے تمہارے پاس کہ تم ان سے راضی ہو جاؤ سو اگر تم راضی ہو گے ان سے تو اللہ

راضی نہیں ہے حکم لوگوں سے ۱۲ موضع لے پارہ ۱۰ سورہ نوبہ کو ح ۱۰ ترجمہ ایسا ہی قرآنی کہ کافروں سے اور منافقوں سے ۱۲ موضع القرآن

لے پارہ ۱۰ سورہ نوبہ کو ح ۱۰ ترجمہ سو اگر پھر نہ بارے تجھ کو اللہ کی طرف کی طرف ان میں سے پھر نہ نصحت چاہیں تجھے کئے کو تو کہہ ہرگز

نہ نکلو گے میرے ساتھ کبھی اور نہ لڑو گے میرے ساتھ کسی دشمن سے ۱۱ موضع ۱۱ سورہ نوبہ کو ح ۱۰ پارہ ۱۰ سورہ نوبہ کو ح ۱۰ ترجمہ ڈرا کرتے

میں منافق کہ نازل نہ ہواں پر کوئی سورت کہ جنادت ان کو جو ان کے دل میں ہے تو کہہ کھٹے کرنے ہوا اللہ کھرنے والا ہے جو چیز کا

تم کو ڈر ہے ۱۲ موضع۔

قل استهزوا ان الله مخرج ما تظنون اس آیت کو پڑھ کر دبا یہ فرما دیجئے کہ پیغمبر خدا نے ان لوگوں سے نفاق کو جنہیں تم منافق کہتے ہو کبھی ظاہر کیا اور لوگوں پر ان کا نفاق کھول دیا یا نہیں اور سوائے حذیفہ کے جس سے دروازہ بند کر کے تہایت آہستہ زبان دبا کر نفاق ظاہر کرنے کا حال آپ لوگ بیان کرتے ہیں کسی مجمع میں بھی ان کے نفاق کا حال حضرت نے ظاہر کیا۔

غزکہ مثل اس کے اور بہت سی آیتیں ہیں منافقوں کے حال میں جن کا لکھنا ضرور نہیں ہے پس مسلمان کو اتنا سوچ لینا چاہیے کہ اگر مہاجرین و انصار منافق ہوتے تو پیغمبر صاحب ان کے نفاق کو کیوں ظاہر نہ کرتے اور کیوں وہ ذلیل نہ ہوتے اور ان کے مارے جانے اور قتل ہونے اور ذلیل و رسوا ہونے کا جو وعدہ خدا نے کیا تھا وہ کیوں پورا نہ ہوتا بلکہ برخلاف اس کے اور عزت ان کو ہوتی اور دم و شام اور ایران و مصر پر ان کو غلبہ ہوتا استغفر اللہ عجیب عقیدہ ہے شیعوں کا کہ نہ آیت سے مطابق نہ حدیث سے۔ اب باقی رہے چند اعتراض جو خلفائے ثلاثہ اور مہاجرین اور انصار کی نسبت حضرات شیعہ کرتے ہیں ان سے ان کے نفاق پر دلیل لاتے ہیں۔ معاملہ احد اور حنین کی لڑائی کا۔ پوچھنا حضرت محمد بن عبد اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنے نفاق کا حال حذیفہ سے شک کرنا حضرت عمر کا سلج حدیبیہ میں ارادہ کرنا قتل پیغمبر خدا کا لیلۃ العقبہ کو غضب کرنا فدک کا نہ دینا قرطاس کا پیغمبر صاحب کو غضب کرنا خلافت کا علی مرتضیٰ سے عداوت رکھنا آل رسول سے اور مثل اس کے اور اعتراضات جن کے نام ہرورق اور ہر صفحہ میں مجتہد صاحب کے قلم سے ذوالفقار و عمیرہ میں نکلے ہیں اور جن کا جواب شافی دینا ہم کو منظور ہے نہ مثل مجتہد صاحب کے خلط مبہوش کرنا اور گول گول بات کہہ کر آگے بڑھ جانا اسے منشا اللہ تعالیٰ بحث مطامع صحابہ اور خلافت میں اس میں تفصیل کیساتھ یہ سب بیان کئے جاویں گے کہ جس کو دیکھ کر حضرات شیعہ بے اختیار کہنے لگیں قل با الحق ذہق الباطل ان الباطل کان زھوقاً۔

غزکہ اس مقام پر میں نے آیات فضیلت صحابہ کو بیان کر کے عام سب شیعوں کو لڑنے سے یہ بیان کیا تھا کہ وہ کہتے ہیں کہ جو آیتیں فضیلت میں مہاجرین و انصار کے ہیں یہ ان لوگوں سے متعلق ہیں جو کہ ایمان دار تھے اور اکثر اصحاب خصوصاً خلفائے ثلاثہ ان آیات سے منہم ایمان نہ رکھنے کے دو معنی ہیں ایک یہ کہ منکر خدا و رسول کے تھے کہ ایسے شخص کو منافق کہتے ہیں چنانچہ جو آیتیں اس کے معارضہ میں مجتہد صاحب نے لکھی ہیں

۱۔ اس کا ترجمہ اور حوازی غفر میں دیکھو ۱۲۷ ص ۱۲۷

ہیں اس کا جواب ہو گیا اور بخوبی ثابت ہو گیا کہ وہ منافق نہ تھے۔ دوسرے یہ کہ وہ اصول موضوعہ شیعہ میں سے ایک اصول امامت کے منکر تھے کما اس وجہ سے وہ کافر تھے اس کا بھی جواب اجمالی دے چکا کہ جب آیتیں نازل ہوئیں اور جس وقت خدای جل شانہ نے ان کی تعریف کی اس وقت امامت اصول دین سے نہ تھی اگر اس وقت امامت کا اصول دین سے ہونا ثابت کر سکو تو کر و فعلیکم البیان وعلینا وفقہ بالبرہان۔

پس باقی رہ گئیں دو باتیں اول یہ کہ بعد وفات پیغمبر خدا کے وہ منکر امامت ہو گئے اور حق علی مرتضیٰ کا پھین لیا دوسرے اہل بیت سے عداوت رکھی اور ان کے حقوق غصب کئے کہ یہ امور بھی کفر ہیں۔ چنانچہ اس کا میں بحث امامت اور مطاعن میں جواب دوں گا اور ہر بات کو اس تفصیل سے لکھوں گا کہ نہ کسی شیعہ کی کوئی دلیل رہ جاوے نہ کسی سنی عالم کا جواب باقی رہے یعنی وہ سوال و جواب جن کے سننے کے بغیر حالت متظہرہ باقی رہے نہ یہ کہ جتنے دنیا میں شیعہ سنی ہوئے ہیں ان سب کی باتیں کہ یہ مجال اور نیز فضول ہیں مگر انشاء اللہ تعالیٰ اس صراحت سے لکھوں گا کہ صرف دیکھنے والے کو انصاف اور فیصلہ کرنا رہ جاوے اور اکثر روایات کے دیکھنے کی ضرورت نہ رہے لیکن اس مقام پر وہ جوابات جو عام آیات فضیلت صحابہ سے شیعہ دیتے ہیں اور جس میں سے کچھ اوپر مذکور ہوئے اور کچھ رہ گئے ہیں ان باقی ماندہ جوابوں کو بیان کر کے قرآن و حدیث ہی سے اس کا جواب دینا شروع کرتا ہوں۔ فاستمعوا لہ وانصتوا لعلمکم ترحمون۔

جواب دوسرے شیعوں کا آیات فضیلت صحابہ سے

جو کچھ اوپر ہم نے بیان کیا اس میں صرف یہی جواب شیعوں کا ہم نے لکھا ہے کہ مہاجرین میں سے ابو بکر صدیقؓ کی نیت بخیر تھی اب رہنے کے علاوہ اسکے اور کیا جواب دیتے ہیں شاہ صاحب قدس سرہ نے محض میں ملا عبد اللہ کی تقریر کو نقل کرتے ہیں کہ ملا عبد اللہ نے یہ جواب دیا کہ اللہ جل شانہ نے جو رضا مندی اپنی آیتہ - والسابقون الاولون من المهاجرین والانصار میں مہاجرین و انصار کی نسبت بیان کی ہے یہ صرف سبقت ہجرت و نصرت کی نسبت ہے اور خاص

۱۲ پارہ ۹ سورہ اعراف رکوع ۲۴ ترجمہ تو اس طرف کان رکھو اور چپ چاپ رہو شاید تم پر دم ہو ۱۲ سورہ الفرقان
کہ اس کا حالہ درجہ صفحہ میں دیکھو ۱۲۔

۱۲، فعل سے وہ راضی ہوا مگر اس سے جنتی ہونا ان کا لازم نہیں ہوتا اس لئے کہ اس کے واسطے اس رضا کا آخر تک باقی رہنا ضرور ہے اور آخر تک رضا باقی رہنے کا حال خاتمے پر ہے اور تقریر کو لکھ کر شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ یہ تقریر قواعد اصول کی رو سے درست نہیں ہے اس لئے عدائے جل شانہ نے مہاجرین و انصار کی ذات کی تعریف کی ہے اور چونکہ وصف عنوانی میں سبقت ہجرت و نصرت کا ذکر کیا اس لئے یہ صفت غلبہ تعلق رضا کی ہوگی نہ کہ یہی وصف تعلق رضا کے اس کے جواب میں جناب مجتہد صاحب ذوالفقار میں فرماتے ہیں کہ (پہنوز با شبات نرسیدہ کہ مراد از سبقت در نیجا سبقت فی الہجرت و سبقت پس غایت ما فی الباب علت رضا سبقت الی الاسلام یا سبقت الی الموت یا سبقت الی الہجرۃ لا علی الیقین خواہ بود و این علت مبہمہ برائے توجہ و بہر مفید نمی تواند شد) یعنی یہ سب تقریریں تو اس وقت کی جاویں جب یہ ثابت ہو جاوے کہ مراد والسا بقون الاولون من المہاجرین والانصار ہجرت میں سابق ہونا ہے حالانکہ یہی بات ہمارے نزدیک ابھی صاف نہیں ہے کہ سابقون سے کیا مراد ہے آیا ہجرت کی سبقت یا اسلام کی سبقت یا موت کی سبقت پس جبکہ علت مبہم ہے تو وہ کچھ مفید مطلب نہیں غرضکہ حضرت نے سادہ قصہ ہی طے کر دیا کوئی جھگڑے کی بات ہی نہ رکھی یعنی یہ سب فضیلتیں توجب ثابت ہوں کہ والسا بقون کے معنی کیا ہیں آیا ہجرت میں سبقت کرنے والے مراد ہیں یا کہ اسلام میں سبقت کرنے والے مقصود ہیں یا کہ موت پر سبقت کرنے والے یعنی مردے مراد ہیں پس جب اسی میں شبہ ہے تو ایسی مبہم بات کی سند کچھ مفید غرضکہ بسبب مبہم ہونے علت رضا کے اس آیت سے کچھ کسی کی فضیلت ہی ثابت نہیں ہوتی اور یہ معنی جو حضرت نے فرمائے ہیں یہ بڑے حور و تامل کے بعد فرمائے ہیں چنانچہ خود اس سے پیشتر فرمایا چکے ہیں کہ (راہینا انچہ بعد تامل و نظر دقیق ظاہری کرد و صفحہ ۵۷ ذوالفقار تا قولہ اذا جاء الاحتمال لطل الاستلال)۔

۱۔ سابقون کی بابتہ اب تک ثبوت نہیں ہے کہ سبقت کس چیز میں ہے؟ کیا ہجرت میں سبقت کرنا مراد ہے؟ یا اسلام آوردی میں؟ یا موت میں؟ اور ہجرت میں سبقت کرنا بالکل غیر یقینی ہے اور یہ مبہم و غیر واضح علت و سبب تمہارے لئے مفید نہیں ہو سکتی کہ جلد ذوالفقار مطبوعہ مطبع جمع البصرین لرحیابہ ۲۵ ص ۵۸ سطر ۲۲-۱۲ منہ کہ نیز غور و فکر اور تامل کے بعد ظاہر کرتا تھا صفحہ (۵۷) از ذوالفقار اور جب شک و شبہ پیدا ہو جائے تو استدلال باطل ہو جاتا ہے۔ کہ جہاد ذوالفقار صفحہ ۵۶ سطر ۱۲-۱۱ منہ

آب قبلہ و کعبہ اس تقریر کو اپنی مدلل کرتے ہیں اور منطقی دلائل سے اس امر کو ثابت فرماتے ہیں کہ مراد والسابقون سے موت کی طرف سبقت کرنے والے ہیں یعنی مردے جو مر چکے مراد میں کہا بقول اللہ واثنا ثیابا این کہ علت رضای مہاجرین و انصار از حق تعالیٰ مجرد ہجرت و نصرت نمی تواند شد بلکہ نظر دقیق حکم می کند کہ رضای آن ہا از حق تعالیٰ و تسلیم او امر و نواہی او علت ہجرت و نصرت شدہ و این قرینہ دیگرست براینکہ مراد از سابقین سابقین الی الموت اند یعنی خدا کی رضا مندی کا مہاجرین و انصار سے سبب یہ تو ہوتی نہیں سکتا کہ فقط ہجرت کرنے سے ساتھ پیغمبر خدا کے یا مدد دینے سے رسول مقبول کو وہ راضی ہو جاوے بلکہ نظر دقیق حکم کرتی ہے کہ ان کا خدا سے راضی ہونا اور اس کے احکام و نواہی کا بجالانا ان کی ہجرت و نصرت کی علت ہے پس یہ دوسرا قرینہ ہے کہ مراد والسابقون سے سابقین الی الموت ہیں یعنی جو کہ مرنے میں سبقت اور پیش قدمی کر گئے اور پہلے سب سے مر گئے فقط سبحان اللہ کیا نظر دقیق ہے جناب قبلہ و کعبہ کی کہ کیا خوب معنی نکالے ہیں حقیقت میں بجا ہے شاہ صاحب ایسی دقیق نظر کہاں سے لاتے جو ان باریک نکتوں کو سمجھتے کہ مراد والسابقون سے مردے ہیں خیر ہم نہایت شکر ادا کرتے ہیں مجتہد صاحب کا کہ مردے مہاجرین و انصار تو اس میں داخل رکھے اگر وہ والسابقون کے معنی یہی کہتے ہیں کہ حضرت آدم مراد ہیں کہ انہوں نے سب سے پہلے جنت سے ہجرت کی تھی یا حضرت موسیٰ مراد ہیں جنہوں نے مدین کو ہجرت کی تھی تو ہم کیا کرتے یا فرمادیتے کہ مراد والسابقون سے ہیرشل و میکائیل ہیں جو سب سے پہلے پیدا ہوئے ہیں تو ہمارا کیا پس چلتا بہر حال جب معنی ہی بنانا پڑے اور نظم قرآنی کا کچھ لحاظ نہ رہا تو پھر بیسرو پاپات کہہ دینے والے سے کیا زور چل سکتا ہے جو کچھ وہ رعایت کرے وہی احسان ہے۔

کوئی یہ خیال نہ کرے کہ قبلہ و کعبہ نے یہ بے دلیل و لغوی کیا ہے اس لئے کہ بے دلیل بات کہنا جاہلوں کا کام ہے اور یہ حصہ شاہ صاحب کا ہے حضرت کوئی بات

مدد دوسری دلیل یہ کہ انصار و مہاجرین کا اللہ تعالیٰ کی رضا مندی و امداد حاصل کرنے کا سبب ہجرت کرنا نہیں ہے۔ بلکہ نظر تعمق بتاتی ہے کہ ان لوگوں کا اللہ سے راضی ہونا اور اس کے احکام و نواہی کی تعمیل کرنا ان کی مدد ہجرت کا سبب ہے۔ اور اس دوسرے قرینہ سے بھی یہ ثابت ہے کہ سابقون سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے مرنے میں پیش قدمی اور سبقت کی تھی عبارت ذوالفقار صفحہ ۵۹ سطر ۳۔

بے دلیل برہان کے زبان پر نہیں لاتے چنانچہ اس دعوے کی دلیل میں فرماتے ہیں اور اس تزییہ دیکر استبرائیں کہ مراد از سابقین سابقین اہل الموت و المدحہ موت اہل جنت و مشاہدہ درجات راجعہ علیہ تمام در رضای آنہ از حق تعالیٰ است کہ والسابقون کی لٹا ہے وہ لوگ جو موت کی طرف سبقت کر گئے مراد لینے کا یہ دوسرا قرینہ ہے اس لئے کہ جنت میں پہنچ جانا اور اپنے مراتب اور درجات کا دیکھنا اور آرام سے بہشت میں چین کرنا ان سب باتوں کو بڑا دخل ہے کہ وہ لوگ خدا سے راضی ہوئے فقط پیشک درست ہے جو لوگ زندہ ہیں وہ بسبب اس کے کہ نہ معلوم خدا جنت دے گا یا نہیں اور اگر دینے کا یقین بھی ہو تو بسبب دنیاوی تکالیف کے وہ خدا سے پورے پورے راضی نہیں ہو سکتے جب مر گئے اور خدا نے ان کو بہشت نصیب کر دی اور آزادی سے بہتوں کے لطف اٹھانے لگے تو وہ بخوبی خدا سے راضی ہو جاویں گے اور نصرت اور ہجرت کا سبب اوپر آپ لکھ ہی چکے ہیں کہ یہ ہے کہ وہ خدا سے راضی تھے تو اب کیا شک رہا کہ مراد والسابقون سے وہی لوگ ہیں جو اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے مر چکے تھے بے شک جیسا دعویٰ تھا اس سے بہت بڑھ کر دلیل ہے مجتہدون اور مقدس لوگوں کے ایسے ہی دعوے اور ایسی ہی دلیلیں ہوتی ہیں نہ ہی نصیب اس فرقے کے جس کے ایسے عاقل اور ذکا اور ذہین مجتہد ہوں جو کہ جناب قبلہ و کعبہ نے اپنی کتاب کو نہایت ہی مدلل اور مبرہن لکھا ہے اس لئے صرف ایک دو دلیل ہی اپنے دعوے پر نہیں بیان فرمائیں بلکہ ہر ایک دعوے کو اپنے دلیلوں سے ثابت کیا چکے کسی سنی کو جرأت اس کے رد کرنے کی نہیں ہے چنانچہ اسی آیت کی نسبت جو تیسرا جواب دیا ہے اُسے بھی میں لکھتا ہوں حضرت فرماتے ہیں کہ (مثلاً) ایں کہ غایت مافی الباب آنکہ از آپ علت بودن ہجرت و نصرت در باب رضای حق تعالیٰ از

سنہ اور سابقون سے دوسرا قرینہ یہ مراد ہے کہ انہوں نے مرنے میں پیش قدمی کی جنت میں پہنچنا اور اپنے درجات دیکھنا ان امور کا اس میں بڑا دخل ہے کہ یہ لوگ اللہ سے خوش ہوئے لہذا عبادت ذوالفقار مطبوعہ مطبع مجمع البحرین لدھیانہ .

صفحہ ۱۲۹ و ۱۳۰

۱۳۰ سے خلاصہ یہ کہ اس آیت سے ان کی ہجرت و اہلاد کی علت و دلیل اللہ سے خوش ہونا اور ان سے اللہ کی رضامندی ہو سکتی ہے اور یہ علت و سبب عام ہے کہ تمام ہو یا ناقص اور سبب و علت ناقص کا استعمال کلام الہی و احادیث نبوی میں عمومی طور پر پایا جاتا ہے اور اگر تم بجا تہا کند ذہن ہونے کے باوجود ذرا سا مامل و غور کرو اور قرآن کریم کو اول سے آخر تک بغور پڑھو جزا و سزا کی آیات پر غور کرو۔ تو ہماری بات کی صداقت واضح ہو جائے

آپ اور رضای انہا از و تعالیٰ شانہ مؤ، تو انہر شد و علتہ اعم نسبت از نیکنہ تامہ باشد یا ناقصہ و استغما
 علتہ ناقصہ در کلام حق تعالیٰ، و احادیث نبوی شپاع تمام وار و اگر بسبب عبادت ذہن
 کہ داری در دنیا بتامل داشته باشی پس آں مجید را از اول نیز نظر بصیرت تبارہ کن دور
 آیا منہ و عدوہ عید تامل نما، صدق این مقال واضح گردد، اس سے پائیا اگر گویا ادبہ
 شانہ ان کی ہجرت و نصرت سے تو راضی ہوا مگر یہ علت ناقصہ ہے اس لئے ان کے سب کاموں
 سے راضی ہونا ثابت نہ ہوا افسوس ہے کہ مجتہد صاحب ذرا نذر قرآنی کو ملاحظہ نہیں فرماتے
 اور ترجمہ لفظی کو بھی نہیں دیکھتے اور تحریف معنوی خدا کے کلام میں کرتے ہیں بار خدایا تبرا
 کلام چشتیان ہے یا یہ آیت پہلی ہے یا کوئی معنی ہے جس کے لئے ایسے بار یک بار یکا خیالات
 کو حضرت قبلہ و کعبہ کام فرماتے ہیں چار لفظ اس آیت کے ہیں ذرا اس کا ترجمہ کریں اور مجھ
 لیں اسے تو نہیں ذرا سنو کہ اس آیت کا ترجمہ لفظی بھی ہے جو میں بیان کرتا ہوں یا اور کچھ اول
 الفاظ آیت کے سنو کہ یہ ہیں۔ **وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْانصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ**
بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأُولَئِكَ جَنَّاتُ جَعَزَى تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا
أَبَدًا ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ اور اب ترجمہ اس کا سنو کہ یہ ہے۔ ترجمہ اور
 آگے بڑھ جانے والے پہلے ہجرت کرنے والوں سے اور وہ لوگ کہ پیری کرتے ہیں ان
 کی ساتھ نبی کے راضی ہوا اللہ ان سے اور راضی ہوئے وہ اس سے اور تیار کریں واسطے
 ان کے بشتیں چلتی ہیں نیچے ان کے نہریں رہنے والے نیچے اس کے ہمیشہ یہ ہے مراد پابڑ
 اب خیال کرو کہ جو علتیں تامہ اور ناقصہ مجتہد صاحب ان صاف لفظوں میں پیدا
 کرتے ہیں یہ تحریف ہے یا نہیں اور اگر ایسی ہی علتوں کو خدا کے کلام میں دخل دیا جاوے تو
 سارا قرآن باز سچے طفلان ہو جاوے اور کسی آیت اور کسی حکم پر عمل کرنا جائز اور تصدیق کرنا
 ممکن نہ ہو۔ اللہ جل شانہ تو صاف صاف فرماتا ہے رضی اللہ عنہم و رضو عنہ کہ میں ان سے اور
 وہ مجھ سے راضی حضرت فرماتے ہیں کہ یہی علت رضامندی کی ناقصہ ہے وہ سب باتوں

سے عبارت ذوالفقار مطبوعہ مطبع مجمع البعوتیہ لہجیانہ صفحہ ۵۹ سطر ۶-۱۲

کہے پاں ۱۱ سورہ توبہ رکوع ۱۱۱۔ ترجمہ اور جو لوگ قدیم ہیں پہلے وطن چھوڑنے والے اور مرد کرنے والے اور
 جوان کے پیچھے آئے نیکی سے اللہ راضی ان سے اور وہ راضی اس سے اور رکھے میں واسطے ان کے باغ نیچے بہتی
 نہریں۔ اگر میں ان میں ہمیشہ یہی ہے بڑی مراد لینی ۱۲ موضع۔

سے راضی نہیں ہے اگر صرف ہجرت اور نشریت کہہ رہے ہوں، راضی ہے اور گو حضرت نے صرف نہیں فرمایا مگر مطلب یہی ہے کہ غلبہ خلافت اور عداوت اہل بیت کے سبب سے ناراض ہے اس لئے اسے میرے بند و اس رضامندی کو تمام یعنی پوری نہ سمجھنا اور اس سے مہاجرین و انصار کو اچھا نہ جاننا اس لئے ہے کہ قبلہ و کعبہ نے یہ نافرمانی کیا کہ قرآن میں یہ بھی تھا کہ اگر کسی کو شک ہو اور میری آیتوں سے یہ مطلب کوئی نہ سمجھے تو مجتہد سے پوچھ لینا کہ وہ علت تمامہ اور ناقصہ کا بیان کر کے اچھی طرح سمجھا دیں گے اور یہ جو مجتہد صاحب سے فرمایا کہ والسا بقون سے مراد ضرور مرده ہے، اس لئے کہ خدا ان کے حال سے خبر دیتا ہے کہ وہ خدا سے راضی ہوئے اور یہ اسے معلوم ہے کہ اگر وہ زندہ ہوتے تو یہ مناسب تھا کہ خدا فرماتا یہ نہون یعنی بصیغہ مضارع کے کہ وہ راضی ہوں گے خدا سے چنانچہ الفاظ حضرت کے یہ ہیں کہ زید یا کہ جناب حق سبحانہ و تعالیٰ از حال ایشان خبر می دهد کہ ایشان از خدا می خورد راضی شدند و معلوم است کہ اگر این ہا زندہ می بودند مناسب این بود کہ حق تعالیٰ بصیغہ مضارع کہ یہ نہون باشد این مطلب را ادا نماید نہ بصیغہ ماضی

پس اول تو یہ فرمانا حضرت کا کہ (معلوم است کہ اگر انہا زندہ می بودند) ہم کہ معلوم نہیں یہ جناب ہی کو معلوم ہو گا اور دنیا میں بندوں کا خدا سے راضی ہونا آپ ہی کے نزدیک بعید از قیاس ہو گا ورتہ ہم کو یہ معلوم کیا بلکہ یقین ہے کہ جتنے خاص بندے اللہ جل شانہ کے ہیں وہ اس سے دنیا میں بھی راضی ہیں اور کیسے ہی کچھ درد اور دکھ پاریں وہ راضی رہتے ہیں تو زندوں کی نسبت رضوانہ کا مضمون آپ کو باعث تعجب ہو گا کیونکہ آپ حالت زندگی میں خدا سے راضی نہیں رہے ورنہ ہم تو اسے یقینی جانتے ہیں۔

دوسرے یہ سب علتیں تمامہ اور ناقصہ اور بصیغہ ماضی مضارع کے احتمالات اور استدلال صرف بیچارے مہاجرین اور انصار ہی کی نسبت ہیں یا کہ اہل بیت علیہم السلام کی نسبت بھی پس ہر تفسیر میں آپ صحابہ کی نسبت کرتے ہیں اور جس طرح آیات فرماتا ہیں آپ مہاجرین و انصار کی فضیلت باطل کرنے کے لئے تحریفیات اور احتمالات کرتے ہیں

اس لئے کہ اللہ ان کے حالات کی اطلاع دہرا ہے کہ وہ اپنے خدا سے راضی ہوئے اور راضی ہے کہ اللہ یہ لوگ زندہ رہتے تو ضروری تھا کہ اللہ ماضی کے صیغہ کے بجائے مضارع کا صیغہ لاتا یعنی راضی ہوں گے اور اس سے مطلب واضح ہو جاتا ہے کہ عبارت ذوالفقار مطبوعہ مطبع مجمع البحرین لدھیانہ شکر صفحہ ۵ سطر ۱۶-۱۷ منہ

اگر خوار برج و نواصب اہل بیت علیہم السلام کی نسبت کہہ میں تو آپ کیا جواب دیں گے جو آپ ان کو جواب دیں وہی ہماری طرف سے تصور فرمادیں۔

تیسرے مجتہد مدظلہ نے احتمالات کہہ کے ان آیتوں کے معنی بدلنے میں، ایک بڑی خواہش کی اور بوجہ اس کے کہ اس کتاب کے لکھنے میں بہت عجلت کا تقصیر ایک بہت بڑی بات ہو گیا ہے کہ وہ اس انون الاولون میں جناب امیر علیہ السلام بھی داخل ہیں اور ان کی فضیلت پر بھی یہ آیتیں سند لائی جاتی ہیں اور کہا جاتا ہے کہ وہ سب سے اول اور سابق ہیں اسلام میں اور ہجرت میں پس جب کہ اول القرون سے مراد مروجے لائے گئے اور کئی زندہ اس میں داخل نہ رہا تو پھر جناب امیر بھی اس سے خارج ہو گئے بار نہ آیا تب شاید کہیں کہ زندوں میں صرف وہ ہیں اس آیت کے مصداق ہیں اور باقی سب مروجے مراد ہیں اور اگر کوئی اس شخص کی وجہ پوچھے تو پھر وہی شیوہ اپنا اختیار کریں اور اپنی تشیع پر آجاویں یعنی گایاں دینا شروع کریں اور عینی اور کوردن اور احمق فرما کر اس کی بات نہ سنیں جیسا کہ اس مقام پر علت تامہ و ناقضہ کے نہ سمجھنے پر شاہ صاحب کی نسبت فرماتے ہیں کہ اگر بسبب غباوت ذہن کہ داری، درین باب اولیٰ داشتہ باشی پس قرآن مجید را از اول بجز بنظر بصیرت تلاوت کن و در آیات و عدہ و عیدتال نما تا صدق این مقال واضح گردی

جو تھے جناب قبلہ و کعبہ کا ماضی مضارع کے صیغوں سے بحث کرنا اور حقیقت دائرہ تشیع کو تنگ کرنا ہے اس لئے کہ پھر بہت سی آیتیں فضیلت اہل بیت کی انہیں صیغوں کی بحث سے نکل جاویں گی اور ایسے اعتراض کرنے والوں کا جواب دینا مشکل ہوگا اس سے تو وعدہ صرف کا نام ہی زبان پر نہ لائے درناگر کوئی پوچھے بیٹھے کہ تطہرون اللہ انہی بہ کہ کیا و تھیاد اسیراً بیغی مندار سے ہیں اور ماضی کیلئے جانتے ہیں اس لئے کہ بعد و نا کرنے نذر کے اور بعد کھلا دینے کھانیکے مکینوں اور تطہرون اللہ اسیروں کو یہ آیات شان میں جناب فاطمہ اور سنین علیہم السلام کے اول ہونے تو کیا آپ جواب دیں گے اور اگر کہیں کہ زقیہم اللہ شراک الیرم و تقیم نصرۃ زرداد جزاہم بما صبر و جنتہ و مریرہ۔

لہذا اگر اپنی کند ذہنی کے باوجود قدر سے غور و فکر کرتے تو مناسب تھا قرآن کریم کو اول سے آخر تک بہ غور پڑھو آیات جبرائیل میں نکر کر دتا کہ ہماری بات کی صداقت واضح ہو جائے لہذا عبارت ذوالفقار مطبوعہ مطبع مجمع البحرین لدھیانہ ۱۲۸۱ھ صفحہ ۱۲۰۸ منہ ۲۹ سورہ دھر کو ح ترجمہ کھلاتے ہیں کھانا اس کی محبت پر محتاج کو اور بن باپ کے لڑکے اور قیدی کو ۱۲ موضع القرآن ۲۹ سورہ دھر کو ح ترجمہ پھر بجا یا ان کو اللہ نے برائے سے اس دن کی اور بلائی ان کے تازگی

بقیہ اگلے صفحہ پر

سب صیغے ماضی کے ہیں اور معنی مضارع کے مراد لے جاتے ہیں تو آپ کیا فرمائیں گے۔ پس اگر فرض بھی کیا جاوے اور آپ کا قول تسلیم بھی کیا جاوے کہ (مناسب اس بود کہ حق تعالیٰ بصیغہ مضارع کہ یہ ضون باشد این مطلب را ادا نماید نہ بصیغہ ماضی) تو اس کا جواب یہ ہے کہ کہ حق تعالیٰ امر سے را کہ یقینی و قطعی است بصیغہ ماضی ادا بیناید چنانچہ در فضائل اہل بیت امری را کہ بعد از قیام قیامت ظہور خواهد یافت بصیغہ ماضی ادا کردہ حیث قال تبارک و تعالیٰ فو قہم اللہ شر ذلک الیوم ولقہم نقرۃ و سروراً الذ ہم چنین رضای سابقین اولین از مہاجرین و انصار زیرا کہ در آخرت علوم مرتبہ خود را دیدہ لاضی خواہند شد بصیغہ ماضی ادا کردہ برای اس حکم فرمودہ کہ رضوا عنہ، اور اگر آپ کو ماضی مضارع کے صیغوں میں شک ہو اور ایک سے دوسرے معنی مراد لینا آپ کے نزدیک خلاف فصاحت و بلاغت ہوں تو ذرا میزان الصرف اٹھا کر دیکھئے اور بدان اسدک اللہ تعالیٰ کے معنی سوچئے کہ معنی اس کے نیک بخت کند ہیں یا نیک کرد ہیں اور پھر غور کیجئے کہ صیغہ تو ماضی کا ہے اور معنی حال کے لئے جاتے ہیں تو اس شک کے دور کرنے کے لئے اس کا حاشیہ دیکھ لیجئے تاکہ آپ کو معلوم ہو کہ کیوں، ماضی کے صیغے سے حال کے معنی لئے جاتے ہیں اور بعد اس کے اگر انصاف ہے تو تصور کا اقرار کیجئے در نہ ایک روز تو اقرار کرنا ہی پڑے گا جس کا ذکر خدا نے بصیغہ ماضی کے کیا ہے حالانکہ ہنوز وہ روز نہیں آیا لاکال سبحانہ تعالیٰ و قالوا لو کنا نسمع او نعقل ما کنا فی اصحاب السعیرۃ فاما سر فوا بذبہم فسحقا لاصحاب السعیرین حضرت ثیبہ کے تعصب و عناد بلکہ جہالت و نادانی کو دیکھنا چاہیے کہ صرف اصحاب نبوی کی علوت سے آیات قرآن مجید کے ایسے معنی بناتے ہیں کہ حضرت علی بھی اس سے خارج ہوئے جاتے ہیں اور ان پر بھی اطلاق اس فعلیت کا نہیں ہو سکتا پس جبکہ ثیبوں

بقیہ ص ۳۲۷) اور خوش وقتی اور بدل دیا ان کو سپر کردہ ٹھہرے ہے ان میں اور پوشاک ریشمی ۱۲ موضع۔

لے مناسب یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ راضی ہوا ماضی کے صیغہ کے بجائے راضی ہوں گے مضارع کا صیغہ سے مطلب واضح کرنا

ہے ۱۲ جہات ذوالفقار صفحہ ۱۱۷ سطر ۱۰-۱۲ منہ۔

۱۳ جہات قطعی و یقینی ہے اسے اللہ بصیغہ ماضی فرماتا ہے۔ جیسا کہ فضائل اہل بیت کو جو قیامت میں ظاہر ہونگے

انہیں بصیغہ ماضی ادا کرتے ہوئے حکم دیا ہے رضوا عنہ یعنی وہ لوگ اللہ سے راضی ہوئے

۱۴ پارہ ۲۹ سورہ ملک رکوع آخر جہ اور پورے آئمہ ہوتے سنتے یا بوجھتے نہ ہوتے در ذخ والوں میں سو تامل

ہوتے اپنے گناہ کے اب دفع ہو دفع و دفع والے ۱۲ موضع القرآن۔

نے اپنے ہی پہلے امام کو اس آیت کے مصداق سے خارج کر دیا تو اگر ہمارے تین خلیفوں کو بھی نکال دیا تو جای شکایت نہیں ہے اس مقام پر یہ امر بھی لکھنا خالی فائدہ سے نہیں ہے کہ جناب شاہ صاحب نے تحفہ اثنا عشریہ میں فرمایا ہے کہ اگر مہاجرین و انصار کی نسبت ان آیتوں کے یہ معنی مراد لئے جاویں کہ رضامندی خدا کی ان کی ذات سے متعلق نہیں ہے بلکہ ان کی صفت ہجرت و نہرت سے اور کامل رضامندی موقوف ہے حسن خاتمہ پر تو آیہ موالات جس سے ثبوت خلافت حضرت علی کا کیا جاتا ہے ان میں بھی تو یہی جرح ہو سکتی ہے کہ کہا جاوے کہ ولایت شما بایں وصف متعلق است یعنی اقامت صلوٰۃ وایتا زکوٰۃ در حالت رکوع و بقا میں وصف مشروط است بہ حسن خاتمہ و کذا و کذا، بجواب اس کے مجتہد صاحب فرماتے ہیں کہ آما انچہ درین مقام در باب آیہ ولایت بہ ترانہ ہے ہو وہ مترجم گم دیدہ پس از قبیل قیاسی ست مع الفارق چہ امثال چہ نہیں تقیدات دورانہ کار و آیہ ولایت خلاف اجماع اہل اسلام ست پس از معرض اعتبار ساقط باشد، سوای ان لفظوں کے حضرت نے اور کچھ نہیں لکھا اور لکھا اور گالی دے کر سکوت اختیار کیا اور یہ فرمایا کہ آیہ موالات میں ایسے احتمالات بعیدہ کہنا خلاف اجماع اہل اسلام ہے باعث صد ہزار حیرت ہے اس لئے کہ اگر اہل اسلام سے مراد صرف حضرات شیعہ ہیں تو یہ فرمانا مسلم لیکن اگر اور سب فرقے اسلام کے مزد ہیں تو ان کے اجماع کا دعویٰ محض غلط ہے، تاویر ہانکم ان کنتم صاویبین۔ اسے حضرات امامیہ فدا اپنے مجتہدین کی توجیہات اور احتمالات پر خیال کر دے وہی احتمال مہاجرین و انصار کے حق میں تو جائزہ بلکہ واجب سمجھا جاوے اور وہی احتمال جناب امیر کے حق میں متنع اور محال ہو اگر کہا جاوے کہ یہ مقتضای لہبت و عداوت ہے تو ہم قبول کریں گے لیکن یہ بھی اس کے ساتھ عرض کریں گے کہ یہ مقتضای ایمان اور انصاف نہیں

لے آپ کی ولایت کی صفت یہ ہے کہ نماز پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں حالت رکوع میں اور یہ وصف حسن خاتمہ کے ساتھ مشروط ہے و غیرہ وغیرہ۔

کہ بیان آیت ولایت کی تفصیل میں جن بے ہودگیوں کے گیت گائے ہیں یہ صرف قیاس مخالف ہے کیونکہ اس قسم کے دورانہ کار قیود دراصل آیت دلالت میں عائد کرنا اجماع اہل اسلام کے خلاف ہے اور اس لئے یہ تاویل اعتبار ہے ۳۵ پارہ ۲ سورہ نمل رکوع ۵ ترجمہ لاؤ اپنی سند گم تم پیچے ہو ۱۲ موع القرآن عدہ عبارت ذوالفقار مطبوعہ مطبع مجمع البحرین لدھیانہ ۱۳۵۷ صفحہ ۵۹ سطر ۱۲۰

اس جواب پر مجھے ایک حکایت بہرام گور کی یاد آئی حکایت ہے کہ اس نے ایک مرتبہ گور کا شکار تیر سے کیا اتفاق سے تیر اس کے منہ پر ایسا لگا کہ منہ سی گیا ایک لونڈی سے بہرام گور نے اپنی تعریف کی اس کی زبان سے نکل گیا کہ مشق اور تعلیم کے متعلق ہے بہرام گور نے شفا ہو کر نکال دیا اس نے یہ مشق شروع کی کہ گائے کے بچے کو دہن لے کر ہر روز دو وقت بالا خانہ پر پڑھ جاوے یہاں تک کہ جب وہ بچہ بڑا ہوا تب بھی بسبب مشق کے وہ بالاتانے لے جایا کرتی یہ خبر بادشاہ نے سنی وہ بھی گیا دیکھ کر کیا کہتا ہے کہ مشق و تعلیم سے متعلق ہے تب لونڈی نے دست بستہ ہو کر عرض کی کہ جہاں پناہ آپ جب گور کو تیر سے شکار کریں تو وہ مشق سے تعلق نہ ہو اور جب میں اس سے بہت زیادہ حیرت انگیز کام کروں وہ مشق کے متعلق سمجھا جاوے یہ کون انصاف ہے کما قال قائل شعر

گفت شہ راند امتی ست عظیم
گاو تسلیم گور بے تسلیم

وہی حال ہے بعینہ مجتہد صاحب کا کہ ایسی صریح اور صاف آیت میں جیسی کہ
وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ هِيَ الْأَحْتِمَالَاتُ عَلَتِ تَامًا سَائِرًا نَاقِصَةً كَرِيحًا
اور ان کے علاوہ صحت رضای الہی کو مخصوص فعل خاص کا کہیں اور جب کوئی ایہ سوالات
سے معارضہ کرے جس میں صرف یہ ہے کہ یوتون الزکوٰۃ وہم را کعون کہ دیتے ہیں زکوٰۃ کو وہاں
حالیکہ وہ رکوع میں ہوتے ہیں اور اس کے لفظوں سے کچھ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ وہ لوگ
کون ہیں صیغہ جمع کا ہے اور معنی واحد کے لئے جاتے ہیں اور زکوٰۃ کے معنی خیرات کے کہے
جاتے ہیں اس لئے کہ یہ ظاہر ہے کہ حضرت علی اتنا مال نہ رکھتے تھے کہ زکوٰۃ ان پر واجب
ہو اور پھر رکوع و سجود میں کسی دوسرے کی بات سننا گور وہ مسائل اور محتاج ہی ہو خلاف
خلوص نماز کے بھی ہے پس باوجود ان سب باتوں کے جب کوئی کہے کہ وہ احتمالاً
جو مہاجرین و انصار کی فضیلت کے آیات میں آپ کرتے ہیں وہ اس آیت میں ہو سکتے ہیں
بلکہ اس سے بھی بہت کچھ زیادہ تب فرمادیں کہ یہ بیہودہ ترانہ ہے اور خلاف اجماع ہے
حقیقت یہ ہے کہ جب انسان انصاف اور ایمان اور عیا کا پابند نہ رہے تب مختار ہے جو

۱۔ اس کا حوالہ اور ترجمہ صفحہ ۱۲ میں دیکھو

۲۔ پارہ ۶ سورہ مائدہ رکوع ۸ ترجمہ دیتے ہیں زکوٰۃ اور وہ تو ہے ۳۳ موضع القرآن

چاہے سو کہے ولنعلم ما قبل اذا القیت جلاباب الہیاء نقل ما شئت فان من لاجیالہ لا ایمان لہ
اب چوتھے معنی والسابقون کے نیچے جو مجتہد صاحب بیان فرماتے ہیں حضرت
ذوالنقار میں لکھتے ہیں کہ (اقوال بعضی از علماء دالات می کند کہ مراد از سبقت فی الهجرة
مہاجر بنی ہاشم است از مکہ) یعنی بعضی علماء کا قول ہے کہ مراد سبقت ہجرت سے بنی ہاشم
کی ہجرت ہے جو انہوں نے مکے میں کی تھی لوگ حیران ہوں گے کہ مکے سے مکے میں کون سی
ہجرت ہے اس لئے میں اس کی تصریح کرتا ہوں کہ جب کفار نے حضرت کو بیت ستیا تب
شعب ابوطالب میں حضرت نے قیام فرمایا اور کئی برس تک وہاں رہے پس اس کا نام حضرت
نے ہجرت رکھا ہے یعنی ایک گھر سے دوسرے گھر میں جانا شاید یہ معنی اس کو پسند ہوئے ہوں
تاکہ اپنے اور اپنے شیعوں کی نسبت بھی ہجرت کا اطلاق کر سکیں اس لئے کہ حضرت یقیناً ایک
دن میں سو جگہ بدلتے ہوں گے اور جب کہ جگہ بدلنے ہی کے معنی ہجرت کے ہوئے تو پس
حضرت اور حضرت کے شیعوں دن بھر میں سو سو دفعہ ہجرت کے ثواب کے مستحق ہوں گے اور
بعض علماء سے جن کا قول حضرت نے بیان کیا ایک جناب قاضی نور اللہ شوستری شہید ثالث
ہیں کہ وہ مصائب النواصب میں بجواب نواقص الرافض لکھتے ہیں کہ رفاطمہ صاحب
النواقص تبعاً لجمہور من ان ابا بکر و عمر کانما من المهاجرین السابقین الاولین انما ہو تحریریں
و ذویل السابقون الاولون ہم الذین ہاجر وا ہجرۃ الاولی وہی ہجرۃ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم فی حصارہ بکدحین ہاجرۃ قریش بن ہاشم مع رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم فی شعب عبدالمطلب
لہ جس وقت گرا دیا تو نے چادر حیا کو پس کہہ جو کچھ چاہے تو پس وہ تحقیق شخص کہ نہیں ہے واسطے اس کے حیا
نہیں ہے ایماں واسطے اس کے ۱۲ مولوی انہام اللہ سلمہ

۱۱ بعض علماء کے اقوال سے ثابت ہے کہ سبقت سے مراد بنو ہاشم کا کہ سے ہجرت کرتا ہے

۱۲ عبادت ذوالفقار مطبوعہ مطبع مجمع البعین لدھیانہ ۱۳۸۷ھ ۵۷ سطر ۱۲۰۰ھ

۱۳ ترجمہ پس طعن کیا صاحب نواقص نے باتباع جمہور اس بات سے کہ تحقیق ابو بکر اور عمر تھے مهاجرین سابقین
اولین سے جزا اس نیست کہ وہ حرص دلانا اور کہہ ہے بلکہ سابقین اولین وہ لوگ ہیں کہ ہجرت کی انہوں نے ہجرت پہلی
اور وہ ہجرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے حصار مکہ میں جبکہ ہجرت کی قریش بنی ہاشم نے ساتھ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شعب عبدالمطلب میں چار برس اور امت اجماع کرنے والی ہے اس بات پر کہ ابو بکر
اور عمر نہیں تھے ساتھ ان کے اس جگہ میں ۱۲ مولوی انہام اللہ سلمہ۔

اربع سنین ولامنہ مجموعہ علی ان اباجر و عمر لم یكونا معہ فی ذالک الموطن) یہ معنی ہجرت کے کہ مکے سے کہی ہیں، ہجرت کرنا ایسی بے معنی اور نئی اصطلاح ہے کہ غسنے کے لئے اس سے زیادہ کوئی لطیفہ نہ ملے گا میرے نزدیک مجتہد صاحب نے غلطی کی کہ مہاجرین و انصار سے آدمی مراد لئے اور ناحق معنی بنانے کی تکلیف اٹھائی مناسب تھا کہ سابقین مہاجرین سے مراد حضرت جبرئیل کو لیتے کہ وہ سب سے اول سدرۃ المنتہی سے ہجرت کر کے مکے میں آئے اور انصار سابقین سے مراد حضرت عزرائیل لیتے جنہوں نے بڑے بڑے دشمنوں کو پیغمبر صاحب کی مدد کر کے ہلاک کیا اور ان کی روحیں قبض کی ہیں حقیقت میں کامل اور صحیح ہجرت جبرئیل کی اور کی اور پوری نصرت حضرت عزرائیل کی ہے اور خدائی جلشانہ کے کلام سے تصدیق بھی اس مضمون کی بخوبی ہوتی، خصوصاً رضی اللہ عنہم در ضوع عنہ کا مضمون تو ان پر ایسا اٹھیک ہر ادق آتا کہ کسی سنی جاہل کو کچھ جاے اعتراض نہ رہتی اس لئے کہ سچی رضامندی خدا کی فرشتوں سے ہے اور فرشتوں کی خدا سے جن کی شان ہے کہ ذرہ برابر خلاف مرضی خدای جل شانہ کے کچھ نہیں کرتے اور فرشتوں میں سب سے سابق اور اول حضرت جبرائیل اور میکائیل ہیں تو کیا باعتبار لفظوں کے اور کیا بلحاظ معنی کے یہ مضمون ایسا چسپاں ہوتا کہ فرشتے بھی داد دیتے۔

پانچویں معنی والسا بقون کے ذریعہ ہجرت بطرف حبشہ کہ ہر اتب پیشتر از ہجرت مدینہ بود پس درین صورت ابی بکر را شرف سبقت ہجرت صوری ہم خواہد بود مجتہد صاحب نے تو فقط اس دعویٰ ہی پر قناعت فرمائی اور اتنا کہہ کر سکوت کیا لیکن صاحب تقلیب الکاید نے جو اب کید نور دیکم کے اس دعویٰ کو اپنے نزدیک مدلل بھی کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ذی اصحاب ثلاثہ از مہاجرین اولین بود و زینا نچہ در صحیح بخاری مذکور است عن ابی موسیٰ قال بلغنا مخرج النبی و نحن بالہن فخرجنا مہاجرین المیہ الخ مولف موصوف نے ایک بہت بڑی حدیث نقل کرنے سے یہ فائدہ تصور کیا ہو گا تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ خود اہل سنت کی صحیح بخاری لے یا پھر حبشہ کی جانب ہجرت کرنا مراد ہے جو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے سے کئی مرتبہ کی گئی اور اس صورت میں بھی ابو بکر کو سورتا ہجرت میں سبقت کرنے کی بزرگی حاصل نہیں تھی عبارت ذوالفقار مطبوعہ مطبع مجمع البحرین لدھیانہ ۱۲۸۱ صفحہ ۱۱۲ سطر ۱۲ تا ۱۴ اصحاب ثلاثہ پہلے ہجرت کرنے والے نہ تھے۔ یہاں کہ بخاری میں ہے۔

حدیث کی شرح و ایضاً ۱۲۸۱

سے ثابت ہوتا ہے کہ خلفائے ثلاثہ مہاجرین اولین سے تھے لیکن یہ محض غلطی حضرت کی ہے اس حدیث سے جس قدر ثابت ہو سکتا ہے وہ یہی ثابت ہوتا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اسے اصحاب سفینہ تمہارے لئے دو ہجرتیں ہیں اور یہ حضرت نے نہیں فرمایا کہ تمہیں والسابقون الاولون میں ہو اور اس سے کوئی سنی انکار نہیں کرتا کہ جن لوگوں نے حبشہ کو ہجرت کی وہ مہاجرین نہیں اور ان کے درجات اور مراتب میں کچھ جاسی سخن ہے بلکہ وہ زمانہ تو پیغمبر صاحب کا تھا اس وقت کافروں کے خوف سے کسی ملک کو چلا جانا کیونکر ہجرت میں داخل نہ ہو گا جب کہ قیامت تک ہجرت کا حکم اور ثواب باقی ہے اگر کلام ہے تو اس میں ہے کہ یہ آیت بس کا ذکر ہے یعنی والسابقون الاولون من المہاجرین والانصار اس سے کون ہجرت کرنے والے مراد ہیں آیا وہ جو کہ حبشہ کو ہجرت کر کے گئے یا وہ جو کہ مکے سے مدینے کو آئے پس اس بڑی لمبی چوڑی حدیث میں اگر ایک لفظ بھی ایسا ہو کہ مراد والسابقون الاولون سے مہاجرین حبشہ میں تو بے شک ہم تسلیم کریں علاوہ بریں ہم حضرات شیعہ سے کہتے ہیں کہ جس طرح پر حضرات خلفائے ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم حبشہ کو ہجرت کر کے نہیں گئے اسی طرح پر جناب امیر بھی حبشہ کو نہیں گئے پس جس دلیل سے اور جس وجہ سے خلفائے ثلاثہ مہاجرین اولین سے خارج کئے جاتے ہیں وہی وجہ حضرت امیر کی نسبت بھی ہے پس کیا وہ بھی خارج کر دیئے جاویں گے اور ان کی نسبت بھی مہاجرین اولین کی فضیلت کا اطلاق نہ کر دے گا نعوذ باللہ منہا میں جس طرح پر حضرت مجتہد صاحب نے فرمایا کہ مراد از ہجرت بطرف حبشہ کہ مراتب پیشتر از ہجرت مدینہ بود پس دریں صورت ابی بکر را شرف سبقت ہجرت صوری ہم نخواہد بود کوئی خارجی ایسی تقریر کو جناب امیر علیہ السلام کی نسبت معارضے میں پیش کرے تو معلوم نہیں کہ اس وقت کے لئے کیا جواب مجتہد صاحب نے سوچا ہے جو کہ ہم سارے تار و پود کو مجتہد صاحب کے وہم برہم کر چکے اس لئے اب اس آیت کا مصلیٰ معنی لکھتے ہیں جو کہ مفسرین شیعہ نے اپنی تفسیروں میں بیان کئے ہیں تاکہ اس سے معلوم ہو جاوے کہ یہ تقریریں جو مجتہدان شیعہ نے کی ہیں لغو و پوچ ہیں یا کچھ اصلیت رکھتی ہیں علامہ طوسی مجمع البیان میں لکھتے ہیں کہ لما تقدم ذكر المنافقين والكفار عقبه سبحانه ذكر السابقين

سے ہجرت سے مراد حبشہ کی جانب روانگی ہے جو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے سے کئی مرتبہ قبل وقوع پذیر ہوئی اور اس میں بھی

ابو بکر علیا ہجرت میں سبقت حاصل نہیں ہوئی۔ علامہ بعد ذکر منافقین و کفار اللہ سبحانه نے نہ کو رکھا سابقین فی الایمان کا

ارشاد فرمایا والسابقون الاولون یعنی سبقت کرنے والے طرف او رطاعتوں کے اور نہیں مدح فرمائے ان کی اللہ نے مگر اس واسطے

الی الایمان تقل والسا بقون الاولون اسے السابقون الی الایمان والی الطاعات وانما مدحهم
 بالسبق الان السابق الی الشیء معبود غیرہ فیکون مقبوعا وغیرہ تابع لہ فہو امام فیہ وداع فیہ الی
 الخیر سبقہ الیہ وکذا لک من سبق الی شمر یكون اسوٰ حلالہ ہذہ العلة من المہاجرین الذین ہاجرہا
 من کثافی المدینۃ والی الحبشہ والانصار امی ومن الانصار الذین سبقوا نظر انہم من اہل المدینۃ
 الی الاسلام ومن قرأوا الانصار بالرفع لم یجعلوا من السابقین وجعل السابق للمہاجرین خاصۃ ،
 والذین آتبعوہم باحسان اسی افعال الخیر الدخول فی الاسلام بعدہم وسلوک مناسبتہم ویدخل فی
 ذالک من یحیی بعدہم الی یوم القیمۃ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ انہم سبب نہ انہ رضی عنہم ورضوا عن اللہ
 کما لہما اجزل لہم من الثواب علی طاعتہم وایمانہم بہ ولقینہم واعدلہم جنات تجری تحتہا الانہار
 خالد بن قہبا۔

یعنی حاشیہ ۳۳۳ کہ جو سبقت کرنا ہے طرف کسی شے کے اس کی تابعداری کرتے ہیں اور لوگ ہیں وہ پیشوا ہوتا ہے اور دوسری ،
 پیروا ہوا کرنے والے اس کے پس وہ امام ہے اس کام میں اور لایا اس کام میں نیکی کی طرف اور ایسا ہی جو شخص ابتدا کرتا ہے
 برے کام کی بر حال ہوتا ہے وہ شخص اس واسطے (یعنی اوروں کا خواب کرنے والا ہے) من المہاجرین مہاجرین وہ لوگ ہیں جنہوں
 نے ہجرت کی مکہ سے طرف مدینہ اور حبشہ کے والانصار یعنی انصار سے وہ لوگ ہیں جنہوں نے سبقت کی اپنے برابر والوں اہل
 مدینہ سے اسلام کی طرف جس شخص نے والانصار کو پیش پڑھا اس نے انصار کو سابقین سے نہیں کہا اور فضیلت سابقین
 کو مہاجرین کے واسطے خاص کر دیا واللہ اعلم باحسان یعنی وہ لوگ جنہوں نے تابعداری کی مہاجرین وانصار کی نیک
 کاموں میں اور اسلام لانے میں اور چلے ان کی راہوں پر اور داخل ہے اس حکم میں جو شخص ایسا قیامت تک ان کے بعد ہوگا
 رضی اللہ عنہم ورضوا عنہم خبر دی اللہ سبحانہ نے بے شک اللہ بہتے راضی ہوا ان سے اور وہ راضی ہوئے اللہ سے راضی ہونا
 اللہ کا سبب طاعتوں اور ایمان اور یقین ان کے ساتھ اللہ کے اور راضی ہونا ان کا اس سبب سے کہ بڑا رکھا گیا واسطے ان
 کے ثواب واعدلہم جنات تجری تحتہا الانہار خالد بن قہبا یعنی مقرو کی گئی واسطے ان کے جنت کہ سبتی ہیں اور نیچے اسکے
 نہر میں ہمیشہ رہنے والے بیچ اس کے بڑی بیچگی و دوام پھر فرمایا اللہ سبحانہ نے ذلک الفور العظیم یعنی یہ اتنی بڑی فلاح
 ہے کہ چھوٹی معلوم ہوتی ہیں پہلو میں اس کی کل نعمتیں۔

فضیلت بر السابقین کے اور بہتر ہی رہیں لوگوں کے اوروں سے اس سبب سے کہ لائی ہوئی ان کو بڑی دین
 کی مدد کرنے میں منجملہ ان کے مفارقت قبیلوں کی اور عزیزوں کی اور خچوٹنا ان باتوں کا جسے وہ لو دست رکھتے تھے دین
 دین سے (سبب انہما سانی کفار کے) اور مدد اسلام کی اور قلت ان کی اور کثرت دشمنوں کی اور پہلے مانا ایمان کا اور بلا ناطرت
 ایمان کے ۱۶ ماری انہما اللہ رحمۃ اللہ علیہ۔

ابدأ یقولون ببقار اللہ فقال ذاکم الفوز العظیم ای الفلاح العظیم الذی یعفر من جنسہ کل نعیم و فی
 ہذہ الآیۃ دلالتہ علی فضل السابقین و مزیتہم علی غیرہم لما لحقہم من انواع المشقۃ فی بصرة الذین
 فمنہا مفارقة الشعار و الاقربین و منها ما بنیۃ الما لوف من الدین و منها نصرة الاسلام و قلة العدو
 کثرة العدو و منها السابق الی الایمان و الدعاء الیہ) علاوہ اس کے دوسری تفسیریں ہیں کہ صاحب
 خلاصۃ المنہج لکھتا ہے۔ (السابقون الاولون یعنی پیشی گزیدگان پیشینیاں ای آنها کہ سبقت
 گرفتہ بر عامہ مومنان در ایمان من المهاجرین از مهاجرین اسے آنا کہ از مکہ ہجرت کرند و بعدینہ
 آمدند الخ ان تفسیروں سے جو معنی مهاجرین کے معلوم ہوئے اور جو فضائل ان کے ثابت ہوئے
 اس کے لئے اس کا ترجمہ ہی کافی ہے زیادہ لکھنا کچھ ضرور نہیں اگر اس پر بھی سیری نہ ہوئے
 تو میں دوسری آیت کی تفسیر سنانا ہوں جس میں ہجرت کا ذکر ہے یعنی اللہ جل شانہ فرماتا ہے
 کہ والذین آمنوا و ہاجرنا و ہاجرنا و ہاجرنا فی سبیل اللہ ہجروا کے اخیر میں مفسر طوسی مجمع البیان میں لکھتے
 ہیں کہ (ہاجر من دیار ہم و اوطانہم یعنی من مکہ الی المدینۃ) پس ان سب تفسیروں کو طاق
 نسیان پر رکھ دینا اور ان ساری فضیلتوں کو جسے خود علما امامیہ نے ان آیتوں کی تفسیر
 میں بیان کیا ہے نہ دیکھنا اور سابقوں کی لفظ سے سبقت الی الموت مراد لینا اور ہجرت
 کے معنی شعب ابی طالب میں نقل مکان کرنا کتنا نتیجہ تقدس اور ثمرہ اجتہاد ہے و گریح۔

تیسرا جواب شیعوں کا آیات فضیلت صحابہ کے

بعض دانشمندیوں نے یہ جواب دیا ہے کہ جو ذکر رضامندی کا اللہ جل شانہ نے
 مهاجرین و انصار کی نسبت قرآن مجید میں کیا ہے اس سے سب مهاجرین و انصار مراد نہیں
 ہیں بلکہ خاص خاص گو ظاہر ہیں کچھ تخصیص نہیں کی چنانچہ قاضی نور اللہ شوشتری اپنی مصابح
 میں فرماتے ہیں کہ اہل ہم یقولون اذ شہادۃ تعالیٰ لہم بالرضاء و من اتبعہم باحسان یکن ان

لہ قولہ یقولون الخ مراد اس فقرہ سے ہمیشگی اور دوام ہوتا ہے اور اس مقام میں واسطے تاکید کے ہے ۱۱ مولوی انہام اللہ علیہ
 لہ سابقون الاولون یعنی جن مهاجرین نے عام مسلمانوں کی بر نسبت ایمان لانے میں سبقت کی اس کا مطلب یہ ہے، کہ
 سے مدینہ آنے میں سبقت کی تھے پارہ ۱۰ سورۃ الفحل رکوع ۱۰ ترجمہ اور جو لوگ ایمان لائے اور گھر چھوڑے اور لڑے
 اللہ کی راہ میں ۱۲ موضع لہ ہجرت کی ان لوگوں نے اپنے ملکوں اور وطنوں سے یعنی مکہ سے مدینہ کو ۱۳ مولوی انہام اللہ علیہ
 لہ بلکہ وہ لوگ کہتے ہیں کہ شہادت اس اللہ تعالیٰ کی واسطے ان کی رضا کے اور واسطے اس شخص کے کہ تابعان کی

کیونکہ خصوصاً من قول باللہ تعالیٰ وان کان یخرج الکلام للعموم و بذل فی کتاب اللہ موجود من خطاب الخصوص و ہو عموم و من خطاب العموم و ہو خصوص لمن استقام منهم دون من لم یتقم، والنظر بدلائلنا علی ان اللہ عزوجل انما رضی عن استقام فی طاعته وان النجیة وعدہ لمن سارع الی مرضیة وتجنب عن معاصیه ومن خرج عن ہذا الحال کان محالاً ان یتحقق الرضا من اللہ تعالیٰ فما لہم ایضاً فی ہذا الحال حجتا قاضی صاحب مؤلف نواقض الروافض سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ جو تم نے کہا کہ شیعوں کا قول ہے کہ یہ بشارتیں صحابہ کے لیے مثل غضب ہونے خلافت کے ہیں، سو یہ تمہارا افتراء ہے شیعوں کا یہ قول نہیں ہے بلکہ صحابہ کی فضیلت کی آیتوں سے شیعہ یہ جواب دیتے ہیں کہ خدا کا اپنا رضا پر بہ نسبت ان کے شہادت و نیاگو بنظاہر کلام الہی میں عام واقع ہوا ہے مگر مراد اس سے خاص خاص لوگ ہیں اور قرآن مجید میں ایسا بہت جگہ واقع ہے کہ کلام عام ہے اور مراد اس سے خاص ہیں یا کلام خاص ہے اور مراد اس سے عام ہیں اور غور کرنے سے یہ بات صحیح معلوم ہوتی ہے اس لئے کہ خدا نہیں راضی ہوا مگر اس سے جو کہ اس کی طاعت میں ثابت قدم ہوا اور جنت نہیں تیار کی گئی مگر اس کے لئے جو کہ اس کی مرضی پر چلا اور اس کے گناہوں سے بچا اور جو اس حال پر ثابت قدم نہیں رہا اور اس سے نکل گیا محال سے کہ وہ خدا کی رضا کا مستحق ہو پس سنیوں کے پاس حجت کیا ہے فقط اس تقریر کے اخیر پر وہی صاحب فرماتے ہیں کہ اظہر للذات یعنی ہم نے خوب مدلل تقریر کی اور سنیوں کے قول کو خوب روکیا مگر حقیقت میں یہ قول بھی کسٹراب بقیعة یکبہ الطعمان ما محض دھوکہ ہے، چنانچہ اس کی غلطی میں چند وجوہ سے ثابت کرتا ہوں۔ اولاً: قاضی صاحب نے اس امر سے انکار کیا کہ شیعوں کا یہ قول نہیں ہے کہ بعد غضب خلافت کے مہاجرین و انصار اس فضیلت سے مستثنیٰ ہو گئے لیکن

(بقیہ ماشیہ) اس نے ان کی احسان میں ممکن ہے یہ کہ ہو خصوص قول اللہ تعالیٰ سے اگرچہ جاری کیا گیا ہے کلام واسطے عموم کے اور یہ کتاب اللہ میں موجود ہے خطاب خصوص سے اور وہ عام ہے اور خطاب عموم سے اور وہ خاص ہے بتلاقی ہے ہم کو یہ بتا کر واسطے اس شخص کے کہ مستقیم ہوا ان سے سوا اس شخص کے کہ نہ استقامت کی اور دلیل اللہ عزوجل جزا میں بیست کہ راضی ہوا اس شخص سے کہ مستقیم ہوا بیجا اطاعت اس اللہ تعالیٰ کے اور تحقیق وعدہ کیا ہے اس اللہ تعالیٰ نے جنت کلا واسطے اس شخص کے کہ جلدی کی اس نے طرف خوشی اس اللہ کے اور بچا اس کے گناہوں سے اور جو شخص خارج ہوا اس حال سے

محال ہے یہ کہ مستحق ہو رہا کا اللہ تعالیٰ سے پس کیا چیز ہے واسطے ان کے اس حال میں حجت ۱۲ مولوی افہام اللہ سلمہ

صفحہ ۱۸ سورہ نود رکوع ۵۔ ترجمہ بیسے ریت جھل میں پاسا چائے اس کو پانی ۱۲ موضع القرآن

بعد اس کے وہ تقریب کی جس سے ثابت ہوا کہ حضرت بھی یہی کہتے ہیں اس لئے کہ خدای جل شانہ
 تو رضامندی اپنی بیان کرتا ہے۔ ہجرت اور نصرت اور بیعت رضوان سے اور یہ سب امور
 واقع ہو چکے تھے اور بعد وقوع ان کے یہ آیتیں انہیں افعال کی مقبولیت میں نازل ہوئیں
 تو اب دو باتیں ثابت کرنی چاہئیں یا یہ کہ خلفای ثلاثہ اور دیگر مہاجرین و انصار نے یہ کام نہیں
 کئے نہ انہوں نے ہجرت کی نہ انہوں نے نصرت اور بیعت کی تاکہ وہ لوگ اس رضائے مستثنیٰ
 ہو جاویں یا یہ ثابت کیجئے کہ بعد اس فعل کے ان سے ایسے افعال ہوئے جن کے سبب سے وہ
 مستحق اس رضامندی کے نہ رہے اور وہ فعل سولے غضب خلافت اور عداوت اہل بیت کے
 دوسرا کوئی نہیں ہے تو اس سے وہی بات ثابت ہوتی جس کا انکار کیا تھا لیکن بغیر ان دو امور
 سے کسی ایک امر کے اقرار کرنے کے یہ بات کہ مہاجرین کی ہجرت کو بھی قبول کرنا انصار کی نصرت
 کا بھی اقرار کرنا اور بیعت رضوان کی شرکت کو صحیح جاننا اور ان آیتوں کو انہیں کاموں کے
 سلسلہ میں نازل سمجھنا اور پھر مہاجرین و انصار کو اس عموم سے خارج کرنا نہ عقلاً درست ہے۔
 نہ عقلاً عقلاً اس لئے کہ جب خدای جل شانہ ہے کہ رضی اللہ عنہم و رضوونہ کہ میں مہاجرین
 و انصار سے راضی ہوا اور وہ مجھ سے راضی ہوئے اور اگر کوئی شک کرے کہ ہجرت و نصرت
 کے لئے ایمان شرط ہے اور مہاجرین و انصار ایمان نہ رکھتے تھے ان کے گمان و وہم کے باطل
 ہونے پر خدا دوسری آیت میں فرماتا ہے کہ والذین آمنوا و ہاجرہ و اجدوا فی سبیل اللہ والذین
 ادوا و نصروا اولئک ہم المؤمنون حقا کہ جن لوگوں نے خدا و رسول کی تصدیق کی اور جو
 اپنے گھر کو چھوڑ کر مدینہ میں ہجرت کر آئے اور جنہوں نے اعلا دین خدا کے لئے جہاد کیا اور
 جنہوں نے ان لوگوں کو اپنے یہاں پناہ دی اور پیغمبر خدا کی مدد کی وہی لوگ سچے ایمان والے
 ہیں پس ایسی صریح آیتوں سے مہاجرین و انصار کو خارج کرنا نصوص قطعہ سے انکار کرنا
 ہے اسلئے کہ اس آیت میں خدائے تبارک و تعالیٰ یہ نہیں بیان کرتا ہے کہ جو لوگ ایمان
 لاویں گے اور نیک کام کریں گے ان کو میں جنت دوں گا کہ یہاں بقای حکم اور خصوص و
 عموم سے بحث کی جائے بلکہ یہاں تو ایک امر گذشتہ اور ایک گروہ خاص کے ایمان سے خبر
 دیتا ہے اور ان کے مومن ہونے کو تصدیق کرتا ہے اسی لئے کہ کوئی شبہ نہ کرے اور اس

ملہ پارہ ۱۰ سورہ انفال رکوع ۱۰ ترجمہ - اور جو لوگ ایمان لائے اور گھر چھوڑے اور لڑے اللہ کی راہ میں اور
 جن لوگوں نے جگہ دی اور مدد کی وہی ہیں تحقیق مسلمان ۱۲ موضع القرآن۔

طائفہ کی نسبت عموم مخصوص کی قید نہ لگائے اور اسی لئے اولئک ہم المؤمنون حقا کو فرمایا کہ وہی لوگ جنہوں نے نصرت کی یعنی مہاجرین و انصار وہی سچے مومن ہیں پس یہ جملہ خبریہ ہے نہ انشائیہ اور از قبیل اخبار ہے نہ از قبیل امر و نہی پس کسی طرح نسخ کا بھی شبہ اس میں نہیں ہو سکتا اس لئے کہ اخبار میں نسخ واقع نہیں ہوتا اور نہ جو قصے حضرت آدم اور حضرت موسیٰ اور حضرت یوسف وغیرہ انبیاء اکرام علیہم السلام کے خدا نے قرآن مجید میں فرمائے ہیں سب سے یقین جاتا رہے اور انجام اور خاتمے کے معلوم نہ ہونے کا احتمال کر کے یقین ان پر نہ رکھا جاوے اور عموم اور خصوص کی قید لگا کر سارے قرآن شریف میں تحریف کر دی جاوے پس باوجود ایسے نص صریح کے مہاجرین و انصار کو مومن نہ کہنا حقیقت میں ایسا ہے جس طرح پر انبیاء کی نبوت اور اصحاب کہف کی فنیت اور اخبار ماضیہ مذکورہ قرآن کی صحت سے انکار کرنا کیونکہ اگر کوئی اعتراض کرے کہ ہم اصحاب کہف کے ایمان کے قائل نہیں ہیں اس لئے کہ معلوم نہیں کہ وہ قیامت میں نکروں میں ہوں گے یا معاذ اللہ دوسرے گروہ میں اور یہ بھی ہم کو معلوم نہیں کہ ان کی نیت بخیر تھی یا نہیں اس لئے کہ نیت امری ست باطنی اور یہ بھی ممکن ہے کہ سب اصحاب کہف با ایمان نہ ہوں اس لئے کہ خدا کے کلام میں اکثر عموم و خصوص ہے کہ کلام عام ہوتا ہے اور مراد اس سے خاص ہوتی ہے پس ایسے احمق ملحد کے جواب میں سوائے اس کے کیا کہو گے کہ خدای جل شانہ صاف ان کے حال کی خبر دیتا ہے کہ انہم فیئذ آمنوا، برہم و زواتہم ہدیۃ اور خدا ان کے ایمان اور ہدایت کی صاف بہ جملہ خبریہ خبر دیتا ہے تو ایسے نص قطعی میں احتمالات کرنا اور ان میں عموم و خصوص کے شکوک پیدا کرنا خدا کے کلام سے انکار کرنا ہے پس اسی طرح پر بڑے مہربانی مہاجرین و انصار کے ایمان پر خیال کرو کہ خدائے پاک ان کے حق میں بھی صاف فرماتا ہے کہ طائفہ المؤمنین آمنوا و جاہدوا فی سبیل اللہ اولئک ہم المؤمنون حقا۔ اور یہ جملہ خبریہ ان کے ایمان کو بیان کرتا ہے پس جب ایسی نص صریح سے کوئی انکار کرے اور پھر بھی مہاجرین و انصار کو مومن نہ کہے وہ ایسا ہی ہے جیسا منکر ایمان اصحاب کہف کا یا نہیں اور ایسے نصوص صریح کا منکر ملحد اور مرتد ہے یا نہیں بلکہ

لہ حوالہ اس کا اور ترجمہ صفحہ ۱۱۲ میں اس کتاب کے دیکھو

لکھ ۱۵ سورہ کہف رکوع ۲ ترجمہ ہے یہ قہر توں سے اللہ کی جس کو راہ دے اللہ وہی آدے راہ پر اور جس کو وہ پھلاوے پھر تو نہ پاوے اس کا کوئی رفیق راہ پر لانے والا ۱۲ موضع۔

من آیات اللہ من ید اللہ فہو المہتد ومن یضلل قلن تجدرہ ولیا مرشدا

دلیل نقلی اگر اس تقریر سے بھی آپ کا اطمینان نہ ہو تو اپنے ہی مفسرین سے تصدیق

اس کلام کی سنتے کہ علامہ طوسی الذین آمنوا و ہاجروا الخ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ تم عاد و سجانالی ذکر المہاجرین و الانصار و مدحہم و الثناء علیہم فقال والذین آمنوا و ہاجروا و ہاجروا و ہاجروا فی سبیل اللہ اسی صدقوا اللہ و رسولہ و ہاجروا من دیارہم و اطاعوا اللہ یعنی من مکہ الی المدینہ و جاہد مع ذلک فی اعلام دین اللہ و الذین آو و نصر و اسی ضموم الیہم و نصر و اللہ الی اللہ ہم المؤمنون حقا اسی اولئک الذین حقوا ایمانہم بالہجرہ و النصرۃ بخلاف من قام بدار الشکر الی اللہ بلقظ یعنی پھر خدا شروع کرتا ہے مہاجرین و انصار کے ذکر کو اور ان کی مدح کرتا ہے اور ان کی شکر و تعریف فرماتا ہے کہ آمنوا یعنی ایمان لائے ایمان سے کیا مراد ہے کہ تصدیق کی خدا کی اور اس کے رسول کی اور ہاجر و امن و یار ہم یعنی اپنے گھروں سے ہجرت کی یعنی مکہ سے ہجرت کی اور مدینہ کو آئے و جاہد و یعنی اتنی ہی تکلیف پر قناعت نہ کی بلکہ خدا کا دین بڑھانے کے لئے جہاد بھی کیا والذین آو و نصر و اسی کیا مراد ہے وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے ان گھر چھوڑنے والوں کو اپنے یہاں جگہ دی اور پیغمبر خدا کی مدد کی پھر خدا فرماتا ہے کہ اولئک ہم المؤمنون حقا یعنی یہی لوگ جو کہ مہاجرین و انصار ہیں سچے مومن ہیں اور خدا نے فقط مومنوں نہ کہا بلکہ آگے قید حقا کی اور بڑھا، دی اس کا کیا فائدہ ہے اس حقا سے یہ مراد ہے کہ انہوں نے اپنے ایمان کو ثابت کر دیا ہے ہجرت اور نصرت کے بخلاف ان لوگوں کے جو کہ رہ گئے دار الشکر میں فقط پس اب کیا ایسی تصریح کے بعد بھی کسی کی زبان پر یہ لفظ آسکتا ہے کہ مہاجرین و انصار مومن نہ تھے اور پھر بھی کوئی شخص جو اُت رکھ سکتا ہے کہ یہ کہے کہ ہجرت سے مراد حسب ابو طالب کی ہجرت ہے یا والسالفتون الاولون سے مراد موت کی طرف سبقت کرنے والے ہیں یا اور کسی کو یہ قناعت ہوگی کہ اس کے سننے کے بعد عموم و خصوص کا نام کسی کی منہ سے نکلے گا نہ شک یہ کہنا شیعوں کا کہ رضامندی کے لئے حسن خاتمہ کا حال معلوم ہونا ضرور ہے صرف دھوکہ ہے اس لئے کہ یہ رضامندی ہی حسن خاتمہ کی شاہد ہے اس لئے کہ اگر خدا جانتا کہ اس گروہ کا خاتمہ نیک نہ ہوگا اور یہ فرقہ پیچھے مرتد ہو جاوے گا اور بہ سبب غضب کرنے خلافت علی کے اور بوجہ چھین لینے فدک کے کافر ہو جاوے گا تو خدا نے پاک کے علم غیب سے بعید ہے کہ وہ پھر اپنی رضامندی بیان کرتا اور ان کے ایمان کے یہ لفظ کہہ کر کہ اولئک ہم المؤمنون حقا کہ

یہی لوگ جو مہاجرین و انصار ہیں سچے مومن ہیں تصدیق کرتا جو شخص خدا کی نسبت ایسا خیال کرے وہ کافر ہے نہ مسلمان۔

خیال کرنے کی بات ہے کہ خدا نے کبھی کسی منافق کی بھی تعریف کی کسی مرتد کی بھی ثنا و صفت کی کسی کافر کے کسی نیک کام کی ثنا و صفت کی آخر بہت سے کافر گزرے ہیں، کہ جو سخی تھے انصاف بھی کرتے تھے مگر صرف اس وجہ سے کہ کافر تھے اور کفر کی وجہ سے مستحق جہنم کے خدا نے ایک لفظ بھی ان کی تعریف میں نہ کہا اور اپنی رضامندی کو ان کے کسی فعل سے منسوب نہ کیا اس لئے کہ جب وہ جانتا تھا کہ یہ لوگ کافر ہیں اور آخر کار دوزخ میں بھیجنا ہوگا۔ تو رضامندی کا اظہار کرنا گویا تدلیس کرنا ہے اور دھوکا دینا ہے نعوذ باللہ من ہذہ پس اگر صحابہ کے صرف ہجرت یا نصرت یا بیعت سے راضی ہوتا اور باقی ان کے سارے کاموں سے یا اکثر کاموں سے ناخوش یا ان کے کفر و تفاق کے سبب سے ان کو دوزخی کرنا ہو تو پھر یہ لمبی چوڑی تعریفیں ان کی اور ایسی اعلیٰ درجے کی ثنا و صفت ان کی کرتا کس نظر سے تھا کیا خدا نے بھی تقیہ کیا تھا یا معاذ اللہ ظاہر میں دل خوش کرنے کے لئے اور اپنا کام نکالنے کے لئے ان سے تدلیس فرماتا تھا۔ یا اُس سے قلمی ہو گئی تھی کہ بے انجام سوچے ایسے فرقے کے جو آخر کو سب کے سب مرتد ہو گئے یا جیتے جی سب کے سب منافق تھے ان کی ثنا و صفت کی بیش ازین نیست کہ اگر خدا کو صاف کہنا منظور نہ ہوتا تو یہ فرما دیتا کہ جن لوگوں نے ہجرت کی ہے اور جنہوں نے نصرت کی ہے یہ سب کے سب مومن اور اچھے نہیں ہیں اور سب سے میں راضی نہیں ہوں جو حقیقت میں مرتے دم تک ثابت قدم رہے گا اور جو خلافت علی اور فدک فاطمہ کو نہ چھینے گا یا جو کہ ان واقعات دردناک کے وقوع سے پہلے سبقت الی الموت کر جاوے گا انہیں کی نسبت میری رضامندی ہے تاکہ کسی کو کچھ دھوکہ نہ رہتا نہ کہ بجائے اس کے اس سارے فرقے اور کل گروہ کی ہجرت اور نصرت ہی کی تعریف کرے اور ان کی ہجرت اور نصرت ہی کو ان کے ایمان کی حجت کی دلیل لافے پس اے مومنین ذرا آیات قرآنی پر غور کرو اور مالہ و ما علیہ اس کا سوچو اور تدلیس اور تقیہ اور بدکار کو خدائے پاک کی جناب میں نسبت نہ کرو معلوم نہیں کہ تم نے اپنے ذہنوں میں کس کو امام تصور کیا ہے کس کو پیغمبر جانا ہے کس کو خدا سمجھا ہے کہ کسی کی نسبت سچائی اور صفائی کا اعتماد نہیں کرتے سب کی باتوں میں دخل فصل بیان کرتے ہو جس طرح پر تم اپنے فرضی اماموں کی نسبت تقیہ کی تہمت کرتے ہو۔

بعینہ ویسے ہی اپنے خدا کی شان میں تدلیس اور بدار کو منسوب کرتے ہو ورنہ ہمارے اماموں نے بھی ہمیشہ صاف صاف معاملہ رکھا ہے ہمارے پیچھے اور ایک خدا کی بات بھی ہمیشہ ایک ہی ہے جس کو اس نے مومن جانا پیغمبر خدا سے کہہ دیا کہ یہ مومن ہیں ان کو اپنے ساتھ رکھ ان کو اپنا مصاحب بنا ان سے مدد لے ان کے گھروں میں آرام کر جن کو منافق جانا ان کی نسبت صاف اپنے رسول سے کہہ دیا کہ ان کو نہ بٹھلا چنانچہ خاص پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثناء کے برتاؤ سے سب پر کھل گیا کہ کون منافق تھے اور کون مخلص تھے صحبت نبوی حقیقت میں ایمان کی کسوٹی تھی مگر ہمارے نزدیک وہ پیچھے ہیں اور تمہارے نزدیک جھوٹے ہیں دو حال سے خالی نہیں یا آنکہ پیغمبر خدا نے ان مہاجرین و انصار کے نفاق کو جانا اور یا آنحضرت پر نفاق ان کا نہ کھلا اگر ان کا نہ کھلا اگر ان کا نفاق کھل گیا تو ان کی صحبت میں رکھا یا نہیں اگر کہو کہ رکھا تو منافق کو اپنی صحبت میں رکھنا کیا معنی اور اگر نہیں رکھا تو ساری حدیث اور تفسیر اور سیر اور تاریخ کی کتابوں کو گنگا جمن میں ڈال کر میلاد نبوی ہی سے انکار کرنے لگو اور سارے متواترات کے منکر ہو جاؤ اور اگر ان کا نفاق نہیں کھلا تو اول ان منافقین پر آفرین کر دو کہ کیسے ہوشیار اور چالاک تھے کہ ابتدائے طلوع نیز نبوت سے غروب کے زمانے تک اپنے نفاق میں ایسے ہوشیار رہے کہ کبھی پیغمبر خدا پر ان کا حال نہ کھلا اور آنحضرت کو ان کے نفاق پر اطلاع نہ ہوئی نہ جبریل ان کی خبر لائے نہ خدا نے ان پر وحی کی نعوذ باللہ من ذالک بعد اس کے یہ خیال کر دو کہ وہ منافقین کتنے تھے دو چار تھے یا ہزار دو ہزار ہیں اگر ارتدادت الصما کلمہ الا نشہ پر نظر گئی تو یہی ارشاد ہو گا کہ سوائے تین چار کے باقی سب کے سب منافق یا کافر تھے یا مرتد ہو گئے اور اگر یہ مٹھلون فی دین اللہ افواجاً پر خیال گیا تو کہو گے کہ اگرچہ منافق بھی بہت کم تھے مگر پیچھے اور پیچھے مومن بھی بارہ ہزار سے کم نہ تھے بلکہ منجملہ بارہ ہزار کے سو اسیوں کے نام بھی بتلا دو گے مگر اُس وقت یہ سوچو کہ یہ بارہ ہزار منافقوں پر غالب تھے یا منافق ان پر غالب تھے اگر یہ کہو کہ منافقوں پر غالب تھے تو تعجب ہے کہ باوجود غلبے کے پھر منافقوں کو پیغمبر صاحب نے جیتے جی نکال نہ دیا اور ان کو ذلیل و خوار نہ فرمایا اور پھر بعد پیغمبر خدا کے ان منافقوں کا کسی نے مقابلہ نہ کیا اور وحی برحق امام مطلق کا دو تین کے سوا کسی نے ساتھ نہ دیا بلکہ خاص بضعہ رسول سیدۃ النساء تین چار راست برابر گھر گھر پیادہ پا دوڑیں اور سارے مہاجرین

لے پارہ ۳۰ سورہ نصر رکوع ۱ متوجہ بیٹھے اللہ کے دین میں فوج فوج موضع القرآن ۱۲

و انصار سے مدد چاہی عامرہ رسول بھی دکھلا یا جامہ نبوی کو بھی پیش کیا حسنین سے معصوم بچوں کے سال پر بھی ترحم کی خواہش کی اور خود بھی ایک دشمن کی لاسٹ کے صدمہ سے مجروح ہوئیں اور ایک معصوم بچہ شکم مبارک ہی میں شہید ہوا اور داماد رسول کو بھی منافق گالے میں رسی ڈال کر کھینٹتے رہے اور اُدھر وہ خدا و رسول کا واسطہ دلاتے رہے اور ادھر سیدہ پاک دروازے سے اس حال زار کو دیکھ دیکھ کر واہ اتاہ و امجدہ چلاتی رہیں اور داد بید و کاغل مار کر تے سنائیں ہنگامہ قیامت کے دیکھنے کو سدرۃ المنتہیٰ سے فرشتے وڑے اور ان منافقوں نے کیا جو کچھ کیا اسان معصوموں پر گذرا جو کچھ گذرا اور پھر ایسی حالت میں کہ غیروں کو رحم آجاتا ہے دشمنوں کے دل بھی نرم ہو جاتے ہیں جس سے کچھ علاقہ نہیں ہوتا وہ بھی مدد پر ہو جاتا ہے مظلوموں کو ظالم سے بجا آہے مگر ایسی مصیبت اور تکلیف کی حالت میں بھی باوجودیکہ بارہ ہزار بچے پتکے مرنے موجود تھے جس میں سے نہ کوئی جبری تھا نہ قدری نہ کوئی دشمن علی تھا اور علاوہ ان کے تمام بنی ہاشم بھی جن کی شجاعت و مروانگی کا رعب سارے عرب پر غالب تھا مسلح ہتھیار بند موجود تھے اور پھر انہیں قوت و شوکت اور بایں شجاعت و مصلحت کوئی بھی ان بارہ ہزار میں سے نہ بنی ہاشم میراست ایک بھی حمایت کو اٹھا اور نہ کسی نے وہی رسول کی مدد کی اور نہ کسی نے بغض نبوی کی اہانت کی سب کے سب بیٹھے بیٹھے تماشادیکھا کئے اور ان منافقوں کو جن کے زواہر، ایزان، تھانہ بدن، قوت تھی نہ جن کی فریادیں، میں کچھ عزت تھی نہ جن کو کسی قسم کی فضیلت تھی ہمیشہ پیغمبر خدا سے نفاق کرتے رہے آنحضرت کے اپنے کی تدبیریں سوچتے رہے نہ کسی لڑائی میں کبھی تلوار نکالی بلکہ اپنی ٹہر بھر میں ایک پٹے کا خون بھی نہیں بہا یا، لہذا کیسا ساری لڑائیوں میں سے وقت پر فرار ہوا، اختیار کیا پس، ایسے لوگوں سے ان بارہ ہزار آدمیوں کا ڈرنا اور بنی ہاشم کا بھی چون و چرا نہ کرنا دو حال سے ظاہری نہیں یا آنکر وہ بھی منافق تھے اور دشمن اہل بیت گو خود غاصب اور ظالم نہ ہوں لیکن غاصبوں اور ظالموں کے معین ہونے میں تو کچھ کلام ہی نہیں اور جب وہ بھی منافق ٹھہرے تو چہرا بیان دلے تین کے تین ہی رہ گئے اور یا آنکر عیناً باتیں ہونے تمہاری طرف سے نقل کیں اس میں کوئی ثابت نہیں ہوئی نہ کسی نے کسی کا حق غصب کیا نہ کسی نے کسی پر ظلم کیا بلکہ حق وارد کچھ کر کسی نے مخالفت کسی کی نہ کی اور سب کے سب ہاجرین و انصار مومنین اور مخلص تھے۔

پس اے حضرت شیعہ سوائے ان صورتوں کے اور کوئی دوسری صورت ہی نہیں تھی جس

سے حفاظت ہو سکے یا تو سب مہاجرین و انصار کو کافر کہہ کر منافق جانو اور یا سب کو مومن اور
مخلص کہو وانی لہم ذلک مگر کبھی یہ کہنا کہ سب منافق تھے اور کبھی یہ فرمنا کہ بارہ ہزار با ایمان
اصحابی تھے اور کبھی یہ ارشاد کرنا کہ پیغمبر خدا کے مرتے ہی سب مرتد ہو گئے اور کبھی یہ کہنا کہ بعد خلیفہ
سوم کے پھر لوگ تائب ہو گئے تھے اور پھر جو با ایمان کی طرف سے آئے تھے اور مثل اسکے ہر موقع
اور ہر مقام پر رنگ بدلنا اور بات بات میں دودھ بھری کرنا عقل کے بھی خلاف ہے اور ایمان کے بھی اور
حیا کے بھی مخالف ہے اور انصاف کے بھی کیا وہ لوگ جنہوں نے ساری عمر کو پیغمبر خدا کی صحبت پائی
اور تمام زندگی میں اپنی حضرت کی نصیحت سنی اور غاروں میں حضرت کے شریک رہے اور جہادوں میں
ماتے مرنے پر مستعد رہے وہ سب کے سب پیغمبر خدا کے وفات فرماتے ہی مرتد ہو جاویں اور اگر کچھ لوگ
رہ جاویں تو وہ خاندان نبوی پر ایسا ظلم صریح ہوتا ہوا دیکھ کر نذریان کو منہ سے نہ ہاتھ کو آستین سے
نکالیں اور پھر باوجود ایسی اذیت و صریح اور واجب القتل ہونیکے بعد پچیس برس کے جب علی خلیفہ
ہوں تب پھر توبہ کریں اور حضرت علی کے شریک ہو جاویں اور تم ان کی توبہ کو قبول کرو اور انکو با ایمان
کہو اور ان کو جنتی جانو کیا خوب عقیدے میں آپ کے اور کیا اچھی باتیں ہیں آپ کی جو آپ ہی کو
زیبا ہیں۔ شکر۔

ای دہانت ز لب لب ز دہان شیرین تر خندہ شیرین و سخن گفتن از ان شیرین تر
یہ جو کچھ میں نے لکھا اسکی لفظ لفظ کی شرح باب امامت میں ہوگی اور اس اجمال کی تفصیل
ایسی کی جاوے گی کہ کسی شعی کی زبان سے بجز بجا و درست کے کچھ اور نہ نکلے مگر اس مقام پر وہ
چار فقرے لکھا ہوں تاکہ اس کا حال لوگوں کو معلوم ہو جاوے۔
اعلموا یا ایہا النملئق ہدایکم اللہ تعالیٰ کہ شیعوں نے اول یہ دعویٰ کیا کہ خلافت حق جناب
امیر کا تھا اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی حیات میں اپنا خلیفہ کر دیا تھا مگر خلافت اللہ
نے انکا حق چھین لیا اور یکے بعد دیگرے خود خلیفہ بن بیٹھے اور خلافت کو اصول دین میں داخل
کیا کہ اس کا منکر گویا توحید اور نبوت کا منکر ہے پس اس اصول سے یہ نتیجہ نکالا کہ خلفاء اللہ نہیں
اللہ تعالیٰ عنہم کافر ہو گئے و تعوذ باللہ منہ اور چونکہ ایک لاکھ آدمی سے زیادہ مسلمان بعد پیغمبر خدا
کے تھے اور جن میں سے ہزاروں مہاجرین و انصار اور بیعت الرضوان والے تھے بھولے تھے خلیفہ
اول کی بیعت کی تو ان کی نسبت بھی اذیت و اذکار کا حکم قائم کیا اور سب کو معاذ اللہ مرتد ٹھہرایا
اور چونکہ اس کے لئے کسی امام کا قول چاہیے اس لئے اماموں کی طرف منسوب کیا کہ انہوں نے

فرمایا ہے کہ بعد وفات پیغمبر خدا کے سب اصحاب مرتد ہو گئے مگر تمہیں اور حضرت علیؑ ایسے مجبور ہو گئے کہ وہاں فرمایا کرتے تھے کہ اگر سالیس آدمی جاننازمیرے شریک ہوتے تو میں مقابلہ کرتا، جب سب اصحاب کے ارتداد کا دعویٰ کیا اس وقت آیات کلام اللہ پر نظر کی تو دیکھا کہ وہ تو تمام مہاجرین و انصار کی مدد و ثنات سے بھرا ہوا ہے اس لئے اس میں تاویلات تعقیدہ کرنا شروع کیں مہاجرین کے یہ معنی بنائے کہ مراد اس سے شعب ابوطالب کی ہجرت کرنے والے ہیں یا حبشہ کے ہجرت کرنے والے انصار سے یہ معنی لئے کہ وہی ساٹھ یا ستر آدمی ملو ہیں جو کہ اول اول مکہ معظمہ میں پیغمبر صاحب کے حضور میں حاضر ہوئے تھے اور سابقوں کے یہ معنی بنائے کہ مراد ان سے وہ لوگ ہیں جو پیغمبر خدا کے سامنے ہی مرچکے تھے جب یہ خیال کیا کہ آخر یہ سب تعریفیں اصحاب کی جو خدا کی کتاب میں ہیں ان کا مصداق کسی کو کرنا چاہیے تو جہاں تک نہ ہو سکا ان آیتوں کو صرف شان میں علی مرتضیٰ کے قرار دیا اور جو کچھ خلافت کا وعدہ خدا نے اصحاب سے کیا تھا اس کو امام مہدی آخر الزمان کے عہد پر ٹالا اور جو شوکت و نصرت اور غلبہ اسلام کا خدا نے قرآن مجید میں بیان کیا تھا اور جس کا ظہور خلفائے ثلاثہ کے ہاتھ سے ہوا تھا اس کو امام صاحب کے ظہور پر ملتوی کیا باقی وہ آیتیں رہ گئیں ہیں جن کا مصداق سوائے اصحاب نبوی کے اور کوئی نہ ہو سکا تب یہ اقرار کیا کہ مراد اس سے وہ اصحاب ہیں جو ایمان پر ثابت قدم تھے اور جن کے اعمال بھی اچھے تھے اور بہت سی آیتوں کو جس میں کثرت اصحاب اور غلبہ اہل اسلام کا ذکر ہے دیکھ کر کوئی چارہ سوائے اس کے نہ پایا کہ جن کو چھوٹیے اور دو چار ہزار اصحاب کی خوبیوں کا اقرار کیے چنانچہ یہ سمجھ کر اہل سنت کی دار و گبر سے تنگ ہو کر اور کچھ خلا سے شرا کر آخر شیخ صدوق محمد بن بابویہ قمی نے کتاب خصائل میں یہ اقرار کیا کہ پیغمبر خدا کے بارہ ہزار اصحاب تھے جس میں سے آٹھ ہزار مدینے کے اور دو ہزار خیر مدینے کے اور دو ہزار اور آزاد اہل ہائے ہوئے جس میں نہ کوئی قدسی تھا کہ جبر کا قائل ہو نہ کوئی معتزلی تھا نہ کوئی صاحب الامرای تھا بلکہ سب کے سب نہایت نیک اور پاک تھے رات دن خدا کے خوف میں رویا کرتے اور خدا سے دعا کرتے کہا کہ قبل اس کے کہ ہم مدنی میدانے کی گھاویں ہماری روح قبض کر لینا لیکن اس میں بھی کیا ہوشیاری کی کہ بوجہ خلفائے ثلاثہ کے کے والوں کا کچھ ذکر نہ کیا کہ وہاں کے بھی کچھ لوگ مسلمان تھے یا نہیں گویا باوجود اس کثرت کے بھی ان بیچاروں کو خارج ہی رکھا خیر بہر حال جب کسی سنی نے اعتراض کیا کہ عجب مذہب ہے تمہارا کہ اصحاب نبوی کو جن کی تعریف سے قرآن بھرا ہوا ہے کافر اور مرتد کہتے ہو تو جواب میں وہی روایت پیش کر دی کہ

ہم بارہ ہزار اصحاب کو یا ایمان جانتے ہیں اور ساری آیتوں اور احادیث اور اقوال کے مصداق کے لئے ان بارہ ہزار کے ایمان کا اقرار کیا اور بعضوں نے یہ خیال کر کے کہ اگر کوئی نام ان کے پوچھے بیٹھے تو کیا جواب دیں گے ایک فہرست بھی تیار کی جس میں سوا اصحاب کے نام لکھے مگر خدا کے فضل سے وہ فہرست بھی ایسی ہے کہ جس کے دیکھنے سے ہنسی آتی ہے بعضے تو وہ لوگ ہیں جو قبل ہجرت کے مرچکے تھے اور بعضے وہ لوگ ہیں جو ہجرت کے وقت کافر تھے اور بعضے وہ لوگ ہیں جو جنگ بدر میں کافر ہونے کے سبب سے پکڑے آئے تھے اور ان سے فریہ لے کر ان کو چھوڑا تھا اور بعضے ایسے ہیں جو پیغمبر صاحب کی وفات کے وقت شاید نابالغ ہوں گے اور بعضے وہ ہیں جن کو حضرت علی نے ذلیل و خوار فرمایا ہے یا خائن اور بدویانت کہا ہے خیر بہر حال دکھانے کے واسطے تو نام کی فہرست تیار کی الا باقیوں کی نسبت کہا کہ شیخ اعظم محمد بن علی بن حسن بن باقر قمی نے اسماء الرجال کی کتاب میں تیار کیں ہیں اس میں بہت اصحاب کے نام ہیں مگر افسوس ہے کہ ناصبیوں نے جلادیں اور اب ان کا پتہ نہیں چلتا۔

عز شکرت اب در دعویٰ جو ایک دوسرے سے مخالف تھے حضرات نے کئے کہ ایک دعویٰ تو یہ کیا کہ سب اصحاب مرتد ہو گئے اور دوسرا دعویٰ یہ کیا کہ بارہ ہزار اصحاب نہایت نیک اور پاک تھے اور دونوں متناقض روایتوں پر جب اہل سنت نے اعتراض کیا تو اب حدیث ارتداد صحابہ کلمہ الاثنتہ کے معنی بنائے کہ یہ جو امام نے فرمایا ہے کہ سب اصحاب سوائے تین کے مرتد ہو گئے اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ سب کافر ہو گئے بلکہ تین فرق ہو گئے تھے ایک فرق تو صاف مرتد ہو گئے یعنی دین سے پھر گئے اور بعضی ضروریات اسلام کے منکر ہوئے ان کے ارتداد کا نام ارتداد دینی رکھا گیا اور دوسرا فرق اخلاق حمیدہ اور صفات پسندیدہ کا تارک ہو یعنی جو افعال حسنہ اور اعمال صالحہ اور خصوص محبت ساتھ اہل بیت کے پیغمبر صاحب کے زمانے میں رکھتے تھے اسے چھوڑ دیا اور نصرت اور امانت و ریت حضرت سید المرسلین کی نہ کی اور اس کے ترک میں مداہنت کی اس ارتداد کا نام ارتداد خلقی رکھا گیا اور تیسرا فرق وہ قرار دیا گیا جس نے حقوق اہلبیت کو غضب کیا اور علی مرتضیٰ کا اور فاطمہ زہرا کا حق چھین لیا اور حضرت نبوی کو تباہ اس کا نام ارتداد ایمانی رکھا یعنی ایمان کو چھوڑ دیا کو ظاہر میں اسلام کا نام ان پر باقی رہا پس اس حکیمانہ تقریر سے دونوں مختلف حدیثوں یا روایتوں کو تطبیق دیا کہ جس حدیث میں ارتداد کل صحابہ کا ذکر ہے اس سے ارتداد دینی اور ارتداد ایمانی مراد ہے اور جس روایت میں بارہ ہزار اصحاب کا ذکر ہے

وہ اس زمرہ میں داخل نہیں ہیں پر ارتداد دینی کا اطلاق ہے۔

بعد اس کے جب یہ خیال کیا کہ منجملہ ان تین فریق کے دو فریق تو حقیقت میں دین و ایمان سے محروم ہوئے ایک فریق رہ گیا جنکے ارتداد کا نام ارتدادِ خلقی رکھا گیا ان پر بھی یہ اعتراض ہوتا ہے کہ انہوں نے کیوں علی مرتضیٰ کی اعانت نہ کی اور اس جہم مغیر نے محبت اہل بیت کی کیوں چھوڑی اور ایسے ظلم صریح کو دیکھ کر معاندین کا مقابلہ نہ کیا تب اکثر نے اس کا اقرار کیا کہ حقیقت میں کوئی سچا اور کامل ایمان والا نہ رہا تھا اور جب حضرت علی سے چند شخصوں نے اعانت کا وعدہ کیا اور حنا امیر نے ان کا امتحان لیا تو وہ بھی امتحان میں پورے نہ آئے اس لئے حقیقت میں ترک اعانت اہل بیت سے وہ بھی مرتد ہو گئے اور صرف دو تین سچے فریق رہ گئے مقداد، سلمان، ابوذر اور بعضوں نے ان کو بھی اڑا دیا اور سچا دوست ایک مقداد ہی کو قرار دیا جب کہ پھر خیال کیا کہ آخر بعد تین خلیفوں کے اصحاب نبوی نے حضرت علی سے بیعت کی تو اگر وہ ان سے مخالف ہوتے تو کیوں چوتھی دفعہ ان کو خلیفہ کرتے کیا کوئی چوتھا آدمی باقی نہ رہا تھا تب یہ مضمون، تراشا کہ یہ لوگ اول و ہلہ میں مرتد ہو گئے تھے مگر بعد اندک مدت کے بہ بدرقہ عنایت ایزدی حق کی طرف رجوع لائے اور انہوں نے توبہ کی اور ہدایت پائی اور اپنے حق اور راہ راست پر ثابت قدم ہو گئے لیکن یہ روایتیں اور حدیثیں کتب شیعہ میں ایسی ایک دوسرے سے مخالف ہیں کہ کسی کی تصدیق کرنی موافق اصول شیعہ کے محالات سے ہے اس لئے کہ بڑے بڑے فقہاء اور مجتہدین ان کے اسی بات کے معتقد ہے کہ جس نے نفس نبوی کو سنا اور پھر منکرِ خلافت ہوا وہ اسلام سے بھی خارج اہلِ واجب القتل ہو گیا بہر حال گوشہ نشینی کے بہت سی باتیں بنائیں اور دس پانچ ہزار کو اصحاب نبوی میں شمار کیا مگر فضول و لا یصلح العطار ما فسد والدہر جو سلسلہ ایمان کا انکے بزرگوں نے توڑا تھا وہ پھر نہ بڑھ سکا اولاً اب تک اس بات کا کسی شیعہ سے جواب نہ ہوا کہ جو لوگ غضب کرنے والے حقوق اہل بیت کے تھے وہ تو صرف تین ہی آدمی تھے باقی جو ہوں گے وہ انکے معین اور مددگار ہوں گے تو اگر ان کے معین و مددگار بہت نہ ہوتے تو وہ کیوں حق اہل بیت غضب کرنے پاتے اور اگر بہت تھے تو کچھ بھی ان کے مخالف تھے یا نہیں اگر کچھ لوگ بھی مخالف نہ تھے تو وہی ہارتد اصحاب کلمہ کا مضمون صادق آیا اور اگر دس پانچ ہزار آدمی ان سے مخالف تھے تو پھر انہوں نے تلوار کا تلوار سے زبان کا زبان سے لشکر کا لشکر سے بمقتضای السنن بالسن والجر و

ع نہیں دست کرتا ہے عطار اس چیز کو کہ بجا دیا اس چیز کو مانہ نے ۱۲۱۱ھ میں مذکور ہے پارہ ۶ سورہ ما کہ رکوع ۷ ترجمہ حانت کے

بدعت حانت اور زخون کا بدعت اور ماہی

قصاص، مقابلہ کیوں نہ کیا پس معلوم ہوا کہ مخالفین ان خلفای جوہر کے بہت ہی کم تھے اس لئے بعض روایات میں آیا ہے کہ علی مرتضیٰ فرماتے ہیں کہ بعد پیغمبر خدا کے سبوں نے وصیت نبوی کو بھلا دیا اور ایمان کو چھوڑ دیا کوئی بھی مجھے ایسا نظر نہ آیا جس کے بھروسے پر میں مخالفین کا مقابلہ کرتا تو اس صورت میں وہ دعویٰ کہ بارہ ہزار اصحاب ایسے تھے جو رات دن روتے تھے باطل ہوا اس لئے کہ اگر دو چار ہزار بھی ان میں سے اس وقت تک زندہ ہوتے تو وہ کچھ مدد کرتے یا نہ کرتے شاید ان کو رونے سے فرصت دہلی ہوگی اور گوشہ عبادت سے نکلنا مناسب نہ تصور کیا ہوگا مگر وہ وقت جب کہ فاطمہ زہرا وقتی پھرتی تھیں اور گھر گھر علی مرتضیٰ کے ساتھ مدد مانگتی پھرتی تھیں وہ وقت رونے کا اور گوشہ نشینی کا تھا یا کہ تلوار ہاتھ میں لے کر غاصبین کے مارنے کا اور فدیت نبوی کو ظلم و ستم سے بچانے کا اور اگر کہا جائے کہ انہوں نے پیچھے توبہ کر لی اور علی مرتضیٰ کا ساتھ دیا کہ انہوں نے ہزاروں آدمی جنگ صفین میں مارے گئے اور ہزاروں آدمی معاویہ امیر شام کے مقابلہ میں علی مرتضیٰ کی طرف سے قتل ہوئے تو ان کی توبہ پر کیا بھروسہ ہو سکتا ہے اس لئے کہ جب اصل وقت پر انہوں نے دعویٰ اور بضعہ نبوی کو ظلم و ستم سے نہ بچایا اور بچیں برس تک خلفا جوہر کی بیعت کرتے رہے تو ان کے ایمان پر کیا اطمینان ہو سکتا ہے اور سوائے اس کے کہ یا ان کو ارتداد کی حالت پر رہنے دیا جائے یا ان کے ارتداد کا نام ہی نہ لیا جائے ان کی نسبت اول ایمان کی نسبت کرنا پھر بیچ میں مرتد بنانا پھر توبہ کر کے ایمان کا ان پر اطلاق کرنا اور طلاق جہی کی طرح نکال دینا اور داخل کر لینا دین کو باز بجز طلاق بنانا ہے۔

۶۔ منکذا اصحاب نبوی تو اس جیسے ہمیں میں پڑ گئے اور اب تک پڑے ہوئے ہیں، کوئی سب کو کافر بناتا ہے دو تین کو پکا ایمان والا کہتا ہے کوئی بارہ ہزار کو بایمان کہہ کر اپنی دین داری ظاہر کرتا ہے مگر ہر چند باتیں بناتے ہیں۔ کوئی بات نہیں بنتی خیر اصحاب نبوی کو چھوڑو اب خاص علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی طرف خیال کرو کہ جناب امیر کی نسبت کیا فرماتے ہیں، قبلہ ان کا بھی وہی حال ہے کہ جب انہوں نے بیعت خلفاء ثلاثہ کی کر لی تو ان کی بیعت سے ثبوت خلافت کا ہو گیا۔ اور جب ثبوت خلافت ہو گیا تو وہ سب قطع باطل ہوا اس لئے یہ مضمون تراشا گیا کہ حضرت علی نے خوشی سے بیعت نہیں کی بلکہ جب یہ کیفیت ہوئی کہ:

ابیات بدست عمر بود یک رسیمان و گرو رکف خالد پس لو ان

تھند نہ پر گردن شیر نہ کشیدند اور ابو بکر
 اور کشاں کشاں ابو بکر کے پاس لائے اور باوجودیکہ راہ میں بہت سے معجزات دکھائے
 گئے اور پیغمبر خدا علیہ التعمیۃ والثناء نے قبر مبارک سے ہاتھ بھی نکال دیا اور ہاتھ غیبی نے مرثیہ
 بھی پڑھا اور کسی نے کچھ نہ سنا تب مجبوری حضرت علی نے بیعت کی جب مجبوری کی لفظ کو نشان
 میں علی مرتضیٰ کے نقص اور عیب خیال کیا کہ باوجودیکہ وہ خدا کے شہر تھے اور شجاعت اور
 مرادگی میں نظیر نہ رکھتے تھے ان کا مجبور ہونا کیسا تب دوسرا مضمون تراشا گیا کہ پیغمبر خدا ان
 کو وصیت کر گئے تھے کہ تم خلیفۃ ثلاثہ سے مقابلہ اور مقاتلہ نہ کرنا اس لئے حضرت نے مقابلہ
 نہ کیا ورنہ اگر پیغمبر خدا کی وصیت نہ ہوتی تو پھر لوگ تراشا دیکھتے اور ذوالفقار علی کے جوہر نکلتے
 مجبوری تھی کہ پیغمبر خدا نے ایسی وصیت کیوں کی تھی جس کے اوپر عمل کرنے سے دین ہی غارت
 ہو اور خاندان نبوی تہ وبالا ہو گیا اور کفار منصب خلافت کے غاصب ہو گئے تو اس کے
 لئے ایک حدیث بنائی کہ جس کا یہ مضمون ہے کہ اللہ جل شانہ نے خاص جبرئیل کی معرفت
 اپنا نامہ علی مرتضیٰ کے لئے بھیجا اور حضرت جبرئیل نے سب کو ہٹا کر رسول اور وصی کو وہ نامہ
 دیا اور قبل دینے کے بہت سے عہد لئے اور قسمیں لیں، جب کہ حضرت جبرئیل کو اطمینان ہو
 گیا کہ ضرور اس پر عمل ہوگا تب چپکے سے وہ نامہ خدا کا دیا اس میں لکھا تھا کہ تم خلیفۃ ثلاثہ کے
 مقابلہ میں تلوار نہ لینا اس لئے حضرت علی نے مقابلہ نہ کیا اور جب یہ خیال ہوا کہ حضرت علی
 نے امیر شام کے مقابلے میں کیوں تلوار لی اور ہزاروں آدمیوں کو قتل کیا تب اس نامہ میں یہ
 مضمون اور بڑھا دیا کہ امیر شام اور خوارج کے مقابلے میں تلوار لینا اور خوب گرز میں ان کی
 اڑانا۔ سبحان اللہ کیا نامہ تھا اور کیا مضمون تھا کہ ایک فریق سے مقابلے کا حکم دوسرے سے
 سکوت و خاموشی کی وصیت اختیار تھا کہ جو چاہے وہ اس نامہ میں اور بڑھا دیتے شعر۔

ابن سخن را چوں تو مبدأ بودہ گر بفرزاید تو آں افسزدودہ
 بہر حال جب کسی نے یہ سوچا کہ خدا نے ایسی وصیت جس کا مضمون مختلف ہے
 کیوں کی اس کا یہ جواب دیا کہ خدا کی حکمت خدا ہی جانے بندے کی کیا قدرت ہے جو اس
 کے اسرار اور حکمتوں سے واقف ہو ایمان والوں کا کام ہے بے چون و چرا اس کی باتیں مان
 لینا کہ اس کی حقیقت اور سبب کا پوچھنا اور اس کے واسطے ہزاروں آیات اور لاکھوں
 احادیث کی سند موجود ہے۔

خیر بہر حال اس نامے کی بدولت شجاعت بھی حضرت امیر کی قائم رہی اور بیعت کا عذر بھی معقول ہو گیا اور خلافت بھی خلفائے ثلاثہ کی حق نہ ہونے پائی اور جب کسی سنی نے اعتراض کیا کہ علی مرتضیٰ نے بیعت کیوں اختیار کی تمہارے نزدیک تو خلفائے ثلاثہ معاذ اللہ مرتد تھے اور بیعت تو فاسق کی بھی حرام ہے اُردو کے مرثیہ پڑھنے والے بھی جانتے ہیں کہ اسی واسطے حضرت امام حسین نے یزید کی بیعت نہ کی اور جب اُس نے بیعت کرنے کے لئے لکھا تب آپ نے انکار کیا اور فرمایا: مشعر

سب جانتے ہیں بیعت فاسق حرام ہے اس کا نہیں پیام اہل کا پیام ہے
تو باوجودیکہ خود امام شہید ہوئے اور سارا خاندان بھوکا پیاسا شہید ہوا مگر چونکہ یزید فاسق تھا حضرت نے اس کی بیعت نہ کی تو اگر خلفائے ثلاثہ بھی فاسق ہوتے چہ جائے مرتد ہونے اور کافر ہونے کے تو اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالب کس طرح بیعت کرتے تو اس سے کہہ دیا کہ تم جاہل ہو نہیں جانتے حضرت علی کے لئے خاص ایک نامہ خدا کا آیا تھا، اس میں نہایت تاکید کے ساتھ صبر کی اور عدم مقابلے کی وصیت تھی اور جب کسی نے کہا کہ امام حسین نے کیوں اُس پر عمل نہ کیا تب کہہ دیا کہ ان کے لئے دوسرا صحیفہ تھا اُن کو یہی حکم تھا کہ تم بیعت نہ کرنا شہید ہو جانا۔ تم سنی خارجی دشمن اہل بیت ہو تم امیر کے حال سے کیا واقف ہو یہ راز کی باتیں ہیں انبیاء اور ملائکہ تو اس کے متحمل ہی نہیں ہوئے یہ خاص حصہ شیعوں اور کوفیوں کا ہے ہر امام کے لئے خدا نے جدا صحیفہ بھیجا تھا اور سب باتیں جو اُن کو کرنی چاہئیں۔ وہ اس میں لکھی ہوئی ہیں ہر امام کا اُس پر عمل تھا، ہمارے کیا امام تمہارے سے خلیفہ تھے کہ جن کو سوائے خدا کے دوسرے سے کچھ پوچھنے کی حاجت ہوتی سب علم ماکان وما یکون اُن کو حاصل تھا بلا واسطہ حیرت کے خدا سے وہ باتیں کیا کرتے تھے اور سارے کام اور تمام افعال اُن کے خدا کی اجازت سے اُس کی مرضی کے موافق ہوتے تھے پس جس طرح حضرت آدم سے لے کر خاتم النبیین تک سب اول العزم پیغمبروں کے جدا جدا صحیفے اور علیحدہ علیحدہ کتابیں خدا نے بھیجیں اسی طرح پر سب ائمہ کو جدا جدا صحیفے بھیجے، اسی واسطے اُن کا عمل ایک دوسرے کے موافق نہ تھا اگر ائمہ کے اختلاف عمل پر تم کو شبہ ہو تو جو اختلاف پیغمبروں کی شریعتوں میں ہو اُس پر بھی شبہ کرو بہر حال اس امر میں حضرات شیعہ بڑے موحد اور صابر اور متوکل علی اللہ بن گئے بے چون و چرا سارے افعال ائمہ کو محمول اُن

کے صحائف آسمانی پر کر دیا اور اپنی دوستی پر ساتھ اہل بیت کے اسی کو شاہد کیا۔ یہ حال تو ائمہ کا ہوا اب باقی کیفیت خلفاء اور اصحاب کی سنیے کہ بعضوں نے تو ان کے اعمال حسنہ سے بھی انکار کیا اور کہا کہ کوئی نیک عمل کبھی ان سے صادر ہی نہ ہوا اور بعضوں نے جب اس امر کو متواترات کا انکار خیال کیا تو اقرار کیا کہ بیشک وہ ظاہری اعمال کے بڑے پابند تھے اور روزہ نماز وغیرہ کے کامل مقید تھے اور چال چلن ان کے ظاہر میں بہت ہی اچھے تھے مگر تاکہ اس سے ان کی فضیلت ثابت نہ ہو اور مستحق ثواب نہ ٹھہریں، مسئلہ طینت کا ارجح کیا یعنی ائمہ کی طرف منسوب کر دیا کہ حدیث میں آیا ہے کہ امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ سبحانہ نے ایک پاک زمین پر سات دن تک شیریں پانی جاری کیا پھر ہمارے خمیر کو اُس سے جدا کیا اور اُس کی تلچھٹ سے شیعوں کی مٹی بنائی اور پھر ایک دوسری ملعون زمین میں شور پانی اسی طرح جاری کیا اور اس سے ہمارے دشمنوں کا خمیر بنایا پس اگر وہ سب الگ رہتے تو کبھی کسی شیعہ سے گناہ نہ ہوتا اور نصب شعی ہی ہماری ہی طرح معصوم ہوتے اور کسی سنی ناصبی ہمارے مخالف سے کوئی نیک کام نہ ہوتا، سب ظاہری کافر رہتے مگر خدا نے دونوں مٹیوں کو خلط ملا کر دیا اور کچھ پاک مٹی ناپاک مٹی میں مل گئی اس لئے جو شعی گناہ کرتے ہیں وہ اثر سنیوں اور ناصبیوں کی ناپاک مٹی کا ہے اور جو ناصبی اعمال صالحہ کرتے ہیں وہ اثر اُس پاک مٹی کا ہے مگر جب قیامت کا دن ہوگا اور خدا اپنا عدل ظاہر کرے گا تو جس کی مٹی سے جو عمل ہوا ہے وہ اُس کو دے گا شیعوں کے گناہ ناصبیوں کے سر پڑیں گے کیونکہ انہیں کم سختوں کی مٹی کے اثر سے ہوئے تھے اور ناصبیوں کے نیک کام سب شیعوں کو مل جاویں گے اس لئے کہ انہیں کی پاک مٹی کی تاثیر سے ہوئے تھے، راوی کہتا ہے کہ جب میں نے امام سے یہ سنا تو کہا میں تو بن ہوں آپ کے یا حضرت سنیوں کے نیک کام سب ہم کو مل جاویں گے اور ہمارے گناہ سب ان کے سر پڑیں گے امام نے فرمایا خدا کی قسم ہے ضرور بالفرض و ایسا ہی ہوگا راوی کہتا ہے کہ میں نے امام سے پوچھا کہ یا حضرت قرآن مجید میں بھی کچھ اس کا ذکر ہے امام نے فرمایا واہ وہ بھی کوئی بات ہے جو قرآن میں نہ ہو دیکھو اس آیت کو کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے **وَلَوْ كُنَّا يُبَدَّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ لَّكَرَّ بَعْضُكَ لَعَنَّا** کہ خدا بدل دے گا ان کے گناہوں کو نیکیوں سے اُس کا یہی مطلب ہے غرض کہ اس مسئلہ طینت کی بدولت اصحاب نبوی اور تمام سنیوں

لہ پامہ ۱۹ رکوع ۶ سورہ فرقان توجہ ان کو بدل دے گا اللہ برائیوں کی جگہ بخلائیوں ۱۲۰

کے جو قیامت تک ہوں گے سارے اعمال حسنہ شیعہ ان علی کے حصے میں آگئے اور ان کی ہجرت اور نصرت اور جہاد وغیرہ جس کی جا بجا خدا نے قرآن مجید میں تعریف کی ہے وہ گھر بیٹھے شیعوں کو مل گئے اور وہ بیچارے باوجود ان محنتوں اور کوششوں کے محروم اور نصیب رہے نعوذ باللہ من ہذا الہم۔ پس جو اہل سنت اصحاب نبوی کے اعمال پر بہت تاز کرتے تھے اور ان کی ہجرت و نصرت کو بار بار ان کی فضیلت میں بیان کرتے تھے ان کا تو منہ مسئلہ طینت سے بند کیا گیا اب باقی رہی ایک اور بات کہ خدا نے جا بجا قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ جو منافق ہیں وہ ذلیل و خوار ہوں گے اور قہر کئے جائیں گے اور مارے جاویں گے اور اصحاب نبوی باوجودیکہ منافق تھے و نعوذ باللہ من ذالک خلیفہ ہوئے اور ان کی عزت و شوکت زیادہ ہوئی تو یہ وعدہ خدا کا پورا نہ ہوا پس یا خدا کو جھوٹا کہنا لازم آتا تھا یا اصحاب کے نفاق سے انکار کرنا پڑتا تھا اس لئے بمقتضائے : مصروح

ہم لعل بدست آید و ہم یار نہ رنجد

خدا کا کلام بھی سچا ہوا اور اصحاب نبوی کا نفاق بھی قائم رہے مسئلہ رجعت کا بنا یا گیا مسئلہ رجعت کا یہ ہے کہ جب اہم مدعی ظاہر ہوں گے تب پیغمبر صاحب زندہ ہوں گے اور سارے اچھے اور پاک نیک لوگ زندہ ہوں گے اور حضرت خاتون جنت زندہ ہوں گی، حضرت علی زندہ ہوں گے اس وقت خلفائے ثلاثہ قبروں سے نکلے جاویں گے اور ان پر مقدمہ دائر ہوگا ایک طرف سے حضرت علی اپنا دعویٰ پیش کریں گے کہ میری خلافت منصب کی دوسری جانب سے حضرت فاطمہ زہرا مدعی ہوں گی کہ مجھے مجروح کیا محسن کو شہید کیا، باغ فدک کو چھینا عزتک بعد ثبوت کامل یہ حکم ہوگا کہ یہ لوگ درخت سے نکلے جاویں اور ان کو پھانسی دی جاوے اور کیا کہا جاوے ایسی خرافات و اہیات باتیں ان مردودوں نے لکھی ہیں کہ جن کے دیکھنے سے مسلمان کے بدن پر لرزہ ہوتا ہے غرضکہ ان کے نزدیک اس وقت خدا کا وعدہ پورا ہوگا اور تب ان کی ذلت کامل ہو کر لوگوں پر ان کے نفاق کا حال کھلے گا اور پھر اس مسئلہ رجعت کی نسبت کہتے ہیں کہ یہ فرقہ حقہ اثنا عشریہ کے عقاید خاص سے ہے اور سب فرقے اس پاک اور نیک عقیدے سے بے نصیب ہیں۔

علاوہ ان سب باتوں کے ایک بہت بڑی مصیبت اس مذہب پر یہ تھی کہ جناب امیر سے لے کر گیارہویں امام تک سب کے سب ظاہر میں اسی روش پر تھے اور رہے جو کہ

صحابہ کرام کی تھی اور ہمیشہ اُن کے محامد و اوصاف بیان کیا کئے اور جب کسی نے پوچھا تب اُن کی تعریفوں میں نہایت ہی مبالغہ کیا بلکہ خود جناب امیر برابر نمازیوں میں اُن کے شکر رکھ رہے اور لڑائیوں اور جہادوں میں اُن کو مشورہ دیتے رہے نہ اسی زمانہ میں جب کہ خلفائے ثلاثہ مسند خلافت پر تھے بلکہ اُن کے پیچھے بھی اُن کے ثنا خواں رہے اور اپنے عہد خلافت میں ایسی بات پیدا کرنی چاہیے کہ باوجود اس موافقت ظاہری کے ائمہ کرام کی مخالفت صحابہ سے قائم رہے اور مذہب تشیع کی جڑ مضبوط کی جاوے تب ایک نہایت ہی سچا اور صاف اور عمدہ دلچسپ اصول قائم کیا یعنی ظاہر کا باطن سے مخالف ہونا اور جھوٹ بولنا، مگر چونکہ یہ لفظ نہایت ثقیل اور مکروہ تھا اور اگر اسی کو عقیدے میں داخل کرتے تو جو سناوہ اس لفظ کے سنتے ہی نفرت کرتا اس لئے اُس کی حقیقت کو ایک خوبصورت اور خوش نما لفظ کے پردے میں ظاہر کیا اور جھوٹ بولنے اور ظاہر سے باطن سے مخالف ہونے کا نام تقیہ رکھا اور اسی کو سارے سوالوں کا جواب اور کل شبہات و شکوک کا مٹال ٹھہرایا مگر افسوس ہے کہ یہ نہ خیال کیا کہ صورت اصلی لباس سے نہیں بدل سکتی اور حقیقت کسی شے کے الفاظ کی تبدیلی کرنے سے اور کی اور نہیں ہو سکتی جھوٹ کا کچھ ہی نام کیوں نہ رکھو جب اس کے معنی کہو گے اُس کی بُرائی ظاہر ہو جاوے گی خواہ نام اُس کا تقیہ رکھو خواہ اُسے اصول دین میں داخل کر دو۔ شعر

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوشش کہ من آن جلوہ قدسے شناسم سے
اب غرض کہ تقیہ کو اصول دین میں سے قائم کرنے کے لئے نہ کسی امام کی چاہا
اس لئے کہ حضرات امامیہ اہل سنت تو نہیں کہ جو قیاس و استحسان کو دین میں دخل دین
خلا کے فضل سے اُن کے سارے عقیدے اور کل اصول ائمہ کرام کے فرمائے ہوئے ہیں اور
ان کی احادیث کی کتابیں ناسبویوں کی طرح بے اعتبار تو نہیں ہیں کہ جو جس زید و عمرو
نے چاہا احادیث نبوی کی تصحیح کر دی اور اُن کا نام صحیح اور سنن رکھ لیا بلکہ حضرت
امامیہ کے محدثین نے جو کتاب حدیث کی لکھی اس کو لفظ بلغظ ائمہ کو سنا دیا اور جب اُن
کے حضور سے اُس کی صحت ہو گئی بلکہ جب ائمہ کرام سے دستخط مہر کرا لی تب اُس کو جاری
کیا تاکہ عمل لوگوں کا ٹھیک ٹھیک اماموں کا رہے اس واسطے تقیہ کی تعریف میں اماموں
کی طرف سے حدیثیں بنا کر شروع کیں اور نہ صرف اُسے جواز پر تواعیت کی بلکہ اس کی

و خوب اور اس کی فضیلت میں ایسی حدیثیں قائم کیں کہ روزہ نماز کے ثواب بھی تقیہ کے ثواب کے مقابلہ میں نیست و نابود ہو گئے حقیقت میں تقیہ کو ایک عمدہ اصول دین کا ٹھہرایا اور (التقیہ دینی و دین آباتی) کی حدیث ائمہ کی زبان سے نقل کر کے تقیہ کے منکر کو کافر بنا یا یہاں تک کہ صاحب نواقض الروافض نے غلطی سے لکھا کہ شیعی کہتے ہیں کہ ابو بکر صدیق تقیہ کے سبب سے اسلام لائے تھے تو قاضی نور اللہ شومسری مصائب النواصب میں نہایت خفا ہو کر کہتے ہیں کہ یہ نام بھی جھوٹا ہے کوئی شیعہ یہ بابت نہیں کہہ سکتا اس لئے کہ تقیہ اہل راہ اور پاک لوگوں کا دین ہے کیونکہ ممکن ہے کہ ابو بکر صدیق تقیہ کرتے اور پاک اور ابراہیم میں داخل ہوتے غرضکہ تقیہ اہل راہ اور اماموں کا دین ٹھہرایا گیا اور تقیہ کے صدقے میں سنیوں کی واروگیر سے کامل طرح نجات پائی سارے اعتراضات ناصبیوں کے اوکل و لیلیں ان کی خاک میں مل گئیں بڑی بڑی فضیلت کی حدیثیں اماموں کی زبان سے شیعوں کی کتابوں سے سنیوں نے نکالیں اور اپنے خلفاء کی بزرگی اور فضیلت پر سند لائے اور اپنے نزدیک شیعوں کو لاجواب کرنا چاہا مگر ایک ایک اور نے طالب علم بلکہ جاہل شیعہ نے جواب دیدیا کہ یہ حدیث تقیہ کے سبب سے امام نے فرمائی ہے اور بڑے بڑے متکلمین اور فقہا کو سنیوں کے ایسی دلیل سے ایک ایک لڑکے نے چپ کر دیا حقیقت میں جو فائدہ مذہب تشیع کو تقیہ کے سبب سے ہوا ہے اور جو حفاظت ان کی اس روش سے ہوئی ہے وہ کسی دوسرے عقیدے سے نہیں ہوئی۔

کسی جاہل نے خوب لطیفہ کہا ہے کہ تقیہ کو تشیع سے وہ نسبت سے جو تاریقی کو آہنی سڑک سے ہے کہ اگر تاریقی نہ ہو ریل کا چلنا بند ہو جاوے اور ایک گاڑی دوسری سے ٹکر کھا کر ٹوٹ جاوے درحقیقت تاریقی ہی سے گاڑیوں کی حفاظت ہے اسی طرح ہر تقیہ کا حال ہے کہ اگر تقیہ کا اصول مذہب تشیع میں نہ ہوتا تو مذہب ہی خاک میں مل جاتا اور ایک قول کی دوسرے قول سے اور ایک فعل کی دوسرے فعل سے اور ایک حدیث کی دوسری حدیث سے سبب مخالف اور تناقض کے مطابقت نہ ہو سکتی اور سب کا جھوٹ اور غلط ہونا کھل جاتا پس نہایت ہی ذکی اور ذہین تھا وہ شخص جس نے مذہب تشیع کو ایجاد کیا کہ جھوٹ کو جھوٹ سے بچا یا تقیہ کی وہ گرم بازاری ہوئی اور اس عقیدہ باطل کو ایسی رونق دی گئی کہ امام اول سے لے کر امام آخر الزماں تک سب کی زبان سے اس کی فضیلت میں احادیث

لہ تقیہ کرنا میرا اور میرے آباء و اجداد کا مذہب ہے۔

ملے گی اور جب وہی حضرات کسی سے امام کی طرف سے کچھ وعدہ کرتے اور وہ وعدہ پورا نہ ہوتا تو کہہ دیتے کہ خدا کو بدار ہوا یعنی اپنی رائے بدل دی اور جب کوئی کچھ شک کرتا تو کہتے کہ تم نہیں جانتے ہو اس میں مصلحت تھی اور خدا کی مصلحت کو سوائے خدا یا امام کے کوئی نہیں جانتا اور کیا تعجب کرتے ہو بدار پر وہ ایک قسم نسخ کی ہے دیکھو شریعتوں میں احکام خدا نے بدل دیئے اور ایک کو دوسرے حکم سے منسوخ کر دیا یا نہیں پس چپ رہو خدا کی باتوں میں چون و چرا نہ کرو۔

جب بعض شخصوں کو بہت ہی شبہ ہونے لگا کہ وہ خدا کیسا ہے جو آج کچھ کہتا ہے اور جب وقت آتا ہے تب پورا نہیں کرتا اور بدار کو نسخ سے کیا علائقہ نسخ تو یہ ہے کہ ایک حکم کسی وقت دیا اور کسی چیز کو کسی قوم یا کسی وقت کی ضرورت سے حلال کیا اور پھر اس حکم کو کسی وقت ضرورت کے سبب بدل دیا اور حلال کو حرام کر دیا مگر یہ خدا نے نہیں کیا کہ پیغمبر صاحب سے کوئی خبر کہی ہو یا کسی فتح کا وعدہ کیا ہو اور پھر اس کو پورا نہ کیا ہو تو اگر امام نے یہ بات خدا کی طرف سے کہی ہوتی یا خدا نے ان سے یہ وعدہ کیا ہوتا اس لئے اس شبہ کے دور کرنے کے لئے ان بزرگوں نے دو لوحیں قائم کیں ایک لوح محفوظ دوسری لوح محو اثبات اور یہ کہہ کہ خدا نے دو لوحیں رکھی ہیں۔ اور سب کچھ اس میں لکھ دیا ہے جو کچھ ٹھیک ٹھیک ہونے والا ہے وہ تو لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے اس میں کچھ تغیر و تبدل نہیں ہوتا دوسری لوح محو اثبات کہ اس میں جو کچھ لکھا ہوا ہے، خدا بدلتا رہتا ہے پس وہ فرق جو امام کے قول میں ہوا وہ بسبب لوح محو اثبات کے ہوا کہ اس میں خدا نے پہلے کچھ لکھ دیا پھر اس کو محو کر کے دوسری بات لکھ دی اور امام نے پہلی بات سے خبر دی ان کو کیا معلوم تھا کہ خدا اس کو بدل دے گا اور جب کسی نے یہ کہا کہ یہ بات سمجھ کے خلاف ہے اور دوسری لوح کے مقرر کرنے سے کیا فائدہ ہے تب وہ جواب دیا جو مجتہد صاحب نے صوامم میں دیا ہے کہ (اور از انجملہ آنکہ ہر گاہ انبیا و اوصیا خبر و ہند از کتاب محو اثبات و بعد از ان خبر و ہند بخلافت ان بندگان را واجب باشد اذعان نمودن

لہذا اس کے منجملہ واقعہ ہے کہ جب "لوح محو اثبات" دیکھ کر انبیا اور وصی کسی بات کی اطلاع دیتے ہیں اور پھر اس کے خلاف کوئی بات کہتے ہیں تو لوگوں کو لازم آتا ہے کہ اسکے موافق تسلیم فرم کریں اور چونکہ اس خبری حکم پر یقین کرنا بہت دشوار ہے اسی لئے اس کا ثواب نرا ہے۔ (عبدالمواہم مطبوعہ بندر کلتہ سنہ ۱۳۱۵ھ صفحہ ۱۹، سطر ۱۲)

بأن وچون این اذعان بر نفس بسیار دشوار است موجب مزید اجراء نہاگر دو، فان افضل الاعمال احرز با و بہا یتنازل المسلمون الذین فاضوا بدرجات الیقین عن الضعفاء الذین لیس لهم قدم راسخ فی الدین) کہ یہ بات کہ ایک دفعہ انبیاء اور اوصیاء کچھ بات فرمادیں اور پھر اس کے برخلاف بندوں سے کہیں اُس کا بھی یقین کرنا واجب ہے اور اسی یقین کرنے کے لئے خدا نے دوسری لوح محو و اثبات قائم کی ہے اور چونکہ ایسا یقین نفس پر بہت دشوار ہے اس لئے موجب زیادہ ثواب کا ہے اس لئے کہ جو عمل سب سے زیادہ ترش ہوتا ہے وہی سب سے افضل ہے اور اسی سبب سے مسلمان اوروں سے ممتاز ہوئے ہیں اور ایسی ہی باتوں پر یقین کرنے سے یقین کے درجات پر پہنچے ہیں اور ان لوگوں سے جو کہ دین میں راسخ اور مضبوط نہیں ہوتے ہیں غرض کہ ہمارے یقین کرنا باعث ہزاروں درجات اور ثواب کا ٹھہرا اور اس پر یقین نہ کرنا نقص ایمان کی دلیل ٹھہرا بلکہ بلاگو خدا نے اسی واسطے تجویز کیا ہے کہ اُس پر یقین اور شبہ کرنے سے ایمان کا امتحان ہوا۔

اب خیال کیجئے کہ حضرات شیعہ کے بزرگواروں نے کس خوبی اور کس ہوشیارگی سے دین کے اصول قائم کئے ہیں اور کیا کیا اچھے عقیدے تجویز کئے ہیں اس ہمارے حقیقی معنی سے گو مجتہد صاحب نے صوامم میں بظاہر انکار کیا مگر جو کچھ انہوں نے لکھا اس سے اور زیادہ ثبوت ہوا چنانچہ اس شبہ کو کہ ائمہ کرام اُس بات کا جو ہونے والی نہ تھی کیوں وعدہ کیا کرتے تھے کس خوبی سے رفع کرتے ہیں حضرت قبلہ و کعبہ صوامم میں فرماتے ہیں (واذا نجلنا ایں اخبار موجب تسلیہ مومنین کہ انتظار فرج اولیاء اللہ وغالب شدن حق می، کشمی شود چنانچہ ایں معنی در باب قصۃ نوح و در باب فرج اہل بیت مروی گشتہ چہ اگر از اول شیعیان را خبر میدادند انہار ابانیکہ ممکن است کہ حاصل شود فرج آل محمد عنقریب و منظور ازین اخبار آن بود کہ تا شیعیان بروین خود ثابت بمانند و بر انتظار کشیدن مشاب شوند و بعد از نیکہ جناب مولانا مجلسی در باب تائید ایں احتمال و مناسب ایں مقال دوسر روایت ذکر نمودہ گفتہ فمضی قولہ علیہ السلام ما عند اللہ مثل البدر ایں است کہ ایمان ببداء از اعظم عبادت قلبیہ است بہ جہت صعوبت آن و معارض بودن آن بہ وساوس شیطانی و بہت آنکہ اقرار ببداء در حقیقت اقرار است بانیکہ لہ الخلق ولہ الامر و ایں کمال توحید است و یا معنی ایں حدیث ایں است کہ اعظم اسباب دوائی است بطرف عبادت جناب

رب العالمین انتہی) حقیقت یہ ہے کہ جیسا کلمہ حق اور سخن راست جناب قبلہ و کعبہ اور ملا باقر مجلسی نے یہ فرمایا ہے اپنی ساری عمر میں دوسرا کلمہ ایسا کسچ زبان سے ارشاد نہ کیا ہو گا جو کچھ ان بزرگواروں نے فرمایا اُس پر دل سے اُن کا شکر کرنا چاہیے کہ صاف صاف کہہ دیا کہ اگر امام شیعوں سے جھوٹے وعدے نہ کیا کرتے اور اُن کو وعدوں پر نہ ٹالا کرتے تو اکثر شیعہ دین سے پھر جاتے اور مذہب پر ثابت قدم نہ رہتے پس ایسی دورنگی باتوں کے کہنے سے یہ غرض تھی کہ لوگ شیعہ بنے رہیں ورنہ اگر ایک ہی دفعہ امام کہہ دیتے کہ ہزار دو ہزار برس تک شیعوں کو غلبہ نہ ہو گا تو بس نا اُمیدی سے شیعوں کی جان ہی نکل جاتی اور مایوس ہو کر گھر بیٹھ رہتے اور خاک پاک کا کفتھا اور عقیق کی انگوٹھی اور سجدہ گاہ امام کے دروازے پر رکھ کر سب کے سب چنپت ہو جاتے ہاں جو خاص خاص باایمان شیعہ تھے مثل حضرت زرارہ اور ہشام اور شیطان الطاق وغیرہ کے وہ یکہ و تنہا بے یار یا ورہ جاتے پس اُس جماعت کو جو صرف جھوٹے وعدوں پر دنیا ملنے کے دام میں زرارہ وغیرہ کے پھنس گئے تھے ایسے ہی جھوٹے وعدوں سے حضرت زرارہ وغیرہ نے درہم برہم نہ ہونے دیا اور اپنی ہوشیاری سے ضرورت وقت کے مناسب قوزا ہی ایک عقیدہ نیا اور ایک اصول جدید بنا لیا اور امام علیہ السلام کی طرف منسوب کر دیا اور نہ کوئی مسلمان ایسا عقیدہ رکھے گا اور بدار کو خدا کی طرف منسوب کرے گا قیامت تو یہ ہے کہ فقط منسوب کرنے ہی پر کفایت نہ کی بلکہ موافق اپنی عادت کے کہ جس بات کو شروع کیا اُس کو انجام تک پہنچا دیا اس مسئلہ بدار کی وہ فضیلت بیان کی کہ آخر امام کی طرف منسوب کر دیا امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ (فاعتبد الیہ میل البدار) کہ جیسی بدار کے سبب سے خدا کی عبادت ہوتی ہے ایسی کسی دوسرے سبب سے نہیں ہوتی سبب اس کا ظاہر ہے کہ جب شیعوں سے کہہ دیا

کہ جب جلد تم کو سلطنت ملتی ہے اُن بیچاروں نے دنیا کی طمع میں حضرت زرارہ وغیرہ کے حضور میں حاضر باشی شروع کی خاک پاک کی سمرنوں اور چٹائی کی جانمازوں اور مٹی کو برہ گاہوں کو لے آیا اور خوب رگڑ رگڑ کر پیشانیوں کو داغا اور مضمون *فیؤخذ بالنواصی والاقلام* کا ادا کیا جب وعدہ پورا نہ ہوا اور دن گذر گئے اور کچھ ظہور نہ ہوا تب مایوس ہو کر زرارہ وغیرہ سے پوچھا کہ یہ ہوا اُس نے ادھر ادھر جا کر دو چار روز کے بعد کہہ دیا کہ امام فرماتے ہیں کہ خدا کو بدار ہوا اُس نے وقت بدل دیا مگر تم پھر عبادت کرو اور خوب تیرے کہو اور اپنے اوپر

لعنت بھیجو دیکھو بہت جلد خدا ترقی دیتا ہے غرضکہ اسی طرح پر چند احمقوں بیوقوفوں کو اپنے دام تزدیر میں رکھا کبھی تقیہ سے بہکا یا کبھی بدار کہہ کر دم میں رکھا کبھی طینت کا مسئلہ ملا کہ ان کو خوش کر دیا یہ کرتے کرتے آخر دین محمدی میں رخنہ ڈال ہی دیا اور ایک فرقہ کو اپنا ساتھی کر لیا پس ہوا جو کچھ کہ کرنے والا تھا اور بگڑ گیا دین جیسا کہ اُس نے سمجھا تھا فقد استحوذ علیہم الشیطان واستغواہم الطغیان۔

وکل احد منہم بعاہل حطہ مشغوفاً فصاری المعلوم منکر اور المنکر معروفہ

غرضکہ اے حضرات شیعہ تم اپنے مذہب کے اصول و عقائد پر غور کرو اور اس کے حسن و قبح کو دیکھو اور اگر پھر بھی نہ سمجھو تو خیر اختیار ہے تقیہ کرو رجعت کی امید پر بیٹھے رہو بدار کا الزام ذات باری پر لگاتے ہو طینت کا مسئلہ یاد کر کے خوب شوق و ذوق سے گناہوں میں مصروف رہو سو اس لئے کہ جتنے سنی لگے پچھلے گزرے ہیں اور جتنی عبادتیں انہوں نے کی ہیں وہ تو آخر تمہیں کو ملیں گی اور آخر تمہارے گناہوں کا بار تو ہم کو اٹھانا ہی پڑے گا پس پھر عبادت کی محنت اٹھانی اب تم کو فضول ہے۔ مصدر ۶

تو مشق نازک خون دو عالم میری گردن پر

تفریق و لید پر چکیدہ خامہ ناظم رنگین خیال ناشر عدیم المثال سیاح

بکر زخار نکتہ دانی گلچین بوستان زار بیان بدائع و معانی بزمرہ

شعرائے معصرفائق محمد تفضلی بیگ عرف مرزا مچھوی بیگ عاشق حسرت اللہ تعالیٰ

سوان اللہ پاک ہے وہ بے نیاز جس نے اپنے جیب کے خادم جان نثاروں کی شان میں یعنی

اللہ عنہم رضو عنہ ارشاد فرما کے ان کا مرتبہ ظاہر کیا اور ہر مخالفین کے حق میں ختم اللہ علی قلوبہم

کے اشارے سے اچھے بُرے کو علیحدہ کر دیا سچا ہے وہ نبی جس نے افضل الناس بعد اللہ کی حدیث

سے ترتیب خلافت و افضلیت بیان کر دی ہٹ دھرمی کا ذکر نہیں حق شناسوں کے لئے کوئی بات

شک شبہ کی نہ باقی رہی سب سے بڑھ کے تو یہ کام لیا کہ اپنے پیچھے دین کی حفاظت کا پورا پورا

وعد خدا سے لے لیا اس وقت کسی بزرگ کا یہ قول و زبان ہے باقی داستان

اللہ ویاحکم الحاکمین اللہ ویاکرم الاکرام

فصل علی سید المرسلین وصل علی شافع المذنبین
فصل علی آلہ الطاہرین وصل علی سجدہ العالمین

بعد حمد خدا و نعت سطر انبیاء

بندہ سرا پنا خطا محمد تقی عاشق آل نبی خادم اصحاب محمدی حق شناسوں کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ کیوں حضرات انصاف کیجئے دین محمدی کی بھی کیا مضبوط بناسے کہ ابتدا سے تا ابد ہم بلکہ بقائے عالم دشمنان خدا نے کیا کیا چاہا اور چاہتے ہیں کہ اس چمکے ہوئے چراغ کو پھونک پھونک کے بجائیں۔ حق تا حق آتش افزوی کر کے شعلہ فساد بھڑکانیں لیکن وہ قدرتی نور بساں برق طور اور سوا تجلی دکھاتا ہے، ذرا وال نہیں گلتی اسی کو کے سے خود انہیں کا دل جل کے سارا حوصلہ پست و ضو شکست ہو جاتا ہے مجال کیا ہے، کہ زبان ہلائیں اور منہ کی نہ کھائیں۔ ادھر ذرا گردن اٹھائی ادھر سر کو بی ہوئی قدرتی سکندری کھائی جہاں چار قدم دوڑ کے چلے کہ چوہٹ گرے۔ دون کی لیتے ہی چمکے چھوٹتے ہیں رنج و الم سے ماتم کے بہانے سینہ کوٹتے ہیں یوں تو مد ہا برس سے کسی کسی قلعی کھلی ساری شیخی کر کر رہی ہوئی، لیکن اس ہنگام میں کہ اخیر زمانہ دنیا کی فکر و وزخ کے دھندے سے بھات ہی نہیں عاقبت کا خیال کیا اقیامت کا قریب چودھویں صدی ابھو ہے نفسی نفسی کا ترجمہ اپنی پڑی ہے، وینیات کا علم پھر اس میں کمال بالکل خواب و خیال ہے، جو بات ممکن ہی نہیں مجال ہے لیکن فقط ہماری ذام خیالی ہے مروان خدا سے اب بھی کب دنیا خالی ہے۔ چنانچہ تفسیر اس اجمال کی معاینہ کتاب لاجواب جز و دوم آیات بیانات تصنیف عالم علم معقول و منقول حامی، دین خدا و رسول سرآمد مشکلیں۔ سلطان المناظرین واقف اسرار خفی و جلی عالی جناب والا خطاب محسن الملک مولوی سید محمد ہمدانی علی خاں صاحب بہادر منیر نواز جنگ معتمد پولیٹیکل فنانس سرکار آصفی سے ہوتی ہے۔ اللہ اللہ کس متانت کی تقریر کس زور شور کی تحریر ایک دریا ہے کہ موجیں مارتا ہے۔ نونہ قدرت خطاب تا یہ غیبی نہیں تو کیا ہے ایسی کثرت کار و سبق اوقات میں جو بات ہے شرح و بسط کے ساتھ حتی الوسع کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا مخالف ہی کے قول سے منکرین کے زعم باطل کو توڑا ہے عبارت کی پاکیزگی پر دوڑ پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔ مناظرے میں باوجود سخت کلامی مدعی اپنی تہذیب ہاتھ سے نہ جانے دی ادب سے کام لیا ہے سحر بیانی اس کا نام ہے کہ شیرین زبان کی میٹھی چھری سے دشمن کا کام تمام ہے ما شاء اللہ زور و تسلیم کی ادنیٰ اسی یا ایک بات ہے جس وادی میں قدم

دارالاشاعت کی جدید مطبوعات

مذاق العارفين

اردو ترجمہ
احیاء العلوم کامل

تصنیف: علامہ الاسلام امام محمد غزالی
ترجمہ: مولانا محمد حسن نانوتوی
تقریباً: محمد رضی عثمانی
تقریباً: علامہ شبلی نعمانی
سائز: ۳۰ x ۳۰ ۱/۲

حجۃ الاسلام امام غزالی کی مشہور و معروف اور زندہ جاوید کتاب احیاء العلوم کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ جو اصلاح ظاہر و باطن تزکیہ نفس اور اسرار شریعت و طریقت اخلاق و تصوف فلسفہ و مذہب حکمت و مواعظت کا بے مثال شاہکار ہے۔ اسی اثر عظیم کا یہ عالم ہے کہ ہر بات قاری کے دل میں اترتی چلی جاتی ہے ہر مرض کے اسباب کی تحقیق کے ساتھ اس کا علاج نہایت عمدتاً یعنی اور دقیق نظر سے پیش کیا ہے حکمت و فلسفہ تصوف و اخلاق کے مشکل سے مشکل مسائل کو ایسے عام فہم اور موثر انداز میں پیش کیا ہے کہ کوئی شخص متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ عکسی عمدہ طباعت سفید کاغذ مضبوط اور حسین جلدیں۔ قیمت: جلد اول صفحات ۵۳۸ ۵۳۱۰ جلد دوم صفحات ۵۳۶ قیمت: ۵۳۶ جلد سوم صفحات ۵۳۰ قیمت: ۵۳۱۰ جلد چہارم صفحات ۵۳۲ قیمت: ۵۳۶ قیمت کامل چار جلد ۲۱۳۶

مجالس الابرار

تصنیف: حضرت شیخ احمد رومی
ترجمہ: مولانا محمد رفیع صاحب
ترجمہ: شاہ عبدالعزیز صاحب
سائز: ۳۰ x ۳۰ ۱/۲

علم نصیحت و عطا و تقریر اور فرقہ و سلوک کی مستند کتاب جو تیرک بدعات کے زور میں کسی جامع کتاب کی نظیر نہیں ملے گی۔ اس میں ہزاروں نکات و مسائل فقہ اور صحابہ تابعین اور بزرگان دین کے حالات درج ہیں۔ مساجد کے اماموں خطیبوں اور عقلمندان و مقبولین کے لئے ہمیشہ بہا تحفہ جو عصر سے نایاب تھا اب جدید ترتیب کے عکسی طبع ہوا ہے۔ کتابت عمدہ۔ سفید کاغذ جلد مع حسین پلاسٹک کور۔ قیمت: ۵۳۶

ہمس المعارف

تصنیف: شیخ احمد بن علی بونی
ترجمہ: مولوی اقبال الدین احمد
سائز: ۳۰ x ۳۰ ۱/۲

جس میں ہر قسم کے عملیات و تعویذات و طاقت۔ اسماء اللہ تعالیٰ اور قرآن پاک کی آیات ام علم حروف ابجد کے خواص و اسرار اور ان کے متکلموں کی تخریج و منازلی قرآن کو اکابر اہل کمال کے اشارات و اثرات علم جفر، کیمیا، سیمیا وغیرہ علوم پر سب سے بڑی اور مستند و موثر کتاب۔ عکسی عمدہ طباعت سفید کاغذ جلد مع حسین پلاسٹک کور قیمت: ۵۳۶

قاموس القرآن

قرآنی ڈکشنری

از مولانا محمد منتظربن نعمانی
سائز: ۳۰ x ۳۰ ۱/۲

قرآن کریم کے تمام الفاظ مع اردو تشریح اور ضروری صرغی و نحوئی ترکیب کے درج کئے گئے ہیں اور اہم الفاظ پر تفصیلی اور تفسیری نوٹ لکھے گئے ہیں۔ ہر صغیر کے مشابہ علماء و ماہرین عربی کی تصدیقات کے ساتھ شائع ہوئی ہے۔ سائز: ۳۰ x ۳۰ ۱/۲ عکسی عمدہ طباعت سفید کاغذ جلد مع حسین پلاسٹک کور قیمت: ۵۳۶

تذکرہ مجدد الف ثانی

از مولانا محمد منتظربن نعمانی
سائز: ۳۰ x ۳۰ ۱/۲

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کے مفصل حالات و سوانح اور تجرید و احیاء دین کے عظیم کارناموں کی تاریخی دستاویز آپ کے مکتوبات کی روشنی میں۔ عکسی عمدہ طباعت سفید کاغذ جلد مع حسین پلاسٹک کور قیمت: ۵۳۶

حکام اسلام عقلی نظریں

از مولانا اشرف علی تھانوی
سائز: ۳۰ x ۳۰ ۱/۲

تمام احکام اسلامی کی عقلی حکمتیں اور فلسفی بہت عام فہم اور دلنشین انداز میں بیان کی گئی ہیں۔ عکسی عمدہ طباعت سفید کاغذ جلد مع حسین پلاسٹک کور قیمت: ۵۳۶

دارالاشاعت مولوی مسٹر خانہ کراچی